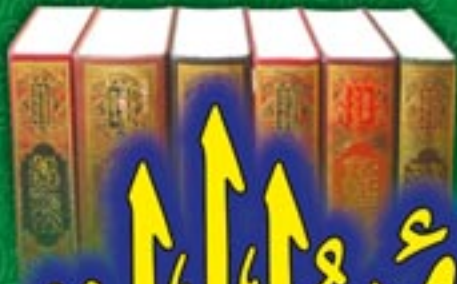


جدید اشاعت



سخنِ مبارک

احادیثِ مبارکہ کے علوم و معارف کا محبوب موع

ترجمہ و تفسیر

شیخ العرب عارف باللہ مجتہد و زانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد سعید صاحب مدظلہ العالی

خانقاہ امدادیہ اہل شرفیہ: گلشن اقبال، کراچی



خزانُ الحدیث

احادیث مبارکہ کے علوم و معارف کا مجموعہ

شیخ العرب عارف باللہ مجدد زمانہ
والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد سعید صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت و ارشاد

حلیئم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد سعید صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

محبت تیرا صفت ہے شریں تیرے نازوں کے
یہیں جو نشر کرتا ہوں خزانے تیرے نازوں کے

بہ فیض صحبتِ ابراہیم در درِ محبت سے
بہ اُمیدِ نصیحتِ دوستو اسکی اشاعت سے

انتساب



شیخ العرب عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد صاحب رحمہ اللہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات



محلِ شہادت حضرت مولانا شاہ ابراہیم الحق صاحب رحمہ اللہ

اور



حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ

اور



حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں



ضروری تفصیل

نام کتاب	: خزائنُ الحدیث (احادیثِ مبارکہ کے علوم و معارف کا مجموعہ)
نام مؤلف	: شیخ العرب والجمع عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
جامع و مرتب	: جناب عامر نذیر صاحب دامت برکاتہم
تاریخ اشاعت	: ۴ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۴ مارچ ۲۰۱۶ء بروز پیر
زیر اہتمام	: شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
ناشر	: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان
	پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: +92.21.34972080 اور 92.316.7771051
	ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیر نگرانی شیخ العرب والجمع عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والجمع عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبہ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مجتہد حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

خزائنُ الحدیث

احادیث مبارکہ میں موجود علوم و معارف کے وہ خزائن جنہیں شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں امت کے سامنے پیش فرماتے رہے ان کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے۔ ادارہ

حدیث نمبر ۱: اِنَّمَا الْاِسْتِحْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

حدیث نمبر ۲: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسْوَاسَ قَلْبِيْ حَشِيَّتِكَ وَذِكْرَكَ

حدیث نمبر ۳: وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِمَتَحَابِّينَ فِيْ وَالْمَتَجَالِسِيْنَ فِيْ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيْ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيْ

حدیث نمبر ۴: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ مُّحِبُّ الْعَفْوِ فَاعْفُ عَنِّيْ

حدیث نمبر ۵: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاطِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

حدیث نمبر ۶: سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

حدیث نمبر ۷: لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ

حدیث نمبر ۸: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِي

حدیث نمبر ۹: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاتَّعِزَّهُ بِرَاكٍ

حدیث نمبر ۱۰: اَللّٰهُمَّ اَرْضِنَا وَاَرْضَ عَنَّا

حدیث نمبر ۱۱: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ اِمَامٌ عَادِلٌ وَرَجُلٌ

قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالنَّسَاجِدِ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهِ... الخ

حدیث نمبر ۱۲: فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ

حدیث نمبر ۱۳: اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ

حدیث نمبر ۱۴: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَّ التَّوَابَ

حدیث نمبر ۱۵: اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوا لَهٗ لَعَلَّهٗ اَنْ يُصِيبَكُمْ نَفْحَةٌ مِنْهَا

فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا اَبَدًا

حدیث نمبر ۱۶: اِنِّيْ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

حديث نمبر ١٧: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ

حديث نمبر ١٨: سِئِلَ ابْنُ عَمْرٍو هَلْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُونَ؟ قَالَ

نَعَمْ وَالْإِيمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ

حديث نمبر ١٩: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ

حديث نمبر ٢٠: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ

حديث نمبر ٢١: لَا يَبِينُ الْمُنَافِقِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَيِّحِينَ

حديث نمبر ٢٢: كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ

حديث نمبر ٢٣: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

حديث نمبر ٢٤: الْغَيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الرَّثَا

حديث نمبر ٢٥: أَنْكَبِرِيَاءُ رِدَائِي

حديث نمبر ٢٦: وَيْلَهُ إِنِّي لَأَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنَا أَخْشَاكُمْ لَهُ

حديث نمبر ٢٧: اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَطَّائَتَيْنِ تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدُّمُوعِ مِنْ خَشْيَتِكَ

قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدُّمُوعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَبْرًا

حديث نمبر ٢٨: أَنْ تَقْتَرِفَ سُوءًا عَلَى أَنْفُسِنَا أَوْ نَجْرَهُ إِلَى مُسْلِمٍ أَوْ أَكْسِبَ خَطِيئَةً أَوْ ذَنْبًا لَا تَغْفِرُهُ

حديث نمبر ٢٩: أَكْثَرُ مَا ذَكَرَهَا ذِمِرُ اللَّذَاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ

حديث نمبر ٣٠: مَنْ نَامَ عَنْ حَرْبِهِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ

كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ

حديث نمبر ٣١: الرَّءُوعُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

حديث نمبر ٣٢: اللَّهُمَّ آرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَآرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ

حديث نمبر ٣٣: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبَرٍ قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ

أَنْ يَكُونَ تَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ أَنْكَبِرُ

بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ

حديث نمبر ٣٣: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ وَدَوَامَ الْعَافِيَةِ وَالشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ

حديث نمبر ٣٥: مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ

حديث نمبر ٣٦: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ

حديث نمبر ٣٧: اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

حديث نمبر ٣٨: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ أَصِيبْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ

حديث نمبر ٣٩: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ

حديث نمبر ٤٠: اللَّهُمَّ وَاقِيَةَ كَوَاقِيَةِ الْوَلِيدِ

حديث نمبر ٤١: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

حديث نمبر ٤٢: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ

حديث نمبر ٤٣: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مَسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ

لِيَتُوبَ مَسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا

حديث نمبر ٤٤: مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

حديث نمبر ٤٥: مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ

خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ

حديث نمبر ٤٦: اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي فَإِنَّكَ فِي عَالِمٍ وَلَا تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَى قَادِرٍ

حديث نمبر ٤٧: إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرَ اللَّهَ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ

حديث نمبر ٤٨: اللَّهُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوبِنَا بِذِكْرِكَ

حديث نمبر ٤٩: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ

حديث نمبر ٥٠: مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ

تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَهْوُ أَهْوُونَ

عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ أَوْخَنْزِيرٍ

حديث نمبر ٥١: إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى

حديث نمبر ٦٤: ابكوا فان لم تبكوا فتباكوا

حديث نمبر ٦٨: حسبي الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم

حديث نمبر ٦٩: آلا وان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله
الا وهي القلب

حديث نمبر ٤٠: ما من مسلم يدع عبادة لیس فيها اثم ولا قطيعة رجم الا اعطاه الله بها
احدى ثلث امان ان يعجل له دعوته واما ان يدخرها له في الآخرة واما ان
يصرف عنه من سوء مثلها قالوا: اذا نكثرت قال: الله اكثر

حديث نمبر ٤١: اللهم بارك لنا فيها وارزقنا جناها وحببنا الى اهلها وحبب صالحى اهلها اليانا
حديث نمبر ٤٢: ان الغناء رقية الرنا

حديث نمبر ٤٣: عن ابي ذر قال دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت يا رسول الله!
اوصني قال: اوصيك بتقوى الله عز وجل فانه ازين لامرك كله قلت: زدني قال:
عليك بتلاوة القرآن وذكر الله عز وجل فانه ذكر لك في السماء ونور لك في الارض
قلت: زدني قال: عليك بطول الصمت فانه مطردة للشيطان وعون لك على امر
دينك قلت: زدني قال: ايتاك وكثرة الضحك فانه يبييت القلب ويذهب بنور
الوجه قلت: زدني قال: قل الحق وان كان مرأا قلت: زدني قال: لا تخف في الله لومة
لايمر قلت: زدني قال ليحجزك عن الناس ما تعلم من نفسك

حديث نمبر ٤٤: بصلاتهن وصيامهن وعبادتهن ابس الله وجوههن النور

حديث نمبر ٤٥: ان اعظم النكاح بركة ايسره مؤنة

حديث نمبر ٤٦: ثم حبب اليه الخلاء

حديث نمبر ٤٧: اللهم اني اسالك الصحة والعفة والامانة وحسن الخلق والرضا بالقدر والعيش
بعدا الموت

حديث نمبر ٤٨: خيروكم من تعلم القرآن وعلمه

حديث نمبر ٤٩: اخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله

حديث نمبر ٨٠: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَصُدَّ عَنِّي وَجْهَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حديث نمبر ٨١: دُعَاءُ التَّرِيضِ كَدَعَاءِ الْمَلِكَةِ

حديث نمبر ٨٢: لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ

حديث نمبر ٨٣: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي صَبُورًا وَاجْعَلْنِي شُكُورًا وَاجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَفِي أَعْيُنِ

النَّاسِ كَبِيرًا

حديث نمبر ٨٤: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى انْفَادِهِ مَلَأَ اللَّهُ تَعَالَى قَلْبَهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا

حديث نمبر ٨٥: أَكْمَلَ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا وَخَيْرًا كُمْ خَيْرًا كُمْ لِنِسَائِهِمْ

حديث نمبر ٨٦: مَنْ عَشِقَ وَكْتَمَ وَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ

حديث نمبر ٨٧: مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهُ عَوْقِبَ بَارَبَعَةِ أَشْيَاءَ لَا يَجِدُ شَفَاعَتِي وَلَا يَشْرَبُ مِنْ حَوْضِي

وَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ وَيَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ الْمُنْكَرَ وَالنَّكِيرَ فِي غَضَبٍ

حديث نمبر ٨٨: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

حديث نمبر ٨٩: التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ يَصِفُ الْعَقْلَ

حديث نمبر ٩٠: إِذَا رَأَوْا ذُكِرَ اللَّهُ

حديث نمبر ٩١: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ شَوْقًا إِلَى لِقَائِكَ مِنْ غَيْرِ ضَرَّاءٍ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ

حديث نمبر ٩٢: الْمَرْأَةُ كَالضَّلْعِ إِنْ أَمْتَهَا كَسِرَتْهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوْجٌ

حديث نمبر ٩٣: التَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُورِ وَالْإِنَابَةَ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالِاسْتِعْدَادَ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِهِ

حديث نمبر ٩٤: يَا مَنْ لَا تَنْصُرُهُ الذُّنُوبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ فَاغْفِرْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ وَهَبْ لِي مَا لَا يَنْقُصُكَ

حديث نمبر ٩٥: إِذَا مَدِحَ الْمُؤْمِنُ فِي وَجْهِهِ رَبَّ الْإِيمَانِ فِي قَلْبِهِ

حديث نمبر ٩٦: أَلَا تَمُرُّ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يُطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

حديث نمبر ٩٧: كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ،

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

حديث نمبر ٩٨: كَانَ يُحَدِّثُنَا وَكُنَّا نَحَدِّثُهُ وَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ كَانَ لَهُ لَمْ يَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْهُ

فہرست

- پیش لفظ..... ۱۵
- کلمہ طیبہ کے معانی..... ۱۶
- تیسرا اللہ باطل حُب جاہ ہے..... ۱۸
- سب سے بڑا اللہ باطل ”حُسنِ مجازی“ ہے..... ۱۹
- ذکر پر خشیت کی تقدیم کا راز..... ۲۲
- صحبتِ اہل اللہ کے عبادت سے افضل ہونے کی وجہ..... ۲۶
- صحبتِ شیخ سے کیا ملتا ہے؟..... ۲۷
- کریم کے چار معانی..... ۲۹
- نامحرموں سے شرعی پردہ کی تاکید..... ۳۵
- حدیثِ مبارکہ کی الہامی تشریح..... ۳۸
- چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے..... ۳۹
- ذکر کا طریقہ..... ۳۹
- رحمتِ حق اور محرومی از رحمتِ حق کے دلائل منصوصہ..... ۴۱
- ترکِ معاصی دلیلِ رحمت اور معصیت ذریعہٴ شقاوت..... ۴۳
- کیفیتِ احسانی کے انعامات اور طریقہٴ تحصیل..... ۴۴
- حدیثِ اَللّٰهُمَّ اَرْضِنَا... الخ کی تشریح کی الہامی تمثیل..... ۵۰
- امامِ عادل کی عجیب الہامی شرح..... ۵۲
- مکان کی محبت مکین سے اشتد محبت کی دلیل ہے..... ۵۴
- سایہٴ عرش حاصل کرنے کا طریقہ..... ۵۵
- حسن کا شکر کیا ہے؟..... ۵۶
- چوبیس گھنٹے کا عبادت گزار..... ۵۸
- حق ربوبیت اور تقاضائے بندگی..... ۶۱
- چھوٹے بچوں سے وفاداری کا سبق..... ۶۲
- عالم شباب کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے کا انعام..... ۶۳
- خوفِ شکستِ توبہ اور عزمِ شکستِ توبہ کا فرق..... ۶۴
- توبہ کرنے والا بھی اللہ کا محبوب ہے..... ۶۷

- ۶۸ توبہ سے محبوبیت کی ایک عجیب تمثیل
- ۶۹ ندامت کے آنسوؤں کی کرامت
- ۷۰ تجلیاتِ جذب کے زمان و مکان
- ۷۲ تجلیاتِ جذب کے زمان و مکان
- ۷۳ خاص بندوں کی پہچان
- ۷۴ تجلیاتِ جذب کے زمان و مکان
- ۷۵ صحبت یافتہ اور فیض یافتہ
- ۷۸ کیفیتِ احسانی اور صحبتِ اہل اللہ
- ۹۴ اللہ کے اللہ ہونے کی دلیل
- ۹۷ قبولِ توبہ کی چار شرائط
- ۹۹ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کے چار فوائد
- ۱۰۰ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کا مفہوم
- ۱۰۲ غیبتِ زنا سے اشد کیوں ہے؟
- ۱۰۴ غیبت کے زنا سے اشد ہونے کی وجہ
- ۱۰۵ کفارہٴ غیبت کی دلیلِ منصوص
- ۱۰۶ عجب اور تکبر کا فرق اور ان کی تعریف
- ۱۵۷ دعائے وضو کی عاشقانہ حکمت
- ۱۵۸ وضو کے وقت اہل اللہ کی خشیت
- ۱۵۸ وَوَسِعَ فِي دَارِيٍّ کے معنی
- ۱۵۹ محبوبیت عند اللہ کے دوام کا طریقہ
- ۱۶۰ استغفار اور توبہ کا فرق
- ۱۶۱ لفظ تَوَابِينَ کے نزول کی حکمت
- ۱۶۱ ولایتِ عامہ اور ولایتِ خاصہ
- ۱۷۷ موردِ رحمت چار قسم کے افراد
- ۱۷۸ رحمتِ حق کو متوجہ کرنے والا عجیب عنوانِ دعا
- ۱۷۹ اَللّٰهُمَّ لَا تُخَيِّرَنِيْ كِي شرح کا درد انگیز عاشقانہ اور نادر عنوان
- ۱۸۰ رحمتِ ارحم الراحمين کا کامل نمونہ
- ۱۸۲ حدیثِ پاک کے دوسرے جز کی عشق انگیز و عارفانہ شرح
- ۱۸۲ ارحم الراحمين کی عظمتِ شان کے عجیب عارفانہ نکات

- ۱۸۳ حق تعالیٰ کی شانِ رحمت شانِ غضب سے زیادہ ہے
- ۱۹۵ حضرت حوا علیہا السلام کی تاریخ
- ۲۰۳ اسبالی ازار (شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے) کی و عمید
- ۲۱۰ بہترین خطا کار
- ۲۱۰ فوائدِ استغفار
- ۲۱۰ انعاماتِ تقویٰ
- ۲۱۱ توبہ و استغفار پر بھی تقویٰ کے انعامات
- ۲۱۳ دین پر ثباتِ قدمی کی مسنون دعا
- ۲۱۴ تحفظِ قرآن اُمت کے بڑے لوگ ہیں
- ۲۱۴ حملہِ قرآن اور اصحابِ اللیل کا ربط
- ۲۱۴ حافظِ قرآن کے لیے تہجد کی اہمیت
- ۲۱۵ سارے عالم کے اولیاء اللہ کی دعائیں لینے کا طریقہ
- ۲۱۶ تہجد کا آسان طریقہ
- ۲۱۶ سونے سے پہلے نماز تہجد کی شرعی دلیل
- ۲۱۷ صلوٰۃ تہجد بعدِ عشاء کی دلیل بالحدیث
- ۲۱۸ بچوں کو بعدِ عشاء تہجد کی مشق
- ۲۲۰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمنائے شہادت
- ۲۲۰ جنت میں شہداء کی دوبارہ شہید ہونے کی تمنا
- ۲۲۱ ہمارا اسلام خونِ نبوت اور خونِ صحابہ کا ممنونِ کرم ہے
- ۲۲۲ انعامِ محبت
- ۲۲۲ نیت کا اثر
- ۲۲۳ اشد محبت مانگنے کا طریقہ حدیثِ پاک سے
- ۲۲۳ اہل اللہ سے محبت ذوقِ نبوت ہے
- ۲۲۵ اہل و عیال سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے
- ۲۲۶ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے
- ۲۲۶ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلَاجِ كِي الْهَامِي تَشْرَح
- ۲۲۸ اذان کے بعد کی دعا
- ۲۲۸ دعا بعد الاذان
- ۲۳۰ حدیث اَللّٰهُمَّ اَلْهَمْنِي... الخ کی الہامی تشریح

- ۲۳۷ زُشد کے متعلق علمِ عظیم
- ۲۳۹ گناہوں سے بچانے والی مسنون دعا
- ۲۳۹ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کی برکت
- ۲۴۰ موت کا مراقبہ
- ۲۴۰ کفارہ غیبیت
- ۲۴۱ توبہ کے آنسوؤں کی اقسام
- ۲۴۵ اللہ کے پیاروں میں پیارا بننے کا نسخہ
- ۲۴۶ انینِ غیرِ اختیاری اور انینِ اختیاری
- ۲۵۰ قلب کا مفہوم
- ۲۵۱ قلبِ سلیم کی تفسیر
- ۲۵۳ دینِ اسلام میں اس حدیث کی حیثیت
- ۲۵۴ قبولیتِ دعا کی صورتیں
- ۲۵۵ دعا کسی صورت میں رد نہیں ہوتی
- ۲۵۵ پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں ہوتیں
- ۲۵۶ ظلم کرنے سے بچنا فرض ہے
- ۲۵۷ فرض حج نہ کرنے پر وعید
- ۲۵۸ کون سی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟
- ۲۵۹ دعائے سفر کی عجیب و غریب تشریح
- ۲۶۰ گانے بجانے کی حرمت
- ۲۶۲ چار شرائط سے سماعِ جائز ہے
- ۲۶۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں
- ۲۶۶ صحابہ کرام کی دین کی حرص
- ۲۶۶ کثرتِ خُشک کی شرح
- ۲۶۸ ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو
- ۲۶۹ حق بات کہنے کا سلیقہ
- ۲۷۰ راہِ حق میں طعن و ملامت سے نہ ڈریں
- ۲۷۱ اپنے عیوب کا استحضار رکھیں
- ۲۷۲ جنت میں مسلمان عورتوں کی شانِ حُسن
- ۲۷۳ سب سے برکت والا نکاح کون سا ہے؟

- ۲۷۴ صحابہ کرام اور اکابر کے نکاح میں سادگی
- ۲۷۴ نکاح میں اسراف کا وبال
- ۲۷۵ حدیث حُبِّ اِلٰی الْاُخْلَاصِ پر ایک وجد آفریں علم
- ۲۷۸ حدیثِ صحت کی عجیب تشریح
- ۲۷۸ حدیث دعائے صحت کی الہامی تشریح
- ۲۸۰ احادیث میں مذکور دو عظیم الشان خیر
- ۲۸۱ حدیث اَخْلَقَ حَيًّا اَللّٰہ... الخ کی ایک جدید اور نادر تشریح
- ۲۸۲ ذوقِ عاشقانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۸۳ لفظ مَبَشِّرًا کے نزول کی حکمت
- ۲۸۴ اسلام کی صداقت کی ایک دلیل
- ۲۸۶ قرآن و حدیث میں بیبیوں کی فضیلت
- ۲۸۸ شرح حدیث اَللّٰہُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا الخ
- ۲۸۹ حقیقی شکر کیا ہے؟
- ۲۹۸ حدیث مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ... الخ کی تشریح
- ۲۹۹ حدیث مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ کی تشریح
- ۳۰۵ حدیث اِذَا رَأُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ کی تشریح
- ۳۰۶ حدیث شَوْقًا اِلٰی لِقَائِكَ کی شرح
- ۳۰۷ بیویوں کے ساتھ نرمی کیجیے
- ۳۰۸ شرح صدر کی علامات
- ۳۱۱ حدیث يَا مَنْ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوبُ کی انوکھی شرح
- ۳۱۵ مولانا رومی کی مولانا حسام الدین سے محبت
- ۳۱۸ بخاری شریف کی آخری حدیث کَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ کی انوکھی تشریح
- ۳۱۹ مذکورہ حدیث کے متعلق ایک منفرد علم عظیم

پیش لفظ

مجی و محبوبی شیخ العرب و العجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب **ادام اللہ** **بقاءہم** سے تعلق رکھنے والے اکثر اکابر علماء کا عرصہ سے اصرار تھا کہ حضرت والا نے اپنی تقاریر و تصانیف میں جہاں جہاں قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کی ہے اور جہاں جہاں الہامی مضامین از قبیل واردات غیبیہ بیان ہوئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، ان کو حضرت کی تصانیف سے منتخب کر کے الگ شائع کر دیا جائے تو یہ سینوں میں محبت کی آگ لگانے والا ایک بے مثال علمی خزانہ ہوگا۔ حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب نے ساؤتھ افریقہ میں کئی مواقع پر فرمایا کہ کاش! حضرت والا کے ان علوم کا مجموعہ الگ شائع ہو جائے، تو قیامت تک امت مسلمہ کی ہدایت و اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی اشد محبت کے حصول کا بے مثل ذخیرہ ہو گا اور یہ الہامی علوم ایسے ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتے۔ اس سلسلہ میں کئی علماء حضرات نے کوششیں بھی کیں لیکن تکمیل کو نہ پہنچ سکے، لیکن یہ سعادت لاہور کے جناب عامر نذیر صاحب زید مجدہم کی قسمت میں تھی، جنہوں نے بڑی محنت و جاہ فثنانی سے اس کام کو انجام دیا اور حضرت والا کی جملہ تصنیفات سے قرآن و حدیث کے علوم جمع کیے اور کمپیوٹر سے ٹائپ کرا کے لاہور سے کراچی بھیجے جو ”خزائن القرآن“ اور ”خزائن الحدیث“ کے نام سے تاحال شائع ہوتے رہے، لیکن ان کی تصحیح اور حوالہ جات کی تکمیل کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی۔

بمجد اللہ تعالیٰ حضرت والادامت برکاتہم و فیوضہم کی ذکر کردہ احادیث مبارکہ کی الہامی تشریحات نے تمام قارئین کے دلوں کو جلا بخشی اور خاص طور پر علمائے کرام کے لیے یہ خزانہ علوم ان کے بیانات، خطبات، تقاریر اور درس قرآن و حدیث کے لیے خصوصیت کے ساتھ مدد و معاون ثابت ہوئے۔ اس کتاب کو مزید مفید سے مفید تر بنانے کے لیے اس ایڈیشن میں جملہ احادیث کے ذیل میں حواشی کا اضافہ کیا جا رہا ہے جس میں مندرجہ ذیل امور کو خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ۱۔ بطور عنوان ذکر کردہ حدیث کی تکمیل کر دی گئی ہے، تاکہ تشریح شدہ جزء حدیث کو سیاق و سباق سے سمجھنا آسان ہو۔ ۲۔ احادیث کی مکمل تخریج کر دی گئی ہے، تاکہ مراجعت میں سہولت رہے۔ ۳۔ تخریج میں صحاح ستہ کو بنیاد بنایا گیا ہے نیز عربی عبارت کو واضح اور غلطیوں سے پاک رکھنے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اگر اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا حوالے کی عدم درستگی ملاحظہ کریں تو ادارہ کو تحریری طور پر مطلع فرما کر اس کا خیر میں حصہ دار بنیں۔

العارض

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
خادم خاص حضرت والادامت برکاتہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ طیبہ کے معانی

آج **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کی تفسیر کرنا چاہتا ہوں۔ **لَا اِلٰهَ** کے معنی ہیں غیر اللہ سے دل کو نہیں لگانا۔ جتنے باطل خدا ہیں خواہ وہ جاہ کے ہوں خواہ باہ کے ہوں یا حسن کے ہوں، ان باطل خداؤں سے قلب کو پاک کر لو تب **اِلَّا اللّٰهُ** ملے گا۔ ایک فوج کے افسر نے مجھ سے پوچھا کہ **اِلَّا اللّٰهُ** کیسے مضبوط ہوتا ہے؟ میں نے کہا: جتنا **اِلَّا اللّٰهُ** مضبوط ہو گا اتنا ہی **اِلَّا اللّٰهُ** مضبوط ہوتا ہے۔ اگر باطل خداؤں سے قلب پاک نہیں ہے، تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گندم لگائے، لیکن وہیں دوسرے گھاس پودے پیدا ہو جائیں، تو گندم کی کھاد اور پانی کو دوسری گھاس اور پودے لے لیں گے اور گندم کمزور رہ جائے گا۔ غیر اللہ دل میں ہو گا تو **اِلَّا اللّٰهُ** کی صحیح کیفیت محسوس بھی نہ ہوگی۔ دس ہزار پے والا عطر عود ایک شخص نے لگایا، مگر بلی کا پاخانہ بھی لگا لیا اور ایک مہینہ سے غسل بھی نہیں کیا تھا، پسینہ کی بدبو آرہی ہے۔ بتائیے عطر عود کی خوشبو محسوس ہو گی؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے **لَا اِلٰهَ** سے گویا قلب و روح کو دنیا کی بدبو اور پسینہ اور غیر اللہ کی آلائش سے پاک فرمایا پھر **اِلَّا اللّٰهُ** کا عطر عطا فرمایا۔ غیر اللہ کی نفی کو مقدم کیا۔ کلمہ کا یہ پہلا جز ہے، لیکن غیر اللہ سے کٹنا اور اللہ سے جڑنا کس طرح سے ہو گا؟ **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ سنت سے اللہ ملے گا اور طریقہ سنت پر چلنے والے کون ہیں؟ اللہ والے متبعین سنت عارفین ہیں، ان سے ہی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ پوچھنا پڑے گا:

اَلرَّحْمٰنُ فَسَلِّ بِهٖ حَبِيْرًا

رحمن کی شان کو باخبر لوگوں سے یعنی اللہ والوں سے پوچھو۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”خبیراً“ سے مراد ”عارفین“ ہیں۔ دنیا میں مختلف لوگوں کو مختلف چیزوں سے محبت ہوتی ہے کسی کو مال سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کو رزق اور عمدہ عمدہ غذاؤں کا شوق ہے۔ یہ **لَا إِلَهَ** کی تفسیر ہو رہی ہے۔ مال کی نفی ہو چکی، اب نمبر آ رہا ہے اچھی اچھی غذاؤں کا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کھانے کے اتنے حریص ہیں کہ دعوت اگر مل جائے تو جماعت کی نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ افطار کا وقت ہے، وہی بڑے ٹھونستے چلے جا رہے ہیں۔ جب سجدہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں: **اللَّهُ أَكْبَرُ**۔ اللہ بڑا ہے، مگر وہی بڑا کہتا ہے کہ میں بڑا ہوں، میں پہلے نکلوں گا حلق سے۔ کیوں کہ تم نے یہاں تک ٹھونسا ہوا ہے۔ اول تو جماعت کی نماز چھوڑنا جرم، پھر اتنا ٹھونسنے کا حلق سے غذا باہر آنے لگے یہ بھی جائز نہیں، صحت کے لیے مضر ہے، اتنا کھانا کیسے جائز ہو گا؟ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جن کو اچھے اچھے کھانے کا شوق ہے، تو بے شک رزق اچھا مل جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر رزاق کی محبت پر رزق غالب نہ آئے، نعمت کی محبت جب نعمت دینے والے کی محبت پر غالب ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ شخص ناشکر ہے، اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو مقدم فرمایا شکر پر **فَاذْكُرُونِي أَذْكَرُكُمْ**۔ تم یاد کرو مجھے اطاعت سے۔ یہ تفسیر بیان القرآن میں ہے کہ تم یاد کرو مجھے اطاعت سے، میں تمہیں یاد کروں گا اپنی عنایت سے **وَاشْكُرُوا لِي** علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر کو اللہ تعالیٰ نے مؤخر بیان کیا اور ذکر کو مقدم فرمایا، اس میں کیا حکمت ہے؟ فرماتے ہیں کہ **لَإِنَّ حَاصِلَ الذِّكْرِ** **الِاشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ** ذکر کرنے والا نعمت دینے والے کے ساتھ مشغول ہے **وَإِنَّ حَاصِلَ الشُّكْرِ** **الِاشْتِغَالُ بِالنِّعْمَةِ** جو شکر کر رہا ہے وہ نعمت میں مشغول ہے۔ **فَالِاشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ أَفْضَلُ مِنَ** **الِاشْتِغَالِ بِالنِّعْمَةِ**۔ ایک نعمت میں غرق ہے اور ایک نعمت دینے والے میں ڈوبا ہوا ہے یعنی اللہ کی یاد میں غرق ہے۔ ظاہر ہے کہ جو اللہ کی یاد میں مشغول ہے اس کا درجہ بڑا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کو مقدم فرمایا کہ اگر تم نے ہماری یاد نہ کی تو نعمتیں تم پر غالب ہو جائیں گی، تم رزق کے غلام بن جاؤ گے، عبد الرزاق کے بجائے عبد الرزق ہو جاؤ گے۔ نعمتوں کے پیچھے اتنا لگو گے کہ نعمت دینے والے کو فراموش

۱۔ البقرة: ۱۵۲

۲۔ روح المعانی: ۱/۹۲، البقرة (۱۵۲) دار احیاء التراث بیروت / ذکرہ بلفظ لأن فی الذکر اشتغالا بذاتہ تعالیٰ وفی الشکر اشتغالا بنعمتہ
والاشتغال بذاتہ تعالیٰ

کر دو گے، لہذا ہماری یاد میں زیادہ لگوتا کہ نعمتوں پر ہماری محبت غالب رہے اور ان نعمتوں کا انجام بھی تو سوچو کہ کیا ہے۔ رات کو بریانی کھاتے ہو، لیکن صبح کو بیت الخلاء میں کیا نکالتے ہو؟ امپورٹ کیسی اور ایکسپورٹ کیسا، لہذا نعمت پر شکر تو کرو لیکن دل نہ لگاؤ۔ یہ ہو گیا دوسرا **اللہ**۔ پہلا **اللہ** مال تھا اور دوسرا خدا ہم نے کیا بنایا ہوا ہے؟ رزق اور عمدہ غذا میں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بعض لوگوں نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے۔ لہذا **لَا إِلَهَ** کی نفی اور توحیدِ کامل اس شخص کو حاصل نہیں ہے جو جاہ کا اور مال کا اور حسن کا غلام بنا ہوا ہے۔ زبان سے کتنا ہی ”توحید“ ”توحید“ کہتا رہے، لیکن توحیدِ عملی یہ ہے کہ جاہ کی نفی کرو، باہ کی نفی کرو اور مال کی نفی کرو۔ یعنی ماسوا اللہ پر اللہ کی محبت کو غالب رکھو۔ اسی طرح رزق کے معاملہ میں پلاؤ، بریانی، کباب بے شک حلال اور جائز ہے، لیکن اتنا نہ ہو کہ جس کی محبت میں ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول جائیں۔ دو چیزوں کی نفی ہو گئی: مال کی اور رزق کی۔

تیسرا اللہ باطلِ حُب جاہ ہے

نمبر تین ہے حُبِ جاہ۔ ایک انسان کو اگر سارا لاہور سلام کر لے اور کہے کہ جناب! آپ بہت معزز آدمی ہیں، تو اس کی عزت میں ایک اعشاریہ اضافہ نہیں ہو گا۔ ہاں اس بندے سے جس کو سارا لاہور سلام کر رہا ہے اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خوش ہو جائیں تب سمجھ لو کہ اب اس کی قیمت ہے۔ غلام کی قیمت مالک لگاتا ہے، غلاموں کی قیمت غلام اگر لگاتے ہیں تو میزان میں کیا آئے گا؟ غلام مثبت ایک لاکھ غلام بھی ہو تو میزان اور ٹوٹل غلام ہی تو ہو گا اور اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن راضی ہو جائیں تب سمجھو کہ اب ہماری قیمت ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو خدا جزائے عظیم دے۔ اس حقیقت پر کیا عمدہ شعر فرمایا ہے کہ اے دنیا والو! اپنی قیمت پہلے سے مت لگاؤ، اپنے کو فنا کر کے رہو، مٹ کر رہو، نہ نماز پر ناز کرو نہ روزہ پر، نہ حج پر نہ زکوٰۃ پر۔ بس کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔ یہ سوچو کہ قیامت کے دن نہ معلوم ہماری کیا قیمت لگے گی۔ اس لیے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کبر سے بچاتا ہے، کیوں کہ ہمیشہ ایک عظیم غم

میرے سامنے ہے کہ قیامت کے دن نہ جانے ”اشرف علی“ کا کیا حال ہو گا۔ **أُولَٰئِكَ أَبَائِي فَجَعَلَنِي بِمِثْلِهِمْ**۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جاہ کے علاج کے لیے ایک شعر کافی ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

دوستو! سوچو کہ اس میں کوئی لغت فارسی، عربی نہیں ہے، مگر یہ شعر کبر کے علاج کے لیے عجیب و غریب ہے۔ فرماتے ہیں کہ اتنے بڑے علامہ ہو گئے، اتنے بڑے تاجر ہو گئے، تمام دنیا تعریف کر رہی ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قیامت کے دن ہماری کیا قیمت لگتی ہے۔ اگر اس دن اللہ ہم سے راضی ہو گیا تب ہماری قیمت ہے، ورنہ دنیا کی جاہ و عزت و تعریف کسی کام کی نہیں۔

لہذا حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے اپنی قیمت نہ لگاؤ۔ اگر دنیا میں اپنی قیمت لگاؤ گے تو یہ انٹرنیشنل، بین الاقوامی حماقت ہو گی۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ کبر کا مرض ہمیشہ بے وقوفوں میں ہوتا ہے۔ آپ خود سوچئے کہ نتیجہ یعنی رزلٹ نکلنے سے پہلے کوئی طالب علم ناز و نخرے کرے تو بے وقوف ہے یا نہیں؟ لہذا حُبِّ جاہ کا علاج ہو گیا۔

سب سے بڑا اِلٰہِ باطل ”حُسنِ مجازی“ ہے

اب آئیے! ایک مرض اور شدید ہے۔ وہ ہے حسن پرستی، اس موضوع پر میری ایک کتاب ہے، ”روح کی بیماریاں اور ان کا علاج“ شاید یہاں بھی مل جائے گی۔ اگر آپ اپنے نوجوان بچوں اور طلبائے کرام کو پڑھادیں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ حسن کے ڈاکوؤں سے ان کی جوانی محفوظ رہے گی۔ میرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اس کتاب کی زبردست قدر فرمائی اور ایک صاحب کو خط میں لکھا کہ جس کا دل غیر اللہ سے لگ گیا ہو تو اختر کی کتاب ”روح کی بیماریاں اور ان کا علاج“ اس کو سناؤ۔

تقاضائے گناہ، گناہ نہیں ہے، تقاضے پر عمل کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ جیسے روزہ میں سو دفعہ دل چاہے کہ ٹھنڈا پانی پی لو، لیکن جو شخص مجاہدہ کرتا ہے اور پانی نہیں پیتا تو اس کا اجر زیادہ ہے، لہذا اگر تقاضائے گناہ کو برداشت کرتا ہے، گناہ نہیں کرتا تو یہ شخص بہت بڑا ولی اللہ ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ، کیوں کہ اس کا مجاہدہ شدید ہے تو اس کا مشاہدہ بھی شدید ہو گا، جتنا زیادہ مجاہدہ ہو گا اتنا ہی زیادہ مشاہدہ ہو گا۔

نورِ تقویٰ لَا إِلَهَ كے منفی اور إِلَّا اللَّهُ کے مثبت تار سے پیدا ہوتا ہے

یہ تقاضے گناہ کے ہمیں اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، تقویٰ کی بنیاد اسی پر ہے کہ تقاضا ہو پھر ہم اس پر عمل نہ کریں۔ مثبت و منفی دو تار ہیں۔ گناہ کا تقاضا ہونا منفی تار ہے۔ ہم نے اللہ کے خوف سے اپنے آپ کو بچایا یہ مثبت تار ہے۔ آج سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ دو تاروں سے دنیا کی روشنی ہوتی ہے۔ اللہ نے دونوں تار ہمیں دے دیے۔ **لَا إِلَهَ** کا منفی تار اور **إِلَّا اللَّهُ** کا مثبت تار، دونوں تاروں سے ایمان اور تقویٰ کا نور اور ولایت کا نور ملتا ہے، لہذا آپ تقاضوں سے گھبرائیں نہیں، جتنا زیادہ شدید تقاضا ہو سمجھ لو کہ ہمیں خدائے تعالیٰ اپنا ہمت بڑا ولی بنانا چاہتے ہیں (بہ شرط توفیقِ تقویٰ)، لیکن یہ توفیق اور ہمت ملتی ہے اہل ہمت کی صحبت سے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین کام کر لو تو تقویٰ والے بن جاؤ گے:

(۱) ... خود ہمت کرو۔

(۲) ... ہمت کی خدا سے دعا کرو۔

(۳) ... اہل ہمت کی صحبت میں رہو اور ان سے عطائے ہمت اور استعمالِ ہمت کی دعا کرو۔

اگر ہم نے ان پر عمل کر لیا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ میں اپنے بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ سو فیصد ہم سب ولی اللہ ہو جائیں گے:

(۱) ... کسی اللہ والے سے جس سے مناسبت ہو تعلق قائم کرنا یعنی صحبت اہل اللہ کا اہتمام۔

(۲) ... اس سے پوچھ کر ذکر کا دوام۔ اب تیسری چیز رہ گئی گناہوں سے بچنے کا التزام اور گناہ سے بچنا موقوف ہے اہل اللہ کی صحبت پر۔ کتنا ہی انسان پڑھ لے، پڑھالے، امامت کر لے، چلے لگا لے، مگر تقویٰ جب ہی ملے گا جب اہل تقویٰ کی صحبت نصیب ہو گی، جس پر آیت **كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** دلالت کرتی ہے یعنی **كُونُوا مَعَ الْمُتَّقِیْنَ** اور صادق اور متقی ایک ہی چیز ہے جس کی دلیل یہ آیت ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

حدیث نمبر ۱

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ۚ

ترجمہ: تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے: **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نیت نواۃ سے ہے جس کے معنی ہیں گٹھلی۔ کہتے ہیں **(أَكَلْتُ الثَّمْرَةَ وَلَقَطْتُ النَّوَاةَ)** میں نے کھجور کو کھالیا اور گٹھلی پھینک دی۔ فرماتے تھے کہ جیسی گٹھلی ہوگی ویسا ہی درخت ہوگا، اگر گٹھلی اچھی ہے تو درخت بھی اچھا ہوگا اور اگر گٹھلی خراب ہوگی تو درخت بھی خراب ہوگا، پس جیسی نیت ہوگی ویسے ہی اس کا ثمرہ ہوگا، اچھی نیت ہوگی تو ثمرہ بھی اچھا ہوگا۔ اب کوئی نیم لگا کر امید رکھے کہ اس میں آم آجائیں تو یہ بے وقوفی ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث کے راوی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیا اور آخری حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیا۔ اس میں راز یہ ہے کہ صحابہ میں سب سے پہلے جس کو امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں لیکن ہر طالب علم خلیفہ نہیں ہو سکتا لہذا آخری حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو لیا تا کہ طلباء پڑھنے پڑھانے کا ذوق رکھیں اور ان کے مزاج میں درویشی غالب رہے۔

حدیث نمبر ۲

اللَّهُمَّ اجْعَلْ وَسْوَاسَ قَلْبِي خَشِيَّتَكَ وَذِكْرَكَ ۝

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل کے وسوسوں کو اپنی خشیت اور ذکر سے تبدیل فرما دیجیے۔

۱۔ هذا مختصر من حدیث عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا بَيْعُ امْرِئٍ مَّا تَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَتَّكِبُهَا، فَهَاجِرٌ إِلَيَّ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ. أخرجه البخاری فی صحیحہ (۱/۲) برقم (۱) فی باب کیف کَانَ بَدْءُ الْوَجْهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ و مسلم فی صحیحہ (۲/۱۳۰) برقم (۵۰۳۶) فی باب قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيهِ الْغَرَضُ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَعْمَالِ.

۲۔ هذا مختصر من حدیث اللهم اجعل وسوس قلبي خشيتك وذكرك واجعل همي وهواي في ماتحبه وترضه اللهم وما ابتلتني به رخاء وشدة فكني سنة الحق وشریعة الإسلام. أخرجه الديلمی فی الفردوس بأثر الخطاب (۳۷/۱) برقم (۱۹۳۰) المعاصر

ذکر پر خشیت کی تقدیم کا راز

اللَّهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِي خَشِيَّتَكَ وَذِكْرَكَ میں خشیت کو پہلے کیوں بیان فرمایا؟ تاکہ خشیت غالب رہے، کیوں کہ محبت جب خوف پر غالب ہو جاتی ہے تو بدعت ہو جاتی ہے۔ خشیت محبت کو حدودِ شریعت کا پابند رکھتی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ **وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْغَى** میں صحابی کا دوڑ کر آنا بوجہ محبت کے تھا **وَهُوَ يَخْشَى** اور وہ ڈر بھی رہے تھے، یہ حال ہے اور حالِ ذوالحال کے لیے قید ہوتا ہے یعنی ان کی محبت خشیت کی پابند تھی۔ معلوم ہوا کہ جب محبت خشیت کی حدود کو توڑتی ہے تو بدعت ہو جاتی ہے۔

اور خشیت کا تضاد تو محبت تھی، لیکن حدیث پاک میں محبت کے بجائے ذکر کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ ذکر سببِ محبت اور حاصلِ محبت ہے۔ جو ذکر کرے گا اس سے معلوم ہو گا کہ اس کو محبت حاصل ہے، ورنہ جو محبت، محبت تو کر رہا ہے لیکن اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ محبت میں صادق نہیں، لہذا یہاں ذکر کی قید سے منافقین نکل گئے۔ **جَوَادِقُ فِي الْمَحَبَّةِ** نہیں وہ ذکر نہیں ہو سکتا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وسوسوں اور خیالات کا ہجوم ہو تو کہو، واہ! کیا شان ہے اے اللہ! آپ کی، کہ ڈیڑھ چھٹانک کے دل میں آپ نے خیالات کا سمندر بھر دیا، کیاڑی کا سمندر بھی بھرا ہوا ہے، کلفٹن بھی ہے اور کشمیر کی پہاڑیاں بھی گھسی ہوئی ہیں، سارا عالم ایک ذرا سے دل میں سما ہوا ہے، ایک چھوٹی سی چیز میں خیالات کا سمندر چلا آ رہا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ خیالات کا ہجوم جو شیطان نے ڈالا تھا اللہ سے دور کرنے کو، اس شخص نے بزرگوں کی تعلیمات کی برکت سے اس کو ذریعہ معرفت اور ذریعہ قرب بنا لیا، تو پھر شیطان ہاتھ ملتا ہے اور افسوس کرتا ہوا بھاگتا ہے کہ اس نے تو میرے وسوسوں کو بھی ذریعہ معرفت بنا لیا۔ اس طرح وسوسوں کو ذریعہ معرفت بنا لیجیے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **اللَّهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِي خَشِيَّتَكَ وَذِكْرَكَ** اے اللہ! میرے دل کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنا دے۔ اور دوسری ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، مشکوٰۃ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ اَمْرًا اِلَى الْوَسْوَسَةِ ۱

شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے معاملہ کو اور اس کے مکرو کید کو صرف وسوسہ تک محدود کر دیا، اس سے زیادہ اس کو طاقت نہیں دی، ورنہ مان لیجیے! یہاں جو لوگ بیٹھے ہوئے دین کی بات سن رہے ہیں، اگر شیطان آتا اور سب کو اٹھا اٹھا کر سینما ہاؤس میں لے جا کر بٹھا دیتا تو بڑی مشکل میں جان پھنس جاتی، لوگ کہتے کہ بھائی! ہم تو گئے تھے خانقاہ میں اللہ کی بات سننے، مگر وہاں شیاطین کا ایک لشکر آیا اور سب کو اٹھا اٹھا کر وی سی آر اور سینما ہاؤس میں بٹھا دیا۔ شیطان کو اگر یہ طاقت ہوتی تو بتائیے ہم کتنی مشکل میں پھنس جاتے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شکر ادا کرو کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ اَمْرًا اِلَى الْوَسْوَسَةِ**۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک ہیں۔ عربی میں یاد رہے تو سبحان اللہ ورنہ اردو ہی میں کہہ لیجیے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے کید کو، اس کی طاقت کو صرف خیالات اور وسوسہ ڈالنے تک محدود کر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر سکھایا اور شکر سے اللہ کا قرب ملتا ہے، پس وسوسہ کو ذریعہ قرب و معرفت بنا دیا کہ شکر ہے کہ شیطان صرف خیالات اور وسوسہ ڈال سکتا ہے، تم کو عمل پر مجبور نہیں کر سکتا۔ گنہ انقضا دل میں پیدا ہوا آپ اس پر عمل نہ کیجیے بالکل آپ کا تقویٰ قائم ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کا روزہ ہے، جون کا مہینہ ہے، شدید پیاس لگ رہی ہے بار بار دل چاہتا ہے کہ پانی پی لوں مگر پیتا نہیں، بتائیے روزہ اس کا ہے یا نہیں؟ کیا پانی پینے کے وسوسوں سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا؟ پانی پینے کے لاکھ تقاضے ہوتے رہیں جب تک پیے گا نہیں، روزہ اس کا قائم ہے۔ بلکہ اس کو ڈبل اجر مل رہا ہے تقاضا کی وجہ سے، پیاس کی وجہ سے۔ اسی طرح گناہ کے لاکھ وسوسے آئیں، جب تک یہ شخص گناہ نہیں کرے گا، بالکل متقی ہے، وسوسہ سے تقویٰ میں ہرگز کوئی نقصان نہیں آئے گا۔ سبحان اللہ! یہ ہمارے باپ داداؤں کے علوم ہیں **اُولٰٓئِكَ اَبَآئِي فِجَعْنِي بِسْتَلِيهِمْ** لہذا گناہوں کے تقاضوں پر آپ بس عمل نہ کریں لاکھ تقاضے پیدا ہوں، پھر بھی آپ کا تقویٰ بالکل ٹھیک ہے۔ دیکھیے! اس وقت بھی سب کے پیٹ میں کچھ نہ کچھ پاخانہ ہو گا۔ ابھی ایک سرے کر لیجیے! تو نظر بھی آجائے گا لیکن جب تک گندگی باہر نہ نکلے، آپ کا وضو ہے، اسی طرح دل میں گندے خیالات آئیں، اس میں مشغولی نہ ہو، اس پر عمل نہ ہو بس آپ کا تقویٰ قائم ہے۔ دین کتنا آسان ہے۔

۱۔ هذا مختصر من حديث ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال: قيل: يا رسول الله! أأحدنا يجيد الشيء، لأن يكون حمة أحب إليه من أن يتكلم به، قال: أحدهما: الحمد لله الذي لم يقدر منكم إلا على الوسوسة، وقال الآخر: الحمد لله الذي رَدَّ أَمْرًا إِلَى الْوَسْوَسَةِ. أخرجه أبو داود في سننه (۲۳۰/۲) برقم (۵۱۳) في باب في رَدِّ الْوَسْوَسَةِ. وأحمد في مسنده: ۲۳۸/۵ برقم (۳۱۱) مؤسسة الرسالة

جو آسان کر لو تو ہے عشقِ آسان

جو دشوار کر لو تو دشواریاں ہیں

دین تو بہت آسان ہے، ہم خود اس کو دشوار کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جس شخص نے بھی شیطان کے وسوسوں کا جواب دیا، پاگل ہو گیا، ایک وسوسہ کا جواب دیا اس نے دوسرا پیش کر دیا، اب رات بھر بیٹھے ہوئے وسوسوں کا جواب دے رہے ہیں۔ بتائیے! کیا دماغ خراب ہو گیا یا نہیں؟ آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو جواب ہی مت دیجیے! بس یہی کہیے کہ اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اس کا اختیار وسوسہ ڈالنے تک ہی رکھا اور بزرگوں کے پاس آئیے جائیے، ان کی صحبتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابلیس کے تمام مکر و کید کو ختم کر دیتا ہے کیوں کہ اہل اللہ اسم ”**ہَادِي**“ کے مظہر ہیں، اسم ”**ہَادِي**“ کی تجلی ان پر ہوتی ہے، اس لیے ان کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی وہ تجلی پڑ جاتی ہے، جس سے ان کو ہدایت ہو جاتی ہے اور ابلیس اللہ تعالیٰ کے اسم ”**مُضِل**“ کا مظہر ہے گمراہ کرنے کی طاقت کا ظہور اس پر ہوتا ہے لہذا گمراہ لوگوں سے بھاگیے! اور اللہ کے خاص بندوں کی صحبت میں رہیے! جو بزرگانِ دین کے صحبت یافتہ ہیں، اسم ”**مُضِل**“ کے مقابلہ میں اسم ”**ہَادِي**“ کے سائے میں آجائیے، جس شخص کو دیکھو کہ اس نے بزرگوں کی صحبت نہیں اٹھائی، چاہے مطالعہ اس کا بہت وسیع ہو، ہرگز اس کی صحبت میں نہ بیٹھیے۔ یہ بات میں نہایت اخلاص کے ساتھ کہتا ہوں، کسی تعصب سے نہیں۔

مثال کے طور پر جیسے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر لکھی ہے ”معارف القرآن“ ایسے صحبت یافتہ بزرگوں کی تفسیر اور کتابیں دیکھیے! ورنہ اگر کسی غیر تربیت یافتہ خود ساختہ مفسر کی تفسیر یا تصنیف دیکھی تو بس پھر سمجھ لو کہ خطرہ میں پڑ جاؤ گے، ایمان ہی کے لالے پڑ جائیں گے، کبھی انبیاء علیہم السلام پر اس کا گستاخ قلم اٹھ جائے گا اور کبھی صحابہ پر، اور ایسی نئی چیزیں نکال دے گا کہ قرآن کو اور دین کو جو میں نے سمجھا ہے کسی نے سمجھا ہی نہیں، بیک قلم سب کی تنقیص کر دے گا۔ ایسے صاحب قلم ”قابل سر قلم“ ہیں، اس لیے ہمارے بزرگوں نے یہ خاص نصیحت کی ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ کر لو کہ یہ شخص کس شخص کا صحبت یافتہ ہے، ہرگز اس کی صحبت میں مت بیٹھو، نہ اس کی تصانیف پڑھو چاہے وہ بظاہر بیعت بھی کرتا ہو، اس سے پوچھو کہ اس نے بھی کسی سے بیعت کی ہے یا نہیں؟ مسلم شریف میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے، فرماتے ہیں:

إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَاَنْظِرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ ۞

۞ ہذا قول محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ. أخرجه مسلم في مقدمة صحيحه: ۱/۱۲، برقم (۲۶) في باب أن الإِسْنَادَ مِنَ الدِّينِ.

یہ علم دین ہے پس خوب دیکھ لو! تحقیق کر لو کہ تم کس شخص سے دین حاصل کر رہے ہو۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جس سے دین سیکھ رہے ہیں اس نے کس سے سیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: **أَلَسْنَا دُومِنَ الدِّينِ** اسناد کی دین میں خاص اہمیت ہے، میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے مثنوی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور انہوں نے حضرت حاجی صاحب سے پڑھی اور الحمد للہ میں نے شاہ عبدالغنی صاحب سے پڑھی۔ دیکھیے سند دیکھنی پڑتی ہے یا نہیں، اس سے اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ ان کے استاد فلاں، اُن کے استاد فلاں اور اگر کسی سے نہیں سیکھا، محض ذاتی مطالعہ سے حاصل کیا ہے تو پھر وہ ایسے ہی ترجمہ کرے گا جیسے کسی نے کتاب میں دیکھا کہ ”نماز ہلکے پڑھو“ لہذا وہ پوری نماز میں ہل رہا تھا، حالاں کہ لکھا تھا کہ نماز ہلکی پڑھو، پہلے زمانہ میں ”ہی“ کو لمبا کھینچ کر ”ے“ لکھ دیتے تھے تو اس نے ”ہلکی“ کو پڑھا ”ہلکے“ اب جناب نماز میں ہل رہے ہیں، کسی کو استاد بنایا نہیں تھا کہ پوچھ لیتا۔ کتاب دیکھ کر دین سیکھنے والوں اور دین سکھانے والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ خود بھی ہلیں گے آپ کو بھی ہلا دیں گے۔

حدیث نمبر ۳

وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمَتَابِينَ فِيَّ وَالْمَتَجَالِسِينَ فِيَّ
وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ ۱

ترجمہ: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری محبت میں آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور میرے لیے آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

۱ هَذَا حَدِيثٌ مَعَادِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الَّذِي رَوَى عَنْهُ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ وَقَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَإِذَا فَتَى شَابٌّ بَرَّاقٌ الشَّيْبَانِيَّ وَإِذَا النَّاسُ مَعَهُ إِذَا ائْتَمَرُوا فِي شَيْءٍ أَسْنَدُوا وَإِنِّيهِ وَصَدَّرُوا عَنْ قَوْلِهِ: فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقِيلَ: هَذَا مَعَادُ بْنُ جَبَلٍ. فَلَمَّا كَانَ الْعَدَا هَجَرْتُ. فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهَجِيرِ وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي. قَالَ: فَأَنْتَ تَطْرُقُهُ حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ. ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قَبْلِ وَجْهِهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ. ثُمَّ قُلْتُ: وَاللَّهِ إِنِّي لِأَجْبُكَ بِلَهُ. فَقَالَ: آلله؟ فَقُلْتُ: آلله. فَقَالَ: آلله؟ فَقُلْتُ: آلله. قَالَ: فَأَخَذَ بِحُيُوتَةِ رِدَائِي فَجَبَدَنِي لِئَلَّا وَقَالَ: أَبَشِيرٌ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: ”قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمَتَابِينَ فِيَّ وَالْمَتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ“ أَخْرَجَهُ الْإِمَامُ مَالِكٌ فِي مَوْطَأِهِ ۲۱۳، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَتَابِينَ فِي اللَّهِ وَعَلَى الْمُتَقِي فِي كِتَابِ الْعَمَالِ ۱/۹ (۲۳۶۰). فِي بَابٍ مِنْ كِتَابِ الصَّحْبَةِ فِي التَّرْغِيبِ فِيهَا مَوْسُئَةُ الرِّسَالَةِ وَأَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ (۱۲/۱۲) بِرَقْمِ (۲۱۹۲۹) دَارُ الْحَدِيثِ

یہ اللہ والی محبت اتنی بڑی نعمت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَجَبَّتْ مَحَبَّتِي لِمُتَحَابِّينَ فِيَّ** جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں، میری محبت ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے یعنی احساناً اپنے ذمہ واجب کر لیتا ہوں۔ میں ان سے محبت کرنے لگتا ہوں، جس کی برکت سے وہ مجھ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ مگر صرف قلبی محبت پر اکتفا نہ کرو، جسم کو بھی اللہ والوں کے پاس لے جاؤ کیوں کہ قلب از خود چل نہیں سکتا بلکہ قالب کے ذریعہ جائے گا لہذا فرمایا **وَالْمُتَحَابِّينَ فِيَّ** اپنے قلب کو قالب کی سواری پر لے جاؤ اور اللہ والوں کے پاس جا کر بیٹھو۔ اس کے بعد **وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ** فرمایا اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہو، وہیں نہ رہ جاؤ کہ بال بچوں کو اور ذریعہ معاش و تجارت کو چھوڑ دو اور اس کے بعد **وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ** ہے کہ یہ بندے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، یہ نہیں کہ جان لے لینا لیکن مال کی بات نہ کرنا ”گر جاں طلبی مضائقہ نیست و زر طلبی سخن دریں ست“ لہذا ایک دوسرے پر خرچ بھی کرو۔ صوفیاء کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت بھی عطا فرمائی ہے کہ ایک دوسرے پر خرچ بھی کرتے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ کے عبادت سے افضل ہونے کی وجہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ایک شاعر نے جو کہا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے یہ اس نے کم کہا ہے، بلکہ اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے اللہ ملتا ہے اور کثرتِ عبادت سے ثواب ملتا ہے۔ اور اہل اللہ کی صحبت کے عبادت سے افضل ہونے کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ:

مَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ ۗ

۱۔ هذا مختصر من حدیث أنس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ”ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ“ . أخرجه البخاری فی صحیحہ (۷/۱) برقم (۲۱) فی باب من كره أن يعود في الكفر كما يكره أن يلقى في النار من الإيمان . وفي رواية عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ النَّارَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْجَعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ“ . أخرجه مسلم فی صحیحہ (۳/۱) برقم (۷۵) فی باب بیان خصال من اقتصف بهنَّ وجد حلاوة الإيمان . وفي رواية عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”مَنْ أَحَبَّ أَوْ مِنْ سِرَّةٍ أَنْ يَجِدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَوْ طَعْمَ الْإِيمَانِ فَلْيُحِبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ“ . أخرجه أحمد في مسنده: ۳/۳، برقم (۱۳۸۱-۱۳۸۲) دار الكتب العلمية) وفي رواية عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه موقوفًا قال: ”إِنَّ مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ أَحَدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَفِيهِ“ . أخرجه الطبراني في معجمه الكبير: ۸/۸، برقم (۸۰۶۹).

کہ جو کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی عطا فرمائیں گے اور حلاوتِ ایمانی جس کو نصیب ہوگی اس کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی بشارت ہے۔ دیکھیے اس محبت للہی پر کسی ثواب کا وعدہ نہیں فرمایا گیا بلکہ حلاوتِ ایمانی عطا فرمائی کہ ہم اسے مل جائیں گے۔

صحبتِ شیخ سے کیا ملتا ہے؟

بنگلہ دیش میں ایک عالم نے مجھ سے سوال کیا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے تو اپنے شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ میرے قلب کو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ جواب عطا فرمایا کہ ماں باپ کو دیکھنے سے کعبہ ملتا ہے اور مرشد کو دیکھنے سے کعبہ والا ملتا ہے، رب الکعبۃ ملتا ہے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: **إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللَّهُ** ﷻ واللہ والوں کی پہچان یہی ہے کہ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ ان کی صحبت سے اصلاح ہوتی ہے۔ اصلاح کے لیے انسان چاہیے، اسی لیے پیغمبر بھیجے جاتے ہیں۔ اگر کعبہ شریف میں اصلاح کی شان ہوتی تو تین سو ساٹھ بت کعبہ کے اندر رکھے ہوئے نہ ہوتے۔ نبی اور پیغمبر اصلاح کرتا ہے، پھر کعبہ شریف کی تجلیات نظر آتی ہیں ورنہ کفر کے موتیا سے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہیں، وہ کعبہ کے انوار کو کیا دیکھے گا۔

حدیث نمبر ۴

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي^۴

ترجمہ: اے اللہ! بے شک آپ بہت معاف کرنے والے ہیں، کریم ہیں، معاف کرنے کو محبوب رکھتے ہیں، پس مجھ کو معاف فرما دیجیے۔

^۴ هذا مختصر من حدیث أسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلَا أُتْبِعُكُمْ بِحَبَابِ كَرَمٍ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: حَبَابُ كَرَمٍ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. أخرجه ابن ماجة في سننه: ۳۰۳ برقم (۳۱۹) في باب من لا يُؤْبَهُ لَهُ. وأحمد في مسنده: ۲/۳۸۱ برقم (۲۶۶۸) دارالكتب العلمية. وَرَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللَّهُ. أخرجه البزار في مسنده (۲۵۷/۱) : مكتبة العلوم والحكم برقم (۵۰۳۲). وَرَوَى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ مَوْفُوفًا قَالَ: "إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ ذِكْرِ اللَّهِ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللَّهُ". أخرجه البيهقي في شعب الإيمان (۲۹۷/۵) برقم (۶۰۸) دارالكتب العلمية.

^۵ هذا حدیث عائشة رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ وَافَقَتْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَدْعُوا؟ قَالَ: تَقُولِينَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.

بعض کتب احادیث میں **عَفُو** کے بعد **کَرِيمٌ** کا اضافہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے **عَفُو** کی شرح کی ہے **کَثِيرُ الْعَفْوِ** یعنی جو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہو اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارحم الراحمین کے دریائے رحمت میں جوش دلانے کے لیے **کَرِيمٌ** کا اضافہ فرمایا تاکہ میری امت کے نالائقوں، نااہلوں، گناہ گاروں اور خطاکاروں کی بھی معافی ہو جائے اور امت کا کوئی فرد ایسا نہ رہے جس کو معاف نہ کر دیا جائے، کیوں کہ **کَرِيمٌ** وہ ہے جو اپنے کرم سے نالائقوں کو بھی محروم نہ کرے اور ناقابل معافی کو معاف فرمادے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب قدر میں پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی کہ **اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي** ۱۵۔ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء و تعریف فرمائی کیوں کہ **أَلْتَنَاءُ عَلَى أَنْكَرِ كَرِيمٍ دُعَاءٌ** کریم کی تعریف کرنا اس سے مانگنا ہے اور جو چیز کریم سے لینے ہوتی ہے اسی صفت کی تعریف کرتے ہیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کو معافی دلوانی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ کی صفت عفو کا واسطہ دیا **اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ كَرِيمٌ أَمَى إِنَّكَ أَنْتَ كَثِيرُ الْعَفْوِ** اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور کریم کیوں فرمایا؟ تاکہ امت کے گناہ گار بندے بھی محروم نہ رہیں کیوں کہ **کَرِيمٌ** کے معنی ہیں **الَّذِي يُعْطِي بَدُونَ الْإِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّةِ** ۱۶ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر بھی فضل فرمادے اگرچہ استحقاق نہ بنتا ہو۔ تو کریم فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ گاروں کو مایوسی سے بچا لیا کہ تم مانگو، تمہارا پالا کریم مالک سے ہے جو بدون استحقاق اپنے نالائقوں کو بھی عطا فرماتا ہے۔ **تُحِبُّ الْعَفْوَ** کی شرح ہے کہ **أَنْتَ تُحِبُّ ظُهُورَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلَى عِبَادِكَ** ۱۷ اپنے بندوں کو معاف کرنا یہ عمل آپ کو بہت محبوب ہے **فَاعْفُ عَنِّي** پس ہم کو معاف کر دیجیے، اپنا محبوب عمل ہم گناہ گاروں پر جاری فرما کر ہمارا بیڑا پار کر دیجیے۔

کعبہ شریف میں جا کر یہ دعا مانگنے کا بہترین موقع ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے اپنے ملکوں سے آئے ہیں آپ کو کریم جان کر۔ ہر آدمی جب بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو کوئی تحفہ لے کر جاتا ہے۔ اپنے اپنے ملکوں سے، آپ کے پاس ہم اپنے گناہوں پر ندامت اور توبہ و استغفار اور طلب معافی کی درخواست کا تحفہ لائے ہیں، تاکہ آپ ہم کو معاف کر کے اپنی صفت عفو کا ہم پر ظہور فرما کر اپنا محبوب عمل ہم پر جاری فرمادیں، کیوں کہ

۱۵۔ جامع الترمذی: ۱۹۱/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۱۶۔ مرقاة المفاتیح: ۳/۲۱۲، باب التطوع، المكتبة الامدادية، ملتان

۱۷۔ مرقاة المفاتیح: ۳/۲۲۱، باب ليلة القدر، المكتبة الامدادية، ملتان

ہم نالائقوں کے پاس آپ کے لائق اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں، مگر یہ تحفہ ہم نے آپ کے رسول سرورِ عالم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جن سے زیادہ آپ کا کوئی مزاج شناس نہیں۔

کریم کے چار معانی

محدثین نے کریم کے چار معانی بیان کیے ہیں:

(۱) **الَّذِي يَتَفَضَّلُ عَلَيْنَا بِدُونِ الْإِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّةِ** کریم وہ ہے جو اپنے کرم سے نالائقوں کو بھی محروم نہ کرے، جس کا حق نہ بنتا ہو اس کو بھی عطا فرمادے جو ہم پر بغیر اہلیت کے اور باوجود ہماری نالائقی کے مہربانی کر دے، جیسے ایک بادشاہ نے اپنے خادم سے کہا کہ رمضان! گناہ می آئند۔ رمضان! میرے پاس کھیاں آرہی ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ حضور! نکساں پیش کساں می آئند۔ حضور! نالائق، لائق کے پاس آرہی ہیں۔ پس کریم حقیقی تو ہمارا اللہ ہے کہ بُرے اعمال سے ہمارا ظاہر بھی گند اور ہمارا باطن بھی گندا کہ اندر پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے لیکن ہم جیسے نالائقوں کو بھی اپنے پاس آنے سے منع نہیں کرتے بلکہ حکم دے دیا کہ وضو کر لو اور میرے حضور میں آ جاؤ۔ اسی طرح باوجود ہماری باطنی گندگی یعنی گناہوں میں ملوث ہونے کے ہر سانس اور ہر لمحہ ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔

(۲) **الَّذِي يَتَفَضَّلُ عَلَيْنَا فَوْقَ مَا نَسْتَمْتِي بِهِ** یعنی ہماری تمناؤں سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والا کہ ہم اگر ایک بوتل شہد مانگیں تو وہ ڈھائی من کا مشک دے دے، جو ہماری تمناؤں سے زیادہ دے دے، جیسے ایک کریم سے کسی نے ایک بوتل شہد مانگا اس نے ایک مشک دے دیا۔ کسی نے کہا کہ اس نے تو ایک بوتل مانگا تھا آپ نے پوری مشک کیوں دی؟ کہا کہ اس نے مانگا اپنے طرف کے مطابق، میں نے دیا اپنے ظرف کے مطابق۔ جب دنیاوی کریموں کا یہ حال ہے جن کو کرم کی ایک ذرہ بھیک مل گئی ہے، تو اس کریم حقیقی کے کرم کا کیا ٹھکانہ ہے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

(۳) **الَّذِي لَا يَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَهُ** کریم وہ ہے جو ہمیں بے انتہا عطا فرمادے اور اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا جسے اندیشہ نہ ہو، کیوں کہ غیر محدود خزانوں کا مالک ہے اور اپنے خزانوں سے بے نیاز ہے، ہمارے لیے ہی وہ خزانے ہیں۔



(۴) **الْمُتَفَضِّلُ عَلَيْنَا بِدُونِ مَسْئَلَةٍ وَلَا سُؤَالٍ** جو بغیر سوال اور بغیر مانگے ہوئے ہم پر مہربانی کر دے۔ بے شمار نعمتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے عطا فرمائی ہیں، جیسے ہمارا ایمان محض حق تعالیٰ کا کرم ہے، اس میں ہماری کسی محنت کا دخل نہیں، عالم ارواح میں ہم بے زبان تھے، ہم نے سوال نہیں کیا تھا کہ اے اللہ! ہمیں مسلمان کے گھر میں پیدا کیجیے، لیکن بدونِ طلب اور بدونِ سوال مسلمان کے گھر میں پیدا کر کے ایمان عطا فرما دیا اور مفت میں جنت کا ٹکٹ دے دیا۔ اسی طرح ہر لمحہ بے شمار افضال و عنایات بدونِ سوال عطا فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں اور کریم بھی ہیں کہ نالائقوں کو اور ناقابلِ معافی کو معاف فرمادیتے ہیں **تُحِبُّ الْعَفْوَ** اور صرف معاف ہی نہیں فرماتے، بلکہ اپنے بندوں کو معاف کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے **أَيُّ أَنْتَ تُحِبُّ ظُهُورَ صِفَةِ الْعَفْوَ عَلَى عِبَادِكَ - تُحِبُّ الْعَفْوَ** کی یہ شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ فرمائی کہ اپنے بندوں پر اپنی مغفرت کی صفت ظاہر کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے یعنی اپنے گناہ گار بندوں کو معاف کرنے کا عمل آپ کو نہایت پیارا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مزاج الوہیت اور مزاج ربوبیت کو کون پہچان سکتا ہے، لہذا اپنی امت کو معافی دلانے کے لیے آپ کس کس عنوان سے حق تعالیٰ کی ثناء فرما رہے ہیں، کیوں کہ **الْتِّشَاءُ عَلَى الْكَرِيمِ دَعَاءٌ** کریم کی تعریف کرنا اس سے مانگنا ہے، جیسے کسی کریم سے کہا جائے کہ آپ کسی کو محروم نہیں کرتے تو اس کے معنی ہیں کہ ہمیں بھی عطا فرمادیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے امت کو معافی دلوانی تھی، اس لیے آپ نے حق تعالیٰ کی صفت عفو کا واسطہ دیا کہ اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معاف کرنے کے عمل کو آپ خود محبوب رکھتے ہیں، لہذا معاف کرنے کے عمل کو جاری کرنے کے لیے کوئی سبب اور کوئی تحفہ تو ہونا چاہیے، لوگ بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں تو شاہوں کے مزاج کے موافق تحائف لے کر جاتے ہیں۔ آپ تو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اور سلطان السلاطین ہیں، ہم آپ کے مزاج کو کیسے پہچان سکتے تھے کہ ہم حادث اور آپ قدیم، ہم فانی اور آپ لافانی، یہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ ہم کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل ہم پر جاری ہونے کا راستہ توبہ و ندامت ہے، لہذا ہم گناہ گار اپنے گناہوں پر ندامت اور توبہ کی گٹھڑی کا تحفہ لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی درخواست کرتے ہیں کہ **فَاعْفُ عَنِّي** ہم گناہ گاروں کو معاف فرما کر اپنا محبوب عمل ہم پر جاری کر دیجیے۔ آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا،

لہذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاء تعقیبہ لگادی کہ اے اللہ! معاف کرنے میں دیر نہ کیجیے، جلد معاف کر دیجیے کیوں کہ معاف کرنا آپ کو خود محبوب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں، کثیر العفو ہیں، نالائقوں کو اور ناقابلِ معافی مجرموں اور خطاکاروں کو آپ صرف معاف ہی نہیں فرماتے بلکہ آپ کی ایک صفت اور بھی ہے کہ **تُحِبُّ الْعَفْوَ** بندوں کو معاف کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے **أَنْتَ تُحِبُّ ظُهُورَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلَى عِبَادِكَ** اپنے گناہ گار بندوں پر اپنی صفتِ عفو کا ظاہر کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے یعنی اپنے گناہ گاروں کو بخشنے کے عمل سے خود آپ کو پیار ہے۔ ہم جب اپنے کسی ستانے والے کو معاف کرتے ہیں تو بوجہ بشریت کے ہم کو مزہ نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ کی شانِ الوہیت اور شانِ ربوبیت اور اللہ تعالیٰ کے مزاجِ عظیم الشان کا عارف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب اور مقرب ہیں کہ آپ کے صدقہ میں یہ کائنات پیدا کی گئی۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْلَا مَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ ۗ

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو میں پیدا نہ کرتا تو زمین و آسمان کو ہی پیدا نہ کرتا۔ صاحبِ قصیدہ بردہ کا کیا پیارا شعر ہے۔

فَكَيْفَ تَدْعُو إِلَى الدُّنْيَا ضُرُورَةً مَنْ

لَوْلَا لَمْ تَخْرِجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

دنیوی ضرورت آپ کو دنیا کی طرف کیسے بلا سکتی ہے، جب کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا خود ہی عدم سے وجود میں نہ آتی۔ دنیا اپنے وجود میں آپ کی محتاج تھی، تو آپ کیسے دنیا کے محتاج ہو سکتے ہیں؟ لہذا اللہ تعالیٰ کے مزاجِ مبارک و عالی شان کے سب سے بڑے مزاج شناس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لیے آپ امت کو آگاہ فرما رہے ہیں کہ تمہارے رب کا مزاجِ عظیم الشان یہ ہے کہ اپنے بندوں کو معاف کرنا ان کو بہت زیادہ محبوب ہے، لہذا کہو **فَاعْفُ عَنِّي** ہم کو معاف فرما دیجیے اور کیوں کہ معاف کرنا آپ کو محبوب ہے، لہذا

۱۱۔ اخرجہ العجلونی فی کشف الخفاء: ۳۳/۲ (۲۱۳۳) فی باب حرف اللام۔ مکتبۃ القدسی و ذکر بعدہ "قال الصنعانی موضوعاً واقول لکن معناه صحیح وان لم یکن حدیثاً"

آپ کے اس عمل کے لیے کوئی معمول، کوئی سبب، کوئی میدان، نزولِ رحمت کے لیے کوئی بہانا تو ہونا چاہیے، لہذا ہم نالائق اپنے گناہوں پر ندامت و استغفار اور توبہ کی گھٹری لے کر حاضر ہو گئے ہیں اور **فَاعْفُ عَنِّي** کی درخواست کر رہے ہیں کہ معاف کرنے کا محبوب عمل ہم پر جاری کر دیجیے اور لوگ جب دور دراز سے بادشاہوں کے پاس آتے ہیں تو ان کے مزاج کے موافق قیمتی ہدایا و تحائف لے کر آتے ہیں، لیکن ہم تو ایسے بے مایہ و تہی دامن ہیں کہ ندامت کے چند آنسوؤں کے سوا ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

چند آنسو کے سوا کچھ مرے دامن میں نہیں
لوگ حیرت سے مرا زادِ سفر دیکھیں گے

لیکن آپ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مایوس نہیں ہونے دیا اور حدیثِ قدسی میں ہمیں خبر دے دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا يَبِينُ الْمُنْذِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ذَجَلِ الْمَسْجِيْنِ ۝

گناہ گاروں کی آہ و زاری مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے اور یہی دلیل ہے کہ آپ ہمارے سچے اللہ ہیں۔ دنیوی بادشاہ تو اپنی تعریف کے محتاج ہیں، کیوں کہ تعریف سے ان کی عزت بڑھتی ہے، چنانچہ اگر ان کو استقبالیہ دیا جا رہا ہو اور ان کی شان میں قہیدے پڑھے جا رہے ہوں، اس وقت اگر کوئی مصیبت زدہ آکر رو کر فریاد کرنے لگے، تو اس کو بھگا دیتے ہیں کہ کہاں ہمارے رنگ میں بھنگ ڈال دیا، لیکن اے اللہ! آپ اپنی تعریف و تسبیح و تحمید سے بے نیاز ہیں، کیوں کہ اس سے آپ کی عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر ساری دنیا کے بادشاہ ایمان لا کر سجدہ میں گر جائیں اور دنیا میں ایک فرد بھی کافر نہ رہے، تو آپ کی عظمت میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہو گا اور ساری دنیا کافر اور آپ کی باغی ہو جائے تو آپ کی عظمت میں ایک ذرہ کمی نہیں ہوگی۔ آپ مخلوق سے بے نیاز ہیں۔

پس اگر آپ کے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے ہم مایوس ہو جاتے، لیکن مزاج شناس الوہیت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مایوسیوں کے اندھیروں میں آفتابِ امید طلوع فرمادیا کہ اگر تم سے گناہ ہو گئے، تو تمہارا رب معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے، لہذا اس سے معافی مانگ

۱۱ اخرجہ العجلونی فی کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸ (۸۰۵)، فی باب حرف الهمزة مع النون والالوسی فی روح المعانی: ۹۶/۳۰، القدر (۳)،

لو اور کہو **فَاعْفُ عَنِّي** کہ معاف فرمانے کا محبوب عمل ہم پر جاری فرما دیجیے۔ آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا اور **فَاعْفُ عَنِّي** میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاء تعقیبیہ لگا دی کہ معاف کرنے میں دیر نہ کیجیے، جلد معاف فرما دیجیے، معاف کرنا جب آپ کو خود محبوب ہے تو جلد کرم فرمائیے۔ سبحان اللہ! جلبِ رحمتِ حق کے لیے کلامِ نبوت کیا بلیغ و جامع ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ المَخْلُوقِ كُلِّهِمْ

حدیث نمبر ۵

لَعَنَ اللهُ النَّاْظِرَ وَالْمَنْظُورَ اِلَيْهِ ۵۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے اس شخص پر جو بد نظری کرے یا بد نظری کے لیے خود کو پیش کرے۔ عبادات کے انوار کا تحفظ بھی سالک پر فرض ہے اور یہ فرض تب ادا ہوگا، جب حسن کے ڈاکوؤں سے نظر کو بچاؤ گے۔ آپ میں سے اکثر تو تاجر اور بزنس مین لوگ ہیں۔ بتائیے، جتنا مال کمنا ضروری ہے اتنا ہی مال بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ ان عورتوں کو دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی مال دار ڈاکو سے کہے کہ میرا سب مال لے جاؤ۔ بد نظری کرنے والا گویا حسینوں سے کہہ رہا ہے کہ میرے تقویٰ کا نور تم لوگ لے لو۔ اس نے مرنے والوں پر اس **حَىِّ وَقَيُّوْمِ** کی عظمت اور تعلق و محبت کی دولت کو گویا ضائع کر دیا، لہذا نیک اعمال سے دل میں جو نور آ رہا ہے اس کو نظر بچا کر اور گناہوں سے بچ کر محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر شیطان کہے کہ دیکھنے میں بہت مزہ آتا ہے، تو اس وقت میرا شعر پڑھ دینا۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں

کہ جن سے رب مرالے دوستو ناراض ہوتا ہے

۵۰ روى عن الحسن البصرى أنه قال: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللَّهُ النَّاْظِرَ وَالْمَنْظُورَ اِلَيْهِ" أخرجه البيهقي في سننه الكبلى (۱۵۹/۷) برقم (۱۳۵۶۶) في باب مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ تَنْظُرُ اِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ اَوْ يُفْضِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِلَى صَاحِبِهِ.

اگر آپ نے اس عریانی کے ماحول میں آنکھوں کی حفاظت کر لی تو ایسا قوی نور دل میں پیدا ہو گا، جو اڑا کر عرش والے مولیٰ تک ان شاء اللہ پہنچا دے گا۔ اور اگر حفاظت نہ کی تو جو نور حاصل ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ تو بتائیے! کیا فائدہ ہوا؟ وطن سے اتنی دور آئے، گھر بار چھوڑا، کاروبار چھوڑا، سفر کی مشقت اٹھائی اور اللہ تعالیٰ کی لعنت خرید لی، کیوں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے **لَعْنَةُ اللَّهِ النَّاطِرِ وَالْمَنْظُورِ إِلَيْهِ** ^{۱۱} یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ہے، آنکھوں کا زنا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: **زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ** ^{۱۲} اور لعنت کے کیا معنی ہیں؟ اللہ کی رحمت سے دوری۔ جو عورتیں ننگی پھر رہی ہیں اور اپنے کو دکھا رہی ہیں ان پر بھی لعنت برس رہی ہے اور جو ان کو دیکھ رہے ہیں ان پر بھی لعنت برس رہی ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بچو۔ پیروں کی بددعا سے ڈرنے والو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جن کی غلامی کے صدقہ میں پیری ملتی ہے، ان کی بددعا سے کتنا ڈرنا چاہیے۔ آپ نے بددعا فرمائی ہے **لَعْنَةُ اللَّهِ النَّاطِرِ وَالْمَنْظُورِ إِلَيْهِ** اے اللہ! اپنی رحمت سے ان سب کو محروم کر دے جو آپ کو چھوڑ کر غیروں پر مر رہے ہیں، جو غیروں کو دیکھ رہے ہیں اور خود کو غیروں کو دکھا رہے ہیں۔ یہ بے وفا ہیں اور نالائق غلام ہیں جو آپ جیسے محسن اور پالنے والے کو چھوڑ کر عاجز اور بے وفا غلاموں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

النِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ ^{۱۳}

عورتیں شیطان کا جال ہیں جن سے وہ گناہوں میں پھنسا دیتا ہے۔ اس زمانہ میں شیطان نے عورتوں کو بے پردہ

^{۱۱} أخرجه علي المتقي في كنز العمال ۳۳۸/۴، (۱۹۱۲۲)، في باب أحكام الصلوة الخارجة، مؤسسة الرسالة

^{۱۲} أخرجه البخاري في صحيحه: ۹۱۳، ۹۱۲/۲، (۶۳۷۵)، في باب زنا الجوارح دون الفرج، المكتبة المطهرية

^{۱۳} هذا جزء حديث طويل روى عن عقبه بن عامر الجهني يقول خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك فاستقر رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما كان منها على ليلة فلم يستيقظ حتى كانت الشمس قيد رمح قال ألم أقل لك يا بلال إكلنا الفجر فقال يا رسول الله ذهب بي النوم فذهب بي الذي ذهب بك فانتقل رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذلك المنزل خير بعيد ثم صلى ثم هدر بقمية يومه وليلتها فأصبر بتبوك فحمد الله تعالي وأثنى عليه بما هو أهله ثم قال أيها الناس أما بعد فإن أصدق الحديث كتاب الله وأوثق العرى كلمة التقوى وخير الملل مللة إبراهيم وخير السنن سنة محمد وأشرف الحديث ذكر الله وأحسن القصص هذا القرآن وخير الأمور عوازمها وشر الأمور محدثاتها وأحسن الهدى الهدى الأنبياء وأشرف الموت قتل الشهداء وأعمى العمى الضلالة بعد الهدى وخير الأعمال ما نفع وخير الهدى ما اتبع وشر العمى عمى القلب واليد العليا خير من اليد السفلى وما قل وكفى خير مما كثر وأهمل وشر المعذرة حين يحضر الموت وشر الندامة يوم القيامة ومن الناس من لا يأتى الجمعة إلا دبراً ومنهم من لا يذكر الله إلا هجراً ومن أعظم الخطايا اللسان الكذاب وخير الغنى غنى النفس وخير الزاد التقوى ورأس الحكم مخالفة الله عز وجل وخير ما قرى في القلوب اليقين والإرتياب من الكفر والنياحة من عمل الجاهلية والغلول من خفاء جهنم والسكر من النار والشعر من إبليس والخمر جماع الإثم والنساء حبايل الشيطان والشباب شعبة من الجنون... الخ أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (۲۳۲/۵-۱۲۱) دار الكتب العلمية في باب ما روى في خطبته صلى الله عليه وسلم بتبوك، وابن أبي شيبه عن عبد الله (۱۹/۱۹) إدارة القرآن والعلوم الإسلامية برقم (۳۵۶۹۳).

کر کے قدم قدم پر یہ جال بچھا دیے، اُن کے گال اور بال دکھا کر پھر وبال میں مبتلا کر دیتا ہے۔ منشا یہ ہے کہ جتنی باتیں بھی اللہ کو ناراض کرنے والی ہیں وہ سب شیطان کے دام و دانہ میں شامل ہیں خواہ وہ عورتیں ہوں خواہ حسین لڑکے ہوں خواہ حرام ہال ہو وغیرہ۔ جس چیز سے بھی شہوتِ نفس سے مغلوب ہو کر گناہ میں مبتلا ہو جائے وہی شیطان کا جال ہے اور اس زمانے میں چوں کہ بے پردگی و عریانی عام ہے اس لیے شیطان کا سب سے بڑا جال حسین صورتیں ہیں۔

نامحرموں سے شرعی پردہ کی تاکید

اب رہ گیا یہ سوال کہ کیا اپنے بھائیوں کی بیویوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر ڈش بھی نہ کھائیں، جیسا کہ آج کل بعض گھر والے اس بے چارے پر طعن کرتے ہیں جو داڑھی رکھ لیتا ہے اور گول ٹوپی پہن لیتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے اور اللہ کے حکم غص بصر پر عمل کرتا ہے اور نامحرم یعنی اپنی بھابی، ممانی، چچی، چچا زاد، خالہ زاد بہنوں وغیرہ سے اپنی آنکھوں کی احتیاط کرتا ہے اور ان کے قریب بھی نہیں بیٹھتا کیوں کہ یہ حسن کا مرض ایسا ہے کہ اگر دس فٹ پر بھی بیٹھے رہو اور معلوم ہو جائے کہ یہاں ایک نامحرم عورت ہے تو اس کی گرمی وہاں تک پہنچتی ہے۔ انگلیٹھی کی گرمی حدودِ انگلیٹھی تک نہیں رہتی، حدودِ انگلیٹھی سے تجاوز کر کے دور تک پہنچنے میں کوشاں اور رواں دواں ہوتی ہے، ورنہ دھواں تو دیتی ہی ہے اور اللہ والے دھوئیں سے بھی بچتے ہیں۔ بعض لوگ نادانی سے کہتے ہیں کہ ایک دسترخوان پر چار بھائی اور ان سب کی بیویاں بیٹھ جائیں۔ بھائی ایک طرف ہو جائیں اور بیویاں دوسری طرف ہو جائیں، لیکن ذرا اس پر عمل کر کے دیکھو، اگر دل کو نقصان نہ پہنچے تو کہنا۔ اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا:

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ

قرآن پاک کی آیت ہے کہ گناہوں کی حدود سے بہت فاصلہ رکھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائاً:

اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۗ

۱۲ البقرة: ۱۸۰

۱۵۔ ہذا مختصر من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً - قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنِيَّةٌ - فَقُلْتُ يَا أُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ تَقْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يَنْقِي الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ

اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان میں مشرق اور مغرب کا فاصلہ کر دے۔ کیا مطلب؟ تعلق محال بالحال ہے کہ نہ مشرق مغرب کبھی ملیں گے، نہ ہماری اُمت کے لوگ کبھی گناہوں سے منہ کالا کریں گے۔ یہ کیا وجہ ہے کہ کسی نے آپ کو غلط اور نامناسب جگہ مثلاً نامحرموں کے ساتھ بٹھادیا، تو آپ کیوں تسامح کے ساتھ آرام سے بیٹھے ہیں، آپ نے کیوں فاصلہ نہیں رکھا، کیوں اس وقت آپ کو بھاگنے کی توفیق نہیں ہوئی؟ یاد رکھو! شریعت کے حکم میں ماں باپ کو بھی حق نہیں ہے کہ دخل اندازی کریں۔ بتاؤ! ماں باپ بڑے ہیں یا اللہ بڑا ہے؟ لہذا بیٹوں کو اپنے ماں باپ سے بہت ہی ادب کے ساتھ، بے ادبی سے نہیں، اکرام کے ساتھ میٹھی زبان میں کہہ دینا چاہیے کہ میری پیاری اماں! میرے پیارے ابا! ہمارے ربا کا حکم یہ ہے اس لیے ہم مجبور ہیں، آپ کا پاخانہ پیشاب اٹھانے کے لیے تیار ہوں، آپ پر جان، مال فدا کرنے کے لیے تیار ہوں مگر اے میرے ماں باپ! اللہ کی نافرمانی میں مجھے ڈال کر جہنم کے راستہ پر نہ لے جائیے۔ فتویٰ لے لو تمام علمائے دین سے۔ اب کوئی کہے کہ گھر چھوٹا ہے، الگ الگ کھانے کے لیے اتنے کمرے نہیں تو اوقات یعنی ٹائمنگ بدل دو، ایک وقت میں عورتیں کھالیں، اس کے بعد فوراً مرد کھالیں یا مرد پہلے کھالیں، عورتیں بعد میں کھالیں۔ ایک ہی وقت میں کھانا کیا ضروری ہے، کہیں جماعت سے کھانا واجب ہے؟ نماز جماعت سے واجب ہے یا کھانا بھی واجب ہے؟ خوب سن لو، خوب سن لو اور خوب سن لو۔

حدیث نمبر ۶

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ
وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ

خطایاتی بالنساء والنسج والذود. أخرجه البخاری فی صحیحہ (۱۰۲/۱) برقم (۴۲۲) فی باب مَا یَقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ. و مسلم فی صحیحہ (۲۱۹/۱) برقم (۱۳۸۲) فی باب مَا یَقَالُ بَیْنَ تَكْبِيرَاتِ الْإِحْرَامِ وَالْقِرَاءَةِ

۲۱. هذا مختصر من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَقَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ قَلْبًا ثُمَّ قَالَ ”سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ“ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَىٰ وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى اللَّهُمَّ هُوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرِنَا هَذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْتَظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ. ”وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ. وَزَادَ فِيهِنَّ ”أَيُّمُونَ تَأْيُمُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ“. أخرجه مسلم فی صحیحہ (۲۳۲/۱) برقم (۳۳۳۹) فی باب اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ إِذَا رَكِبَ دَابَّتَهُ مَتَوَجِّهًا لِسَفَرٍ حَجٍّ أَوْ غَيْرِهِ وَبَيَانِ الْأَفْضَلِ مِنْ ذَلِكَ الذِّكْرِ وَالتَّرْمِذِيُّ فِي سننہ (۱۸۳/۲) برقم (۳۲۲۴) فی باب مَا یَقُولُ إِذَا رَكِبَ السَّاقَةَ. وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ. وَأَبُو دَاوُدَ فِي سننہ (۳۵۰/۱) برقم (۲۶۰۱) فی باب مَا یَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا اور ہماری طاقت نہیں تھی ان چیزوں کو مسخر کرنے کی اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا پاک ہے وہ اللہ جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر فرما دیا، ہمارے قبضہ اور کنٹرول میں کر دیا۔ جب یہ دعا سکھائی گئی اُس زمانہ میں اونٹوں اور گھوڑوں کی سواری تھی اور اب کار اور ہوائی جہاز ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہے کہ جس نے اجزائے بے جان کو جانداروں کے لیے مسخر فرما دیا کہ لوہا، لکڑی، بھاپ وغیرہ بے جان چیزیں، جانداروں کو لیے بھاگی جارہی ہیں **وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ** اور ہماری طاقت نہیں تھی ان چیزوں کو مسخر کرنے کی، اگر آپ کا کرم نہ ہوتا تو ہم ان کو اپنے قبضہ اور کنٹرول میں نہیں لاسکتے تھے۔ جانور بھی طاقت میں ہم سے زیادہ ہیں، وہ ہم کو زمین پر پٹک سکتے تھے اور کار اور ہوائی جہاز کا لوہا، لکڑی پھٹ کر گر سکتا تھا لیکن اللہ کے کرم نے ان چیزوں کو ہمارے تابع کر دیا۔ لیکن عالیشان سواری پر بیٹھ کر شاندار گھوڑوں اور مر سیڈیز پر بیٹھ کر تلکرنہ کرنا، آخرت کو نہ بھول جانا، سواری کی قیمت سے کہیں اپنی قیمت نہ لگا لینا اور اپنے کو قیمتی نہ سمجھ لینا اس لیے کہ **وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ** ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، سو وہاں ہماری قیمت لگے گی، وہاں ہمارا حساب ہو گا، غلاموں کی قیمت مالک لگاتا ہے، وہاں معلوم ہو گا کہ قیمتی گھوڑوں اور شاندار مر سیڈیز پر بیٹھنے سے ہم قیمتی ہیں یا گناہوں کی وجہ سے سزا کے مستحق ہیں، جس سے مالک تعالیٰ شانہ راضی ہو گا وہی بندہ قیمتی ہو گا۔ گھوڑوں، مر سیڈیز اور بینک بیلنس سے ہماری کوئی قیمت نہیں۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے

وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ کا ربط اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمایا، میں نے یہ کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے

چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے۔ اگر دل میں اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہے تو چہرہ اللہ کا ترجمان ہو گا، اس کے چہرہ کو دیکھ کر اللہ کی یاد آئے گی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

إِذَا رَأَوْا ذِكْرَ اللَّهِ

ترجمہ: اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کے دل میں غیر اللہ ہے تو چہرہ ترجمانِ غیر اللہ ہو گا، دل میں اگر کفر ہے تو چہرہ ترجمانِ کفر ہو گا، دل میں اگر نفاق ہے تو چہرہ ترجمانِ نفاق ہو گا، دل میں اگر اللہ کی محبت کا درد ہے تو چہرہ ترجمانِ دردِ دل ہو گا اور اگر دل تجلیاتِ الہیہ کا حامل ہے تو چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ الہیہ ہو گا۔ جو دل میں ہو گا چہرہ وہی بتائے گا، اسی لیے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو جو آپ کی مجلس میں بد نظری کر کے آیا تھا دیکھ کر فرمایا: **مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَرَشَّحُ مِنْ أَعْيُنِهِمُ الزُّنَانُ** کیا حال ہے ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔

اس لیے کلمہ کی بنیاد ہی میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا کہ تم **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** سے غیر اللہ کو دل سے نکال دو پھر **إِلَّا اللَّهُ** سے تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہو گا تو پھر سارے عالم میں تمہارا چہرہ اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہو گا اور ہر مؤمن سارے عالم میں ایمان پھیلا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے چہرے کو دیکھ کر لوگ ایمان لاتے تھے۔ کلمہ کا یہ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی بار عطا فرمایا۔ یہ میرے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عجیب عجیب نادر موتی دے رہا ہے۔

ذکر کا طریقہ

ذکر اللہ کا طریقہ عرض کرتا ہوں۔ حدیث شریف کا مضمون ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَسْ لَهَا حِجَابٌ دُونَ اللَّهِ** کہ بندہ جب زمین پر **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کہتا ہے تو اس کی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** عرشِ اعظم پر جا کر بے حجاب اللہ سے ملتی ہے۔ کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ یہ تصوف مدلل بالحدیث ہے۔ یعنی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کی رفتار اتنی تیز ہے کہ عرشِ اعظم تک اور اللہ تعالیٰ تک جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتی ہے کیوں صاحبو! اور اللہ کا ذکر

۱۹ ذکرہ القرطبی فی تفسیرہ بلفظ ما بآل قوم و فی عینہ آثر الزنا: ۴۲/۱۰، الحجر (۷)، دارالکتب العربی، القاہرہ

کرنے والے دوستو! کیا تصور میں یہ مزہ نہیں ہے کہ ہم تو نہیں پہنچے مگر ہمارا ذکر اللہ تک اور عرشِ اعظم تک پہنچ جائے ساتوں آسمان عبور کر کے۔

مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنۃ میں لکھتے ہیں کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کی رفتار اور کاٹ اتنی تیز ہے کہ ساتوں آسمان پار کر کے عرشِ اعظم پر اللہ سے ملتی ہے، اگر اللہ کو عرشِ اعظم پر نہ پاتی تو عرشِ اعظم سے بھی آگے بڑھ جاتی۔ اسی لیے شاعر کہتا ہے۔

نظروہ ہے جو اس کون و مکاں کے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بے کار ہو جائے

یہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کا ذکر ہو گیا اور **إِلَّا اللَّهُ** میں یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نور کا ستون ہمارے قلب میں لگا ہوا ہے اور عرشِ اعظم سے نور آرہا ہے اور اللہ اللہ میں دو ضربیں ایک لطیفہ قلب پر اور ایک لطیفہ روح پر ہو۔ آخر میں جو ایک اللہ کی تسبیح ہے اس میں یہ تصور ہو کہ میرے بال بال اللہ اللہ کہہ رہے ہیں۔ یہ طریقہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں بتایا کہ مولانا عبدالغنی! اللہ اللہ اس طرح کہو کہ زبان سے اللہ نکلا اور دل سے بھی نکلا اور کھینچ کر کہو ”اللہ“ اور آہ بھی شامل کر لو اور یہ تصور کرو کہ میرے بال بال سے، ذرہ ذرہ سے، سمندر کے ہر قطرہ سے، درختوں کے ہر پتے سے اور عالم کے ایک ایک ذرہ سے اور سورج اور چاند سب ہمارے ساتھ اللہ کہتے ہیں۔

ذکر کے بعد دعا

اور ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ سے پھر یہ دعا کرے کہ یا اللہ! اس ذکر کی برکت سے ذکر کو مذکور تک پہنچا دے یعنی اپنی ذات تک مجھے پہنچا دے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ذکر، ذکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ ذال، کاف، راء، ذاکر میں بھی ہے مذکور میں بھی ہے، یہ ذکر واسطہ اور رابطہ ہے بندہ اور اللہ کے درمیان۔

حدیث نمبر ۸

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي^{۳۱}

ترجمہ: اے اللہ! مجھ پر ایسی رحمت نازل فرما دیجیے کہ جس سے تمام گناہ چھوٹ جائیں۔

رحمتِ حق اور محرومی از رحمتِ حق کے دلائل منصوصہ

گناہ بُری چیز ہے اور بُری چیز کو جلد چھوڑنا چاہیے۔ جیسے اگر کپڑے میں کہیں پاخانہ لگ جائے تو جلدی سے صاف کرتے ہو کہ نہیں؟ لیکن آج کل لوگوں سے ایک بد نظری ہوتی ہے تو جلد توبہ نہیں کرتے۔ شیطان کہتا ہے ابھی تو راستے میں بہت سی مشکلیں نظر آئیں گی سب کو خوب دیکھ بھال لو، شام کو گھر جانا اور جب سورج غروب ہو جائے تو اندھیرے میں رو دھو کر خوب تلافی کر دینا۔ اُجالوں میں اندھیرے کام کرو اور اندھیرے میں اُجالے کام کرو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ شخص خوش نصیب ہے اور اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ محرومِ رحمتِ الہیہ نہیں ہے، تو ان شاء اللہ ایک سیکنڈ بھی برداشت نہیں کرے گا، صدورِ خطا کے بعد فوراً حق تعالیٰ سے استغفار و توبہ کر کے موردِ عطا ہو جائے گا۔ جو لوگ تسلسل کے ساتھ گناہوں میں مبتلا ہیں اور توبہ و استغفار کر کے اپنے کو صاف نہیں کرتے یہ حق تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ سے محروم ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ **اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي^{۳۱}** اے اللہ! مجھے وہ رحمت عطا فرمائیے جس سے میں گناہ چھوڑ دوں۔ معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنا اللہ کی رحمت کی دلیل ہے اور نفس کے شر سے وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہو گا۔ اس کی دلیل **إِلَّا مَا رَجِمَ رَبِّي** ہے۔ یہ استثنا اللہ تعالیٰ کا ہے، خالقِ نفس اتارہ کا استثنا ہے۔ نفس اتارہ کے معنی ہیں **كَثِيرُ الْأَمْرِ بِالسُّوءِ** جس کا ہندی ترجمہ میں نے کیا ہے کہ مہا فرشتہ یعنی زبردست

۳۰۔ هذا مختصر من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما أنه قال: بَيَّنَّا لِحَنِّ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ عَنُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا أَبَتِ وَأَبْنِي تَقَلَّتْ هَذَا الْقُرْآنُ مِنْ صَدْرِي فَمَا أَجِدُنِي أَقْدِرُ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أَعَلَيْكَ كَلِمَاتٌ يَنْقُضُكَ اللَّهُ بِهِنَّ، وَيَنْقَعُ بِهِنَّ مَنْ عَلَّمْتَهُ، وَيُنَبِّتُ مَا تَعَلَّمْتَ فِي صَدْرِكَ، قَالَ: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَلَيْتَنِي قَالَ: إِذَا كَانَ لَيْلَةً الْجُمُعَةِ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَقُومَ فِي ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَخِيرِ فَإِنَّهَا سَاعَةٌ مَشْهُودَةٌ وَالِدُعَاءِ فِيهَا مُسْتَجَابٌ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي سُنَنِهِ (۱۹۷/۲) بِرَقْمِ (۳۵۰) فِي بَابِ فِي دُعَاءِ الْحَفِظِ وَقَالَ أَبُو عِيْسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْوَلِيدِ بْنِ مَسْلَمٍ وَالحَاكِمِ فِي الْمُسْتَدْرَكِ (۳۶۷/۱) بِرَقْمِ (۱۹۰)، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي مَعْجَمَةِ الْكَبِيرِ (۶۱/۱) بِرَقْمِ (۱۱۶۸).

۳۱۔ جامع الترمذی: ۹۷/۲ (۳۵۰)، باب في دعاء الحفظ، إيجاز إمام سعيد

خطرناک، انتہائی خراب۔ اور **السُّوءِ** میں الف لام اسم جنس کا ہے۔ جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو یعنی زمانہ نزول قرآن سے لے کر قیامت تک گناہ کے جتنے بھی انواع و اقسام ایجاد ہوں گے سب اس **السُّوءِ** میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت تو دیکھیے کہ الف لام جنس کا داخل فرما کر قیامت تک ہونے والے تمام گناہ ٹی وی، وی سی آر، ڈش انڈینا کی بد معاشیاں، امارد اور کتوں سے شادیاں وغیرہ وغیرہ سب اس میں شامل ہیں لیکن **إِلَّا مَا رَجِمَ رَبِّي** جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں رہے گا وہ نفس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ لہذا جس کو دیکھو کہ نفس کے شر سے محفوظ ہے اور گناہوں میں مبتلا نہیں تو سمجھ لو کہ یہ سایہ رحمتِ الہیہ میں ہے اور اس سایہ میں آپ بھی بیٹھ جائیے۔

مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہو، کیوں کہ وہ لوگ سایہ رحمتِ الہیہ میں ہیں۔ دلیل وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ وہ لوگ نفس کے شر سے محفوظ ہیں اور اگر کبھی بر بنائے غلبہ بشریت ان سے خطا ہو جائے، تو ان کی ندامت اور استغفار کا بھی وہ مقام ہوتا ہے کہ عوام الناس اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جو مقرب ہوتے ہیں اور عظیم الشان قرب جن کو عطا ہوتا ہے، ان کی ندامت بھی عظیم الشان ہوتی ہے، ان کے آنسو بھی عظیم الشان ہوتے ہیں، جس مقام سے وہ استغفار و توبہ کرتے ہیں عوام کو اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی، اللہ کے حضور میں وہ جگر کا خون پیش کرتے ہیں۔

اختر جو بات پیش کر رہا ہے، یہ حاصل سلوک اور اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے اس مقام تک پہنچانے والی ہے۔ جان لو، مان لو اور ٹھان لو کہ ایک لمحہ خدا کو ناراض نہیں کرنا ہے۔ گناہ نہ کرنے سے بالفرض اگر جان جاتی ہے تو جان فدا کر دو۔

مبارک ہے وہ جان جو اللہ پر فدا ہو، مبارک ہے وہ جوانی جو خدا پر فدا ہو، مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اللہ کے خوف سے اشکبار ہیں۔ باقی جتنے کام خدا کی مرضی کے خلاف ہیں وہ مؤمن کے لیے خسارہ ہیں۔ بس میری سارے عالم میں یہی صدا ہے کہ اللہ کے لیے اللہ کو خوش رکھو اور ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناخوش کر کے حرام خوشی اپنے قلب و نفس میں نہ لاؤ۔ یہ غیرتِ بندگی کے بھی خلاف ہے، حیا کے بھی خلاف ہے، شرافت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ کو ناراض کر کے اپنے نفس میں حرام خوشی لانے والے سے بڑھ کر کوئی بے غیرت، کمینہ، ناشکر اور بین الاقوامی احمق نہیں ہے، کیوں کہ اتنی بڑی طاقت والے مالک کو ناراض کر کے اپنے نفس دشمن کو خوش کر رہا ہے۔ اگر اللہ کی صفت ذوالانقام کا ظہور ہو جائے تو یہ کیا کر سکتا ہے۔

ترکِ معاصی دلیلِ رحمت اور معصیت ذریعہ شقاوت

چند دن کی فانی لذتوں کے لیے اپنے اللہ کو غضب ناک نہ کرو، دوستو! اللہ تعالیٰ ہم لوگوں پر رحم کرے، بہت بڑی رحمت ہے جو گناہ سے بچ جائے، اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استقامت کے لیے دودعا میں سکھائی ہیں، آپ لوگ یاد کر لیجیے **اللَّهُمَّ اِرْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي** اے اللہ! ہم پر وہ رحمت نازل کر دے جس سے گناہ چھوڑنے کی توفیق عطا ہو جائے، اے اللہ! وہ رحمت دے دے ہم کو، جس سے ہم گناہ چھوڑ دیں، آپ کو ناراض کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے **وَلَا تُشَقِّنِي بِمَعْصِيَتِكَ** اور اپنی نافرمانی سے مجھ کو بد نصیب اور بد بخت نہ بنائیے۔ یہ دعا بتا رہی ہے کہ گناہ گار انسان سخت خطرے میں ہے اور کسی وقت وہ بد نصیب اور سوئے خاتمہ میں مبتلا اور خدا کے قہر میں گرفتار ہو سکتا ہے، ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ الفاظ کیوں استعمال فرماتے؟ اہل علم سے پوچھتا ہوں، آپ لوگ پڑھے لکھے ہیں، یہ مضمون کیا بتا رہا ہے؟ کہ اے خدا! مجھ کو اپنی نافرمانی سے بد بخت نہ بنائیے۔ معلوم ہوا کہ گناہ میں خاصیت موجود ہے بد بختی اور بد نصیبی کی، اگر توبہ نہ کی تو کتنے لوگ بصورتِ بایزید ننگ یزید ہو کر مر گئے، وہیں دھر لیے گئے، فرشتوں نے عذاب میں انہیں دبا لیا۔ یہ دودعا میں یاد کر لیجیے:

(۱) **اللَّهُمَّ اِرْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي** اے خدا! ہم پر وہ رحمت نازل کر دے جس سے معصیت کو اور گناہ کو چھوڑنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے، رُو باہیت شیریت سے بدل جائے، ہمت میں ہم لومڑی ہیں اگرچہ صورت میں شیر ہیں۔ دنیاوی معاملات میں تو ایسا غصہ آئے گا کہ ان سے بڑھ کر کوئی طاقت والا نہیں لیکن نفس کی اتباع اور غلامی میں اس شخص سے بڑھ کر کوئی بزدل نہیں ہے، ایسے لوگوں سے اگر اللہ تعالیٰ ستاریت کا پردہ ہٹا دے تو پتا چل جائے گا کہ اس سے بڑھ کر کوئی کمینہ کوئی بزدل نہیں ہے۔ **اللَّهُمَّ اِرْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي** اے اللہ! مجھ پر وہ رحمت نازل کر دے جس سے آپ گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا کرتے ہیں، لومڑیوں کو شیر بنا دیتے ہیں روباہ طریق کو شیر طریق بنا دیتے ہیں اور دوسری دعا ہے:

(۲) **وَلَا تُشَقِّنِي بِمَعْصِيَتِكَ** اور اپنی نافرمانی اور گناہوں سے ہم کو بد نصیب نہ بنا۔ معلوم ہوا کہ گناہ میں

۳۲۔ هذا مختصر من حديث أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يكثر أن يدعو بهذا الدعاء: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَحْسَنَ حَتَّى كَأَنِّي أَرَاكَ أَنبَأَ حَتَّى أَلْقَاكَ وَأَسْعِدَنِي بِتَقْوَاكَ وَلَا تُشَقِّنِي بِمَعْصِيَتِكَ وَخِزْلِي فِي قَضَائِكَ وَبَارِكْ لِي فِي قَدْرِكَ حَتَّى لَا أَحِبَّ تَجْجِيلَ مَا أَخَّرْتَ وَلَا تَأْخِيرَ مَا جَعَلْتَ وَاجْعَلْ غِنَايَ فِي نَفْسِي وَأَمْتِعْنِي بِسَمْعِي وَبَصَرِي وَاجْعَلْهُمَا نَوَارِثَ مِنِّي وَأَنْصُرْنِي عَلَى مَنْ ظَلَمَنِي وَأَرِنِي فِيهِ تَأْدِيرِي وَأَقِمْ بِذَلِكَ عَيْنِي. أخرجه الطبراني في معجمه الكبير (۳۳۵/۹) برقم (۱۰۶) وفي معجمه الاوسط (۲۰۸/۲) دار الكتب العلمية برقم (۵۹۸۲)

شقاوت اور بد بختی کی خاصیت ہے، ورنہ اگر معصیت میں یہ خاصیت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عنوان سے کیوں پناہ مانگی؟ دوستو! ہمت سے کام لو، ڈھیلے مت بنو، ڈھیلا ہوا کہ ڈھیلا ہوا۔ اللہ نے ہمت دی ہے، ہمت چور نہ بنو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے ہمت کو استعمال کیا اللہ تعالیٰ کی مدد بھی آجاتی ہے۔ بعض لوگوں کو چالیس چالیس برس تک ایک گناہ کی عادت تھی، ہمت سے کام لیا اور نجات پا گئے۔

حدیث نمبر ۹

أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ۳۳

ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اللہ کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔

کیفیتِ احسانی کے انعامات اور طریقہ تحصیل

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ** اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو **فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ** تم اگر اللہ کو نہیں دیکھتے ہو تو اللہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ احسانی کیفیت کے دو درجے ہیں: (۱) ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں مگر قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوسرا درجہ جو ہے وہ اس مراقبہ کی علت ہے لہذا یہ دو درجے نہیں ہیں ایک ہی درجہ ہے کہ ہم اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں کیوں کہ اگر ہم نہیں دیکھتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم کو دیکھ رہا ہے تو گویا ہم بھی دیکھ رہے ہیں۔ دنیا میں **كَأَنَّكَ** رہے گا اور جنت میں اللہ تعالیٰ **كَأَنَّكَ** کا کاف نکال دیں گے وہاں **أَنَّكَ** سے دیکھو گے۔ دنیا میں آنکھیں

۳۳۔ هذا مختصر من حدیث أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم بارداً يوماً للأناس فأتاه جبريل فقال ما الإيمان قال الإيمان أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله وتؤمن بالبعث قال: ما الإسلام قال الإسلام أن تعبد الله ولا تشرك به وتقيم الصلاة وتؤتي الزكاة المفروضة وتصوم رمضان قال: ما الإحسان قال: أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك قال متى الساعة قال: ما المسؤول عنها بأعلم من السائل وسأخبرك عن أثرها إذا ولدت الأمة ربها وإذا تطاول رعاة الإبل النهم في الثيبان في خمس لا يعلمهن إلا الله ثم تلا النبي صلى الله عليه وسلم {إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ} الآية فنه أذبر فقال رُدُّوهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئاً فَقَالَ هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ أَخْرَجَهُ الْبَغَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ (۱۲/۱) برقم (۵۰) فِي بَابِ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ. وَمُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ (۲۹/۱) برقم (۱۰۶) فِي بَابِ الْإِيمَانِ مَا هُوَ وَبَيَانِ خِصَالِهِ. وَرَوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

بنائی جا رہی ہیں ایمان، تقویٰ اور غمِ تقویٰ سے یعنی حصولِ تقویٰ میں بندہ جو مجاہدات اور حسرت اور غم اٹھاتا ہے اور خونِ تمنا پیتا ہے اسی خونِ تمنا سے آنکھیں بنائی جا رہی ہیں اور جب آنکھیں بنائی جاتی ہیں تو پٹی بندھی رہتی ہے، اس وقت دیکھنے کی ڈاکٹر اجازت نہیں دیتا اور جب روشنی آجاتی ہے تو پٹی ہٹادی جاتی ہے، جنت میں اللہ تعالیٰ یہ پٹی ہٹادیں گے۔ وہاں کاف کی پٹی ہٹادی جائے گی پھر **اِنَّكَ** سے اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ یہ تقریر میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو ایک واسطے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس احسانی کیفیت کو بیان فرمایا ہے کہ احسان کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

اَنْ يَّغْلِبَ عَلَيْهِ مَشَاهِدَةُ الْحَقِّ بِقَلْبِهِ حَتَّى كَانَتْ يَرَاهُ بِعَيْنَيْهِ ^{۲۲}

یعنی مشاہدہ حق ایسا غالب ہو جائے کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

اس کیفیت کو مدارس سے، کتابوں سے، تبلیغ سے اور تدریس سے کوئی نہیں پاسکتا۔ یہ کیفیت صرف اور صرف اہل اللہ کے سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی ہے۔ کیفیات کے حامل قلوب ہوتے ہیں، قوالب اور اوراقِ کتب نہیں ہوتے، کتابوں سے یہ چیز نہیں مل سکتی۔ کمیات شرعیہ کتابوں سے ملتی ہیں، لیکن کیفیات احسانیہ کے حامل اوراقِ کتب نہیں ہو سکتے۔ یہ کیفیات احسانیہ سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں، لہذا جب شیخ کے پاس جاؤ تو اضافہ علم کی نیت نہ کرو، کیفیت احسانیہ کی ترقی کی نیت کرنا چاہیے۔ اعمال کی ترقی اور قبولیت احسان پر موقوف ہے کیت پر موقوف نہیں، جیسے جہاز میں لوہا کم ہوتا ہے، اس کا حجم بھی کم ہوتا ہے اور ریل کا لوہا اور حجم زیادہ ہوتا ہے لیکن جہاز چھوٹا ہو چاہے ڈکوٹہ ہی ہو لیکن اپنی اسٹیم کی کیفیت کی وجہ سے یہاں سے چند گھنٹوں میں جدہ پہنچ جائے گا، جب کہ ریل کو پہنچنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔ لہذا اپنے بزرگوں کی خدمت میں ہم جائیں تو یہ نیت کریں کہ کیفیت کی اسٹیم لینے جا رہے ہیں کہ کیوں کہ اگر علم کی نیت کی تو ممکن ہے کہ وہاں ایک علم کی بار بار تکرار ہو۔ اس تکرار سے بعض نادان گھبراتے ہیں کہ میاں! وہاں تو ایک ہی بات کو بار بار بیان کرتے ہیں، ایسا سمجھنا سخت نادانی ہے، تکرار علم قرآن پاک سے بھی ثابت ہے، ایک ہی آیت کتنی جگہ نازل ہوئی ہے۔ تکرار علم دلیل شفقت ہے۔ باپ اپنے بیٹوں سے بار بار کہتا ہے کہ بیٹا! اس گلی سے نہ جانا وہاں

۲۲ ذکرة العسقلانی فی فتح الباری: ۱/۲۰۱، باب سؤال جبرئیل عن الايمان والاسلام، ط: دار المعرفۃ بیروت

غلط قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ پھر دو تین دن کے بعد یہی کہتا ہے۔ بار بار ایک ہی آیت کا نزول حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کی دلیل ہے۔ ایسے ہی شیخ اور مربی پر رحمت کا غلبہ ہوتا ہے تو بار بار کہتا ہے کہ دیکھو نظر بچانا!

دوسری دلیل یہ ہے کہ تکرارِ غذائے جسمانی میں آپ کو اعتراض کیوں نہیں ہوتا؟ روزانہ چائے پیتے ہو، یہاں کیوں نہیں کہتے کہ میاں! کل بھی چائے پلائی، آج پھر پلا رہے ہو۔ جس طرح تکرارِ غذائے جسمانیہ احب ہے، اگر اللہ کی محبت پیدا ہو جائے گی تو تکرارِ علومِ روحانیہ سے بھی مزہ آنے لگے گا۔

اسی طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے شیخ کی مجلس میں جو سنتے ہیں ہمیں تو کچھ یاد ہی نہیں رہتا، ہمارا حافظہ کمزور ہے، ہمارے پلے تو کچھ پڑتا ہی نہیں لہذا وہاں جانا بے کار ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ بھی یاد نہ رہے تب بھی فائدہ ہوتا ہے جیسے دو تین دن پہلے ہم نے کیا کھایا تھا یاد نہیں رہتا لیکن اس غذا سے جو خون بناوہ ہماری رگوں میں دوڑ رہا ہے تو جس طرح نسیانِ غذا سے فوائدِ غذا کا فقدان لازم نہیں آتا اسی طرح شیخ کی مجلس میں اس کے علوم و ملفوظات سنے، چاہے وہ یاد نہ رہیں لیکن ان سے جو نور پیدا ہو گا وہ نور ہماری رگوں میں دوڑتا رہے گا کیوں کہ قلب جہاں جسم میں خون سپلائی کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ کا نور بھی سپلائی کرتا ہے، وہ خون جب آنکھوں میں روشنی پیدا کرتا ہے تو ساتھ ہی قلب سے آنکھوں میں اللہ کا نور بھی داخل ہوتا ہے۔ پھر اس کی آنکھوں کو کچھ اور نظر آتا ہے۔ جب نسبت عطا ہوتی ہے تو اس کے زمین و آسمان بدل جاتے ہیں، یہ زمین و آسمان تو کافر بھی دیکھتا ہے لیکن اللہ والوں کے زمین اور آسمان، سورج اور چاند کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں

تو نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں

لہذا جب اپنے بزرگوں کے پاس جائے تو یہ نیت نہ کرے کہ ہمارے علم میں اضافہ ہو گا، معلومات بڑھیں گی بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ ان کی احسانی کیفیت، ان کا ایمان و یقین اور ان کا تقویٰ و خشیت اور اللہ سے ان کی محبت ہمارے قلوب میں منتقل ہو رہی ہے اور اس انتقالِ نسبت کی کیا صورت ہوتی ہے؟ اس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

کہ ز دل تا دل یقین روزن بود

نے جدا و دور چوں دو تن بود

دلوں سے دلوں میں خفیہ راستے ہیں، جیسے جسم الگ الگ ہیں لیکن دل الگ الگ نہیں ہوتے۔ قلوب میں آپس میں روابط ہوتے ہیں جو ضوابط سے بالاتر ہوتے ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ فرماتے ہیں۔

متصل نبود سفالِ دو چراغ

نورِ شاں مزوج باشد در مساع

دو چراغ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوتے، ایک بلب وہاں جل رہا ہے اور ایک یہاں جل رہا ہے۔ دس چراغ جل رہے ہیں تو ان کے جسم تو الگ الگ ہیں، لیکن ان کی روشنی فضا میں مخلوط ہوتی ہے اور ملی ہوئی ہوتی ہے، اس لیے جہاں دس ولی اللہ بیٹھے ہوئے ہوں وہاں نور بڑھ جائے گا۔

بست مصباح از یکے روشن تراست

کہیں ایک چراغ جل رہا ہو اور کہیں بیس چراغ جل رہے ہوں تو بیس چراغوں کی روشنی زیادہ ہوگی۔ لہذا صالحین اور نیک بندوں کے اجتماع کو معمولی نہ سمجھیں۔ ان کی مجلس میں ایمان و یقین کی روشنی بڑھ جائے گی۔ کمزور کمزور بلب اگر قریب قریب جل رہے ہوں تو روشنی بڑھ جاتی ہے یا نہیں؟ جب صالحین کی صحبت نفع سے خالی نہیں تو اولیائے کاملین کی مجلس کیسے بے فیض ہو سکتی ہے لیکن اس میں ارادہ اور اخلاص کو بہت دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے **يُرِيدُونَ وَجْهَهُ** کی قید لگا دی کہ فیضانِ نبوت ان ہی لوگوں کو ملتا ہے جو **يُودِعُونَ رِبَّهُمْ** ہیں یعنی مجھے یاد کرتے ہیں لیکن وہ **يُرِيدُونَ وَجْهَهُ** بھی ہیں، ان کے قلب میں، میں مراد ہوں۔ پس اصلی مرید وہ ہے جس کے قلب کی مراد اللہ ہو ورنہ وہ مرید نہیں ہے لہذا اس کی فکر کیجیے، بار بار اپنے قلب کا جائزہ لو کہ ہم اپنے شیخ کے ساتھ کس لیے رہتے ہیں۔ اگر کسی کو سیاحی مقصود ہے کہ مختلف شہروں کو دیکھیں گے اور مختلف دسترخوانوں کا ذائقہ چکھیں گے تو وہ اللہ کا مرید نہیں ہے، وہ تو مریدِ غذا ہے، مریدِ چٹا رہے، مریدِ سیاحی ہے اور اللہ پاک فرماتے ہیں: **يُرِيدُونَ وَجْهَهُ** ^{۳۵} قرآن پاک کی آیت ہے کہ میں ان ہی کو ملتا ہوں جن کے دل میں، میں مراد ہوتا ہوں، وہ مجھ کو پیار کرتے ہیں اور میں ان کو پیار کرتا ہوں۔

تو دل میں صرف اللہ مراد ہو پھر صاحبِ نسبت شیخ کے پاس بیٹھو تو اس کی کیفیتِ احسانی، ایمان و یقین و حضور مع الحق آپ کے دل میں منتقل ہو جائے گا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اپنے بزرگوں سے یہ احسانی کیفیت ملنے سے پھر آپ کی دور کعات ایک لاکھ رکعات کے برابر ہو جائیں گی اور اپنے

بزرگوں کے بارے میں یہی حسن ظن رکھیں کہ ان کی دور کعات ہماری ایک لاکھ رکعات سے افضل ہیں، ان کا ایک سجدہ ہمارے لاکھ سجدے سے افضل ہے، ان کا ایک ”اللہ“ کہنا ہمارے ایک لاکھ ”اللہ“ کہنے سے افضل ہے۔ مثال کے طور پر فرض کر لیں کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دنیا میں بھیج دیں اور ان کی مجلس میں اس امت کے تمام صحابہ اور اُمم سابقہ کے تمام صحابہ اور اس امت کے تمام اکابر اولیاء اللہ اور اُمم سابقہ کے تمام اولیاء اللہ موجود ہوں اور حضرت صدیق اکبر ایک بار ”اللہ“ کہیں اور تمام صحابہ اور اولیاء اللہ ایک بار ”اللہ“ کہیں تو بتائیے حضرت صدیق اکبر کا ”اللہ“ سب سے بڑھ جائے گا یا نہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کیفیتِ احسانی حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ معلوم ہوا کہ کیفیتِ احسانی اصل چیز ہے۔ جس کی کیفیتِ احسانی جتنی قوی ہوتی ہے، اسی اعتبار سے اس کا عمل مقبول ہوتا ہے اور جس کو یہ کیفیتِ جتنی زیادہ حاصل ہوتی ہے اتنی ہی تیزی سے وہ اللہ کا راستہ طے کرتا ہے جیسے بعض جہاز چھ گھنٹے میں جدہ پہنچتے ہیں اور بعض تین گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں بوجہ زیادہ اسٹیم کے۔ جس کی احسانی کیفیت قوی ہوتی ہے اس کی رفتار سلوک میں بہت تیزی آ جاتی ہے اور وہ بہت جلد اللہ تک پہنچتا ہے اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنی تنہائیوں کی عبادتوں سے لاکھ درجہ بہتر سمجھو کہ کسی صاحبِ نسبت کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ، وہاں تمہیں پکی پکائی مل جائے گی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر سب خریدنا ہو تو بازار اور منڈی سے مت خریدو، سب کے باغ میں چلے جاؤ۔ بازار میں تو باسی اور گلاسٹا سب ملے گا اور بازار کے گرد و غبار اور دھوپ کی گرمی سے الگ سابقہ پڑے گا اور باغ میں تازہ تازہ سب پاجاؤ گے۔ تو اللہ والوں کے پاس بیٹھنا گویا سب کے باغ میں بیٹھنا ہے، اگر ان کے یہاں سوتے بھی رہو گے تو ان کی نسبت مع اللہ کے سب کی خوشبو ملتی رہے گی۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رات کی رانی کے نیچے چار پائی بچھا کر سو جائے تو صبح جب اُٹھے گا تو دماغ تازہ ملے گا۔

اسی طرح اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں اگر کوئی سو بھی جائے، تہجد بھی نہ پڑھے تو بھی قلب میں نور پہنچ جائے گا۔ سائنس دانوں کے نزدیک تو انسانوں کی سانس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی سانس میں اور اولیاء اللہ کی سانس میں صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ نہیں ہوتی، ان کے پاکیزہ انوار کو سانس دان کیا جانیں؟ انفاسِ نبوت صحابہ ساز ہوتے ہیں اور انفاسِ اولیاء، اولیاء ساز ہوتے ہیں کیوں کہ ان کے قلب میں اللہ کا نور بھرا ہوا ہے۔ جلے بھنے دل سے جو سانس نکلتی ہے اس میں وہ انوار شامل ہوتے ہیں جو دوسرے دلوں میں نفوذ کر جاتے ہیں۔

لیکن صحبتِ اہل اللہ کے باوجود جن لوگوں کے سلوک میں دیر ہو رہی ہے، وصول الی اللہ نصیب نہیں ہو رہا ہے، وہ کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا ہیں۔ ذکر بھی کرتے ہیں، لیکن ذکر سے جہاں نور پیدا ہوا پھر بد نظری کر کے یا کوئی گناہ کر کے اسے بچھا دیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عجیب مثال دی ہے ایک حکایت سے۔ دو چور ایک گھر میں داخل ہوئے۔ آٹھ سو سال پہلے کی حکایت بیان فرما رہے ہیں جب دو چقماق پتھر کو آپس میں رگڑ کر اندھیرے میں روشنی کی جاتی تھی۔ دونوں میں آپس میں یہ طے ہوا کہ ایک تو مال لوٹے گا اور دوسرا یہ کام کرے گا کہ مالک مکان جب روشنی کے لیے پتھر رگڑے گا تو تم اس روشنی پر انگلی رکھتے رہنا تاکہ روشنی نہ ہونے پائے اور مالک مکان دیکھنے نہ پائے۔ چنانچہ مالک مکان کو شبہ ہوا کہ گھر میں چور آگئے ہیں اور چوری ہو رہی ہے تو اس نے چقماق رگڑا کہ روشنی ہو تو دوسرے چور نے اس پر انگلی رکھ دی۔ جب وہ پتھر کو رگڑ کر روشنی کرنا چاہتا تھا چور اس پر انگلی رکھ دیتا تھا اور روشنی بجھ جاتی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان بھی اسی طرح بعضے سالکین کے نور پر انگلیاں رکھ رہا ہے۔ جب سالک نے اللہ اللہ کیا، تلاوت کی شیطان نے فوراً اس کی آنکھوں سے کسی عورت کو دکھا دیا، کسی لڑکے کے عشق میں مبتلا کر دیا، دل میں گندے خیالات میں مبتلا کر دیا۔ لہذا گناہوں کی وجہ سے اور مستقل نافرمانی کے سبب عمر گزر گئی اور یہ شخص صاحب نسبت نہ ہو سکا۔ حالاں کہ رات دن خانقاہوں میں ہے، اولیاء اللہ کے جھرمٹ میں رہتا ہے، ابدال اور اقاطیب کے ساتھ رہتا ہے، ذکر و تلاوت بھی کرتا ہے لیکن گناہوں سے نہیں بچتا اس لیے اس کا نور تام نہیں ہوتا اور یہ محروم رہ جاتا ہے۔ لہذا جو شخص چاہے کہ اس کا نور تام ہو جائے اور وہ اللہ والا ہو جائے وہ گناہ سے ایسے بچے جیسے کسی خوبصورت سانپ سے بچتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ گناہ سے اس لیے بھی بچو کہ گناہ ہم کو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ سے دور کرتا ہے۔ مولانا رومی نے کتنے درد سے یہ دعا مانگی ہے۔

یارِ شبِ رازِ مجبوری مدہ

جن کو اے اللہ! آپ نے راتوں میں اپنی یاد کی توفیق دی ان کو جدائی کا دن نہ دکھائیے یعنی رات میں جنہوں نے ”اللہ اللہ“ کیا، تاجر پڑھی، آپ کو یاد کیا، اے اللہ! دن میں ان کو گناہ سے بچائیے۔ ایسا نہ ہو کہ دن میں ہم آپ کی عظمتوں کے خلاف اپنی بندگی کو استعمال کر لیں، اپنی نگاہوں سے آپ کی مرضی کے خلاف دیکھ لیں، کیوں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کے دونوں حق ادا کر لیجیے اور ولی اللہ بن جائیے۔

حدیث نمبر ۱۰

اللَّهُمَّ ارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا ۳۶

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہم کو خوش کر دیجیے اور ہم سے خوش ہو جائیے۔

حدیث اللّٰهُمَّ ارْضِنَا... الخ کی تشریح کی الہامی تمثیل

حدیث پاک کی دعا ہے: **اللَّهُمَّ ارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا** اے اللہ! آپ ہم کو خوش کر دیجیے اور ہم سے خوش ہو جائیے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا میں بندہ کی خوشی کو مقدم فرمایا اور اللہ کی خوشی کو مؤخر فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ علوم نبوت قرآن پاک سے ماخوذ اور مقتبس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ارْجِعْنِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَةً ۳۷

اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ بندہ کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مقدم فرمایا اور اپنی خوشی کو مؤخر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں وہی ترتیب رکھی جو قرآن پاک میں نازل ہے، لہذا یہ حدیث قرآن پاک کی اس آیت سے مقتبس ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک سوال قائم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی تو اعلیٰ چیز ہے اور بندوں کی خوشی اس کے مقابلہ میں ادنیٰ چیز ہے، تو پھر بندوں کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مقدم کیا؟ اس کا جواب خود علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کہ اس کا نام ہے **الترقی من الأدنى إلى الأعلى** کہ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف دی جاتی ہے، جیسے انٹر کے طالب علم کو بی اے میں داخلہ دیا جاتا ہے، لیکن اس کی

۳۶ هذا مختصر من حديث عمر بن الخطاب، يقول: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أنزل عليه الوحي سمع عند وجهه كدوي النحل فأنزل عليه يوماً فكثرت ساعة فبصرى عنه فاستقبل القبلة ورفع يديه وقال: «اللهم رُدْنَا وَلَا تَنْقُضْنَا، وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا، وَأَعْظِمْنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَأَنْزِنَا وَلَا تُؤْزِرْ عَلَيْنَا، وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا»، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُنزِلَ عَلَيَّ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَقَامِهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ»، ثُمَّ قَرَأَ: {قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ} [المؤمنون: ۱] حَتَّى خَتَمَ عَشْرَ آيَاتٍ. أخرجه الترمذی فی سننہ: ۱۵۰/۲، برقم (۳۱۳) فی باب

ومن سورة المؤمنون، وأحمد في مسنده (۳۶۵/۱) دار الحديث (برقم ۲۳۳)

ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ کبھی ابا اپنے چھوٹے بچے کو لڈو دیتا ہے اور کہتا ہے کہ خوش ہو جا اور میں بھی تجھ سے خوش ہوں جب ہی تو یہ لڈو دیا ہے، اگر ناراض ہو تا تو کیوں دیتا؟ تو جس طرح ابا اپنی خوشی کو مؤخر کرتا ہے اور بچہ کی رعایت سے اس کی خوشی کو مقدم کرتا ہے، تو جب ابا کی شفقت کا یہ تقاضا ہے تو ہمارے ربانے بھی ہمارا دل خوش کرنے کے لیے ہماری خوشی کو پہلے بیان کر دیا۔ وہاں شفقتِ پدیری ہے اور یہ شفقت ربوبیت ہے اور ماں باپ کہاں سے شفقت لائیں گے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شفقت کا ظہور ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں۔

مادراں را مہر من آموختم

اے ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو! ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے، اگر میں ان کے جگر میں محبت نہ ڈالتا تو یہ کہاں سے محبت لاتیں؟ تو سوچو کہ پھر میری رحمت کا کیا عالم ہو گا۔ یہ تو ایک حصہ رحمت کا ظہور ہے جس سے سارے عالم میں مخلوق ایک دوسرے سے محبت کر رہی ہے، ننانوے حصہ رحمت تو میرے پاس ہے جس کا ظہور قیامت کے دن ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مزاج شناس الوہیت کون ہو سکتا ہے؟ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی اتباع میں اسی ترتیب سے دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ ہمیں خوش کر دیجیے اور ہم سے خوش ہو جائیے۔ آہ! بچہ یہی کہتا ہے کہ ابا! ہم کو خوش کر دیجیے اور آپ بھی خوش ہو جائیے۔ اور ایک دعا یہ بھی کرتا ہوں اور سکھاتا بھی ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی خوشی مانگو، تو یوں کہو کہ اے اللہ! ہم تو آپ کو خوش نہیں کر سکے، بوجہ اپنی نالائقی اور ضعفِ بشریت کے، لیکن آپ ہم کو خوش کر دیجیے کہ آپ ہماری طرف سے خوشیوں سے بے نیاز ہیں، لہذا اگر آپ ہمیں خوش نہیں کریں گے تو ہم کہاں سے خوشی پائیں گے؟ کیوں کہ آپ کے سوا ہمارا کوئی دوسرا مولیٰ بھی تو نہیں۔ آپ کے سوا ہمارا ہے ہی کون؟

حدیث نمبر ۱۱

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ
وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ... الخ^{۳۸}

ترجمہ: سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن سوائے اس کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا، ان میں پہلا شخص ہے امام عادل۔ اور ایک وہ آدمی ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے اور وہ جوان جو اپنے عالم شباب کو اللہ پر فدا کر دے۔

امام عادل کی عجیب الہامی شرح

حدیث پاک میں ہے: **سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ** سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے، جس دن سوائے اس کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ان میں پہلا شخص ہے امام عادل۔ آپ کہیں گے کہ اس حصہ کو تو ہم حاصل نہیں کر سکتے کیوں کہ امام عادل کے معنی ہیں سلطان، بادشاہ اور امیر المؤمنین۔ ہم لوگ کیسے بادشاہ بن سکتے ہیں لہذا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شرح حدیث نے ایک ایسا نکتہ بتایا کہ ہم سب کے سب اس صف میں شامل ہو سکتے ہیں اور گھر کا ہر بڑا شخص اپنے گھر کا امام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا**^{۳۹} جس کی تفسیر میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں متقیوں کی امامت مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ کہنا ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے گھر کے امام تو ہیں ہی، لیکن اگر میرے گھر والے نافرمان رہیں گے تو میں امام الفاسقین رہوں گا اور اگر

۳۸۔ هذا مختصر من حديث أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِلَّا إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَخَابَا فِي اللَّهِ اجْتَسَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِيَّيَّي أَخَافُ اللَّهُ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ بِنَهَائِهِ مَا تَنْفِقُ بِيَمِينِهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهُ خَالِيًا فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ. أخرجه البخاري في صحيحه (۹/۱) برقم (۶۶۰) في باب من جلس في المسجد ينتظر الصلوة وفضل المساجد. ومسلم في صحيحه (۳۳۷/۱) برقم (۲۳۲۰) في باب فضل إخفاء الصدقة

آپ میرے گھر والوں کو نیک، متقی اور نمازی بنا دیں تو میں امام المتقین ہوں گا۔ تو ہر بڑا اپنے گھر میں عدل قائم کرے، جو اپنے چھوٹوں پر اور تابعین پر عدل قائم کرے گا اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اس حدیث کی شرح میں اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ہر انسان کے پاس دو گز کی مملکت موجود ہے، جس میں دارالسلطنت بھی ہے اور صوبے بھی ہیں۔ دل دارالسلطنت ہے، آنکھوں کا صوبہ ہے، کانوں کا صوبہ ہے، زبان کا صوبہ ہے لہذا جو سر سے پیر تک اپنی دو گز کی مملکت پر اللہ کی مرضی کے مطابق عدل قائم کر دے یہ بھی امام عادل میں داخل ہو جائے گا۔ عدل کیا چیز ہے؟ عدل کو اس کے تضاد سے سمجھیے، کیوں کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دن کو پہچاننے کے لیے رات کی ضرورت ہے، ایمان کو پہچاننے کے لیے کفر ہے، گرمی کو پہچاننے کے لیے سردی کی ضرورت ہے، عدل کی پہچان ظلم سے ہوتی ہے۔ ہر وہ کام جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو وہ ظلم ہے۔ جو اپنی نظروں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا، یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے، جو اپنے کانوں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا، یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے، جو اپنی زبان سے نافرمانی کرتا ہے یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے لہذا اگر چاہتے ہو کہ امام عادل کا مقام مل جائے یعنی عرش کا سایہ تو اپنے جسم کی مملکت پر عدل قائم کر دو۔ کانوں پر عدل قائم کرو یعنی کانوں پر ظلم نہ کرو، گانا نہ سنو، آنکھوں پر عدل قائم کرو یعنی ناخبروں کو، کسی کی بہو بیٹی اور لڑکوں کو نہ دیکھو، زبان پر عدل قائم کرو یعنی غیبت سے بچو، کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ، اسی طرح گالوں پر عدل قائم کرو یعنی داڑھیوں کو نہ منڈاؤ، اسی طرح ٹخنوں پر عدل قائم کرو یعنی پاجامہ اور لنگی ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکاؤ۔ خواتین بھی عدل قائم کریں یعنی بغیر برقعہ کے گھروں سے نہ نکلیں۔

لہذا ہر شخص امام عادل ہو سکتا ہے۔ دو گز کی جو زمین ہمیں ملی ہے ہم اس کے امیر، امام اور بادشاہ ہیں۔ سوال ہو گا کہ آنکھوں کے صوبہ میں بغاوت کیوں ہوئی، کیوں بد نظری کرتے تھے، کانوں کے صوبہ میں بغاوت کیوں ہوئی؟ گالوں کے صوبہ میں داڑھی منڈا کر کیوں تم نے بغاوت ہونے دی؟ تم نے اپنے قلب کے ہیڈ کو اڑا اور دارالسلطنت سے اپنی قوت ارادہ کی فوج سے ان صوبوں پر کیوں کر فیو نہیں لگایا؟ لہذا جسم کی دو گز زمین کی مملکت پر جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، صوبوں کی بغاوت کو کنٹرول نہیں کرتا وہ امام عادل نہیں، امام ظالم ہے اور جو شخص اس مملکت کو تابع فرمان الہی کر دیتا ہے قیامت کے دن ان شاء اللہ اس کو امام عادل کا مقام حاصل ہو گا۔

امام عادل کی جو شرح اللہ نے میرے قلب کو عطا فرمائی، حدیثوں کی ساری شرحیں پڑھ لیجیے، محدثین سے پوچھ لیجیے پھر اختر کی بات کو غور سے سنیے، تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اختر کی زبان سے کیا کام لے

رہا ہے **وَلَا فَخْرِيَا رَبِّي** اے اللہ! کوئی فخر نہیں، آپ کی رحمت کی بھیک ہے۔ جب ہمارے طلباء یہ حدیث پڑھائیں گے اور اس تقریر کو پیش کریں گے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ علماء بھی وجد کریں گے کہ آج ہم پہلی دفعہ ایسی تقریر سن رہے ہیں۔

حدیث پاک کے دوسرے جز کی شرح مکان کی محبت مکین سے اشدّ محبت کی دلیل ہے

قیامت کے دن جن لوگوں کو سایہ عرش عطا ہو گا ان میں سے ایک ہے **رَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِأَلْتَمَسَاجِدِ** وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہے۔ نماز پڑھ کر آگیا اور مارکیٹ میں دوکان کے اندر بیٹھا ہے اور دل لگا ہوا ہے کہ کب دوسری اذان ہو اور اللہ کے گھر چلوں۔ اس کی شرح اللہ والوں نے یہ کی ہے کہ جس کا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہے یعنی جس کو اللہ کے گھر سے اتنا پیار ہے تو اس کو خود اللہ سے کتنا پیار ہو گا۔ ایک تاجر نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم دوکان میں ہوں اور دل مسجد میں ہو؟ تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسے اس وقت ہے کہ تم مسجد میں ہوتے ہو اور دل دوکان میں ہوتا ہے۔ ابھی دوکان اور تجارت کی محبت غالب ہے، تو جسم مسجد میں ہوتا ہے اور دل دوکان میں اٹکا ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جائے گی تو جسم دوکان میں ہو گا اور دل مسجد میں ہو گا، جس کی محبت غالب ہوتی ہے پھر اسی کی یاد غالب ہو جاتی ہے۔ پھر دل میں بھی اللہ کا دھیان رہے گا اور زبان سے بھی بات میں اللہ کا نام لوگے۔ تاجر کو مال بھیجنا ہے تو کہو گے کہ ان شاء اللہ کل بھیج دوں گا، کوئی خوشی آئی تو کہو گے **أَحْمَدُ لِلَّهِ**، اے اللہ! آپ کا احسان ہے، شکر ہے، کبھی **سُبْحَانَ اللَّهِ** کبھی **مَا شَاءَ اللَّهُ** بات بات میں ان کا نام لوگے، کیوں کہ

ان سے ملنے کو بہانہ چاہیے

اور نماز کے لیے پانچ وقت اللہ تعالیٰ کا مسجد میں بلانا یہ بھی اللہ کی رحمت ہے۔ کسی کی ماں کہے: بیٹا! مجھے دن میں پانچ بار اپنا چہرہ دکھا جایا کرو تو بیٹا کہتا ہے کہ میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے، تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کا پیار نہیں ہے کہ پانچوں وقت ہمیں بلاتے ہیں اور **حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ** سے اعلان کرتے ہیں، جس کا عاشقانہ ترجمہ یہ کرتا ہوں کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کر کے تیار ہو جاؤ، مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد فرما رہے ہیں۔ اور جو ظالم اذان سن کر بھی مسجد کی طرف نہ جائے تو سمجھ لو کہ وہ کتنا محروم ہے کہ اتنا بڑا مالک بلا رہا ہے پھر بھی نہیں جاتا۔ یہ جس دنیا سے لپٹا ہوا ہے اور جس کی محبت میں یہ مسجد نہیں جا رہا ہے وہ دنیا ایک دن

اس کو لات مار کر قبر میں دھکیل دے گی، اس دن پتا چلے گا کہ جس پر ہم مر رہے تھے وہ کام نہ آئی۔ اگر اللہ پر مرتے تو وہ اللہ زمین کے نیچے بھی ساتھ دیتا ہے، قیامت کے دن بھی ساتھ دے گا اور جنت میں بھی ساتھ دے گا۔ ایسے مالک کو خوش نہ کرنا اس سے بڑھ کر نادانی اور بے وفائی اور احسان فراموشی کیا ہو سکتی ہے؟

حدیث پاک کے تیسرے جز کی شرح

سایہ عرش حاصل کرنے کا طریقہ

جو اپنی جوانی کی اٹھان کو اپنے رب کی عبادت میں استعمال کر لے، اس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ ملے گا۔ یہ بخاری شریف کا متن ہے، مگر شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ چودہ جلدوں کی شرح ”فتح الباری“ میں فرماتے ہیں کہ ایک روایت اور آئی ہے کہ **شَابٌّ أَفْنَى نَشَاطَهُ وَشَبَابَهُ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ**۔ جو جوان اپنی جوانی کو اپنے رب پر جلا کر خاک کر دے، اپنی خواہشات کا غلام نہ بنے اور بری بری خواہشوں سے یہ اعلان کر دے۔

جلا کے رکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

اے نفس! مجال نہیں ہے کہ تو مجھ پر غالب آجائے، میں اپنے مولیٰ کو ناراض نہیں کروں گا چاہے میری جوانی رہے یا نہ رہے۔ ایک جوانی کیا چیز ہے، اگر ہم ایک کروڑ جوانی بھی اللہ پر فدا کر دیں تو اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ تو ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں کہ جو جوان اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کر دے اور جوانی کی حرام خوشیوں کو فنا کر دے تو اس کو بھی عرش کا سایہ ملے گا اور علامہ بدر الدین عینی نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ **شَابٌّ جَمِيلٌ دَعَاهُ الْمَلِكُ لِيُزَوِّجَ بِنْتَهُ بِهِ فُخَّافٌ أَنْ يَزْتَكِبَ بِهِ الْفَاحِشَةَ فَا مَتَّنَعَ** ایک خوبصورت جوان کو بادشاہ نے بلایا تاکہ اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے، مگر وہ بادشاہ عادت کا اچھانہ تھا، اس نوجوان کو ڈر لگا کہ یہ بیٹی تو دے گا مگر میرے حسن کو غلط استعمال کرے گا، میرے ساتھ بد فعلی کرے گا، لہذا اس نے انکار کر دیا کہ ہم آپ کی بیٹی سے شادی نہیں کرنا چاہتے، تو علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بھی عرش کا سایہ دے گا، کیوں کہ اس نے اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کر دیا۔

حسن کا شکر کیا ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورہ یوسف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حسن کا شکر یہ کیا ہے؟ اگر خدائے تعالیٰ کسی کو حسین پیدا کریں تو حسن کا شکر یہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ شُكْرَ الْمُحْسِنِ أَنْ لَا يُشَوِّهَ فِي مَعَاصِي اللَّهِ تَعَالَى شَانَهُ

جس کو اللہ تعالیٰ حسین پیدا کرے اس کے حسن کا شکر یہ یہ ہے کہ اپنے حسن کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے، جس نے حسن دیا ہے اُسی پر حسن کو فدا کرے، جس نے درد دل دیا ہے اُسی پر درد دل کو فدا کرے۔ اب رہ گیا کہ جو انی اللہ پر کیسے فدا ہو؟ تو اس کے لیے علم دین حاصل کرنے میں جان گھلائے، بہترین جید عالم دین بنے، حاشیہ دیکھے، شروح دیکھے، متن کو حل کرے، یہاں تک کہ اعراب بھی دیکھے کہ کس باب سے ہے، جو اس غم میں گھل جائے وہ بہترین عالم دین ہو گا لیکن جو انی میں تین کام ایسے ہیں کہ جو ان تین کاموں سے بچ جائے گا اس کی جو انی مرتے دم تک جو ان رہے گی، اس کے بال سفید ہو جائیں گے مگر اس پر عالم شباب کی کیفیت طاری رہے گی، کیوں کہ اس نے اپنے شباب کو اللہ پر فدا کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲

فَلَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ ۱۲

ترجمہ: اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لیے ہیں اور آپ کا شکر ہے۔

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ بہت لوگ میرے مرید ہو رہے ہیں، کہیں میرے دل میں بڑائی نہ آجائے۔ میں نے کہا: جب بہت زیادہ مرید ہوں یا لوگ آپ کی تعریف کریں تو فوراً کہو: **اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ** کہ اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لیے ہیں اور شکر ہے آپ کا۔ ہم تو مٹی ہیں، بس آپ کے کرم کے سورج کی شعاعیں پڑ گئیں جو یہ مٹی چمک رہی ہے۔ یہ تو آپ کا کمال ہے، ہمارا کیا ہے۔ اگر مٹی چمکتی ہے سورج

۱۲۔ هذا مختصر من حدیث عبد اللہ بن غنم البیاضی رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حين يبصر اللهم ما أصبى بي من نعمة فينك وحدك لا شريك لك فلك الحمد ولك الشكر فقد أدى شكر يومه ومن قال مثل ذلك حين ينسى فقد أدى شكر ليلته. أخرجه أبو داود في سننه (۳۳۷/۲) برقم (۵۰۷۵) في باب ما يقول إذا أصبى

کی شعاعوں سے تو یہ مٹی کا کمال نہیں ہے، یہ سورج کی شعاعوں کا کمال ہے۔ اگر مٹی کو ناز ہو جائے اور سورج اپنا رخ پھیر لے تب پتا چلے گا کہ مٹی میں کیا چمک ہے، لہذا تکبر کا بہترین علاج یہی ہے کہ جب کبھی کوئی تعریف کرے تو فوراً پڑھو **اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ** شکر سے قرب ہوتا ہے اور تکبر سے دوری ہوتی ہے یعنی شکر سبب قرب ہے اور کبر سبب بُعد ہے اور سبب قرب اور سبب بُعد کا جمع ہونا محال ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہی تکبر بھاگ جائے گا، جیسا کہ ایک چمھرنے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ جب اپنا پیٹ بھرنے کے لیے میں خون چوستا ہوں تو ہوا مجھے اڑا کر لے جاتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے لہذا تم مدعی ہو میں ابھی مدعا علیہ کو بلاتا ہوں اور ہوا کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب ہوا آئی تو یہ بھاگ گیا اور کہا کہ میں بھاگا نہیں ہوں بھگایا گیا ہوں کیوں کہ ہوا کے سامنے میں ٹھہر نہیں سکتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا سے فرمایا کہ تو چلی جا۔ جب چمھر آیا تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ جب مدعا علیہ آیا تو تم کیوں بھاگ گئے۔ اس نے کہا: یہی تو رونا ہے کہ جب ہوا آتی ہے تو میرا وجود نہیں رہتا اور میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں خون چوسنے میں لگا ہوتا ہوں کہ ہوا آتی ہے اور مجھے بھگا دیتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ جب اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے تمہارے دل میں متجلی ہو گا تو تمہارے اندھیرے خود ہی نہیں رہیں گے۔

می گریزد ضدہا از ضدہا

شب گریزد چوں بر افروز ضیا

جب آفتاب نکلتا ہے تو رات خود بھاگتی ہے، اُسے بھگانا نہیں پڑتا، لہذا ظلمات کو بھگانے کی فکر نہ کرو اور آفتاب سے دوستی کر لو، اندھیرے خود بخود بھاگ جائیں گے۔ لہذا جب مخلوق تعریف کرے تو کہیے، **اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ** اللہ تعالیٰ کے شکر سے اپنے اوپر سے نظر ہٹ جائے گی اور اللہ کی عطا پر ہو جائے گی جس سے اللہ کا قرب نصیب ہو گا اور قرب اور بُعد کا جمع ہونا محال ہے، لہذا جب شکر پیدا ہو گیا تو تکبر از خود بھاگ جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۳

إِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ ۲۲

ترجمہ: حرام سے بچو تم سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔

چوبیس گھنٹے کا عبادت گزار

ذکر کا سب سے اونچا مقام یہ ہے کہ اپنے مالک کو ایک سانس اور ایک لمحہ کو ناراض نہ کرو۔ کوئی شخص چوبیس گھنٹے مکاؤ کیفًا، زمانا و مکانا کیسے ذکر کر سکتا ہے؟ لیکن جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے اور گناہ سے بچتا ہے وہ چوبیس گھنٹے ذکر ہے، اس سے بڑا اللہ کو یاد کرنے والا کوئی اور نہیں ہو سکتا، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **إِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ** حرام سے بچو، تم سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ ایک آدمی دس پارہ تلاوت کرتا ہے، بیس رکعات نفل پڑھتا ہے، ہر ماہ عمرہ کرتا ہے، لیکن تقویٰ والے کو سب سے بڑا عبادت گزار کیوں فرمایا گیا؟ کیوں کہ عابد زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے عبادت کر لے گا، دس گھنٹے عبادت کر لے گا اس کے بعد دماغ ماؤف ہو جائے گا اور عبادت پر قادر نہ ہو سکے گا۔ عابد کو کبھی عبادتِ زمانہ حاصل ہوتی ہے اور کبھی عبادتِ مکانیہ حاصل ہوتی ہے، کسی زمانے میں عبادت کرے گا اور کسی زمانے میں نہیں کر پائے گا، کسی مکان میں عبادت کرے گا اور کسی میں نہیں کر پائے گا لہذا اس کا کوئی زمانہ عبادت سے معمور ہو گا اور کوئی زمانہ خالی ہو گا، کوئی مکان عبادت والا ہو گا اور کوئی عبادت سے خالی ہو گا، لیکن متقی یعنی گناہ نہ کرنے والا زمانا و مکانا مکاؤ کیفًا چوبیس گھنٹے عبادت میں ہے، چوبیس گھنٹے ذکر ہے، کیوں کہ اللہ کو ناراض نہیں کر رہا ہے، اس لیے **أَعْبَدَ النَّاسِ** ہے اگرچہ کچھ نہیں کر رہا ہے، نہ نفل پڑھ رہا ہے، نہ تلاوت کر رہا ہے، نہ ذکر کر رہا ہے، خاموش بیٹھا ہے لیکن عبادت میں ہے، کیوں کہ کوئی گناہ نہیں کر رہا ہے۔ سو رہا ہے تو بھی عبادت میں ہے، بیوی بچوں سے بات کر رہا ہے تو بھی عبادت میں ہے، کیوں کہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہے، اس

۲۲ ہذا مختصر من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من يأخذ عني هذه الكلمات فيعملن بهن أو يعلمهن من يعمل بهن؟“ قال: فقلت: أنا يا رسول الله. فأخذ بيدي فعقد بها حتمسا وقال: ”إِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَأَرْضَ بِنَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ أَعْنَى النَّاسِ، وَأَجِبْ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَأَحْسِنَ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا، وَلَا تُكْثِرِ الضَّجَرَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّجَرِ تُبَيِّتُ الْقَلْبَ.“ أخرجه الترمذی فی سننہ (۵۲/۲) برقمہ (۲۳۰۵) فی باب الصحۃ والفرار عن نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس وقال هذا حدیث غریب.

لیے اس کا ہر زمان اور ہر مکان نورِ تقویٰ سے مشرف ہے، لہذا متقی کو ذکرِ دوام اور عبادتِ دائمہ حاصل ہے۔ بتائیے! اللہ کو ناراض نہ کرنا کیا عبادت نہیں ہے؟ یہی وہ عبادت ہے کہ بہ نصِ قطعی جس سے اللہ کی ولایت اور دوستی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنْ أَوْلِيَّاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ ۝۳۳

صرف متقی بندے اللہ کے اولیاء ہیں۔ تقویٰ غلامی کے سر پر ولایت کا تاج رکھتا ہے، لیکن متقی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کبھی اس سے خطا ہی نہ ہوگی، احیاناً کبھی صدورِ خطا بھی ہو سکتا ہے، لیکن وہ خطا پر قائم نہیں رہ سکتا اور گریہ و زاری، اشکباری اور آہ و زاری سے پھر اللہ کی یاری حاصل کر لیتا ہے۔ یہ صاحبِ خطا بہ برکتِ استغفار و توبہ صاحبِ عطا ہو جاتا ہے اور ایسا شخص بھی متقین کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا با وضو رہنا۔ وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے آدمی با وضو ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر کبھی تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ و استغفار کر لو آپ متقی کے متقی ہیں۔ خطا پر ندامت و آہ آپ کو دائرہ تقویٰ سے خارج نہیں ہونے دے گی۔

عابدین کی عبادت و قنیہ محدودیہ ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی عبادت میں ایک محدود وقت تک ہی رہ سکتے ہیں، مثلاً نوافل اور ذکر و تلاوت ایک محدود وقت تک ہی کر سکتے ہیں، لیکن جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے اور گناہ سے بچتا ہے وہ ہر وقت عبادت میں ہے۔ اس کا ہر منٹ، ہر سیکنڈ، ہر سانس اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرنے کی عبادت میں مشغول ہے، اس لیے متقی چوبیس گھنٹہ کا عبادت گزار ہے، کیوں کہ چوبیس گھنٹے وہ اللہ کو ناراض نہ کرنے کی عبادت میں ہے۔ قلباً و قالباً و عیناً، ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہیں کرتا اسی لیے اس حدیثِ پاک میں متقی کو سب سے بڑا عبادت گزار فرمایا گیا۔ اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو جب تک توبہ و استغفار سے، اشکبار آنکھوں سے اللہ کو راضی نہیں کر لیتا اس کو چین نہیں آتا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا با وضو رہنا کہ وضو اگر ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر لو۔ اسی طرح تقویٰ اگر کبھی ٹوٹ جائے تو توبہ کر کے دوبارہ متقی ہو جاؤ۔ بس شرط یہی ہے کہ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، پکا ارادہ ہو کہ اب یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا۔ اگر وسوسہ آئے کہ تو پھر یہ گناہ کرے گا تو وسوسہ کا اعتبار نہیں۔ وسوسہ شکستِ توبہ، عزمِ شکستِ توبہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود بالفرض اگر آئندہ کبھی نفس سے

مغلوب ہو کر توبہ ٹوٹ گئی تو اس سے پہلی توبہ باطل نہیں ہوئی وہ ان شاء اللہ قبول ہے۔ پھر دوبارہ توبہ کر لو اور پھر عزم کرو کہ آئندہ کبھی توبہ نہ توڑوں گا اور کبھی یہ گناہ نہ کروں گا۔ تو میں نے گزارش کی کہ قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دریائے لازوال و غیر محدود حاصل کرنے کا یعنی منہائے اولیائے صدیقین تک پہنچنے کا راستہ یہ ہے کہ جو اسِ خمسہ کے راستوں سے حرام لذت کا ایک ذرہ داخل نہ ہونے دو اور ارادہ کر لو کہ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچ کر مرے گے اور دعا بھی کرو کہ اے اللہ! ہم سب کو اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دے، ہم کو بھی، ہمارے بال بچوں کو بھی، ہمارے احبابِ حاضرین اور غائبین کو بھی۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اولیائے صدیقین کون ہیں؟ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے صدیق کی تین تعریفیں کی ہیں:

(۱) **الَّذِي لَا يَخَافُ قَوْلَهُ حَالَهُ** جس کا قول اور حال ایک ہو یعنی دل و زبان ایک ہو، جس کا دل اس کی زبان کے ساتھ ہو یعنی زبان اس کے دل کی ترجمان ہو، اس کے قول و حال اور دل اور زبان میں فاصلہ نہ ہو۔ اور صدیق کی دوسری تعریف ہے:

(۲) **الَّذِي لَا يَتَغَيَّرُ بَاطِنُهُ مِنْ ظَاهِرِهِ** جس کا باطن ظاہری حالات سے متاثر نہ ہو۔ اور صدیق کی تیسری تعریف ہے:

(۳) **الَّذِي يَبْدُلُ انْكَوْنَيْنِ فِي رِضَا مَحْبُوبِهِ**^{۴۴} صدیق وہ ہے جو دونوں جہاں اللہ پر فدا کر دے۔ دنیا فدا کرنا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن آخرت کیسے فدا کریں؟ یعنی جنت کے لالچ میں نیک عمل مت کرو، اللہ کی خوشی کے لیے کرو اور جنت کو ثانوی درجہ میں رکھو۔ دلیل اس کی یہ ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ^{۴۵}

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنت کو موخر کرنا دلیل ہے کہ اے اللہ کے عاشقو! پہلے اللہ کو خوش کرنے کے لیے روزہ نماز کرو، جنت کو ثانوی درجہ میں رکھو اور گناہ جب چھوڑو تو پہلے اللہ کی ناراضگی کے خوف سے چھوڑو اور اس کی دلیل ہے **وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ** اے خدا! پہلے میں تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا

^{۴۴} ذکرة الألوسی فی روح المعانی: ۴۸/۱۳، فی تفسیر سورة یوسف (۲۶)، دار احیاء التراث، بیروت

^{۴۵} أخرجه الامام الشافعی فی مسنده: ۱۳/۱۳، ذکرة ابن عادل فی تفسیره اللباب لابن عادل: ۵۹/۴، فی تفسیر سورة الفتح الآية (۲۹)، دار الکتب العلمیة، بیروت

ہوں پھر دوزخ سے۔ اور جہنم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثانوی درجہ میں کر دیا، کیوں کہ اے اللہ! تیرا ناراض ہونا جہنم سے کم نہیں۔ اس دعا میں اُمت کو آپ نے تعلیم دے دی کہ یوں مانگو: اے اللہ! آپ کو ناخوش کرنا، گناہ کر کے حرام خوشی لانا اور حسینوں کے نمک حرام کو چکھنا یہ آپ کی ناراضگی کا سبب ہے اس لیے ہم آپ کی ناخوشی سے بچنا چاہتے ہیں اور ہم اپنی ایسی تمام خوشیوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔

صدیق کی تین تعریفیں تو آپ نے سن لیں اور جو تھی تعریف اللہ تعالیٰ نے اختر کو اپنے مبداء فیض سے براہ راست عطا فرمائی بہ دعائے بزرگاں بطفیل اہل اللہ۔ جس مبداء فیض سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوا اس مبداء فیض سے اگر اختر کو بھی عطا ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ وہ جو تھی تعریف یہ ہے کہ جو بندہ اپنی ہر سانس کو اللہ پر فدا کرے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں اپنے اندر نہ لائے یہ بھی صدیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے یہ مقام ہم سب کو عطا فرمائے اور ولایت صدیقیت کی انتہا تک محض اپنے کرم سے ہم سب کو پہنچادے اگرچہ ہمارے سینے اس کے اہل نہیں، لیکن اے اللہ! آپ تو اہل ہیں، ہم نااہلوں کو اہل بنانے پر بھی قادر ہیں، لہذا ہم نالائقوں پر اپنے کرم کی موسلا دھار بارش برسا دیجیے، آمین یارب العالمین۔

حدیث پاک **إِثْقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ** کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! تم اگر گناہ سے بچو، اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرو تو تم سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ متقی کو سب سے بڑا عبادت گزار اس لیے فرمایا چوں کہ تقویٰ جو بیس گھنٹہ کی عبادت ہے۔ نوافل و ذکر و تلاوت کوئی جو بیس گھنٹہ نہیں کر سکتا لیکن گناہ نہ کرنے کی عبادت جو بیس گھنٹے جاری رہتی ہے۔

حق ربوبیت اور تقاضائے بندگی

خدائے تعالیٰ کو ناراض نہ کرنا حق تعالیٰ کی پرورش اور احسان کا بھی تقاضا ہے اور شرافت بندگی کا بھی تقاضا ہے کہ اپنے پالنے والے کو ناراض کر کے ہم لذتوں کو اپنے قلب میں نہ لائیں اور یہ حقیقت وہ ہے کہ لائق بچے بھی جس پر عمل پیرا ہیں کہ حملہ کا کوئی لڑکا اگر کہتا ہے کہ چلو آج سینما دیکھیں، تو شریف بچہ کہتا ہے کہ نہیں! ابا ناراض ہو جائیں گے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ آج ابا کی فکر چھوڑو، ابا کو ناراض ہونے دو، تو جو لائق بیٹا ہوتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ابا نے ہمیں پالا ہے، ہم تمہارے مشورہ پر عمل کر کے اپنے پالنے والے کو ناراض نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، سارے عالم کو پال رہے ہیں، وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم ان کو ایک لمحہ

کے لیے ناراض نہ کریں۔ وہ سارے عالم کے پروردگار ہیں، سارے عالم کی پرورش کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اور ہم سب اجزائے عالم ہیں، تو جو سارے عالم کو پال سکتا ہے وہ جزو عالم کو نہیں پال سکتا؟ لہذا شیطان کی دھمکی سے مت متاثر ہونے کہ تم کہاں سے کھاؤ گے، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان کی چال میں آکر رزق کے معاملہ میں تم حرام و حلال کی پروانہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمہ رزق نہیں رکھا ہے، ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے، بس تھوڑا سا سبب تو اختیار کرنا پڑے گا، مثلاً دوکان کھولنی پڑے گی لیکن گاگ اللہ تعالیٰ بھیجے گا، اس لیے ان کو ناراض کر کے نہ رزق کماتا، نہ کوئی ایسا کام کرو جو ان کی ناراضگی کا سبب ہو۔

چھوٹے بچوں سے وفاداری کا سبق

لہذا جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اخترا پیل کرتا ہے اور گوجھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت عرب میں مقرر ہوں ورنہ اگر مالک آپ لوگوں کے دلوں میں محبت نہ ڈالتا تو میری بات آپ کیوں سنتے، اس لیے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو فوراً ایک چھوٹے بچے سے سبق لے لو۔ بعض بچے ایسے مہذب اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ان کو ٹانی پیش کرتا ہے کہ لویہ ٹانی تو وہ بچہ اپنے ابا کو دیکھتا ہے کہ ابا کا کیا اشارہ ہے؟ جب ابا آنکھ سے اشارہ کر دیتا ہے کہ لے لو تو وہ بچہ لے لیتا ہے ورنہ نہیں لیتا۔ اسی طرح جب آپ کے دل میں بھی کوئی خواہش پیدا ہو اور شیطان حسین شکلوں کی ٹانی پیش کرے تو آسمان کی طرف دیکھو کہ ربا کیا چاہتا ہے؟ وہ اس بات سے خوش ہے یا نہیں؟ کیا ربا کا حق ابا سے زیادہ نہیں ہے؟ باپ نے یہ آنکھیں نہیں بنائی۔ **بَجْمِيعِ اَعْضَائِنَا** **وَبَجْمِيعِ اَجْزَائِنَا وَبَجْمِيعِ كَيْفِيَّاتِنَا** ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں، ہمارا کوئی عضو اور کوئی جز، ہماری کوئی کیفیت اور کوئی خواہش ان کی غلامی سے آزاد نہیں ہے لہذا جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو، خواہ نظر کی ہو یا زبان کی ہو، ہاتھ کی ہو یا پیر کی ہو تو ایک چھوٹے بچے سے سبق لے لو کہ وہ ابا کے اشارہ کے بغیر ایک ٹانی تک نہیں لیتا۔ آہ! ہم ایک چھوٹے بچے سے بھی گئے گزرے ہیں کہ ربا کا اشارہ نہیں دیکھتے اور اپنی خواہش پر عمل کر لیتے ہیں، لہذا شرافتِ بندگی کا تقاضا ہے کہ جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو ربا کا اشارہ دیکھو کہ وہ خوش ہے یا نہیں اور اپنے دل سے فتویٰ لے لو۔ اگر آپ کا دل فیصلہ کر دے کہ اے دل! تجھ کو تو مزہ آئے گا مگر اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش نہیں ہوں گے، تو بس پھر اپنی خوشیوں کا خون کرنا سیکھ لو۔ اسی خونِ آرزو سے وہ ملتے ہیں۔

عالم شباب کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے کا انعام

اپنی مٹی کو ان مٹی کے کھلونوں پر مٹی مت کرو۔ جس اللہ تعالیٰ نے عالم شباب عطا فرمایا ہے اپنے شباب کو اسی پر فدا کرو، کیوں کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جس جوان نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ پر فدا کی اور نافرمانی سے جوانی کا عیش نہیں لیا اس کو قیامت کے دن سایہ عرش الہی کا وعدہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے: **شَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ** جس جوان کی جوانی اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھی اور دوسری روایت ہے **شَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ** اور تیسری روایت (فتح الباری) شرح بخاری میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس کو اختر آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے کہ **شَابٌ أَقْنَى شَبَابَهُ وَنَشَاطَهُ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ** جس جوان نے اپنی جوانی کی نشاط اور خوشیاں سب اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فنا کر دیں، اس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔ اور میرے شیخ فرماتے تھے کہ جو اپنی خواہشات کو جلا کر خاک کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور خون آرزو کرتا ہے، شکستِ تمنا کرتا ہے، اس کا جلا بھنا دل اور ایمان اس قدر خوشبودار ہوتا ہے کہ شامی کباب اس کے مقابلہ میں کیا چیز ہے۔ جدھر سے یہ گزر جائے گا کافر بھی کہہ اٹھے گا کہ بھی! یہ کوئی اللہ والا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں، وہ کسی بندے کی محنت اور مجاہدہ شکستِ آرزو اور خونِ تمنا کو رائیگاں نہیں کرتے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اسی روئے زمین پر کتنے بندے ہیں جو وی ای آر، سینما، ڈش انڈینا اور بد نظری کی لعنت میں مبتلا ہیں لیکن ان ہی میں کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو میری لعنت سے بچنے کے لیے اپنی نظر کی حفاظت کرتے ہیں، ان کا دل ہزاروں زخمِ حسرت کھاتا رہتا ہے مگر یہ وہ بندے ہیں جو مجھ کو ناراض کر کے حرام لذت کو استیراء نہیں کرتے، در آمد نہیں کرتے۔

زُحَل، مُشْتَرَى اور مَرْتَح کے متعلق سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زُحَل اور مُشْتَرَى کو چار چاند، مَرْتَح کو چھ چاند اور زمین کو ایک چاند دیا ہے اور عطارد کو ایک چاند بھی نہیں دیا کیوں کہ سورج کے بالکل قریب ہے، اس لیے سورج کی روشنی سے ہر وقت چمکتا رہتا ہے۔ اسی پر میں کہتا ہوں کہ آفتاب ایک مخلوق ہے اس کے قریب رہنے والے سیارہ کو اللہ نے چاندوں سے مستغنی کر دیا، تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو اپنے قلب میں خالق آفتاب اور خالق شمس و قمر کی تجلیاتِ خاصہ رکھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ان کو زمین کے چاندوں سے مستغنی نہ کر دے گی؟ یہی وجہ ہے کہ وہ مٹی کے رنگ و روغن سے، مٹی کے ڈسٹپروں

سے، مٹی کے کھلونوں سے نہیں جکتے۔ یہی دلیل ہے کہ ان کا قلب غیر اللہ سے مستغنی ہے، یہی علامت ہے کہ یہ شخص صاحبِ نسبت ہے۔ یہی علامت ہے کہ یہ صاحبِ ولایت ہے، یہی علامت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ولی اور دوست ہے۔ جب تک قلب غیر اللہ سے مستغنی نہ ہو اور دنیا کے چاندوں پر مر رہا ہو، تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ سے ابھی محروم ہے۔

حدیث نمبر ۱۴

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَ التَّوَابَ ۳۶

ترجمہ: اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اس بندہ کو جو مومن ہے، لیکن بار بار خطا میں مبتلا ہو جاتا ہے مگر بکثرت توبہ بھی کرتا ہے۔

خوفِ شکستِ توبہ اور عزمِ شکستِ توبہ کا فرق

جب انسان توبہ کرتا ہے کہ اے اللہ! اب میں اس غلطی کو دوبارہ نہیں کروں گا، تو اس کا دل بھی اس کو ملامت کرتا ہے اور شیطان بھی اس کے کان میں کہتا ہے کہ تمہاری توبہ بار بار دیکھ چکا ہوں، بارہا تم نے ارادہ کیا کہ کسی کی بہو بیٹی کو نہیں دیکھوں گا، بد نظری نہیں کروں گا لیکن تم نے ہر بار توبہ توڑی ہے، تمہاری توبہ زبانی ہے اور قبول نہیں، کیوں کہ قبولیتِ توبہ کے لیے شرط یہ ہے کہ **أَنْ يَعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا أَنْ لَا يَعُودَ إِلَيْهَا أَبَدًا** ۳۷ ارادہ پکا ہو کہ دوبارہ ہم اس خطا کو نہیں کریں گے اور بار بار توبہ کا ٹوٹنا تو پکے ارادے کے خلاف ہے، لہذا تم کیا توبہ کرتے ہو، بارہا میں تمہارا تماشادیکھ چکا ہوں۔

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اس طرح شیطان مایوسی پیدا کرتا ہے کہ ہمارا عزم توبہ شاید قبول نہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ گناہ نہ کرنے کا یہ پکا ارادہ بھی قبول ہے بشرطیکہ اس ارادے کے وقت شکستِ ارادہ کا ارادہ

۳۶۔ ہذا حدیث عن مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ. عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَ التَّوَابَ» أخرجه أحمد في مسنده (۴۲/۲)، برقم (۶۰۵)، دار الكتب العلمية

۳۷۔ ذكره النووي في شرحه لصحيفه مسلم: ۳۲۶/۲، في باب بيان النقصان في الايمان، دار احياء التراث، بيروت

نہ ہو یعنی توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو۔ جس آدمی کی توبہ بار بار ٹوٹی رہتی ہے وہ جب اللہ سے کہتا ہے کہ اے اللہ! اب کبھی یہ گناہ نہ کروں گا تو اس کو اپنی توبہ کے ٹوٹنے کا خوف ہوتا ہے تو یہ خوفِ شکستِ توبہ ہے عزمِ شکستِ توبہ نہیں ہے۔ یعنی یہ توبہ ٹوٹنے کا خوف ہے، توبہ توڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ توبہ ٹوٹنے کا خوف اور چیز ہے اور توبہ توڑنے کا ارادہ اور چیز ہے، توبہ کے ٹوٹنے کا خوف عزمِ توبہ کے خلاف نہیں ہے اور قبولیتِ توبہ میں حائل نہیں ہے، مانع نہیں ہے۔ بس توبہ کرتے وقت دل میں پکا ارادہ ہو کہ اب کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا اور توبہ کو نہیں توڑوں گا تو اس کی توبہ قبول ہے لیکن پھر بھی دل میں توبہ ٹوٹنے کا خوف آئے تو یہ خوف کچھ مضر نہیں بلکہ عینِ عبدیت، عینِ بندگی، عینِ اعترافِ قصور اور اپنی کمزوری کا اقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس بندہ سے خوش ہو گا کہ میرا بندہ توبہ تو کر رہا ہے لیکن اپنے ضعفِ بشریت کی وجہ سے شکستِ توبہ سے ڈر بھی رہا ہے۔

اور اس خوف کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ توبہ توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے جب کہ اس کے دل میں پکا ارادہ بھی ہے کہ میں آئندہ ہر گز یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اس کے ارادہ کے مقابلہ میں جب پکا ارادہ توبہ توڑنے کا ہو گا تب توبہ ٹوٹے گی۔ اگر وسوسہ آگیا تو بھی توبہ نہیں ٹوٹی کیوں کہ یقین کو یقین زائل کر سکتا ہے۔ وسوسہ اور وہم و گمان یقین کو نہیں زائل کر سکتا جیسے اگر کسی کو شبہ ہو جائے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تو جب تک یقین نہ ہو وضو نہیں ٹوٹا۔ اتنا یقین ہو کہ وہ قسم کھالے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تب بے وضو ہوتا ہے۔ اسی طرح خوف و وسوسہ شکستِ توبہ، عزمِ شکستِ توبہ نہیں ہے۔

لہذا خوفِ شکستِ توبہ کا ہونا محمود اور عینِ بندگی ہے کیوں کہ اس خوف میں اظہارِ عاجزی، اظہارِ کمزوری اور اظہارِ قصور بندگی ہے بلکہ جس کو یہ خوف نہ ہو وہ خطرہ میں ہے۔ یہ خوف نہ ہونا دلیل ہے کہ اس کو اپنے دست و بازو پر بھروسہ ہے، وہ اللہ سے مدد کا کیا طالب ہو گا اور جس کو توبہ کے ٹوٹنے کا خوف ہے وہ اللہ سے استمداد کرے گا۔ **يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ**^{۵۸} پڑھے گا اور اللہ سے کہے گا کہ اے اللہ! اپنے نفس سے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میرا نفس پھر توبہ نہ توڑ دے لہذا اس توبہ پر قائم رہنے کی آپ سے امداد مانگتا ہوں۔ اگر ہم اپنی استقامت میں اللہ تعالیٰ کی اعانت کے محتاج نہ ہوتے تو **يَا تَاكُفُّ عَنَّا** کے

۵۸۔ ہذا جزء من حدیث شہر بن حوشب، قال: قُلْتُ لَأَوْ سَلَّمَةَ: يَا أَمْرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ عِنْدَهُ؟ قَالَتْ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَأَكْثَرُ دُعَائِكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ؟ قَالَ: يَا أَمْرَ سَلَمَةَ إِنَّهُ لَيْسَ أَدْمِي إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ فَمَنْ شَاءَ أَقَامَ وَمَنْ شَاءَ أَرَاغَ. فَتَلَا مُعَاذَ { رَبَّنَا لَا تُغِثْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا } أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي جَامِعِهِ: ۳/۲، فِي بَابِ مَا جَاءَ ان الْقُلُوبِ بَيْنَ أَصْبَعِي الرَّحْمَنِ إِيحَا إِيحَا سَعِيدٍ

ترجمہ: اے اللہ! آپ کی مغفرت و رحمت میرے گناہوں سے وسیع تر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، بس یکا ارادہ ہو کہ آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا تو وہ توبہ قبول ہے چاہے لاکھ خوف ہو کہ آئندہ کہیں میری توبہ ٹوٹ جائے چاہے وسوسہ بھی آئے کہ میری توبہ ٹوٹ جائے گی تو یہ خوف اور وسوسہ قبولیتِ توبہ کے لیے کچھ مضر نہیں۔ ہرگز مایوس نہ ہوں۔ اور اگر بالفرض ضعفِ بشریت سے آئندہ توبہ ٹوٹ بھی گئی تو پھر توبہ کر لے اور توبہ ٹوٹنے سے پہلی توبہ غیر مقبول نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کریم ہیں، جب ایک بار قبول فرمالتے ہیں پھر اس کو غیر مقبول نہیں فرماتے۔ پس وہ توبہ قبول ہے۔ لہذا لاکھ بار خطا ہو لاکھ بار معافی مانگو، رورور کر اللہ تعالیٰ کو منالو، وہ کریم مالک اپنے بندوں کی آہ و زاری کو رد نہیں فرماتا۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی

بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے

جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

آخر میں ایک بات کہتا ہوں کہ ٹی بی کے زخم کی شفا کے لیے یہاں مری کی پہاڑیوں پر بھیجتے ہیں۔ کچھ جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں جن کے ماحول میں ٹی بی کا زخم اچھا ہو جاتا ہے۔ بار بار توبہ ٹوٹنے کا جو زخم ہے اگر اہل اللہ کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ لو تو اللہ کا یقین، اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف دل میں آئے گا اور یہ زخم اچھا ہو جائے گا۔ جڑی بوٹیوں میں تو یہ اثر ہو کہ زخم اچھا ہو جائے اور اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر نہ ہو کہ غفلت کا، بار بار شکستِ توبہ کا زخم اچھا نہ ہو۔

توبہ کرنے والا بھی اللہ کا محبوب ہے

بعض گناہ گاروں کو شیطان بہکاتا ہے، مایوس کرتا ہے کہ تم سے اللہ تعالیٰ کیسے محبت کرے گا؟ تم نے تو دھندہ بنا رکھا ہے گناہ کا اور دھندہ بھی کیسا جو کبھی مند نہیں ہوتا، تو کیسا بندہ ہے؟ اس کا جواب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا کہ **لَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَّ** اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور آئندہ بھی محبوب رکھے گا اس بندہ کو جو مؤمن ہے، کیسا مؤمن ہے **الْمُفْتَنَّ** جس سے بار بار گناہ ہو جاتا

ہے، فتنہ گناہ میں بار بار مبتلا ہوتا ہے مگر ایک خوبی اس میں ایسی ہے جو سبب ہے اس کی محبوبیت کا اور وہ اس کی فائنل رپورٹ ہے، وہ کیا ہے؟ **التَّوَّابُ** وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والا بھی ہے، اللہ تعالیٰ سے رورو کر معافی مانگتا ہے، گناہ کر کے خوش نہیں ہوتا، پچھتا تا ہے کہ آہ! میں نے کیوں اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا؟ اس لیے نادم ہو کر دل کی گہرائی سے توبہ کرتا ہے اور توبہ کی چار شرطوں کے ساتھ توبہ کرتا ہے۔

توبہ سے محبوبیت کی ایک عجیب تمثیل

گناہ سے فوراً بھاگ جاتا ہے، گناہ سے علیحدہ ہو کر فوراً توبہ کرتا ہے اگرچہ بار بار فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے لیکن توبہ صادقہ کی برکت سے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ یہ بتاؤ اگر ماں کے سینہ پر چھوٹا بچہ پاخانہ کر دے تو کیا اماں اسے چاقو سے ذبح کر دیتی ہے یا نہلا دھلا کر پھر پیار کرتی ہے، نیا کپڑا پہناتی ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے بندوں کو تقویٰ کا نیا نیا لباس پہناتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں لباس کی کمی نہیں ہے، ماں تو تھک سکتی ہے کہ اب میرے پاس لباس نہیں ہے، پمپر (pamper) بھی نہیں ہے، اب تجھے کیا پہناؤں لیکن اللہ تعالیٰ نہیں تھکتے، تقویٰ کے بے شمار لباس ان کے پاس ہیں۔ جب بندہ نے توبہ کی کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھ سے غلطی ہو گئی معاف کر دیجیے، اس حرام مزہ سے میں سخت نادم و شرمندہ ہو کر معافی چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فوراً معاف فرمادیتے ہیں۔ توبہ کی پہلی شرط یہ ہے:

(۱) گناہ سے الگ ہو گیا۔

(۲) شرمندہ ہو گیا۔ دل کو ڈکھ پہنچ گیا کہ آہ! میں نے کیوں گناہ کیا، قلب میں ندامت پیدا ہو گئی۔

(۳) آئندہ کے لیے پکارا دہ کرتا ہے کہ اے اللہ! اب آپ کو آئندہ کبھی ناراض نہیں کروں گا اگرچہ دل کہتا ہے کہ تو پھر کرے گا لیکن دل کی بات نہ ماننے کا عزم رکھتا ہے، اگرچہ شیطان و سوسہ ڈالتا ہے کہ تو پھر مبتلا ہو گا۔ شیطان یہ و سوسہ ڈالے تو کہہ دو کہ اگر دوبارہ گناہ کر بیٹھوں گا تو پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ ان کے در کے علاوہ اور کوئی در بھی تو نہیں ہے۔ کیا ماں نہیں جانتی کہ میرا بچہ دوبارہ پاخانہ کرے گا۔ ماں کو یقین ہے کہ ابھی ایک سال کا بچہ ہے، یہ تو دوبارہ پاخانہ کرے گا لیکن وہ اپنے بچہ کی صفائی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی توفیق توبہ دے کر اپنے گناہ گار بندوں کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ جانتا ہے کہ یہ ظالم پھر گناہ کرے گا۔ اس حدیث پاک کی شرح کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان بندوں کو جو بار بار گناہ کے فتنہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں مگر توبہ بھی زبردست کرتے ہیں۔

ندامت کے آنسوؤں کی کرامت

تو اب ہیں، کثیر التوبہ ہیں یعنی بہت زیادہ روتے ہیں، بہت زیادہ اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ ان کے یہ آنسو اللہ کے خزانے میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ایسا بندہ کبھی رائیگاں نہیں ہو گا ان شاء اللہ، چاہے شیطان و نفس اس کو گناہوں کے جنگل میں اللہ سے کتنے ہی دور لے جائیں لیکن وہ جو پہلے اللہ تعالیٰ سے رویا تھا کہ اے اللہ! میری حفاظت کرنا، گناہوں سے مجھے ضائع نہ ہونے دینا، اس کے وہ سابقہ آنسو اللہ کی بارگاہ میں محفوظ تھے، اللہ تعالیٰ ندامت کے ان آنسوؤں کو رائیگاں نہیں کرتا۔ پھر ان آنسوؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندہ کو تلاش کرتی ہے کہ اے فرشتو! میرا بندہ مجھ سے بہت دور ہو گیا تم جا کے پھر اس کے دل میں توفیق ڈالو کہ توبہ کر کے پھر میرے پاس آجائے لہذا جو لوگ روتے ہیں کہ اللہ! ہمیں اپنی حفاظت میں رکھنا، ہمیں ضائع نہ ہونے دینا، خاتمہ ہمارا ایمان پر کرنا اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجیے ایسے رونے والے بندے ضائع نہیں ہوتے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا خاتمہ خراب نہیں ہو گا۔ جس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے اس کو رونے کی توفیق نہیں ملتی۔ اسی لیے محدثین نے لکھا ہے کہ ابلیس کو کبھی اپنے گناہ پر ندامت نہیں ہوئی، اس ظالم نے ہمیشہ **أَنْظُرِي** کہا کہ مجھے مہلت دیجیے، میں آپ کے بندوں کو گمراہ کروں گا۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ یہ ظالم اگر **أَنْظُرِي** کہہ دیتا کہ مجھ پر ایک نظر ڈال دیجیے تو معاف ہو جاتا **أَنْظُرِي** نہیں کہا **أَنْظُرِي** کہتا رہا کہ مہلت دیجیے تاکہ میں آپ کے بندوں کو بہکا تار ہوں، اس کو **أَنْظُرِي** کی توفیق نہیں ہوئی کیوں کہ یہ مردود تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت مانگنے کی توفیق نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ جس کو مقبول رکھتا ہے اس کو نظر عنایت مانگنے کی توفیق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلطی ہو گئی، نالائق ہوں مگر آپ کا ہوں، آپ ہی ہمارے واحد خدا ہیں، آپ کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جاؤں کہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، اگر گناہ گاروں کا الگ خدا ہوتا، نیک بندوں کا الگ خدا ہوتا تو وہاں چلا جاتا لیکن آپ ہی ایک خدا ہیں، نیکیوں کے بھی آپ خدا ہیں اور گناہ گاروں کے بھی آپ ہی خدا ہیں لہذا آپ کا دروازہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر گناہ نہیں چھوٹے تو آپ کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کسی کو بار بار دست آرہے ہیں تو ہر دفعہ استنجا بھی کرتا ہے اور کپڑے بھی بدلتا ہے۔ لہذا اگر بار بار گناہ ہوتے ہیں تو بار بار توبہ کرتے رہو، ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ آپ کو توبہ کی توفیق دے دے گا کہ میرا بندہ ہمیشہ رو رو کے مجھ سے معافی مانگتا ہے تو ان کو بھی رحم آجائے گا کہ لاؤ اب اس ظالم کو گناہ کرنے ہی نہ دو۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ایسی توفیق دے گا کہ ان شاء اللہ پھر مرتے دم تک ایک گناہ بھی نہیں کرو گے لیکن ہمارا کام رونا

ہے روتے رہو، روتے رہو، روتے رہو، یہاں تک کہ ان کو رحم آجائے۔ خوب سمجھ لو یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس میں ناامیدی نہیں، یہاں امیدوں کے ہزاروں آفتاب روشن ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵

إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوا لَهُ لَعَلَّه أَنْ يُصِيبَكُمْ نَفْحَةٌ مِّنْهَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا أَبَدًا ۝

ترجمہ: بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے زمانے ہی کے دنوں میں نفحات آتے ہیں، ان کو تم تلاش کرو، اگر تم ان کو پا گئے تو اس کے بعد تم کبھی شقی نہیں ہو گے۔

تجلیاتِ جذب کے زمان و مکان

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوا لَهُ لَعَلَّه أَنْ يُصِيبَكُمْ نَفْحَةٌ مِّنْهَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا أَبَدًا** اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے زمانے ہی کے دنوں میں نفحات آتے ہیں، ان کو تم تلاش کرو، اگر تم ان کو پا گئے تو اس کے بعد تم کبھی بد نصیب نہیں ہو گے، تمہاری شقاوتِ ازلی سعادتِ ابدی سے تبدیل ہو جائے گی یعنی دائمی خوش نصیبی نصیب ہو جائے گی۔

نفحات کے کیا معنی ہیں؟ دیہاتی زبان میں اس کا ترجمہ ہے اللہ پاک کی رحمت کی ہواؤں کے جھونکے۔ اور شہری زبان میں اللہ تعالیٰ کی نسیمِ کرم اور بزبانِ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں نفحات کے معنی ہیں جذبات یعنی اللہ تعالیٰ کی جذب کرنے کی تجلیات:

اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ ۝

۱۵۔ هذا حدیث محمد بن مسلمة الأنصاری رضی اللہ عنہ أنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ، فَتَعَرَّضُوا لَهُ لَعَلَّه أَنْ يُصِيبَكُمْ نَفْحَةٌ مِّنْهَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا أَبَدًا. أخرجه الطبرانی في معجمه الكبير: ۱۳/۳۵۱ رقم (۱۵۸۱) وفي معجمه

الأوسط: ۲/۱۵۵، رقم (۲۳۱/۲)، رقم (۲۳۳، ۲۸۵۲)، دار الكتب العلمية

۱۳۔ الشوری:

یہاں جذبات مراد ہیں۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ **أَلَا جَبَبَاءُ مِنَ الْجَبَبِيِّ وَالْجَبَبِيُّ هُوَ الْجَذْبُ، جَبَبِيُّ** کے معنی جذب کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، وہ مقناطیس کا خالق ہے۔ جو اتنا زبردست مقناطیس پیدا کر سکتا ہے کہ زمین کا چوبیس ہزار میل کا گولا جس کے نیچے کوئی کالم نہیں فضاؤں میں معلق ہے۔ اسی طرح بے شمار عالم سیارات و نجوم اور ہزاروں شمس و قمر سب بلاستون فضاؤں میں معلق ہیں اور اپنے راستوں میں تیر رہے ہیں تو اتنا زبردست مقناطیس پیدا کرنے والا جس کو کھینچے گا وہ کیسے بغیر کھینچے رہ سکتا ہے، بندے کو جذب کرنا ان کے لیے کیا مشکل ہے۔ تو نجات کے معنی ہیں جذبات یعنی کھینچنے کی مقناطیسی لہریں۔

اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نجات کا ترجمہ کیا ہے **الْتَجَلِّيَاتُ الْمَقَرَّاتُ** اللہ تعالیٰ کی وہ تجلیات جو بندوں کو اللہ سے قریب کر دیتی ہیں، وہ تجلیات جو بندہ پر پڑ جائیں تو وہ اللہ کا پیارا اور مقرب ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ان تجلیات کا زمانہ تو معلوم ہو گیا لیکن مکان بھی تو معلوم ہو کہ ان تجلیات کو کہاں ڈھونڈیں، کدھر جائیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ان کا مکان بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

هُمْ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ^{۳۷}

ہمارے پیارے اور خاص بندوں کی یعنی ہمارے اولیاء کی شان یہ ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، جو ان کا جلیس وہم نشین ہوتا ہے کبھی شقی اور بد نصیب نہیں رہ سکتا، اپنے پیاروں کے صدقہ میں ہم اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیتے ہیں، شقی کو سعید کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی صحبت اور مجالس ان تجلیات کا مکان ہیں۔ شقاوت کو دور کرنے کے لیے اور سعادت دائمی حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت میں یہ

۳۷۔ هذا مختصر من حدیث أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ملائكة يطوفون في الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أهلَ الذُّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذُكُّونَ اللهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَيَّ حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَقْفُونَهم بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمُ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمَ مَا يَقُولُ عِبَادِي قَالُوا يَقُولُونَ يَسْبِغُونَكَ وَيَكْبُرُونَكَ وَيَحْسُدُونَكَ وَيَسْجُدُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ مَا رَأَوْكَ قَالَ فَيَقُولُ نَوْرًا أَوْ لَوْ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةٌ وَأَشَدَّ لَكَ تَنَجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا قَالَ يَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونِي قَالَ يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللَّهُ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ نَوْرًا أَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ نَوْرًا أَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلْبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَيَمْتَعُونَهم مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللَّهُ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ نَوْرًا أَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُولُ فَأَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فَلَنْ لَيْسَ مِنْهُمُ إِلَّا مَا جَاءَ بِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ. أخرجه البخاري في صحيحه (۹۳/۲) برقم (۳۰۰۸) في باب فضل ذكر الله عز وجل: المكتبة المظهرية

ہوائیں ملتی ہیں جہاں یہ تجلیات نازل ہوتی ہیں۔

شرح حدیثِ بالا بعنوانِ دیگر تجلیاتِ جذب کے زمان و مکان

جذب کے راستے کیا ہیں؟ یہ بھی بتائے دیتا ہوں۔ کوئی اگر چاہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی جذب عطا فرما دے تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ایک مکان اور ایک زمان دو چیزیں بتائی ہیں۔ زمان کیا ہے:

**إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوا لَهُ لَعَلَّهٗ
أَنْ يُصِيبَكُمْ نَفْحَةٌ مِّنْهَا فَلَا تَشْقُونَ بَعْدَهَا أَبَدًا**

اے لوگو! اے میری امت والو! تمہارے اس زمانہ کے دن و رات میں اللہ تعالیٰ کے جذب کی تجلیات اور ان کے قرب کی ہوائیں آتی رہتی ہیں۔ **فَتَعَرَّضُوا لَهُ** پس ان کو تلاش کرو، غافل نہ رہو، وہ تجلی اگر تم کو مل گئی **فَلَا تَشْقُونَ بَعْدَهَا أَبَدًا** تو تم کبھی بد بخت و بد نصیب نہیں ہو گے، ہمیشہ کے لیے ولی اللہ بن جاؤ گے۔ نفس و شیطان تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ دن و رات میں یہ تجلیات کب آتی ہیں؟ اگر کوئی بتا دے کہ جمعہ کے دن ایک عظیم نعمت آنے والی ہے تو آدمی پوچھے گا کہ کہاں؟ کراچی کہ حیدرآباد کہ لاہور؟ لہذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری شریف میں اس کا مکان بھی بتا دیا کہ وہ تجلی کہاں نازل ہوتی ہے؟ **فِي أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ** تو اس حدیث میں وارد ہے کہ تمہارے زمانہ کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وہ ہوائیں آتی ہیں۔ نجات کا ترجمہ عام علماء نے کیا ہے کہ نسیمِ کرم کے جھونکے، اللہ تعالیٰ کی نسیمِ کرم کے جھونکے جو دنیا میں آسمان سے آتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے ترجمہ کیا جذبات یعنی جذب کرنے والی تجلیات۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نجات کا ترجمہ جذبات ہے یعنی اللہ تعالیٰ جذب کرنے والی تجلی دنیا میں بھیجتا ہے جس کو لگ جاتی ہے وہ جذب ہو جاتا ہے۔ پس ایک طبقہ نے ترجمہ کیا نسیمِ کرم، ملا علی قاری نے کیا جذبات یعنی کھینچنے والی تجلیات۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے التشریف فی احادیث التصوف میں نجات کا ترجمہ کیا **التَّجَلِّيَّاتُ الْمُقَرَّبَاتُ** اللہ تعالیٰ کے وہ جلوے و تجلیات جس سے بندہ کو اللہ تعالیٰ اپنا پیارا اور مقرب کر لیتے ہیں لیکن **أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ** سے آپ کو زمانہ معلوم ہوا لیکن یہ کیسے پتا چلے گا کہ یہ تجلیات کہاں ملتی ہیں۔ مکان بھی تو معلوم ہونا چاہیے۔ کوئی کہہ دے کہ اس زمانہ میں بھی ولی

اللہ رہتے ہیں تو زمانہ تو معلوم ہوا لیکن یہ بھی پتا چلے وہ کس شہر میں ہیں، کس ملک میں ہیں۔ بولے خالی زمانہ معلوم ہونے سے آپ تلاش کر سکتے ہیں؟ اس حدیث سے آج کوئی شخص ان تجلیات کا مکان تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امت پر احسان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے مقبول بندے جہاں رہتے ہوں تم ان کے پاس جاؤ، ان کے پاس بیٹھو:

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ

ان کی صحبت کی برکت سے تمہاری شقاوت، تمہاری بد بختی و بد نصیبی خوش نصیبی سے بدل جائے گی۔ یہی ہے **لَا تَشْفَوْنَ بَعْدَهَا أَبَدًا** اس حدیث میں تجلیات جذب کا زمانہ بتایا گیا کہ اس دنیا کے شب و روز میں جس کو وہ تجلی مل گئی وہ شفی نہیں رہ سکتا اور بخاری شریف کی اس حدیث پاک **لَا يَشْفِي جَلِيسُهُمْ** میں ان تجلیات کا مکان بتایا گیا کہ وہ اللہ والوں کی جگہ ہے، جہاں وہ تجلیات جذب کی آتی ہیں، جہاں اللہ والے رہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ ہر وقت جذب کی تجلیات نازل کرتا ہے۔

مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص پنکھا جھل رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ حضرت! اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ کی رحمت دوسروں کو کیسے ملے گی، کیوں کہ عمل تو ان کا اچھا ہے، ان پر فضل ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن دوسرے تو نالائق بیٹھے ہیں ان کو رحمت کیسے ملی گی؟ فرمایا کہ تو مجھے پنکھا جھل رہا ہے یا ان سب کو؟ کہا: میں تو آپ ہی کو جھل رہا ہوں۔ فرمایا کہ یہ جتنے میرے پاس بیٹھے ہیں ان کو ہو الگ رہی ہے یا نہیں؟ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی پر برستی ہے اس کے پاس بیٹھے والوں کو بھی وہ رحمت ملتی ہے۔ لہذا تجلیات مقربات، تجلیات جذب اگر آپ لوگ چاہتے ہیں تو بروایت بخاری شریف اللہ کے خاص بندوں کے پاس بیٹھیے، ان کی صحبت اختیار کیجیے۔

خاص بندوں کی پہچان

آپ کو کیسے معلوم ہو کہ یہ خاص بندے ہیں؟ جو امت کے خاص بندے ہیں وہ ان کو خاص سمجھتے ہوں اور کسی بزرگ کی اس نے صحبت اٹھائی ہو، شریعت اور سنت پر چل رہا ہو، علمائے دین بھی اس کی تصدیق کر رہے ہوں، خالی عوام کا مجمع نہ ہو۔

تو آخر میں، میں نے بتا دیا کہ جذب کیسے ملے گا۔ زمانہ بھی بتا دیا اور مکان بھی بتا دیا۔ ایک حدیث

پاک میں زمانہ بتایا گیا کہ پورے زمانے میں قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تجلیات برستی رہیں گی **إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ** تمہارے رب کی طرف سے تمہارے زمانہ کے دن رات میں یہ تجلیات، جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جذب کرتا ہے نازل ہوتی رہیں گی۔ ان کو تلاش کرتے رہو، اگر کوئی تجلی حاصل ہوگی تو پھر کبھی شقی نہیں ہو سکتے۔ مگر ان کا مکان کہاں ہے اور یہ کہاں ملیں گی؟ تو دوسری حدیث پاک **لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ** میں بتا دیا گیا کہ اللہ والوں کی صحبت میں ملیں گی، جہاں اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور ان کا جلیس وہم نشین کبھی بد بخت و شقی نہیں رہ سکتا۔ معلوم ہوا کہ شقاوت سے محفوظ رکھنے والی تجلیات جذب کا مکان اہل اللہ کی مجالس ہیں۔

مزید شرح حدیث بالا

تجلیات جذب کے زمان و مکان

ہر شخص یہ سمجھے کہ مجھ سے برادنیامیں کوئی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ نہ ہوتا تو میں کسی کو منہ نہیں دکھا سکتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام شانیں اور خوبیاں موجود ہیں جس سے بندوں کی ہر خرابی دور ہو جائے اور ان کی بگڑی بن جائے۔ مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی منہائے تخریب کو اپنے ارادہ تعمیر کے نقطہ آغاز سے درست کر سکتے ہیں، اس لیے کتنی ہی خراب حالت ہو اللہ سے ناامید نہ ہو، دعا کرتا رہے اور اللہ والوں کی صحبت میں رہے، کیوں کہ یہ صحبتیں قسمت ساز ہوتی ہیں، قسمتیں ان اللہ والوں کے صدقہ میں بنتی ہیں۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ کی نسیم کرم کے جھونکے لگ جاتے ہیں۔ جامع صغیر کی روایت ہے: **إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامٍ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ** اے لوگو! تمہارے اسی زمانے میں تمہارے رب کی طرف سے نسیم کرم کے جھونکے آتے ہیں، اگر تم ان کو پاگئے تو **فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَهَا أَبَدًا** تم کبھی بد بخت نہیں ہو گے، مگر یہ جھونکے ملتے کہاں ہیں؟ زمانہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ جھونکے اسی دنیا میں آتے ہیں، لیکن ان کا مکان کہاں ہے؟ بخاری شریف کی حدیث سے ان کا مکان معلوم ہوا کہ یہ اللہ والوں کے پاس ملتے ہیں **هُمْ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ** یہ ایسے مبارک بندے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا نامراد اور بد قسمت نہیں رہتا۔ ایک حدیث سے تجلیات جذب کا زمانہ معلوم ہو اور دوسری حدیث سے ان تجلیات کا مکان معلوم ہو گیا، مگر نظر اللہ پر رہے، شیخ دروازہ ہے صرف دروازہ ہے، دینے والا کوئی اور ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے، مگر دروازہ سے ہی دیتے ہیں۔ عادت اللہ یہی ہے کہ اللہ والوں کے دروازہ ہی سے نسبت مع اللہ کی نعمتیں ملتی ہیں،

دروازہ کو چھوڑ کر کوئی جائے تو نہیں دیتے، مگر نظر دینے والے پر رکھو اور دروازہ کا ادب کرو۔ اللہ سے دعا کرو کہ اے اللہ! میں دروازہ پر پہنچ گیا مگر دینے والے آپ ہیں، آپ ہی میری اصلاح فرما دیجیے۔

حدیث نمبر ۱۶

إِنِّي خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي^{۵۴}

ترجمہ: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

صحبت یافتہ اور فیض یافتہ

جس بادشاہ کو اپنی بادشاہت کا علم نہ ہو وہ بادشاہ نہیں ہے۔ جس ڈپٹی کمشنر کو معلوم نہ ہو کہ میں اس حلقہ کا ڈپٹی کمشنر ہوں وہ ڈپٹی کمشنر بھی نہیں ہے۔ ایسے ہی جس پیغمبر کو اپنی نبوت کا علم نہ ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا فرض ہوتا ہے۔ کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس نے کہا ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نبی ہوں یا نہیں، بلکہ ہر نبی نے اپنی نبوت کا بانگ دہل اعلان فرمایا جس طرح خاتم النبیین سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوة حنین میں فرمایا کہ: **أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا بَنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ** اور قیامت تک کے لیے اعلان فرمایا: **أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي** کہ میں خاتم النبیین ہوں، اب میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، لہذا اب قیامت تک جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کذاب اور دجال ہے۔ انبیاء کو تو وحی سے اپنی نبوت کا یقینی علم ہو جاتا ہے، لیکن اولیاء اللہ کو

^{۵۴} هذا حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله ذوى لي الأرض، فترأيت مشارقتها ومغاربتها، فإن أمتي سبيلهم ملكها ما ذوى لي منها، وأعطيت الكثرين الأحرار والأبيض، فإني سألت ربي لأمتي أن لا يهلكها سنة عامة، وأن لا يسلب عليهم عدواً من سوي أنفسهم، فيستبى بيضتهم، فإن ربي، قال: يا محمد، إني إذا قضيت قضاءً، فإنه لا يرد، وإني أعطيتك لأمتك أن لا يهلكهم سنة عامة، وأن لا أسلب عليهم عدواً من سوي أنفسهم، فيستبى بيضتهم، ولو اجتمع عليهم من أقطارها، أو قال: من بين أقطارها حتى يكون بعضهم بهلكاً وبعضاً يبعضهم بعضاً، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إننا أخاف على أمتي الأيمنة المضلين، وإذا وضع السيف في أمتي لم يرفع عنها إلى يوم القيامة، ولا تقوم الساعة حتى يأتق قبايل من أمتي بالمشركين وحتى تعبداً الأوثان، وإنه سيكون في أمتي ثلاثون كذابون كلهم يزعم أنه نبي، وإني خاتم النبیین لا نبي بعدى ولكن تزال كما بقية من أمتي على الحق ظاهرين لا يظنهم من يخذلهم حتى يأتي أمر الله. أخرجه أبو داود في سننه (۲۳۸/۲) رقم (۳۲۵۳) في باب ذكر الفتن ودلايلها، والترمذي في سننه (۲۵/۲) برقم (۲۳۹) في باب ما جاء لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون، وروى عن حذيفة رضي الله عنه أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال: في أمتي كذابون ودجالون سبعة وعشرون منهم أربع نسوة وإني خاتم النبیین لا نبي بعدى. أخرجه أحمد في مسنده: ۳۲۲/۵ برقم (۲۳۲۰)، دار الكتب العلمية) والطبراني في معجمه الكبير: ۲/۳۷۳ برقم: ۲۹۵۵

بھی حالات و قرآن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے قلب میں وہ مولیٰ اپنی تجلی خاص سے متجلی ہو گیا، ولایتِ خاصہ عطا ہو گئی جس کو اپنے قلب میں اس مولیٰ کا قرب خاص محسوس نہ ہو وہ ولی نہیں، اس کا دل خالی ہے۔ ناممکن ہے کہ دریا میں پانی ہو اور اس کو محسوس نہ ہو کہ میرے اندر پانی ہے۔ اگر دریا خاک اڑا رہا ہے یہ دلیل ہے کہ اس دریا میں پانی نہیں ہے چاہے وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ میں لبالب بھرا ہوا ہوں اور سینہ تان کر بہ رہا ہوں لیکن اس کا خاک آمیز ماحول بتائے گا کہ یہ پانی سے محروم ہے، یہ ڈینگ ہانک رہا ہے اور لاف زنی کر رہا ہے، جب دریا لبالب بہتا ہے تو بہت دور تک اس کی ٹھنڈک فضاؤں میں داخل ہو جاتی ہے۔ کئی میل دور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس طرف دریا ہے، کیوں کہ ادھر سے جو ہوا آتی ہے وہ پانی سے لگ کر آتی ہے۔ پانی کی صحبت یافتہ ہوا اور ٹھنڈی ہوا، جو ہوا ٹھنڈی نہ ہو تو دلیل ہے کہ یہ پانی کی صحبت یافتہ نہیں ہے۔ اگر صحیح معنوں میں صحبت یافتہ ہوتی اور پانی کی ٹھنڈک کو صحیح معنوں میں جذب کیا ہوتا تو ضرور ٹھنڈی ہوتی۔ صحبت یافتہ کے معنی خالی صحبت یافتہ نہیں بلکہ فیض یافتہ صحبت ہے، اس لیے خالی یہ نہ دیکھیے کہ یہ شخص شیخ کے ساتھ رہتا ہے، بلکہ یہ دیکھیے کہ اس کے اندر شیخ کا فیض کتنا آیا، ورنہ وہ صحبت یافتہ تو ہے فیض یافتہ نہیں، کیوں کہ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** کا بدل الکل من الکل **صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** ہے یعنی انعام والے بندوں کا راستہ پکڑو تب صراطِ مستقیم پاؤ گے اور انعام والے بندے کون ہیں؟ ان کو دوسری آیت میں بیان فرمایا:

**وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا**^{۵۹}

پس اگر انعام والے بندوں کے ساتھ رہنے کے باوجود کوئی ان کی صفات کا حامل نہیں، تو کہا جائے گا کہ یہ فیض یافتہ صحبتِ منعم علیہم نہیں ہے، اس کے حسنِ رفاقت میں کوئی کمی ہے۔ **وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا** سے معلوم ہوا کہ صرف رفاقت کافی نہیں، حسنِ رفاقت مطلوب ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسنِ رفاقت میں کوئی کمی ہے اور وہ کمی کیا ہے؟ مثلاً شیخ کے ارشادات پر عمل نہ کرنا۔ بے برکتی کا سبب بے عملی اور بے فکری ہے۔ شیخ نے مشورہ دیا کہ غصہ نہ کرنا اور مخلوقِ خدا پر رحمت و شفقت کرنا تو شیخ کی بات کو مان لو اور زندگی بھر غصہ کو قریب نہ آنے دو۔ اگر شیخ کے مشوروں پر عمل کی توفیق نہیں تو وہ شخص فیض یافتہ نہیں ہے خواہ وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ مجھے فیض صحبت حاصل ہے لیکن اگر تمہارے قلب میں نسبت مع اللہ کا دریا بہ رہا ہے تو مغلوبیت

نفس کی خاک کیوں اُڑ رہی ہے؟ یہ غصہ سے تمہارا مغلوب ہو جانا دلیل ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے تعلق خاص سے محروم ہے، کیوں کہ اللہ کی محبت کی لازمی علامت تواضع، اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی **أَذَلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ** کہ یہ لوگ مومنین کے لیے بچھے جاتے ہیں، تواضع سے پیش آتے ہیں۔ جس شاخ میں پھل آجاتا ہے وہ جھک جاتی ہے اور یہ تمہارا اکر کے چلنا اور ہر کسی سے لڑنا اور ہر وقت طبیعت سے شکست کھا کر گر پڑنا، دلیل ہے کہ تمہارے اندر اللہ کی محبت کی کمی ہے اور شیخ کا فیض صحبت تمہیں نہیں ملا اور ملا تو بہت ہی کم ملا۔

شیخ کے فیض کے جذب کی صلاحیت دو چیزوں سے ملتی ہے: (۱) ذکر اللہ پر مداومت۔ (۲) تقویٰ پر استقامت۔ ذکر اللہ سے حیات ایمانی ملتی ہے اور فیض زندوں کو پہنچتا ہے، مردہ آدمی کو فیض کیا پہنچے گا؟ حدیث پاک میں ہے کہ ذاکر مثل زندہ کے ہے اور غیر ذاکر کی مثال مردہ کی سی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **فَإِنَّ مُدَاوَمَةَ ذِكْرِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ تَوْرُثُ الْحَيَوَةَ الْحَقِيقِيَّةَ الَّتِي لَا فَنَاءَ لَهَا** ^۱ ذکر پر مداومت مورث ہے حیات حقیقی کی جس کو کبھی فنا نہیں۔ جو ذکر نہیں کرتا وہ مثل مردہ کے ہے اور جذب فیض شیخ سے محروم رہتا ہے۔ صحبت یافتہ ہونے کے باوجود جن کو فیض نہیں ملا اس کے دو سبب ہیں: (۱) اللہ کو یاد نہ کرنا۔ (۲) تقویٰ سے نہ رہنا یعنی گناہ سے نہ بچنا۔ ہر شخص کو صحبت کا فیض بقدر مجاہدہ کے ہوتا ہے۔ اگر تل کو گلاب کے پھولوں میں بسایا ہوا ہے مگر وہ تل مجاہدہ سے نہیں گزرا، رگڑ رگڑ کے اس کی موٹی کھال یعنی بھوسی نہیں چھڑائی گئی، تو ایسا تل پھولوں کا صحبت یافتہ ہو گا فیض یافتہ نہیں ہو گا۔ اس کی موٹی موٹی کھال کے پردوں کی وجہ سے پھول کی خوشبو اس میں نفوذ نہیں کرے گی اور اسی تل کو اگر رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑادی جائے یہاں تک کہ ہلکا سا ایک غلاف رہ جائے جس میں سے تیل نظر آتا ہے کہ اگر سوئی چھو دو تو تیل باہر آجائے اتنا مجاہدہ کر کے اب گلاب کے پھولوں میں اگر اس تل کو بسا دو گے تو اب گلاب کا فیض پہنچے گا اور گلاب کی خوشبو تل کے تیل میں نفوذ کر جائے گی۔ معلوم ہوا کہ اگر صحبت یافتہ ہے، لیکن مجاہدہ کر کے دل سے غفلت کے پردوں کو نہیں ہٹاتا، گناہ سے بچنے کا غم نہیں اٹھاتا، تو شیخ کا فیض اس کے دل میں نفوذ نہیں کرے گا۔ صحبت یافتہ ہونا اور ہے، فیض یافتہ ہونا اور ہے۔

لہذا ذکر پر مداومت اور تقویٰ پر استقامت یعنی نظر کی حفاظت اور اللہ کے راستہ کا غم اٹھانے سے، گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانے سے جذب فیض مرشد کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ورنہ قیامت تک شیخ کے ساتھ رہو گے تو زماناً صحبت یافتہ ہونے کے باوجود فیض یافتہ نہ ہو گے۔ صحبت کا کچھ نہ کچھ فائدہ تو ضرور ہو گا لیکن نامکمل فائدہ

۱۵۱/۲:۱۵۲/۲:۱۵۳/۲:۱۵۴/۲:۱۵۵/۲:۱۵۶/۲:۱۵۷/۲:۱۵۸/۲:۱۵۹/۲:۱۶۰/۲:۱۶۱/۲:۱۶۲/۲:۱۶۳/۲:۱۶۴/۲:۱۶۵/۲:۱۶۶/۲:۱۶۷/۲:۱۶۸/۲:۱۶۹/۲:۱۷۰/۲:۱۷۱/۲:۱۷۲/۲:۱۷۳/۲:۱۷۴/۲:۱۷۵/۲:۱۷۶/۲:۱۷۷/۲:۱۷۸/۲:۱۷۹/۲:۱۸۰/۲:۱۸۱/۲:۱۸۲/۲:۱۸۳/۲:۱۸۴/۲:۱۸۵/۲:۱۸۶/۲:۱۸۷/۲:۱۸۸/۲:۱۸۹/۲:۱۹۰/۲:۱۹۱/۲:۱۹۲/۲:۱۹۳/۲:۱۹۴/۲:۱۹۵/۲:۱۹۶/۲:۱۹۷/۲:۱۹۸/۲:۱۹۹/۲:۲۰۰/۲:۲۰۱/۲:۲۰۲/۲:۲۰۳/۲:۲۰۴/۲:۲۰۵/۲:۲۰۶/۲:۲۰۷/۲:۲۰۸/۲:۲۰۹/۲:۲۱۰/۲:۲۱۱/۲:۲۱۲/۲:۲۱۳/۲:۲۱۴/۲:۲۱۵/۲:۲۱۶/۲:۲۱۷/۲:۲۱۸/۲:۲۱۹/۲:۲۲۰/۲:۲۲۱/۲:۲۲۲/۲:۲۲۳/۲:۲۲۴/۲:۲۲۵/۲:۲۲۶/۲:۲۲۷/۲:۲۲۸/۲:۲۲۹/۲:۲۳۰/۲:۲۳۱/۲:۲۳۲/۲:۲۳۳/۲:۲۳۴/۲:۲۳۵/۲:۲۳۶/۲:۲۳۷/۲:۲۳۸/۲:۲۳۹/۲:۲۴۰/۲:۲۴۱/۲:۲۴۲/۲:۲۴۳/۲:۲۴۴/۲:۲۴۵/۲:۲۴۶/۲:۲۴۷/۲:۲۴۸/۲:۲۴۹/۲:۲۵۰/۲:۲۵۱/۲:۲۵۲/۲:۲۵۳/۲:۲۵۴/۲:۲۵۵/۲:۲۵۶/۲:۲۵۷/۲:۲۵۸/۲:۲۵۹/۲:۲۶۰/۲:۲۶۱/۲:۲۶۲/۲:۲۶۳/۲:۲۶۴/۲:۲۶۵/۲:۲۶۶/۲:۲۶۷/۲:۲۶۸/۲:۲۶۹/۲:۲۷۰/۲:۲۷۱/۲:۲۷۲/۲:۲۷۳/۲:۲۷۴/۲:۲۷۵/۲:۲۷۶/۲:۲۷۷/۲:۲۷۸/۲:۲۷۹/۲:۲۸۰/۲:۲۸۱/۲:۲۸۲/۲:۲۸۳/۲:۲۸۴/۲:۲۸۵/۲:۲۸۶/۲:۲۸۷/۲:۲۸۸/۲:۲۸۹/۲:۲۹۰/۲:۲۹۱/۲:۲۹۲/۲:۲۹۳/۲:۲۹۴/۲:۲۹۵/۲:۲۹۶/۲:۲۹۷/۲:۲۹۸/۲:۲۹۹/۲:۳۰۰/۲:۳۰۱/۲:۳۰۲/۲:۳۰۳/۲:۳۰۴/۲:۳۰۵/۲:۳۰۶/۲:۳۰۷/۲:۳۰۸/۲:۳۰۹/۲:۳۱۰/۲:۳۱۱/۲:۳۱۲/۲:۳۱۳/۲:۳۱۴/۲:۳۱۵/۲:۳۱۶/۲:۳۱۷/۲:۳۱۸/۲:۳۱۹/۲:۳۲۰/۲:۳۲۱/۲:۳۲۲/۲:۳۲۳/۲:۳۲۴/۲:۳۲۵/۲:۳۲۶/۲:۳۲۷/۲:۳۲۸/۲:۳۲۹/۲:۳۳۰/۲:۳۳۱/۲:۳۳۲/۲:۳۳۳/۲:۳۳۴/۲:۳۳۵/۲:۳۳۶/۲:۳۳۷/۲:۳۳۸/۲:۳۳۹/۲:۳۴۰/۲:۳۴۱/۲:۳۴۲/۲:۳۴۳/۲:۳۴۴/۲:۳۴۵/۲:۳۴۶/۲:۳۴۷/۲:۳۴۸/۲:۳۴۹/۲:۳۵۰/۲:۳۵۱/۲:۳۵۲/۲:۳۵۳/۲:۳۵۴/۲:۳۵۵/۲:۳۵۶/۲:۳۵۷/۲:۳۵۸/۲:۳۵۹/۲:۳۶۰/۲:۳۶۱/۲:۳۶۲/۲:۳۶۳/۲:۳۶۴/۲:۳۶۵/۲:۳۶۶/۲:۳۶۷/۲:۳۶۸/۲:۳۶۹/۲:۳۷۰/۲:۳۷۱/۲:۳۷۲/۲:۳۷۳/۲:۳۷۴/۲:۳۷۵/۲:۳۷۶/۲:۳۷۷/۲:۳۷۸/۲:۳۷۹/۲:۳۸۰/۲:۳۸۱/۲:۳۸۲/۲:۳۸۳/۲:۳۸۴/۲:۳۸۵/۲:۳۸۶/۲:۳۸۷/۲:۳۸۸/۲:۳۸۹/۲:۳۹۰/۲:۳۹۱/۲:۳۹۲/۲:۳۹۳/۲:۳۹۴/۲:۳۹۵/۲:۳۹۶/۲:۳۹۷/۲:۳۹۸/۲:۳۹۹/۲:۴۰۰/۲:۴۰۱/۲:۴۰۲/۲:۴۰۳/۲:۴۰۴/۲:۴۰۵/۲:۴۰۶/۲:۴۰۷/۲:۴۰۸/۲:۴۰۹/۲:۴۱۰/۲:۴۱۱/۲:۴۱۲/۲:۴۱۳/۲:۴۱۴/۲:۴۱۵/۲:۴۱۶/۲:۴۱۷/۲:۴۱۸/۲:۴۱۹/۲:۴۲۰/۲:۴۲۱/۲:۴۲۲/۲:۴۲۳/۲:۴۲۴/۲:۴۲۵/۲:۴۲۶/۲:۴۲۷/۲:۴۲۸/۲:۴۲۹/۲:۴۳۰/۲:۴۳۱/۲:۴۳۲/۲:۴۳۳/۲:۴۳۴/۲:۴۳۵/۲:۴۳۶/۲:۴۳۷/۲:۴۳۸/۲:۴۳۹/۲:۴۴۰/۲:۴۴۱/۲:۴۴۲/۲:۴۴۳/۲:۴۴۴/۲:۴۴۵/۲:۴۴۶/۲:۴۴۷/۲:۴۴۸/۲:۴۴۹/۲:۴۵۰/۲:۴۵۱/۲:۴۵۲/۲:۴۵۳/۲:۴۵۴/۲:۴۵۵/۲:۴۵۶/۲:۴۵۷/۲:۴۵۸/۲:۴۵۹/۲:۴۶۰/۲:۴۶۱/۲:۴۶۲/۲:۴۶۳/۲:۴۶۴/۲:۴۶۵/۲:۴۶۶/۲:۴۶۷/۲:۴۶۸/۲:۴۶۹/۲:۴۷۰/۲:۴۷۱/۲:۴۷۲/۲:۴۷۳/۲:۴۷۴/۲:۴۷۵/۲:۴۷۶/۲:۴۷۷/۲:۴۷۸/۲:۴۷۹/۲:۴۸۰/۲:۴۸۱/۲:۴۸۲/۲:۴۸۳/۲:۴۸۴/۲:۴۸۵/۲:۴۸۶/۲:۴۸۷/۲:۴۸۸/۲:۴۸۹/۲:۴۹۰/۲:۴۹۱/۲:۴۹۲/۲:۴۹۳/۲:۴۹۴/۲:۴۹۵/۲:۴۹۶/۲:۴۹۷/۲:۴۹۸/۲:۴۹۹/۲:۵۰۰/۲:۵۰۱/۲:۵۰۲/۲:۵۰۳/۲:۵۰۴/۲:۵۰۵/۲:۵۰۶/۲:۵۰۷/۲:۵۰۸/۲:۵۰۹/۲:۵۱۰/۲:۵۱۱/۲:۵۱۲/۲:۵۱۳/۲:۵۱۴/۲:۵۱۵/۲:۵۱۶/۲:۵۱۷/۲:۵۱۸/۲:۵۱۹/۲:۵۲۰/۲:۵۲۱/۲:۵۲۲/۲:۵۲۳/۲:۵۲۴/۲:۵۲۵/۲:۵۲۶/۲:۵۲۷/۲:۵۲۸/۲:۵۲۹/۲:۵۳۰/۲:۵۳۱/۲:۵۳۲/۲:۵۳۳/۲:۵۳۴/۲:۵۳۵/۲:۵۳۶/۲:۵۳۷/۲:۵۳۸/۲:۵۳۹/۲:۵۴۰/۲:۵۴۱/۲:۵۴۲/۲:۵۴۳/۲:۵۴۴/۲:۵۴۵/۲:۵۴۶/۲:۵۴۷/۲:۵۴۸/۲:۵۴۹/۲:۵۵۰/۲:۵۵۱/۲:۵۵۲/۲:۵۵۳/۲:۵۵۴/۲:۵۵۵/۲:۵۵۶/۲:۵۵۷/۲:۵۵۸/۲:۵۵۹/۲:۵۶۰/۲:۵۶۱/۲:۵۶۲/۲:۵۶۳/۲:۵۶۴/۲:۵۶۵/۲:۵۶۶/۲:۵۶۷/۲:۵۶۸/۲:۵۶۹/۲:۵۷۰/۲:۵۷۱/۲:۵۷۲/۲:۵۷۳/۲:۵۷۴/۲:۵۷۵/۲:۵۷۶/۲:۵۷۷/۲:۵۷۸/۲:۵۷۹/۲:۵۸۰/۲:۵۸۱/۲:۵۸۲/۲:۵۸۳/۲:۵۸۴/۲:۵۸۵/۲:۵۸۶/۲:۵۸۷/۲:۵۸۸/۲:۵۸۹/۲:۵۹۰/۲:۵۹۱/۲:۵۹۲/۲:۵۹۳/۲:۵۹۴/۲:۵۹۵/۲:۵۹۶/۲:۵۹۷/۲:۵۹۸/۲:۵۹۹/۲:۶۰۰/۲:۶۰۱/۲:۶۰۲/۲:۶۰۳/۲:۶۰۴/۲:۶۰۵/۲:۶۰۶/۲:۶۰۷/۲:۶۰۸/۲:۶۰۹/۲:۶۱۰/۲:۶۱۱/۲:۶۱۲/۲:۶۱۳/۲:۶۱۴/۲:۶۱۵/۲:۶۱۶/۲:۶۱۷/۲:۶۱۸/۲:۶۱۹/۲:۶۲۰/۲:۶۲۱/۲:۶۲۲/۲:۶۲۳/۲:۶۲۴/۲:۶۲۵/۲:۶۲۶/۲:۶۲۷/۲:۶۲۸/۲:۶۲۹/۲:۶۳۰/۲:۶۳۱/۲:۶۳۲/۲:۶۳۳/۲:۶۳۴/۲:۶۳۵/۲:۶۳۶/۲:۶۳۷/۲:۶۳۸/۲:۶۳۹/۲:۶۴۰/۲:۶۴۱/۲:۶۴۲/۲:۶۴۳/۲:۶۴۴/۲:۶۴۵/۲:۶۴۶/۲:۶۴۷/۲:۶۴۸/۲:۶۴۹/۲:۶۵۰/۲:۶۵۱/۲:۶۵۲/۲:۶۵۳/۲:۶۵۴/۲:۶۵۵/۲:۶۵۶/۲:۶۵۷/۲:۶۵۸/۲:۶۵۹/۲:۶۶۰/۲:۶۶۱/۲:۶۶۲/۲:۶۶۳/۲:۶۶۴/۲:۶۶۵/۲:۶۶۶/۲:۶۶۷/۲:۶۶۸/۲:۶۶۹/۲:۶۷۰/۲:۶۷۱/۲:۶۷۲/۲:۶۷۳/۲:۶۷۴/۲:۶۷۵/۲:۶۷۶/۲:۶۷۷/۲:۶۷۸/۲:۶۷۹/۲:۶۸۰/۲:۶۸۱/۲:۶۸۲/۲:۶۸۳/۲:۶۸۴/۲:۶۸۵/۲:۶۸۶/۲:۶۸۷/۲:۶۸۸/۲:۶۸۹/۲:۶۹۰/۲:۶۹۱/۲:۶۹۲/۲:۶۹۳/۲:۶۹۴/۲:۶۹۵/۲:۶۹۶/۲:۶۹۷/۲:۶۹۸/۲:۶۹۹/۲:۷۰۰/۲:۷۰۱/۲:۷۰۲/۲:۷۰۳/۲:۷۰۴/۲:۷۰۵/۲:۷۰۶/۲:۷۰۷/۲:۷۰۸/۲:۷۰۹/۲:۷۱۰/۲:۷۱۱/۲:۷۱۲/۲:۷۱۳/۲:۷۱۴/۲:۷۱۵/۲:۷۱۶/۲:۷۱۷/۲:۷۱۸/۲:۷۱۹/۲:۷۲۰/۲:۷۲۱/۲:۷۲۲/۲:۷۲۳/۲:۷۲۴/۲:۷۲۵/۲:۷۲۶/۲:۷۲۷/۲:۷۲۸/۲:۷۲۹/۲:۷۳۰/۲:۷۳۱/۲:۷۳۲/۲:۷۳۳/۲:۷۳۴/۲:۷۳۵/۲:۷۳۶/۲:۷۳۷/۲:۷۳۸/۲:۷۳۹/۲:۷۴۰/۲:۷۴۱/۲:۷۴۲/۲:۷۴۳/۲:۷۴۴/۲:۷۴۵/۲:۷۴۶/۲:۷۴۷/۲:۷۴۸/۲:۷۴۹/۲:۷۵۰/۲:۷۵۱/۲:۷۵۲/۲:۷۵۳/۲:۷۵۴/۲:۷۵۵/۲:۷۵۶/۲:۷۵۷/۲:۷۵۸/۲:۷۵۹/۲:۷۶۰/۲:۷۶۱/۲:۷۶۲/۲:۷۶۳/۲:۷۶۴/۲:۷۶۵/۲:۷۶۶/۲:۷۶۷/۲:۷۶۸/۲:۷۶۹/۲:۷۷۰/۲:۷۷۱/۲:۷۷۲/۲:۷۷۳/۲:۷۷۴/۲:۷۷۵/۲:۷۷۶/۲:۷۷۷/۲:۷۷۸/۲:۷۷۹/۲:۷۸۰/۲:۷۸۱/۲:۷۸۲/۲:۷۸۳/۲:۷۸۴/۲:۷۸۵/۲:۷۸۶/۲:۷۸۷/۲:۷۸۸/۲:۷۸۹/۲:۷۹۰/۲:۷۹۱/۲:۷۹۲/۲:۷۹۳/۲:۷۹۴/۲:۷۹۵/۲:۷۹۶/۲:۷۹۷/۲:۷۹۸/۲:۷۹۹/۲:۸۰۰/۲:۸۰۱/۲:۸۰۲/۲:۸۰۳/۲:۸۰۴/۲:۸۰۵/۲:۸۰۶/۲:۸۰۷/۲:۸۰۸/۲:۸۰۹/۲:۸۱۰/۲:۸۱۱/۲:۸۱۲/۲:۸۱۳/۲:۸۱۴/۲:۸۱۵/۲:۸۱۶/۲:۸۱۷/۲:۸۱۸/۲:۸۱۹/۲:۸۲۰/۲:۸۲۱/۲:۸۲۲/۲:۸۲۳/۲:۸۲۴/۲:۸۲۵/۲:۸۲۶/۲:۸۲۷/۲:۸۲۸/۲:۸۲۹/۲:۸۳۰/۲:۸۳۱/۲:۸۳۲/۲:۸۳۳/۲:۸۳۴/۲:۸۳۵/۲:۸۳۶/۲:۸۳۷/۲:۸۳۸/۲:۸۳۹/۲:۸۴۰/۲:۸۴۱/۲:۸۴۲/۲:۸۴۳/۲:۸۴۴/۲:۸۴۵/۲:۸۴۶/۲:۸۴۷/۲:۸۴۸/۲:۸۴۹/۲:۸۵۰/۲:۸۵۱/۲:۸۵۲/۲:۸۵۳/۲:۸۵۴/۲:۸۵۵/۲:۸۵۶/۲:۸۵۷/۲:۸۵۸/۲:۸۵۹/۲:۸۶۰/۲:۸۶۱/۲:۸۶۲/۲:۸۶۳/۲:۸۶۴/۲:۸۶۵/۲:۸۶۶/۲:۸۶۷/۲:۸۶۸/۲:۸۶۹/۲:۸۷۰/۲:۸۷۱/۲:۸۷۲/۲:۸۷۳/۲:۸۷۴/۲:۸۷۵/۲:۸۷۶/۲:۸۷۷/۲:۸۷۸/۲:۸۷۹/۲:۸۸۰/۲:۸۸۱/۲:۸۸۲/۲:۸۸۳/۲:۸۸۴/۲:۸۸۵/۲:۸۸۶/۲:۸۸۷/۲:۸۸۸/۲:۸۸۹/۲:۸۹۰/۲:۸۹۱/۲:۸۹۲/۲:۸۹۳/۲:۸۹۴/۲:۸۹۵/۲:۸۹۶/۲:۸۹۷/۲:۸۹۸/۲:۸۹۹/۲:۹۰۰/۲:۹۰۱/۲:۹۰۲/۲:۹۰۳/۲:۹۰۴/۲:۹۰۵/۲:۹۰۶/۲:۹۰۷/۲:۹۰۸/۲:۹۰۹/۲:۹۱۰/۲:۹۱۱/۲:۹۱۲/۲:۹۱۳/۲:۹۱۴/۲:۹۱۵/۲:۹۱۶/۲:۹۱۷/۲:۹۱۸/۲:۹۱۹/۲:۹۲۰/۲:۹۲۱/۲:۹۲۲/۲:۹۲۳/۲:۹۲۴/۲:۹۲۵/۲:۹۲۶/۲:۹۲۷/۲:۹۲۸/۲:۹۲۹/۲:۹۳۰/۲:۹۳۱/۲:۹۳۲/۲:۹۳۳/۲:۹۳۴/۲:۹۳۵/۲:۹۳۶/۲:۹۳۷/۲:۹۳۸/۲:۹۳۹/۲:۹۴۰/۲:۹۴۱/۲:۹۴۲/۲:۹۴۳/۲:۹۴۴/۲:۹۴۵/۲:۹۴۶/۲:۹۴۷/۲:۹۴۸/۲:۹۴۹/۲:۹۵۰/۲:۹۵۱/۲:۹۵۲/۲:۹۵۳/۲:۹۵۴/۲:۹۵۵/۲:۹۵۶/۲:۹۵۷/۲:۹۵۸/۲:۹۵۹/۲:۹۶۰/۲:۹۶۱/۲:۹۶۲/۲:۹۶۳/۲:۹۶۴/۲:۹۶۵/۲:۹۶۶/۲:۹۶۷/۲:۹۶۸/۲:۹۶۹/۲:۹۷۰/۲:۹۷۱/۲:۹۷۲/۲:۹۷۳/۲:۹۷۴/۲:۹۷۵/۲:۹۷۶/۲:۹۷۷/۲:۹۷۸/۲:۹۷۹/۲:۹۸۰/۲:۹۸۱/۲:۹۸۲/۲:۹۸۳/۲:۹۸۴/۲:۹۸۵/۲:۹۸۶/۲:۹۸۷/۲:۹۸۸/۲:۹۸۹/۲:۹۹۰/۲:۹۹۱/۲:۹۹۲/۲:۹۹۳/۲:۹۹۴/۲:۹۹۵/۲:۹۹۶/۲:۹۹۷/۲:۹۹۸/۲:۹۹۹/۱۰۰۰

۱۵۱/۲:۱۵۲/۲:۱۵۳/۲:۱۵۴/۲:۱۵۵/۲:۱۵۶/۲:۱۵۷/۲:۱۵۸/۲:۱۵۹/۲:۱۶۰/۲:۱۶۱/۲:۱۶۲/۲:۱۶۳/۲:۱۶۴/۲:۱۶۵/۲:۱۶۶/۲:۱۶۷/۲:۱۶۸/۲:۱۶۹/۲:۱۷۰/۲:۱۷۱/۲:۱۷۲/۲:۱۷۳/۲:۱۷۴/۲:۱۷۵/۲:۱۷۶/۲:۱۷۷/۲:۱۷۸/۲:۱۷۹/۲:۱۸۰/۲:۱۸۱/۲:۱۸۲/۲:۱۸۳/۲:۱۸۴/۲:۱۸۵/۲:۱۸۶/۲:۱۸۷/۲:۱۸۸/۲:۱۸۹/۲:۱۹۰/۲:۱۹۱/۲:۱۹۲/۲:۱۹۳/۲:۱۹۴/۲:۱۹۵/۲:۱۹۶/۲:۱۹۷/۲:۱۹۸/۲:۱۹۹/۲:۲۰۰/۲:۲۰۱/۲:۲۰۲/۲:۲۰۳/۲:۲۰۴/۲:۲۰۵/۲:۲۰۶/۲:۲۰۷/۲:۲۰۸/۲:۲۰۹/۲:۲۱۰/۲:۲۱۱/۲:۲۱۲/۲:۲۱۳/۲:۲۱۴/۲:۲۱۵/۲:۲۱۶/۲:۲۱۷/۲:۲۱۸/۲:۲۱۹/۲:۲۲۰/۲:۲۲۱/۲:۲۲۲/۲:۲۲۳/۲:۲۲۴/۲:۲۲۵/۲:۲۲۶/۲:۲۲۷/۲:۲۲۸/۲:۲۲۹/۲:۲۳۰/۲:۲۳۱/۲:۲۳۲/۲:۲۳۳/۲:۲۳۴/۲:۲۳۵/۲:۲۳۶/۲:۲۳۷/۲:۲۳۸/۲:۲۳۹/۲:۲۴۰/۲:۲۴۱/۲:۲۴۲/۲:۲۴۳/۲:۲۴۴/۲:۲۴۵/۲:۲۴۶/۲:۲۴۷/۲:۲۴۸/۲:۲۴۹/۲:۲۵۰/۲:۲۵۱/۲:۲۵۲/۲:۲۵۳/۲:۲۵۴/۲:۲۵۵/۲:۲۵۶/۲:۲۵۷/۲:۲۵۸/۲:۲۵۹/۲:۲۶۰/۲:۲۶۱/۲:۲۶۲/۲:۲۶۳/۲:۲۶۴/۲:۲۶۵/۲:۲۶۶/۲:۲۶۷/۲:۲۶۸/۲:۲۶۹/۲:۲۷۰/۲:۲۷۱/۲:۲۷۲/۲:۲۷۳/۲:۲۷۴/۲:۲۷۵/۲:۲۷۶/۲:۲۷۷/۲:۲۷۸/۲:۲۷۹/۲:۲۸۰/۲:۲۸۱/۲:۲۸۲/۲:۲۸۳/۲:۲۸۴/۲:۲۸۵/۲:۲۸۶/۲:۲۸۷/۲:۲۸۸/۲:۲۸۹/۲:۲۹۰/۲:۲۹۱/۲:۲۹۲/۲:۲۹۳/۲:۲۹۴/۲:۲۹۵/۲:۲۹۶/۲:۲۹۷/۲:۲۹۸/۲:۲۹۹/۲:۳۰۰/۲:۳۰۱/۲:۳۰۲/۲:۳۰۳/۲:۳۰۴/۲:۳۰۵/۲:۳۰۶/۲:۳۰۷/۲:۳۰۸/۲:۳۰۹/۲:۳۱۰/۲:۳۱۱/۲:۳۱۲/۲:۳۱۳/۲:۳۱۴/۲:۳۱۵/۲:۳۱۶/۲:۳۱۷/۲:۳۱۸/۲:۳۱۹/۲:۳۲۰/۲:۳۲۱/۲:۳۲۲/۲:۳۲۳/۲:۳۲۴/۲:۳۲۵/۲:۳۲۶/۲:۳۲۷/۲:۳۲۸/۲:۳۲۹/۲:۳۳۰/۲:۳۳۱/۲:۳۳۲/۲:۳۳۳/۲:۳۳۴/۲:۳۳۵/۲:۳۳۶/۲:۳۳۷/۲:۳۳۸/۲:۳۳۹/۲:۳۴۰/۲:۳۴۱/۲:۳۴۲/۲:۳۴۳/۲:۳۴۴/۲:۳۴۵/۲:۳۴۶/۲:۳۴۷/۲:۳۴۸/۲:۳۴۹/۲:۳۵۰/۲:۳۵۱/۲:۳۵۲/۲:۳۵۳/۲:۳۵۴/۲:۳۵۵/۲:۳۵۶/۲:۳۵۷/۲:۳۵۸/۲:۳۵۹/۲:۳۶۰/۲:۳۶۱/۲:۳۶۲/۲:۳۶۳/۲:۳۶۴/۲:۳۶۵/۲:۳۶۶/۲:۳۶۷/۲:۳۶۸/۲:۳۶۹/۲:۳۷۰/۲:۳۷۱/۲:۳۷۲/۲:۳۷۳/۲:۳۷۴/۲:۳۷۵/۲:۳۷۶/۲:۳۷۷/۲:۳۷۸/۲:۳۷۹/۲:۳۸۰/۲:۳۸۱/۲:۳۸۲/۲:۳۸۳/۲:۳۸۴/۲:۳۸۵/۲:۳۸۶/۲:۳۸۷/۲:۳۸۸/۲:۳۸۹/۲:۳۹۰/۲:۳۹۱/۲:۳۹۲/۲:۳۹۳/۲:۳۹۴/۲:۳۹۵/۲:۳۹۶/۲:۳۹۷/۲:۳۹۸/۲:۳۹۹/۲:۴۰۰/۲:۴۰۱/۲:۴۰۲/۲:۴۰۳/۲:۴۰۴/۲:۴۰۵/۲:۴۰۶/۲:۴۰۷/۲:۴۰۸/۲:۴۰۹/۲:۴۱۰/۲:۴۱۱/۲:۴۱۲/۲:۴۱۳/۲:۴۱۴/۲:۴۱۵/۲:۴۱۶/۲:۴۱۷/۲:۴۱۸

ہو گا۔ اگر مکمل فائدہ اور شیخ کا فیض کامل چاہتے ہو تو دل کے پردوں کو مٹاؤ، اللہ کے راستہ کا غم اٹھاؤ اور شیخ کا بتایا ہوا ذکر کرتے رہو، ان شاء اللہ جذبِ فیضِ شیخ کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی اور شیخ کے رنگ میں رنگ جاوے گا۔

کیفیتِ احسانی اور صحبتِ اہل اللہ

لہذا صحبتِ شیخ کو نعمتِ عظمیٰ سمجھو اور اپنی تمام نفعی عبادات و اذکار سے زیادہ شیخ کی صحبت کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت سمجھو۔ اگر صحبتِ ضروری نہ ہوتی اور علم کافی ہوتا، تو قرآن پاک پڑھ کر ہم سب صحابی ہو جاتے۔ تلاوتِ قرآن پاک سے کوئی صحابی نہیں ہوتا، نگاہِ نبوت سے صحابی ہوتا ہے۔ نگاہِ نبوت سے صحابہ کو وہ کیفیتِ احسانی حاصل ہوئی تھی کہ ان کا ایک مد جو صدقہ کرنا ہمارے اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حاملِ کیفیتِ احسانیہ قیامت تک کوئی نہیں آئے گا لہذا اب کوئی شخص صحابی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیثِ پاک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ تمہارا اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا اس کیفیتِ احسانیہ کے ساتھ نہیں ہو گا، جس کیفیتِ احسانی سے میرا صحابی ایک مد جو اللہ کے راستہ میں دے گا۔ اور کیفیتِ احسانی کیا ہے؟ **أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ** قلب کو ہر وقت یہ کیفیتِ راسخہ حاصل ہو جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو یہ کیفیتِ راسخہ حاصل ہو گئی اس کا ایمان بھی حسین ہو جاتا ہے اور اس کا اسلام بھی حسین ہو جاتا ہے۔ احسان بابِ افعال سے ہے اور بابِ افعال کبھی معنی میں اسمِ فاعل کے ہوتا ہے۔ احسان معنی میں محسن کے ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ احسانِ ایمان کو بھی حسین کر دیتا ہے، اسلام کو بھی حسین کر دیتا ہے، اس کی بندگی ہر وقت حسین رہتی ہے۔ جس کو ہر وقت یہ استحضار ہو کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اس کا ایمان حسین نہیں ہو گا؟ اس کو تو ہر وقت حضوری حاصل ہو گی، ایمان بالغیب نام کا ایمان بالغیب رہ جائے گا اور اس کا اسلام بھی حسین ہو جائے گا یعنی اس کی نماز، اس کی تلاوت اس کا سجدہ سب حسین ہو جائے گا۔

لہذا شیخ کے پاس اضافہ علم کی نیت سے نہ جاؤ، اس نیت سے جاؤ کہ اس کے قلب کی کیفیتِ احسانی، اللہ تعالیٰ کا تعلق، قرب و حضوری، ہمتِ تقویٰ و ایمان و یقین کا اعلیٰ مقام ہمارے قلب میں منتقل ہو جائے۔ نفع لازم کی فکر کرو، نفعِ متعدی کی نیت بھی نہ کرو کہ یہ بھی غیر اللہ ہے اور نفعِ لازم کو نفعِ متعدی لازم ہے جیسے کہیں کوئی کباب تلاجار ہے۔ تلنے سے کباب خود لذیذ ہو رہا ہے اور نفعِ لازم حاصل کر رہا ہے، لیکن اس کی خوشبو جب

دور دور پہنچے گی تو لوگ اس کی خوشبو سے مست ہو کر خود دوڑیں گے کہ آہا کہیں کباب تلاجارہا ہے، چلو اس کو حاصل کریں۔ اسی طرح جو عالم کسی اللہ والے کے زیر تربیت مجاہدات کی آگ میں تلاجاتا ہے وہ لاکھ اپنے آپ کو چھپائے اس کی خوشبو دور دور جاتی ہے۔ ایک عالم اس سے مستفید ہوتا ہے، لیکن شرط یہی ہے کہ کسی اللہ والے کی تربیت میں وہ مجاہدہ کرے۔ وہ اللہ والا جانتا ہے کہ اس کو کتنی دیر تک تلمنا ہے، کتنی آٹھ دینی ہے۔ بغیر صحبتِ اہل اللہ کے مجاہدہ بھی کافی نہیں۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ تلی کتنا ہی مجاہدہ کر لے اور کہے کہ مجھے میرے مجاہدات کافی ہیں، مجھے پھولوں کی صحبت میں رہنے کی ضرورت نہیں، تو ایسی تلی کو لاکھ رگڑو اور کولہو میں اس کی ہڈی پسیلی ایک ہو جائے، لیکن رہے گا تلی ہی کا تیل، روغن گل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ پھولوں کی خوشبو میں نہیں بسا۔ اسی طرح جو شخص مشائخ سے مستغنی ہو کر مجاہدات کرتا ہے، اس کا قلب نسبت مع اللہ کی خوشبو سے محروم رہتا ہے اور جو کسی شیخِ کامل کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرے تو اس مجاہدہ کی برکت سے اس میں جلبِ نور کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور شیخ کی نسبت مع اللہ اور کیفیتِ احسانی کی خوشبو اس کے قلب کے ذرہ ذرہ میں نفوذ کر جاتی ہے اور وہ صاحبِ نسبت اور حاملِ کیفیتِ احسانی ہو جاتا ہے۔ یہ ہے صحبت کی اہمیت۔

لہذا اہل علم اپنے علم پر ناز نہ کریں، علم کا پندار توڑ کر کسی اللہ والے کے قدموں میں اپنے کو مٹادیں پھر اے علماء! آپ کے کمیاتِ علمیہ شرعیہ حاملِ کیفیاتِ احسانیہ ہوں گے اور آپ کے علم میں وہ انوار پیدا ہوں گے کہ سارا عالم حیران ہو گا اور ایک عالم آپ سے سیراب ہو گا۔

دنیا میں حق تعالیٰ کی معیتِ خاصہ، مشاہدہٴ حق اور توجہ الی اللہ کو حدیثِ احسان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا **أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ** اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو اللہ تعالیٰ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو گویا تم بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اس حدیث کی شرح علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ فرمائی ہے **أَنْ يَغْلِبَ عَلَيْهِ مَشَاهِدَةُ الْحَقِّ بِقَلْبِهِ حَتَّى كَأَنَّهُ يَرَاهُ بِعَيْنَيْهِ** اللہ تعالیٰ کی حضوری قلب پر ایسی غالب ہو جائے کہ گویا بندہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہی توجہ الی اللہ ہے کہ حضورِ قلب اور توجہ کاملہ کے ساتھ میری طرف متوجہ رہو۔

حدیث نمبر ۱

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ
وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ^۱

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سخت ابتلاء سے اور بد بختی کے پکڑ لینے سے اور سوائے قضا سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے۔

حدیث پاک کی یہ دعا **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ** روزانہ مانگنے کا معمول بنالیں۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ سخت مصیبت سے، شقاوت و بد بختی سے، سو قضا سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے حفاظت رہے گی۔

جَهْدِ الْبَلَاءِ کے جیم پر ضمہ اور فتح دونوں پڑھنا جائز ہے لیکن فتح کو ترجیح ہے، کیوں کہ فتح اخف الحركات ہے۔ یہ مرنج بھی بیان ہو گیا۔

جَهْدِ الْبَلَاءِ کی محدثین نے دو شرح کی ہے۔ ایک معنی ہیں ایسی سخت بلاء اور مصیبت جس سے آدمی موت کی تمنا کرنے لگے۔ ایک مریض کا واقعہ میرا خود اپنا چشم دید ہے کہ دمہ کی وجہ سے اس کی سانس اندر نہیں جا رہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے موت کا انجکشن لگا دو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بیماری اور مصیبت سے محفوظ فرمائے، آمین۔

اور دوسری شرح حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے کہ **قِلَّةُ النَّاسِ وَكَثْرَةُ الْعِيَالِ** یعنی مال کم ہو اور اولاد زیادہ ہو۔ مال کی کمی کی وجہ سے ان کی پرورش اور کھانے پینے میں سخت پریشانی ہوتی ہے، یہ بھی **جَهْدِ الْبَلَاءِ** ہے جس سے پناہ مانگی گئی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اموال کو اولاد پر مقدم فرمایا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۖ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۖ

۱۔ هذا مأخوذ من حديث أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ. أخرجه البخاري في صحيحه: ۹/۲، رقم (۶۱۱۲) في باب مَنْ تَعَوَّذَ بِاللَّهِ مِنْ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ. ومسلم في صحيحه: ۳۳/۲، رقم: ۴۰۵۲، في باب فِي التَّعَوُّذِ مِنْ سُوءِ الْقَضَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَغَيْرِهِ

وَيُمِدُّكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا

اپنے رب سے معافی چاہو، وہ بہت بخشنے والا ہے۔ آسمان سے تم پر پانی برسائے گا اور استغفار کی برکت سے تمہارے مال اور تمہاری اولاد کو بڑھا دے گا۔ اموال کو مقدم فرمایا، تاکہ بندے گھبرانہ جائیں کہ اولاد زیادہ ہوئی تو کہاں سے کھلاؤں گا۔

وَدَرْكِ الشَّقَاءِ شین پر زبر ہے، جس کے معنی بد بختی اور بد نصیبی کے ہیں۔ اس وقت تو ہم چین و آرام سے ہیں، لیکن پناہ چاہتے ہیں کہ آئندہ کوئی بد بختی ہم کو پکڑ لے، لہذا اے اللہ! ہمارے مستقبل کو شقاوت و بد نصیبی سے تحفظ عطا فرما۔ اور گناہوں کو شقاوت و بد نصیبی میں بڑا دخل ہے، گناہوں سے شقاوت پیدا ہوتی ہے، اس کی دلیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے:

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي وَلَا تَشْقِنِي بِمَعْصِيَتِكَ

ترجمہ: اے اللہ! مجھ پر وہ رحمت نازل فرما کہ جس سے میں گناہوں کو چھوڑ دوں اور مجھے میرے گناہوں کی وجہ سے بد بخت نہ ہونے دیجیے۔

معلوم ہوا کہ گناہوں میں شقاوت اور بد بختی کی خاصیت ہے، اس لیے گناہوں کو جلد چھوڑ دینا چاہیے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ گناہوں کی نحوست سے شقاوت مقدر ہو جائے۔ اس دعا میں **دَرْكِ الشَّقَاءِ** سے پناہ مانگی گئی تاکہ ہمارا مستقبل شقاوت سے محفوظ ہو جائے۔

وَسُوءِ الْقَضَاءِ میں مستقبل کی بد نصیبی سے پناہ مانگی جا رہی ہے کہ اگر مستقبل میں آپ نے میری تقدیر میں کوئی شقاوت اور سو قضا لکھ دی ہو تو اس کو حسن قضا سے تبدیل فرما دیجیے۔ جو فیصلے میرے حق میں بُرے ہیں ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرما دیجیے۔ یہاں سوء کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقضی کی طرف ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ ”سوء“ ہو ہی نہیں سکتا، لیکن جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے اس کے حق میں بُرا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است

اگر قضا اور فیصلہ کی تبدیلی اللہ کو منظور نہ ہوتی اور سوء قضا کا حسن قضا سے مبدل ہونا محال ہوتا تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم یہ دعانہ سکھاتے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قضائے الہی کو تبدیل کرنا محال ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے لیے محال ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ وہ حاکم مطلق ہیں، جب چاہیں اپنے فیصلہ کو تبدیل فرما سکتے ہیں۔ اسی کو مولانا رومی عاشقانہ انداز میں مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اگر میری قسمت میں کوئی سوء قضا آپ نے لکھ دی ہو تو اس سوء قضا کو حسن قضا سے تبدیل فرما دیجیے کیوں کہ قضا آپ کی محکوم ہے، آپ پر حاکم نہیں ہو سکتی۔ آپ کا فیصلہ آپ پر حکومت نہیں کر سکتا، آپ کے فیصلوں کو آپ پر بالادستی حاصل نہیں بلکہ آپ کو اپنے فیصلوں پر بالادستی حاصل ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے **مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ** فرمایا کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں۔ قیامت کے دن میری حیثیت قاضی اور جج کی نہیں ہوگی، قاضی اور جج تو قانون مملکت کا پابند ہوتا ہے۔ قانون کے خلاف وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا، کہہ دیتا ہے کہ صاحب! کیا کریں؟ قانونی مجبوری ہے، لیکن مجھے کوئی قانونی مجبوری نہیں ہو سکتی کیوں کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں، قاضی اور جج کی طرح قانون کا پابند نہ ہوں گا، جس کو چاہوں گا اپنے شاہی رحم سے بخش دوں گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عرشِ اعظم کے سامنے یہ عبارت لکھوائی ہوئی ہے کہ **سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلَىٰ غَضَبِي** میری رحمت اور غضب کی دوڑ میں میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ موضح القرآن کے مصنف حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ عبارت از قبیل مراحم خسروانہ ہے یعنی بطور شاہی رحم کے ہے۔ دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سپریم کورٹ سے جب کوئی مجرم ہار جاتا ہے، تو اخباروں میں آجاتا ہے کہ مجرم نے شاہ سے رحم کی اپیل کر دی، لہذا جو گناہ گار جہنم کا مستحق ہو گا اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے اپنے شاہی رحم سے، اپنے مراحم خسروانہ سے بخش دیں گے۔ یہ بات تفسیر موضح القرآن میں ہے اور یہ تفسیر چودہ سال میں لکھی گئی اور جس پتھر پر شاہ صاحب کہنی سے ٹیک لگا کر لکھا کرتے تھے اس پتھر پر نشان پڑ گیا تھا۔ یہ بات میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتائی، لہذا ہم اسی دنیا میں یہ دعا مانگ لیں، کیوں کہ آخرت دار لجزاء ہے وہاں کوئی نہیں مانگ سکتا، وہاں کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ یہ دنیا دار العمل ہے، لہذا ہم یہاں پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے رحم کی اپیل کر دیں کہ اے اللہ! ہمیں قیامت کے دن اپنے مراحم خسروانہ سے بخش دیجیے۔

وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ اور دشمنوں کی طعنہ زنی سے پناہ مانگنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں، مثلاً جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے، تو دشمن طعنہ دیتے

ہیں کہ دیکھیے ہمیں کہا کرتے تھے اب خود کیسی مصیبت میں گرفتار ہیں لہذا **وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ** سے پناہ مانگو کہ اے اللہ! دشمنوں کو ہم پر طعنہ زنی کا موقع نہ دے۔ اور دوسری دعا ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ ۱

اس کا ترجمہ دلالتِ التزامی سے یہ ہے کہ اے اللہ! ہمیں ہر گناہ سے بچا جو سبب ہے آپ کی ناراضگی کا۔

حدیثِ بالا کی شرح دوسرے عنوان سے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سکھایا کہ اللہ تعالیٰ سے فیصلے بدلوا، تقدیریں بدلوا۔ تقدیر مخلوق نہیں بدل سکتی مگر خالق اپنے فیصلے کو بدل سکتا ہے، بس اللہ ہی سے فریاد کرو **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ** اس حدیثِ پاک میں سوءِ قضا سے پناہ مانگی گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! اگر میری تقدیر میں کوئی شقاوت، بد بختی اور سوءِ قضا یعنی وہ فیصلے جو میرے حق میں بُرے ہیں لکھ دیے گئے ہیں تو آپ ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرما دیجیے، شقاوت کو سعادت سے اور سوءِ قضا کو حسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجیے۔ یہاں ”سوء“ کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقضیٰ کی طرف ہے یعنی برائی کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف نہیں ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کا کوئی فیصلہ بُرا نہیں ہو سکتا، لیکن جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے اس کے حق میں بُرا ہے، جیسے حج کسی مجرم کو پھانسی کی سزا دیتا ہے تو حج کا فیصلہ بُرا نہیں، یہاں برائی کی نسبت حج کی طرف نہیں کی جائے گی، کیوں کہ اس نے تو انصاف کیا ہے، لیکن جس مجرم کے خلاف یہ فیصلہ ہوا ہے اس کے حق میں بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں، وہ خالقِ خیر و شر ہے، جس طرح تخلیقِ خیر حکمت سے خالی نہیں اسی طرح تخلیقِ شر بھی حکمت سے خالی نہیں مثلاً ظلمت سے نور کی، کفر سے ایمان کی معرفت ہوتی ہے وغیرہ، لہذا اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کی طرف سوء کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ کفر کو پیدا کرنا اللہ پاک کی عینِ حکمت ہے، لیکن جب کفر کی نسبت بندہ کی طرف ہوتی ہے اور بندہ اس کو اختیار کرتا ہے تو کفر اس کے لیے آفت و بد نصیبی و شقاوت ہے۔

معلوم ہوا کہ جزا اور سزا کسب پر ہے۔ جو ایمان کو کسب کرتا ہے اچھی جزا پاتا ہے اور جو کفر کا

۱۔ هذا حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أنه قال قال کان من دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی أعوذ بک من زوال نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ. أخرجه مسلم في صحيحه: ۳۵۲/۲، برقم: ۴۱۰، في باب أكَثَرِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْفُقَرَاءُ وَأَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ الْبَغِيَّةُ وَالْبَغِيَّةُ بِالْبَيْسَاءِ

مرکتب ہوتا ہے سزا پاتا ہے۔ اس کی مثال میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے عجیب دی کہ جیسے حکومت نے بجلی بنائی اور بتا دیا کہ فلاں فلاں سوئچ کو دبانا لیکن فلاں سوئچ کو نہ دبانا۔ پھر اگر کوئی ممنوعہ سوئچ کو دباتا ہے تو پکڑا جاتا ہے کہ تم نے وہ سوئچ کیوں دبایا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ خالق خیر و شر ہیں اور حکم دے دیا کہ خیر کو اختیار کرو اور شر سے بچو پھر اگر کوئی شر اختیار کرتا ہے، تو اسی پر مواخذہ اور پکڑ ہے کہ جب ہم نے منع کر دیا تھا تو تم نے اسے کیوں اختیار کیا؟ اسی کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سوء کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقضی کی طرف ہے۔

اور حدیث پاک میں سوء قضا سے پناہ کی درخواست سے معلوم ہوا کہ اگر سوء قضا کا حسن قضا سے تبدیل ہونا محال ہوتا یا منشاء الہی کے خلاف ہوتا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کو یہ دعانہ سکھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوء قضا سے پناہ مانگنا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سوء قضا کو حسن قضا سے مبدل فرمادیتے ہیں اور یہ درخواست عین منشاء الہی کے مطابق ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کو کوئی نہیں بدل سکتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مخلوق نہیں بدل سکتی، اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ کو بدل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو اللہ پر بالادستی حاصل نہیں، اللہ کو اپنے فیصلوں پر بالادستی حاصل ہے، اسی کو مولانا رومی نے فرمایا کہ اے اللہ! قضا آپ کی محکوم ہے، آپ پر حاکم نہیں، لہذا سوء قضا کو حسن قضا سے تبدیل فرمادیجئے۔

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے **مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ** فرمایا کہ قیامت کے دن میری حیثیت قاضی اور جج کی نہیں ہوگی کہ وہ تو قانون مملکت کے پابند ہوتے ہیں، قانون کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے، کسی مجرم کو قانون کے خلاف رہا نہیں کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مالک ہوں قیامت کے دن کا، میں قاضی اور جج کی طرح پابند قانون نہ ہوں گا۔ جو گناہ گار قانون کی رو سے جہنم کا مستحق ہو گا تو میں قانون سے مجبور نہ ہوں گا کہ اسے جہنم ہی میں ڈال دوں، جس کو چاہوں گا اپنے مراحم خسروانہ سے، اپنی رحمت شاہانہ سے بخش دوں گا۔

شرح حدیث بعنوانِ دگر

معلوم ہوا کہ اگر سوء قضا کا حسن قضا سے تبدیل ہونا محال ہوتا تو حدیث پاک میں امت کو یہ دعا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیم نہ فرماتے اور یہ جو مشہور ہے کہ تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا، تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مخلوق نہیں بدل سکتی اللہ تعالیٰ تقدیر کو بدل سکتے ہیں جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں فرمایا کہ اے اللہ! آپ کو اپنے فیصلوں پر بالادستی حاصل ہے، قضا آپ کی محکوم ہے، آپ پر حاکم نہیں،

آپ کے فیصلوں کو آپ پر بلا دستی حاصل نہیں لہذا جو فیصلے میرے حق میں برے ہیں ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرمادیجیے، کیوں کہ آپ کا کوئی فیصلہ بُرا نہیں کہ وہ تو عین عدل و انصاف اور عین حکمت ہے لیکن میری شامتِ عمل سے، کیوں کہ وہ میرے حق میں برا ہے اس لیے اس کو بدل دیجیے تاکہ میں تباہی و ہلاکت سے بچ جاؤں، جیسے عادل حج کسی مجرم کو پھانسی کا حکم سناتا ہے تو فی نفسہ یہ فیصلہ بُرا نہیں کیوں کہ عدل و انصاف پر مبنی ہے، لیکن جس کے خلاف یہ فیصلہ اس کے جرائم کی وجہ سے ہوا ہے اس مجرم کے لیے برا ہے، اسی لیے حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ یہاں سوء کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقصی کی طرف ہے یعنی برائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہے، بلکہ جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے اس کی طرف ہے، فیصلہ برا نہیں لیکن جس کے خلاف ہے اس کے لیے برا ہے اور جس طرح جب مجرم عدلیہ سے مایوس ہو جاتا ہے تو بادشاہ وقت یا صدر مملکت سے رحم کی اپیل کرتا ہے، لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ دعا تعلیم فرما دی کہ سوئے قضا سے حفاظت مانگ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی تقدیریں بدلو الو کہ عدل کے اعتبار سے تو ہم مستحق سزا ہیں لیکن آپ سے آپ کے فضل اور آپ کے مراعہ خسروانہ سے رحم کی بھیک مانگتے ہیں کہ ہماری بُری تقدیر کو محض اپنے رحم شاہی کے صدقہ میں اچھی تقدیر سے بدل دیجیے۔

اہل اللہ کی رفاقت اور ان سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت سوء قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے، کیوں کہ **وَأَمَّا ذُوا الْيَوْمِ أَيْهَا الْمَجْرِمُونَ** کا خطاب ان ہی کو سننا پڑے گا جو قلباً و قابلاً و اعتقاداً عباد صالحین سے نہ ہوں گے، وہی مجرمین ہوں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام **أَلْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ** کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہے ہیں تو پھر غیر نبی کا کیا منہ ہے جو الحاق بال صالحین کی اہمیت کا منکر ہو۔

اہل اللہ کی رفاقت سوء قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو صرف اللہ کے لیے کسی بندہ سے محبت کرے اس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہو جائے گی اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں نقل کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی نہیں نکلتی اور اس میں حسن خاتمہ کی بشارت ہے کیوں کہ جب ایمان قلب سے نکلے گا ہی نہیں تو خاتمہ ایمان ہی پر ہو گا۔ لہذا اہل اللہ سے محبت قلب میں حلاوتِ ایمانی پانے کا ذریعہ ہے اور حلاوتِ ایمانی کا قلب میں داخل ہونا سوء خاتمہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے، **اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْهُ**۔

حدیث نمبر ۱۸

سِئِلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُونَ؟ قَالَ نَعَمْ وَالْإِيمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ ۳۱

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنسا کرتے تھے؟ تو فرمایا کہ ہاں! مگر ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔

حدیث پاک میں کثرتِ ضحک سے دل مردہ ہونے کی جو وعید وارد ہوئی ہے اس سے مراد وہ ہنسی ہے جو غفلت کے ساتھ ہو۔ یہ بات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاة میں حدیث **إِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تَمِيتُ الْقَلْبَ** کی شرح میں لکھی ہے (اور فرمایا ہے **أَمَى الْمَوَدَّةُ لِلْغَفْلَةِ عَنِ الْإِسْتِعَادَةِ لِلْمَوْتِ وَمَا بَعْدَهُ مِنَ النَّزَادِ لِلْمَعَادِ** یہاں زیادہ ہنسنے سے مراد وہ ہنسی ہے جو موت اور ما بعد الموت آخرت کے لیے زاد راہ جمع کرنے سے غافل کرنے والی ہو) جو لوگ شرح نہیں دیکھتے وہ مطلق ہنسی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر حدیث پاک کے یہ معنی ہوتے جو یہ متشکف لوگ سمجھتے ہیں تو ہنسنا ثابت ہی نہ ہوتا، حالانکہ بہت سی احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے **حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ**^{۳۲} کہ آپ کی داڑھیں کھل گئیں اور صحابہ کرام بھی ہنسا کرتے تھے **كَانُوا يَضْحَكُونَ وَالْإِيمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ** صحابہ کرام خوب ہنستے تھے، لیکن ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ تھا۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے بتایا کہ ایک بار خواجہ صاحب نے ہم لوگوں کو خوب ہنسایا پھر ہم لوگوں سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ، اس وقت ہنسی کی حالت میں کس کس کا دل اللہ سے غافل تھا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ خاموش رہے، تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ!

۳۱۔ هذا أثر قتادة أنه قال سئل ابن عمر، هل كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحكون؟ قال: نعم، والإيمان في قلوبهم أعظم من الجبل. أخرجه البغوي في شرح السنة: ۵/۶، رقم: ۳۲۳۳ في باب الضحك، دار الكتب العلمية، بيروت

۳۲۔ هذا جزء حدیث روی عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أتى رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: هلكت، وقعت على أهلي في رمضان، قال: «أعتق رقبة» قال: ليس لي، قال: «فصم شهرين متتابعين» قال: لا أستطيع، قال: «فأطعم ستين مسكينا» قال: لا أجد، فأني بعرق فيه تنز - قال إبراهيم: العرق البكتل - فقال: «أين السائل، تصدق بها» قال: على أفقر ميتي، والله ما بين لابتنيها أهل بيت أفقر منا، فضحك النبي صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذُهُ، قال: «فأنتم إدا»، أخرجه البخاري في صحيحه: ----- رقم: ----- في باب التبسم والضحك، المكتبة المظهرية

میرا دل اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا پھر یہ شعر پڑھا۔

ہنسی بھی ہے گولوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی کہ کسی باپ کے بہت سے بچے ہوں جو باپ کے نہایت فرماں بردار ہوں اور باپ ان سے خوش ہو، وہ جب آپس میں ہنستے ہیں تو باپ خوش ہوتا ہے کہ میرے بچے کیسے ہنس رہے ہیں! اور نافرمان بچے جن سے باپ ناخوش ہے وہ جب ہنستے ہیں، تو باپ کو غصہ آتا ہے کہ مجھے ناخوش کیا ہوا ہے اور نالائق ہنس بھی رہے ہیں۔ جن بندوں نے اللہ کو راضی کیا ہوا ہے اور جو اللہ کو ناخوش نہیں کرتے، اپنی آرزوؤں کو توڑ دیتے ہیں، لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے ان کے ہنسنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور جو غافل اور نافرمان ہیں ان کی ہنسی بھی اللہ کو ناپسند ہے، دونوں کے ہنسنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، غافل کی ہنسی اور ہے ذاکر کی ہنسی اور ہے۔ اس پر میرا شعر ہے۔

دل ہے خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں اکثر متکبر ہوتے ہیں اور فرمایا کہ ہنستا بولتا آدمی اچھا ہوتا ہے، اس میں تکبر نہیں ہوتا۔ میں بھی بچپن سے خاموش طبع، فکر مند جو ہر وقت کچھ سوچتا رہتا ہوں ایسے لوگوں سے دور بھاگتا تھا۔ مجھے بھی خوش طبع اور ہنسنے بولنے والے لوگوں سے مناسبت ہوتی ہے۔ زیادہ خاموش اور سنجیدہ قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔ ایک شخص خوب ہنستا بولتا رہتا ہے لیکن جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے ناپینا بن جاتا ہے، آنکھ بند کر لیتا ہے، نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔

جب آگئے وہ سامنے ناپینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے پینا بن گئے

ایک گناہ نہیں کرتا، بتائیے یہ شخص اچھا ہے یا وہ جو بالکل خاموش آنکھیں بند کیے باخدا بنا ہوا ہے، لیکن جیسے ہی کوئی کشتی نظر آئی ناخدا بن گیا اور سوار ہو گیا یعنی بد نگاہی کرنے لگا۔ اکثر وہ لوگ جو سنجیدہ اور مقدس بنتے ہیں، کسی سے بات نہیں کرتے، تجربہ ہے کہ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اکبر الہ آبادی نے کہا تھا۔

خلافِ شرع شیخ تھوکتا بھی نہیں اندھیرے اُجالے مگر چوکتا بھی نہیں

میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اپنے اللہ والے دوستوں میں رہو، ان سے خوب ہنسو بولو، بس نافرمانی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جب کوئی حسین شکل سامنے آئے، اب ہمت سے کام لو، نفس کے گھوڑے کی لگام کس دو کہ نالائق! تجھے ہر گز نہیں دیکھنے دوں گا۔ اللہ والے دوستوں میں دن خوب عیش سے گزر جائیں گے اور نافرمانی سے بچ جاؤ گے، ورنہ اگر لوگوں سے بھاگ کر خلوت اختیار کی تو یہ وہ زمانہ ہے کہ شیطان پہنچ جائے گا۔ اگر کچھ نہ کر سکا تو تنہائی میں پرانے گناہوں کی ریل چلا کر دل کو تباہ کر دے گا، پرانے گناہوں کو یاد دلائے گا یا نئے گناہوں کی اسکیم بنائے گا، لہذا اس زمانہ میں زیادہ تنہائی میں رہنا سخت خطرناک ہے، اللہ والے دوستوں میں رہنے میں ہی فائدہ ہے، کیوں کہ خلوة مع الرحمن مفید ہے خلوة مع الشیطان نہیں۔

حدیث نمبر ۱۹

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ
وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ ۝۵۵

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ شریک کروں اور اس کو میں جانتا ہوں اور تجھ سے معافی چاہتا ہوں اس کی کہ میں نہ جانتا ہوں۔

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شہید کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کس لیے شہید ہوا؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے میں نے جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ کہتا

۵۵۔ ہذا حدیث معقل بن یسار أو حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، قال معقل بن یسار رضی اللہ عنہ: انطلقت مع ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما إلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: یا ابنا بکر، لتشرک فیکم اُخفی من دیب النمل، فقال ابوبکر: وہی التشرک! لا من جعل مع اللہ إله آخر؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: والذی نفسی بیدہ، لتشرک اُخفی من دیب النمل، ألا أدلک علی شیءٍ إذا قلتہ ذهب عنک قلبه وکبیرہ؟ قال: قل: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ. أخرجه البخاری فی الأدب المفرد: ۱۱۵/۱: برقم (۱۶) فی باب ما یذخرو للذی من الأجر والثواب، دارالکتب العلمیة وأخرجه أبو یعلی فی

ہے۔ تو اس لیے شہید ہوا تاکہ کہا جائے کہ تو بڑا بہادر ہے۔ حکم ہو گا کہ اس کو جہنم میں ڈال دو۔ اسی طرح ایک قاری کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم قاری کس لیے بنے؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے قراءت اس لیے کی تاکہ کہا جائے کہ تو بہت بڑا قاری ہے، اس کو بھی جہنم میں ڈالنے کا حکم ہو گا۔ پھر ایک سخی کو بلایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ مال کس لیے خرچ کیا؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جھوٹ کہتا ہے، تو نے اس لیے خرچ کیا تاکہ کہا جائے کہ تو بہت بڑا سخی ہے۔ اس کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ دکھاوا اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شہید کی شہادت قبول نہیں ہوئی، ایک قاری کی قراءت قبول نہیں ہوئی اور ایک سخی کی سخاوت قبول نہیں ہوئی۔ جان بھی گئی، مال بھی گیا، قراءت سیکھنے کی محنت بھی گئی اور جنت بھی نہ ملی، لہذا دل کو ٹٹولنا چاہے کہ ہم کس لیے عمل کر رہے ہیں اور اس مرض کے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔

ریا سے حفاظت کا اور اخلاص کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شعر کے متعلق پوچھا کہ حضرت! شاعر نے جو یہ کہا ہے کہ ایک منٹ کی صحبت اہل اللہ سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے، تو کیا یہ مبالغہ نہیں ہے؟ حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ مفتی صاحب! یہ مبالغہ نہیں ہے، بلکہ شاعر نے کم بیان کیا ہے کہ۔

یک زمانہ صحبت با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شاعر کو یوں کہنا چاہیے تھا۔

یک زمانہ صحبت با اولیا

بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے اور اس کی وجہ حضرت نے ملفوظات ”حسن العزیز“ میں بیان فرمائی کہ شیطان نے ہزاروں سال عبادت کی لیکن مردود ہونے سے نہ بچ سکا، لیکن اللہ والوں کا صحبت یافتہ مردود نہیں ہوتا، گناہ کا اس سے صدور تو ہو سکتا ہے، لیکن دائرۃ اسلام سے خروج نہیں ہو سکتا، ایمان ان شاء اللہ! اس کا سلامت رہے گا، حسن خاتمہ نصیب ہو گا اور اللہ والوں کا صحبت یافتہ گناہوں

پر قائم بھی نہیں رہ سکتا، توفیق توبہ ان کی برکت سے نصیب ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ صحبتِ اہل اللہ میں جب یہ اثر ہے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خروج سے حفاظت کی ضامن ہے، تو پھر وہ اس عبادت سے کیوں افضل نہ ہوگی جس میں یہ اثر نہ ہو۔

حضرت حکیم الامت نے اس کی کوئی دلیل نقل نہیں فرمائی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث شریف مجھے یاد دلائی جو حضرت حکیم الامت کے ارشاد کی دلیل ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ ۗ

جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے تو اس کو حلاوتِ ایمانی نصیب ہوگی اور اللہ والوں سے اللہ ہی کے لیے محبت ہوتی ہے، کیوں کہ اپنا خاندان نہیں ہوتا ہے، بعض وقت اپنی زبان بھی نہیں ہوتی اور بعض وقت کوئی رشتہ بھی نہیں ہوتا، نہ کسی تجارت اور بزنس کا تعلق ہوتا ہے، صرف اللہ ہی درمیان میں ہوتا ہے، لہذا اللہ والوں سے محبت للہی بدرجہ کمال ہوتی ہے، اس لیے اہل اللہ کی محبت پر بھی حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے جس پر حسن خاتمہ موعود ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ أَبَدًا وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ** یعنی حلاوتِ ایمانی جس قلب کو عطا ہوتی ہے پھر کبھی اس دل سے نہیں نکلتی اور جب ایمان کبھی دل سے نکلے گا ہی نہیں، تو اس میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔ اور دوسری دلیل بھی بخاری شریف کی ہے:

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَىٰ بِهِمْ جَلِيسُهُمْ

یہ اللہ والے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا شقی اور بد بخت نہیں رہ سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایک دعا تعلیم فرمائی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھ لیا کرو، تو تم دکھاوے کے مرض سے نجات پا جاؤ گے **مِنْ قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ وَصَغِيرِهِ وَكَبِيرِهِ** چاہے تھوڑی رہا ہو یا زیادہ ہو، چھوٹا دکھاو یا بڑا دکھاو، ہر قسم کے دکھاوے اور ریاسے نجات پا جاؤ گے، وہ دعا یہ ہے **اللَّهُمَّ إِنِّي**

۱ صحیح البخاری: ۱/، باب من کره ان يعود فی الکفر الخ، المكتبة القديمية

۲ مرقاة المفاتیح: ۳/۱، کتاب الایمان، المكتبة الامدادية ملتان

أَعُوذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ آئندہ تیرے ساتھ دکھاوا اور شرک کروں اور مجھے اس کی خبر بھی ہو لیکن ماضی میں جو کچھ ہو چکا اے اللہ! اس سے بھی میں معافی چاہتا ہوں کہ دکھاوا ہو گیا اور مجھے پتا بھی نہ چلا، لہذا **أَعُوذُ بِكَ** سے پاکی مل گئی اور **اسْتَغْفِرُكَ** سے معافی مل گئی، تو پاکی بھی ملی اور معافی بھی ملی اور کیا چاہیے، یعنی بندہ ریاسے پاک کر دیا گیا اور جو کچھ دکھاوا ماضی میں ہو چکا اس کی معافی مل گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو یہ دعا سکھائی اس میں ریاء، دکھاوا اور شرکِ خفی سے پاکی بھی ہے اور معافی بھی ہے۔

لیکن اگر کوئی دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! مجھے اولاد دے دے اور شادی نہ کرے تو کیا اس کو اولاد ملے گی؟ ایسے ہی ریاسے بچنے کی یہ دعا جب قبول ہوگی جب اللہ والوں کی صحبت میں رہو۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہنا سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ مگر ایک منٹ کی اخلاص کی عبادت نصیب نہیں ہوگی جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہیں جاؤ گے۔ اخلاص ملتا ہی ہے اللہ والوں کی صحبت سے۔

اب اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو صرف دعا سکھائی، صحبتِ اہل اللہ کی قید تو نہیں لگائی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کو یہ دعا سکھائی جا رہی تھی وہ بھی تو صحبت یافتہ تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، جن کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل تھی ان کو یہ دعائیں مل گئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت بھی حاصل رہے اور یہ دعا بھی رہے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کام بن جائے گا۔

حدیث نمبر ۲۰

الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنِ يُخَالِلُ

ترجمہ: آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک غور کر لے اس شخص کے متعلق کہ جس کو دوست بنائے۔

۱۰۰۔ هذا حدیثُ ابي هريرة رضي الله عنه أنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنِ يُخَالِلُ. أخرجه أبو داود في سننہ (۳۰۷/۲) برقم (۲۸۳۵) في باب من يؤمر أن يجالس. والترمذي في سننہ (۳۳/۲) برقم (۲۳۷۱) في باب ما جاء في أخذ المال باب منه

پیر کی کتنی محبت ہونی چاہیے، اس مضمون کے متعلق ایک بہت بڑا راز اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر مکشوف فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدَكُمْ مَن يُخَالِفُ** انسان اپنے خلیل اور گہرے دوست کے دین پر خود بخود ہو جاتا ہے۔ تو اگر شیخ سے اتنی محبت ہو جائے کہ وہ ہمارے قلب میں خلیل ہو جائے، تو اس کی تمام ادائیں ہمارے اندر خود بخود آجائیں گی اور جب تک یہ ادائیں اس کے اندر نہیں آرہی ہیں، تو صحبتِ شیخ اس کے لیے نفع کامل کا ذریعہ نہیں بن رہی ہے بوجہ اس کی نالائقی اور عدم اتباع کے۔ شیخ کامل کی صحبت سے نفع کامل حاصل کرنے کے لیے تفسیر روح المعانی کا ایک جملہ ہے کہ **خَالِطُوهُمْ لِيَتَكُونُوا مِثْلَهُمْ** اتنا ساتھ رہو کہ تم بھی اپنے شیخ کی طرح ہو جاؤ، وہی دردِ دل، وہی آہ و فغاں، وہی غصّ بصر، وہی تقویٰ تمہارے اندر بھی منتقل ہو جائے۔ اس حدیث کی رو سے کہ **الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ** اگر شیخ تمہارا خلیل ہوتا اور علی سبیل خلت تم کو شیخ کی محبت نصیب ہوتی تو شیخ کی راہ میں اور تمہاری راہ میں فرق نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ تمہاری رفاقت میں حسن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَحَسَنٌ أَوْلِيَاكَ رَفِيقًا** یہ خالی جملہ خبریہ نہیں ہے، اس میں جملہ انشائیہ پوشیدہ ہے۔ یہ بہت اچھے رفیق ہیں، اس خبر میں یہ انشاء موجود ہے کہ ان کے ساتھ حسین رفاقت اختیار کرو۔ جب تک شیخ کے راستہ میں اور مرید کے راستہ میں فرق ہے تو اللہ تعالیٰ سے شیخ کی محبت علی سبیل خلت مانگو کہ اے اللہ! شیخ کو میرے قلب میں اتنا محبوب کر دے کہ وہ میرا خلیل ہو جائے اور میں **عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ** ہو جاؤں، پس جب شیخ کی محبت خلت کے درجہ میں پہنچ جائے گی تو اس کے مشورہ پر اتباعِ کامل کی توفیق ہوگی اور پھر خود بخود شیخ کے تمام اخلاق آپ کے اندر منتقل ہو جائیں گے۔ یہ شرح اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے دل کو عطا فرمائی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ** اس حدیث میں شیخ کی محبت کی تعلیم ہے اور بخاری شریف کی حدیث ہے **مَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ** اس میں بھی شیخ کی محبت کی تعلیم ہے، کیوں کہ شیخ سے محبت اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے، کیوں کہ اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں، وطنی، علاقائی، زبانی و تجارتی تعلق بھی نہیں ہے۔ اپنے شیخ کی محبت کا ایک انعام یہ بھی ہے جو بخاری شریف کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اس کو اللہ کی محبت بھی ملے گی اور اعمالِ صالحہ کی محبت بھی ملے گی، اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

۶۹ روح المعانی: ۱۱/۵۷، التوبة (۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

۷۰ تفسیر النسفی: ۱/۱۳، النساء (۶۹)

جب اللہ کی محبت مانگی تو اس کے ساتھ اللہ کے عاشقوں کی محبت بھی مانگی اور اعمال کی محبت بھی مانگی:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ^۱

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اعمال کی محبت کے بیچ میں اللہ کے عاشقوں کی محبت مانگ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ جس کو شیخ کی محبت مل جاتی ہے اس کو اللہ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی توفیق بھی ہو جاتی ہے اور حدیث شریف **الْتَرَاءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ** سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی اپنے خلیل (گہرے دوست) کے دین پر خود بخود ہو جاتا ہے، لہذا جس کو اپنے شیخ کی محبت کم ہوگی، علی سبیلِ خلت نہیں ہوگی، اس کے اندر شیخ کا دین، شیخ کا اخلاق، شیخ کا تعلق مع اللہ پورا منتقل نہیں ہوگا۔ **خَلِيلٌ** کے معنی ہیں گہرا دوست۔ دوستی اتنی گہری ہو کہ دل کے اندر داخل ہو جائے۔ اس حدیث کی شرح مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی۔

مہرِ پاکاں در میانِ جاں نشاں
دلِ مدہِ آلا بہرِ دلِ خوشاں

شیخ کی محبت کو، اللہ والوں کی محبت کو اپنی جان کے اندر رکھ لو، عقل میں نہیں، عقلی محبت کافی نہیں ہے، دماغ میں بھی نہیں، قلب میں بھی نہیں، صرف دل کی محبت بھی کافی نہیں ہے اور آگے بڑھو، دل کے درمیان کی محبت سے بھی آگے بڑھو، درمیانِ جان لے آؤ، روح کے اندر لے آؤ، جان کے اوپر اوپر والی محبت بھی کافی نہیں۔ یہ مولانا رومی کی بلاغت ہے، فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت کو جان لے اوپر ہی نہ رکھو، جان کے درمیان میں لے آؤ اور دل کسی کو مت دو، لیکن جن کے دل اچھے ہو گئے ہیں ان کو دل دو۔ اور دل کب اچھا ہوتا ہے؟ دل تو ایک ظرف ہے، برتن ہے، برتن کب اچھا ہوگا؟ جب اس میں اچھی چیز رکھو گے۔ اللہ کی محبت سے بڑھ کر کون سی چیز اچھی ہو سکتی ہے۔ بس جن کے دل اللہ کی محبت سے اچھے ہو گئے ان کو اپنا دل دے دو۔

تو اللہ والا بننے کے لیے اپنے شیخ کی محبت کو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمارا شیخ ہمارا خلیل ہو جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **الْتَرَاءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ** اگر سچا اللہ والا تمہارا خلیل ہو جائے گا اور

۱۔ هذا مختصر من حدیث أبي الدرّاء رضي الله عنه أنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من دعاء داؤد يقول اللهم إني أسألك حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ. قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يَحْدِثُ عَنْهُ قَالَ "كَانَ أَحَبَّ النَّبِيِّينَ". أخرجه الترمذی فی سننه (۷۸/۲) برقم (۳۸۲۸) فی باب ما جاء فی عقبة التَّسْبِيحِ بِأَلْيَدِي. باب منه وقال هذا حدیث حسن غریب

تم اس کے خلیل ہو جاؤ گے تو سارا دین آسان ہو جائے گا، یہاں تک کہ شیخ کے علوم، شیخ کے ارشادات، شیخ کا درود، شیخ کی طرزِ گفتگو، شیخ کا طرزِ رفتار اور شیخ کا طرزِ گفتار یعنی شیخ کے جینے کے سارے قرینے مرید میں منتقل ہو جاتے ہیں، لہذا اگر کسی شیخ کے ہزاروں مرید ہیں تو جس مرید میں شیخ کی محبت غالب ہوگی اُسے شیخ کا سارا علم مل جائے گا، شیخ کا سارا درود مل جائے گا اور اس کے پاس بیٹھنا شیخ کے پاس بیٹھنا ہو جائے گا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر کے لیے فرماتے ہیں کہ میں نے سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا، لیکن صدیق کا ہم سے بدلہ ادا نہیں ہو سکا، اللہ ہی اس کا بدلہ ان کو دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ پر اس طرح فدا ہونا چاہیے کہ اس کے دل پر تمہاری محبت و وفاداری کا نقش بیٹھ جائے۔

حدیث نمبر ۲۱

لَا نَيْنُ الْمُنْذِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمَسْبُوحِينَ^{۲۱}

ترجمہ: گناہ گار بندوں کا رونامجھے زیادہ محبوب ہے تسبیح پڑھنے والوں کی سبحان اللہ سے۔

اللہ کے اللہ ہونے کی دلیل

ندامت کے ان آنسوؤں کی قدر جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی، اللہ کے علاوہ کون ایسی قدر کر سکتا ہے کہ ان کو یہ قیمت عطا فرمائی کہ جہاں جہاں یہ آنسو لگ جائیں گے جہنم کی آگ وہاں حرام ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔

کہ برابر می کند شاہ مجید

اشک را در وزن باخون شہید

^{۲۱} ذکرہ فخرالدين الرازى في تفسيره مفاتيح الغيب: ۲۰۹/۲، في تفسير سورة البقرة، وذكره الألويسي في تفسيره روح المعاني في تفسير سورة القدر، وذكره النظام النيسابوري في تفسيره غرائب القرآن و رغائب الفرقان (۲۳/۱) في تفسير سورة البقرة، ولم أجد في كتب الأحاديث بهذا اللفظ وأقرب منه ما روى البيهقي في شعب الإيمان: ۳۵۲/۲، برقم (۲۵۱)، دارالكتب العلمية - عن عبد الله بن يوسف قال: سمعتُ أبا بكرٍ محمدَ بنَ عبدِ الله الرَّازي، سمعتُ أبا عليٍّ صاحبَ عبيدِ الله الحُجَلي يقول: "أوحى الله عزَّ وجلَّ إلى داودَ عليه السلام: أَنَيْنُ الْمُنْذِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ صَرَاحِ الصَّادِقِينَ" والعجلوني في كشف الخفاء ومزيل الالباس: ۲۹۸، رقم (۸۰۵) في باب حرف الهزة مع النون

اللہ تعالیٰ مولانا رومی کی قبر کو نور سے بھر دے۔ فرماتے ہیں کہ ندامت کے آنسو شہید کے خون کے برابر کیوں ہیں؟ کیوں کہ ندامت کے یہ آنسو پانی نہیں ہیں، یہ جگر کا خون ہے جو اللہ کے خوف سے پانی ہو گیا ہے اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **لَا زَيْنَ الْمُذْنِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ذَجَلِ الْمَسْبُوحِينَ** اللہ کے نادم، اشکبار، گناہ گار بندے جب آنسو بہاتے ہیں اور گڑ گڑا کر معافی مانگتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ساری کائنات کے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے والے، ملائکہ کے سبحان اللہ سے اور اولیاء اللہ اور ابدال اور اقطاب اور غوث کے سبحان اللہ سے مجھے اپنے گناہ گار بندوں کے یہ آنسو، ان کا یہ رونا اور گڑ گڑانا اور آہ و نالہ کرنا زیادہ محبوب ہے۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ، اللہ ہے جو مخلوق کی تعریف و حمد و ثنا سے بے نیاز ہے۔ اگر دنیا کے کسی بادشاہ کو استقبالیہ دیا جا رہا ہو اور اس کی تعریفیں بیان ہو رہی ہوں، تو اس وقت وہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی غریب مصیبت زدہ وہاں رونا شروع کر دے۔ کہے گا کہ اس کو یہاں سے نکالو، یہ رونے کا موقع نہیں ہے، اس وقت میری عظمتیں بیان ہو رہی ہیں، اس سے کہہ دو کہ اس وقت میرے رنگ میں بھنگ نہ ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ مخلوق کی تعریف سے بے نیاز ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمتیں مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہیں، اگر سارا عالم ولی اللہ ہو جائے، ایک کافر بھی نہ رہے اور ساری دنیا کے کافر بادشاہ ایمان لا کر ولی اللہ ہو جائیں اور راتوں کو ہمیشہ سجدہ میں گر کر **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى** کہتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہو گا۔ کیوں کہ اضافہ ہونے سے لازم آتا کہ قبل تعریف مخلوق نحو ذالہ اللہ عظمت میں اتنی کمی تھی جو مخلوق کی حمد و ثنا سے پوری ہوئی پس اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک ذرہ کمی ہونا محال ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کی ذات مخلوق کی تعریف سے بے نیاز ہے اور اگر سارا عالم کافر ہو جائے، ایک بھی مسلمان نہ رہے اور سارے کفار اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے خلاف بکواس کر رہے ہوں، تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو ایک ذرہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق سورج ہے جو زمین سے ساڑھے نو کروڑ میل پر ہے۔ کوئی اس سورج کی طرف منہ کر کے تھوک کر دیکھے، اگر تھوکنے والے کے منہ پر تھوک نہ پڑے تو کہنا۔ ایک ادنیٰ سی مخلوق کا یہ حال ہے کہ کوئی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، تو اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان تو غیر محدود ہے، احاطہ سے باہر ہے، اس کو بھلا کون ایک ذرہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

استغفار و توبہ، آہ و زاری اور اشکباری اتنی بڑی نعمت ہے کہ زمین و آسمان نے کسی ایسے بندے کو نہیں دیکھا جس نے اشکبار آنکھوں سے معافی مانگی ہو اور خدا نے اُس کو معاف نہ کیا ہو۔ وہ خود ہمیں معاف کرنا چاہتے ہیں، اس لیے حکم دے رہے ہیں **إِسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَكُمْ** اپنے رب سے معافی مانگو **إِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا** ^{۳۷} وہ

بہت بخشنے والا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم جو دوسروں کو معاف کرنے میں دیر کرتے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کی خطاؤں سے ہمیں نقصان پہنچتا ہے۔ کسی نے ہماری گھڑی توڑ دی، گلاس توڑ دیا، مال چرا لیا، تو ہمارا نقصان ہوا، لیکن ہمارے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اس لیے وہ ہمیں جلد معاف کر دیتے ہیں۔ یہ ہے راز بندوں کو جلد معاف کر دینے کا۔ گناہوں سے ہم ہی کو نقصان پہنچتا ہے، ہمارے ہی اخلاق خراب ہوتے ہیں، ہمارا ہی دل بے چین ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ نقصان نہیں پہنچتا، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی:

يَا مَنْ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ فَأَعْفِرْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ وَهَبْ لِي مَا لَا يَنْقُصُكَ ۝

اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا! اور معاف کر دینے سے جس کے خزانہ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آتی! پس میرے ان گناہوں کو معاف فرما دیجیے جو آپ کے لیے کچھ مضر نہیں اور مجھے وہ مغفرت عطا فرما دیجیے جس کی آپ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔

حدیث نمبر ۲۲

كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ ۝

ترجمہ: تمام ابنِ آدمِ خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو بہت توبہ کرنے والے ہیں۔

خَطَّاءٌ کے معنی ہیں کثیر الخطاء۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر انسان کثیر الخطاء ہے اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو کثیر التوبہ ہیں۔ کثیر الخطاء کو کثیر التوبہ ہونا بھی چاہیے۔ جیسا مرض ویسی دوا اور توبہ بھی تینوں شرائط کے ساتھ ہو۔

(۱) **الرَّجُوعُ مِنَ الْعَصِيَةِ إِلَى الطَّاعَةِ** یعنی عوام کی توبہ یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمائیں

۴۲۔ هذا دعاء أبي بكر الساسي الواعظ رواه البيهقي في شعب الإیمان: ۳۶۵/۵ برقم (۴۰۵) ط: دار الكتب العلمية قال أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ سَمِعْتُ أَبَا أَحْمَدَ مُحَمَّدَ بْنَ أَحْمَدَ بْنَ مُوسَى سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ السَّاسِيَّ الْوَاعِظَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ: ”يَا مَنْ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ هَبْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ وَأَعْطِنِي مَا لَا يَنْقُصُكَ“، وَأَخْرَجَهُ أَيْضًا أَبُو بَكْرٍ الدِّينُورِيُّ الْمَالِكِيُّ فِي الْمَجَالِسَةِ: ۹۶-۹۷ برقم (۳۳۳) ط: دار ابن حزم قال حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بْنُ حَسِبٍ، نَا أَبُو حُدَيْفَةَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَدْعُو: اللَّهُمَّ إِنَّ ذُنُوبِي لَا تَضُرُّكَ وَإِنَّ زَحْمَتِكَ لِيَايَا لَا تَنْقُصُكَ، فَأَعْفِرْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ، وَأَعْطِنِي مَا لَا يَنْقُصُكَ

۵۱۔ هذا حديث أنس بن مالك رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال كلُّ ابنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي سننه (۵۲۸/۲) برقم (۳۹۹) فِي باب ما جاء فِي صفة أواني المحوض باب منه، وَابن ماجة فِي سننه (۳۱۳/۲) برقم (۳۲۵) فِي باب ذِكْرِ التَّوْبَةِ.

برداری کرنے لگیں۔ نافرمانی سے فرماں برداری کی طرف رجوع یہ عوام کی توبہ ہے اور خواص اولیاء کی توبہ کیا ہے؟

(۲) **الرَّجُوعُ مِنَ الْغَفْلَةِ إِلَى الذِّكْرِ** اللہ تعالیٰ سے دل ذرا غافل ہو گیا، گناہ نہیں کیا، ذرا سی غفلت پیدا ہو گئی تھی تو دل کو پھر اللہ کی یاد میں لگا دیا۔

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اک قلب ناتواں کو توانائی دے گیا

یہ خواص کی توبہ ہے۔ اور اخص الخواص کی توبہ ہے:

(۳) **الرَّجُوعُ مِنَ الْغَيْبَةِ إِلَى الْحُضُورِ** ^۱ دل کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر رکھے اور اگر کبھی غیبت ہو جائے کہ دل ذرا سمان کے محاذات سے ہٹ جائے تو فوراً دل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کر دے، وہ ہمہ وقت باخدا رہتے ہیں، یہ لوگ **خَيْرُ الْخَطَّائِينَ** ہیں۔ اب ایک علمی اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توبہ سے جب بندہ خیر ہو گیا، اللہ کا پیارا ہو گیا تو **خَيْرُ الْخَطَّائِينَ** کیوں فرمایا، صرف خیر فرما دیا ہوتا، **خَطَّائِينَ** کی نسبت ہی باقی نہ ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر توبہ کی کرامت اور خاصیت ظاہر نہ ہوتی کہ توبہ ایسا کیمیکل ہے جو شر کو خیر بنا دیتا ہے اور **خَطَّائِينَ** کی نسبت باقی رہنے سے بندوں کی عزت میں کوئی فرق نہیں آیا کیوں کہ ترکیب اضافی میں مضاف ہی مقصود ہوتا ہے، جیسے **جَاءَ غُلَامٌ زَيْدٌ** یہاں زید نہیں غلام مقصود ہے بس **خَيْرُ الْخَطَّائِينَ** میں خیر ہی مقصود ہے نہ کہ **خَطَّائِينَ**۔

قبول توبہ کی چار شرائط

اس لیے دو سنتو! یہ کہتا ہوں کہ توبہ قبول ہونے کی چار شرطیں ہیں، جس کو شیخ محی الدین ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔

شرط اول: گناہ سے الگ ہو جائے اور اس گناہ سے ہٹ جائے، یہ نہیں کہ عورتوں کو دیکھ بھی رہے ہیں اور یا اللہ توبہ، یا اللہ توبہ، کیا زمانہ آ گیا ہے، کے نعرے بھی لگا رہے ہیں۔ بڑے بایزید بسطامی معلوم ہوتے ہیں، بابا فرید الدین عطار سے کم نہیں معلوم ہوتے، ایسی توبہ قبول نہیں ہے، گناہ سے فوراً الگ ہو جاؤ، پہلے نظر ہٹاؤ۔

۱ ذکرہ الملا علی القاری فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۵/۲۰۶، فی باب اسماء اللہ تعالیٰ دار الکتب العلمیۃ بیروت

توبہ کی پہلی شرط ہے **أَنْ يَقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ** پہلے گناہ سے الگ ہو جائے تب توبہ قبول ہوگی۔
 شرط دوم: گناہ پر نادم ہو جائے۔ **أَنْ يَنْدَمَ عَلَيْهَا، نَدِمَ يَنْدَمُ سَجَعٌ** سے آتا ہے کہ اپنی نالائقی پر
 ندامت طاری ہو جائے کہ آہ! مجھ سے کیوں خطا ہو گئی؟ رونے لگے، دل میں دکھ آجائے کہ میں نے بڑی غلطی
 کی، اپنے مالک کو ناراض کر دیا۔

شرط سوم: عزم کرے کہ اب کبھی یہ گناہ نہ کروں گا۔ **أَنْ يَعْزِمَ عَزَمًا جَارِمًا أَنْ لَا يَعُودَ إِلَيْهَا**
أَبَدًا پکا ارادہ کر لے کہ اب اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا، چاہے دل سے آواز آتی ہو کہ پھر تم یہی کام کرو
 گے، لیکن آپ دل کا ساتھ چھوڑیے اور زبان سے کہہ دیجیے۔ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو تو اس
 کی توبہ قبول ہے چاہے بعد میں ٹوٹ جائے پھر توبہ کرو، اللہ تعالیٰ معاف کرتے کرتے نہیں تھکتے، لیکن اس
 وقت ارادہ نہ ہو کہ گناہ کریں گے۔ توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو بس۔ یہ تو آپ کر سکتے ہیں کہ یا اللہ! میرا ارادہ توبہ
 توڑنے کا نہیں ہے مگر توبہ پر قائم رہنا اور رکھنا اس کی مدد آپ ہی سے مانگتے ہیں۔

شرط چہارم: اہل حقوق کو مال واپس کرے۔ اگر کسی کا مال لے لیا ہے تو اس کی توبہ کے لیے کیا شرط ہے؟ وضو
 خانہ سے کسی کی دوہڑا روپونڈ کی گھڑی اٹھالی پھر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ! معاف کر دو، مگر یہ گھڑی واپس نہیں کروں
 گا۔ تو یہ توبہ قبول ہوگی بھی؟ مال کی توبہ یہی ہے کہ جس کا مال ہو اس کو واپس کرو۔

حدیث نمبر ۲۳

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

۷۷ ذکرہ النووی فی شرحہ لمسلم: ۳۲۶/۲، باب بیان النقصان فی الایمان، دار احیاء التراث، بیروت

۷۸ ہذا مختصر من حدیث ابی موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ أنه قال: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْبَرَ أَوْ قَالَ: لَمَّا تَوَجَّهَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَاذٍ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَحَدًا، وَلَا عَائِلًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَأَنَا خَلْفٌ دَابَّةٌ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّعَنِي وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَقَالَ لِي يَا عَمْرُو بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَتَبِيكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَلَا
 أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَلِمَاتٍ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي
 صَحِيحِهِ (۲/۶۵۲) بِرَقْمِ (۲۰۵) فِي بَابِ غَزْوَةِ حَيْبَرَ وَرَوَى عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا
 أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَلِمَاتٍ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. وَأَخْرَجَهُمَا ابْنُ مَاجَةَ فِي سُنَنِهِ: ص ۲۰۱، بِرَقْمِ (۳۸۱۳-۳۸۱۵) فِي
 بَابِ مَا جَاءَ فِي: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. وَرَوَى عَنْ حَازِمِ بْنِ حَرْمَلَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 لِي: يَا حَازِمُ أَكْبُرُ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، فَإِنَّهَا مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ: نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی مگر اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے قوت اللہ کی طاعت کی مگر اللہ کی مدد سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** کثرت سے پڑھا کرو، یہ جنت کے خزانے سے ہے اور حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے، موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے پڑھا **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا مَنَجًا مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ**۔ اللہ تعالیٰ اس سے ستر تکلیفوں کو دور کر دیں گے، جن میں سب سے ادنیٰ فقر ہے۔ **لَا مَنَجًا أَمَى لَا مَهْرَبَ وَلَا مَخْلَصَ** یعنی کوئی جائے فرار اور جائے پناہ نہیں ہے **مِنَ اللَّهِ** اللہ کے غضب و عذاب سے **إِلَّا إِلَيْهِ أَمَى بِالرَّجُوعِ إِلَى رِضَائِهِ وَرَحْمَتِهِ** سوائے اس کی رضا و رحمت کی طرف رجوع کرنے کے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے **مرقاۃ**: جلد ۵، صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** کے ساتھ **لَا مَنَجًا مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ** بھی ثابت ہے نسائی کی حدیث مرفوع سے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کے چار فوائد

۱۔ یہ کلمہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے اور جنت کی چھت عرش الہی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اعمالِ صالحہ کے اختیار کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہونے لگتی ہے۔ اس معنی میں یہ جنت کا خزانہ ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** ننانوے (دنیوی و آخروی) بیماریوں کی دعا ہے، جن میں سب سے ادنیٰ بیماری غم ہے (چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا)۔

۳۔ جب بندہ اس کلمہ کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا اور سرکش چھوڑ دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے؟ وہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** ہے، جب بندہ اس کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ (بقول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ تعالیٰ ملائکہ سے) فرماتے ہیں

أَسْلَمَ عَبْدِيَّ وَاسْتَسَلَّمَ یعنی میرے بندہ نے اطاعت و فرمانبرداری کی، اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں **أَيُّ انْقَادٍ وَتَرْكِ الْعِنَادِ**، یعنی فرماں بردار ہو گیا اور سرکشی کو چھوڑ دیا۔ اور علامہ طبری رحمہ اللہ سے اس کا معنی یہ نقل کرتے ہیں کہ **وَفَوْضَ أُمُورَ انْكَابِنَاتٍ إِلَى اللَّهِ بِأَسْرِهِا**^۹ یعنی میرے بندے نے دونوں جہاں کے تمام غموں کو میرے سپرد کر دیا۔ یہ نعمت کیا کم ہے کہ بندہ زمین پر یہ کلمہ پڑھتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ عرش پر فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

۳۔ پیغام حضرت ابراہیم علیہ السلام بنام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر الانام۔ یہ کلمہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام اور وصیت ہے جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شبِ معراج میں ارشاد فرمایا تھا۔

شبِ معراج میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا، آپ نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ اپنی اُمت کو حکم فرمادیں کہ وہ جنت کے باغوں کو بڑھالیں **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** سے۔

اس کے پڑھنے سے وصیتِ ابراہیمی پر عمل کی سعادت بھی نصیب ہوگی اور اس کی برکت سے جنت کے باغوں میں اضافہ بھی ہوگا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ كَامْفَهُوم

الفاظِ نبوت کی شرح الفاظِ نبوت سے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: جانتے ہو اس کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِلَّا بِعِصْمَةِ اللَّهِ وَلَا قُوَّةَ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ إِلَّا بِعَوْنِ اللَّهِ^{۱۰}

۹۔ ذکرہ الملا علی القاری فی شرحہ مرقاۃ المفاتیح لمشکوٰۃ المصابیح: ۲/۳۳۰ برقم (۲۳۲)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۰۔ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۳۲، کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید، دارالکتب العلمیۃ بیروت

ترجمہ: نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی لیکن اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے قوت اللہ تعالیٰ کی طاعت کی مگر اللہ کی مدد سے۔

اس حدیث شریف کی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظِ نبوت کی شرح الفاظِ نبوت سے ہوئی **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** کے الفاظ بھی سرکاری اور اس کی شرح بھی سرکاری کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی اور **مَا تَفْسِيرُهَا** سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف کی شرح کو تفسیر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ احقر محمد اختر عرض کرتا ہے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** کا مفہوم اور حاصل اس آیت سے ربط اور تعلق رکھتا ہے، بلکہ اس آیت سے مقتبس معلوم ہوتا ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہ **مَا** ظرفیہ، زمانیہ، مصدریہ ہے اور اس کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ نفس کثیر الامر بالسوء ہے **إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي أَمَى فِي وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّي وَعِصَّتِهِ** یعنی نفس برائی سے اس وقت تک محفوظ رہ سکتا ہے جب تک کہ وہ سایہ رحمت حق اور سایہ حفاظت حق میں رہے گا۔

شرح حدیث بعنوان دیگر

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

دو وظیفے بتاتا ہوں جس کا خیال ابھی نماز ہی میں آیا اور سوچ رہا تھا کہ کوئی پوچھے گا تو بتا دوں گا۔ نیک بننے کے لیے اور گناہ چھوڑنے کے لیے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کریں، ان شاء اللہ بہت جلد گناہ چھوٹ جائیں گے، کیوں کہ اس کلمہ کے معنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمائے ہیں کہ

لَا حَوْلَ عَنِ مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِلَّا بِعِصْمَةِ اللَّهِ وَلَا قُوَّةَ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ إِلَّا بِعَوْنِ اللَّهِ

ہم گناہوں سے نہیں بچ سکتے مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے اور کسی عبادت کی ہم میں طاقت نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کی شرح مبارک میں ایک حدیث

نقل فرمائی ہے کہ جب بندہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **أَسَلَّمَ عَبْدِي** **وَاسْتَسَلَّمَ أَمِي عَبْدِي** **إِنْقَادَ وَتَرَكَ الْعِنَادَ** یعنی میرا بندہ مطیع و فرماں بردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی **وَاسْتَسَلَّمَ** کے معنی ہیں **أَمِي فَوْضَ عَبْدِي** **أُمُورَ الْكَائِنَاتِ بِأَسْرِهَا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ** اور میرے بندے نے اپنے سارے کام میرے سپرد کر دیے، لہذا جب اللہ تعالیٰ روزانہ فرشتوں کو بشارت دیں گے کہ میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا تو کیا ان کو لاج نہ آئے گی؟ ورنہ فرشتے کہیں گے کہ یا اللہ! آپ تو فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا، لیکن یہ تو ابھی تک نالائقیاں کر رہا ہے لہذا اللہ تعالیٰ اپنی بشارت کی لاج رکھتے ہوئے بندہ کو سنوارنے کا فیصلہ فرماتے ہیں، اسی لیے پہلے زمانے کے مشائخ اپنے مریدوں کو صرف **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** ہی کا ذکر بتایا کرتے تھے اور اسی سے وہ صاحبِ نسبت ہو جاتے تھے۔

دوسرا اس دعا کو روزانہ مانگا کیجیے اور معمول بنا لیجیے **اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي وَلَا تُشْقِنِي بِمَعْصِيَتِكَ** اے اللہ! مجھ پر رحم فرمائیے ترکِ معصیت کی توفیق عطا فرما کر اور مجھے بد بخت نہ کیجیے اپنی معصیت و نافرمانی سے۔ حدیث پاک کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ہر گناہ آدمی کو بد بختی کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ کا ترک خوش قسمتی کی طرف لے جاتا ہے۔ معصیت سببِ شقاوت ہے اس لیے بہت ڈرنا چاہیے، گناہ سے بہت بچنا چاہیے اور ترکِ معصیت علامتِ رحمتِ حق اور علامتِ سعادت ہے۔

حدیث نمبر ۲۴

الْغَيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا

ترجمہ: غیبت کا گناہ زنا کرنے سے بھی اشد ہے۔

غیبتِ زنا سے اشد کیوں ہے؟

غیبتِ زنا سے زیادہ اشد ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غیبتِ زنا

۱۲۔ هذا مختصر من حدیث جابر بن عبد اللہ و أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہما أنہما قالا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِيَّاكُمْ وَالْغَيْبَةَ فَإِنَّ الْغَيْبَةَ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا. قِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! وَكَيْفَ الْغَيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا ؟ قَالَ : الرَّجُلُ يَزْنِي فَيَتُوبُ ، فَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ ، وَإِنَّ صَاحِبَ الْغَيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهُ حَتَّى يَغْفِرَ لَهُ صَاحِبُهُ أَوْ حَرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ ۵/۳۰۶ برقم (۳۷۴) . ط : دارالکتب العلمیة - وروی عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ عن النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الْغَيْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا فَإِنَّ صَاحِبَ الزِّنَا يَتُوبُ ، وَصَاحِبَ الْغَيْبَةِ لَيْسَ لَهُ تَوْبَةٌ أَوْ تَوْبَةٌ أَوْ حَرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ ۵/۳۰۶ برقم (۳۷۴) . ط : دارالکتب العلمیة

سے زیادہ سخت کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی زنا کر لے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہے، جس سے زنا کیا ہے اس سے جا کر معافی مانگنا ضروری نہیں بلکہ جائز ہی نہیں، کیوں کہ اگر جا کر اس سے کہے کہ ذرا میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں تو اس کو اور ندامت ہوگی اور اس کی رُسوائی اور بدنامی کا اندیشہ ہے۔ زنا حق العباد نہیں ہے۔ آہ! اللہ تعالیٰ کا احسان ہے بندوں پر کہ ہماری آبرو کی کیا حفاظت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے غلاموں کی عزت رکھ لی کہ اس کو حق العباد نہیں رکھا، بلکہ اس گناہ کو اپنے حق میں شامل فرمایا کہ بس کہہ دو کہ یا اللہ! جو مجھ سے یہ گناہ کبیرہ ہو گیا یا آنکھوں سے نا محرم عورتوں کو دیکھا ان سب گناہوں سے معافی چاہتا ہوں تو معاف ہو جائے گا۔ بندوں یا بند یوں سے جا کر اس معاملہ میں یہ کہنا نہیں پڑے گا کہ مجھے معاف کر دو۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت ایسی چیز ہے کہ جس کی غیبت کی گئی اس سے جا کر معافی مانگنی پڑے گی بشرطیکہ اس کو خبر لگ جائے، مثلاً کوئی گجرات میں ہے یا ڈابھیل میں ہے اس کی یہاں کسی نے غیبت کی تو اگر اسے خبر نہیں ہے تو اس سے جا کر معافی مانگنا لازم نہیں ہے۔ یہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ جس کی آپ نے غیبت اور برائی کی ہے اس کو اگر خبر نہیں ہے تو اس سے جا کر معافی مانگنا لازم نہیں۔ تو پھر کیا کرے؟ اس کے لیے یہیں سے مغفرت مانگو، کچھ پڑھ کر بخش دو۔ مشکوٰۃ شریف میں کفارہ غیبت میں یہ روایت ہے کہ یوں کہے **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَ لَه** کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی معاف کرے اور اس کو بھی معاف کر دے یعنی اس کی مغفرت کی بھی دعا کرے کہ جس کی ہم نے برائی کی ہے یا سنی ہے اے اللہ! معاف کر دیجیے۔ برائی کرنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے کسی کی برائی سنی اور کچھ نہیں بولا، گونگے کی طرح بیٹھا رہا **أَدْرَكَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا۔ جب کسی کی غیبت ہو رہی ہو اس وقت خاموشی حرام ہے، اس سے کہو کہ آپ غیبت نہ کیجیے، مجھے تکلیف ہو رہی ہے، مجھے گناہ میں مبتلا نہ کیجیے۔ اس کا دفاع کرو یا اس کی تعریف کرو کہ وہ اچھے آدمی ہیں۔ اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کیا اور اس کی غیبت کو روک دیا، اللہ تعالیٰ اس کا اجر اس کو دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی دیں گے اور جس نے غیبت کرنے والے کی ہاں میں ہاں ملائی کہ ہاں ہاں مجھ کو بھی یہی ڈاؤٹ (شک) ہے، ٹھیک کہتے ہو یا رہ! یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ اس کے اندر یہ خرابی ہے، ہاں میں ہاں ملائی اور اس کا دفاع نہیں کیا، تو **أَدْرَكَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا اور اگر دفاع کی قدرت یا ہمت نہیں تو اس مجلس سے اٹھ جائے جہاں غیبت ہو رہی ہے، لہذا روزانہ اللہ تعالیٰ سے یوں کہیے کہ

یا اللہ! مخلوق کا کوئی حق ہم نے مارا ہو، کسی کی غیبت کی ہو، یا غیبت سنی ہو یا ان کو برا بھلا کہا ہو، تو یہ جو میں صبح و شام تینوں قل پڑھتا ہوں اس کا ثواب ساری امت کو دے دیجیے، یعنی جن جن کے حق ہمارے اوپر ہیں ان کو اس کا ثواب دے دیجیے، تاکہ قیامت کے دن آپ ان کو ہم سے راضی کر دیں تو ان شاء اللہ! یہ تینوں قل والا وظیفہ آپ کو مخلوق کے شر سے بھی بچائے گا اور ساتھ ساتھ بندوں کا حق بھی ادا ہوتا رہے گا۔ منشاء یہ ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جب تک اس کو اطلاع نہیں ہوئی، تو جس مجلس میں غیبت کی ہے ان لوگوں کے سامنے اپنی نالائقی کا اعتراف کرے کہ ہم سے بڑی نالائقی ہوئی، اگر ان میں ایک عیب ہے تو سینکڑوں خوبیاں بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اس کو ایصالِ ثواب کریں اور جو اہل حقوق ہیں ان سے جا کر معافی مانگ لو، بشرطیکہ اس کو آپ کی غیبت کی اطلاع ہو گئی ہے اور اگر اطلاع نہیں ہے تو خواہ مخواہ جا کر اس کا دل خراب مت کرو، اس بے چارہ کو خبر بھی نہیں ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مجھے معاف کر دیجیے، میں نے کل آپ کی غیبت کی تھی۔ اس سے اس بے چارے کو اذیت ہوگی۔

روزانہ صبح و شام تینوں قل پڑھ کر یوں دعا کیا کیجیے کہ اے اللہ! اس کا ثواب ان لوگوں کو عنایت فرمائیے جس کا میں نے کوئی حق مارا ہو، برا بھلا کہا ہو، غیبت کی ہو، کسی قسم کا بھی حق ہو، تاکہ قیامت کے دن یا اللہ! ہم پر کوئی مقدمہ نہ دائر کر دے اور ثواب ان کو دے کر ان کو ہم سے راضی کر دیجیے، اس طرح ان شاء اللہ! آپ جنت کے راستہ پر آجائیں گے، کیوں کہ جنت اس وقت ملے گی جب اللہ کے حقوق میں بھی معافی ہو جائے اور بندوں کے حقوق میں بھی معافی ہو جائے۔

شرح حدیث بعنوانِ دیگر

غیبت کے زنا سے اشد ہونے کی وجہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غیبت کا گناہ زنا سے اشد ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ زنا سے کیوں اشد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کار اپنے زنا سے اگر معافی مانگ لے تو معافی ہو جائے گی، جس کے ساتھ زنا کیا ہے اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں ہے۔ زنا کو اللہ نے اپنا حق رکھا ہے، یہ حق العباد نہیں ہے، لیکن غیبت حق العباد ہے، جس کی غیبت کی ہے جب تک اس سے معافی نہیں مانگے گا یہ گناہ معاف نہیں ہوگا، بشرطیکہ جس کی غیبت کی ہے اس کو اطلاع ہو جائے۔ جب تک اس کو اطلاع نہیں ہوئی اس وقت تک

اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں، بلکہ صبح و شام کے جو معمولات میں نے بتائے ہیں، وہ پڑھ کر روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ میں نے زندگی میں جس کی غیبت کی ہو، ستایا ہو یا مارا ہو، ان سب کا ثواب اے اللہ! اُن کو دے دے اور ان کا یہ ثواب دکھا کر قیامت کے دن راضی نامہ کر دینا۔ ماں باپ کو بھی اس میں شامل کر لو۔ بزرگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ ثواب تقسیم ہو کر ملے گا یا ہر ایک کو پورا ملے گا؟ مثلاً تین دفعہ **قل هو اللہ** کا ثواب اگر سو آدمیوں کو بخشا تو کیا سو حصہ لگے گا یا بانٹا جائے گا اور تقسیم ہو گا؟ مگر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہی ہے جس کو حکیم الامت نے نقل کیا ہے کہ ثواب تقسیم نہیں ہو گا سب کو برابر ملے گا۔ سورۃ یٰسین شریف پڑھ کے بخشو تو دس قرآن پاک کا ثواب اور تین قل هو اللہ شریف پڑھ کر بخشو تو ایک قرآن پاک کا ثواب ہر ایک کو پورا پورا ملے گا، چاہے بے شمار آدمیوں کو بخشو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے یہ قریب ہے۔

کفارہ غیبت کی دلیل منصوص

تو غیبت کے متعلق بہت بڑے بڑے علماء بھی اس مسئلہ سے واقف نہیں ہیں، وہ یہی کہیں گے معافی مانگنا پڑے گی کہ یہ حق العباد ہے، بندوں کا حق ہے، لیکن حکیم الامت کا یہ مضمون **الظرائف والظرائف** میں، میں نے خود پڑھا ہے کہ جس کی غیبت کی ہے جب تک اس کو اطلاع نہ ہو اس سے معافی مانگنا واجب نہیں، بلکہ بعض وجہ سے جائز بھی نہیں ہے کیوں کہ اس سے اُس کا دل برا ہو گا کہ یار! تم اچھے خاصے دوست بن کر میری غیبت کر رہے تھے، تو یہ اذیت پہنچانا ہو گا، کیوں کہ اس کو تو معلوم ہی نہیں تھا کہ میری غیبت کی گئی ہے، لہذا جب تک اطلاع نہ ہو اُس سے معافی مانگنا واجب نہیں، بلکہ مندرجہ بالا طریقہ سے اس کی تلافی کرنا کافی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

إِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْعَيْبَةِ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ اغْتَبَتَهُ تَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ ۝۳

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہ اسی صورت میں ہے جب اس کو اطلاع نہ ہوئی ہو یا اس کا انتقال ہو گیا ہو، ہاں اگر اطلاع ہو گئی تو اب اس سے معافی مانگنا واجب ہے، جب تک معافی نہیں مانگو گے یہ گناہ معاف نہیں ہو گا۔ اس کو میں جب بیان کرتا ہوں تو بڑے بڑے علماء میرا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔

۱۳۔ هذا حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْعَيْبَةِ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ اغْتَبَتَهُ تَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ. أخرجه البيهقي في الدعوات الكبير: ۲/۲۱۳ برقمه (۵۷۵): غراس للنشر والتوزيع - الكويت



حدیث نمبر ۲۵

الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيٌّ^{۱۲}

ترجمہ: بڑائی میری چادر ہے۔

حدیثِ قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: بڑائی میری چادر ہے، جو اس میں گھسے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔ عجب و تکبر بے وقوفوں کو بہت ہوتا ہے، ورنہ ذرا بھی عقل سے کام لیا جاوے تو سمجھ میں آ جاوے گا کہ انسان کو تکبر کبھی زیبا نہیں۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: بڑائی میری چادر ہے جو اس میں گھسے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔

عُجْبُ اور تَكْبَرُ کا فرق اور ان کی تعریف

عُجْبُ کی حقیقت: انسان کا اپنی کسی صفت پر اس طرح نگاہ کرنا کہ بجائے عطائے حق سمجھنے کے اس کو اپنا ذاتی کمال سمجھے، جس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ منہ سے بجائے شکر نکلنے کے ”میں ایسا ہوں، میں ویسا ہوں“ نکلتا ہے، کیوں کہ عطائے حق کا اسے استحضار نہیں رہتا اور دل ہی دل میں اپنے کو اچھا سمجھتا ہے۔

تکبر کی حقیقت: تکبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے مقابلہ میں اپنے کو بڑا سمجھے۔ پس تکبر میں دوسرے کی تحقیر بھی لازم آتی ہے اور عجب میں دوسروں کی تحقیر لازم نہیں آتی۔

معجب اور متکبر ان دونوں کلیوں کے درمیان نسبت اعمّ اخصّ مطلق کی ہے، متکبر اعمّ ہے اور معجب اخصّ ہے، اس لیے کہ ہر متکبر میں عجب کا تحقق ضروری ہوتا ہے، کیوں کہ جب اپنی کسی صفت پر نظر کر کے اپنی اچھائی اور بڑائی کا تصور ہو گا تب ہی تو دوسرے کو تحقیر سمجھے گا اور ہر عجب کے لیے تکبر لازم نہیں کیوں کہ کبھی انسان اپنی صفت پر نظر کر کے صرف اپنے ہی کو اچھا سمجھتا ہے اور اس وقت کسی کی تحقیر سے

^{۱۲} هذا مختصر من حدیث أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ اللَّهُ سُبحَانَهُ: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيٌّ، وَالْعِظْمَةُ إِزَارِيٌّ، مَنْ نَأَى عَنِي وَاحِدًا وَمِنْهُمَا، أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ. أخرجه أبو داود في سننه (۲۱۰/۲) برقم (۳۰۹۲) في باب مَا جَاءَ فِي الْكِبْرِ. وابن ماجة في سننه: ۳۰۸ برقم (۳۱۴۳) في باب الْبِرَاءَةِ مِنَ الْكِبْرِ وَالنَّوْاضِعِ. وروى أيضا عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ اللَّهُ سُبحَانَهُ: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيٌّ، وَالْعِظْمَةُ إِزَارِيٌّ، فَمَنْ نَأَى عَنِي وَاحِدًا وَمِنْهُمَا، أَلْقَيْتُهُ فِي النَّارِ. أخرجه ابن ماجة في سننه (ص ۳۰۸) برقم (۳۱۴۵) في باب الْبِرَاءَةِ مِنَ الْكِبْرِ وَالنَّوْاضِعِ، والبخاري في مسنده: ۵/۱۱: ۳۰۳ برقم (۵۱۰۲): مكتبة العلوم والحكم

خالی الذہن ہوتا ہے۔ یہ علمی تحقیق حق تعالیٰ نے اس ناکارہ عبد کو عطا فرمائی ہے **أَحْمَدُ لِلَّهِ عَلَى ذِكِّكَ وَلَا فَخْرَ يَا رَبِّي**۔ قلب و روح کے امراض میں سالکین کے لیے عجب اور تکبر دونوں ہی مہلک بیماریاں ہیں ان کی اصلاح میں تغافل نہ ہونا چاہیے۔

ایک مثال سے اس کا ضرر سمجھ میں آجائے گا۔ وہ یہ ہے کہ کوئی عاشق اپنے محبوب کا مشتاق ہے لیکن بوقت ملاقات یہ بے وقوف بجائے محبوب کو دیکھنے کے اپنی جیب سے آئینہ نکال کر اپنی ہی صورت اور اپنے ہی نقش و نگار دیکھ رہا ہے تو یہ شخص اس محبوب کی نظر میں کس قدر منافق فی المحبت اور محروم سمجھا جاوے گا، اسی طرح سالکین اور طالبین حق کو سوچنا چاہیے کہ مولائے حقیقی ہر وقت اپنے بندوں پر ہزار ہا الطاف و کرم سے متوجہ ہیں اور بندہ اگر بے وقوفی سے بجائے حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی طرف متوجہ ہونے کے اپنی ہی مستعار صفات میں مشغول ہے، تو یہ لمحات اس کے لیے نفاق فی المحبت اور فراق و محرومی کے ہوں گے یا نہیں؟ خود ہی فیصلہ کر لو۔ اور اس بیماری کی اہمیت اور اس کے ضرر کا اندازہ لگا لو، الحمد للہ! کہ اس مثال سے عجب اور کبر کی مضرت بہت ہی واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہے اور عاشقوں کے لیے یہ مثال تازیانہ عبرت ہے۔

اے اللہ! ہم سب کو عجب و کبر اور جملہ مہلکات طریق سے محفوظ فرما۔ (آمین) حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ حضرت شیخ کی جوتیوں کے صدقے میں یہ مثالیں اور علوم عطا ہو رہے ہیں۔ **أَحْمَدُ لَكَ وَالشُّكْرُ لَكَ يَا رَبَّنَا**

يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ اهْدِنَا

لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُومِ وَالْغِنَا

حدیث نمبر ۲۶

وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنَا أَحْشَاكُمْ لَهُ^{۱۵}

ترجمہ: خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں اور میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔
أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَنَا أَحْشَاكُمْ لَهُ اے لوگو! مجھے تم میں سب سے زیادہ علم دیا گیا ہے اور اسی سبب سے

۱۵۔ ہذا مختصر من حدیث عائشة رضی اللہ عنہا أنها قالت: أَنَّ نَاسًا كَانُوا يَتَعَبَّدُونَ عِبَادَةً شَدِيدَةً فَتَهَاهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَحْشَاكُمْ لَهُ، وَكَانَ يَقُولُ: عَلِيمُكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا. أخرجه أحمد في مسنده (۶/۱۳ برقم: ۲۳۹۶۵)، دار الكتب العلمية

تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اللہ سے۔

رضائے الہی کی طلب اور ناراضگی سے پناہ میں دل کو گھلانا اصل علم ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَنَا أَخْشَاكُمْ لَهُ** اے لوگو! مجھے تم میں سب سے زیادہ علم دیا گیا ہے اور اسی سبب سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اللہ سے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ

ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل غمگین اور فکر مند رہتے تھے۔ آخرت کا خوف اور اُمت کا غم آپ کو اس حال میں رکھتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہونے کے باوجود عرض کرتے ہیں **لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ** اے ہمارے رب! میدانِ محشر میں ہمیں رُسوانہ کیجیے گا۔ تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام غلبہ خوفِ خداوندی سے سکڑ کر گوریا کے برابر ہو جاتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوف سے فرماتے ہیں کہ کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کاش! کہ میری ماں نے مجھے جناہی نہ ہوتا۔ مقبولان بارگاہ کا یہی حال ہوتا ہے، عظمتِ الہیہ کا جس قدر انکشاف ہوتا جاتا ہے ہیبتِ حق کا غلبہ ہو جاتا ہے اور جن کی آنکھیں اندھی ہیں، انہیں اپنے علوم سے صرف حلو، مانڈا اور معاش کی ضروریات حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بزرگانِ دین کی صحبت نہ ملنے سے یہی حشر و انجام ہوتا ہے۔ بقول حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے، کہ نورِ نبوت کے بغیر علومِ نبوت پڑھ لینے سے عملی زندگی کبھی درست نہیں ہو سکتی۔ اس لیے فراغِ درسیات اور علومِ ظاہری کے بعد اہل اللہ کی صحبت میں حاضری ضروری ہے، جس کی مدت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ماہ تجویز فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عاشق بندے محبوبِ حقیقی کے عشق میں اپنی جان سے بھی بے پرواہ ہیں اور ذکرِ محبوب کی لذت نے ان کو دنیا کے تمام مشاغل سے مستغنی کر دیا ہے، یادِ حق میں خلق سے کنارہ کش ہیں، تاکہ تعلقاتِ غیر ضروریہ سے ذکرِ حق میں خلل واقع نہ ہو اور حق تعالیٰ کی یاد سے ایسے مست اور بے خود ہیں کہ غیر حق سے بالکل التفات باقی نہ رہا، اگرچہ وہ مباح الاصل ہی کیوں نہ ہوں یا کسی درجہ مرجوحہ میں مستحسن ہی

۱۶۔ هذا مختصر من حدیث حسن بن علی رضی اللہ عنہما أنه قال: سألت خالي هند بن أبي هالة التميمي وكان وصافاً عن حلية النبي وأنا أشتهي أن يصف لي منها شيئاً أتعلق به... حتى انه قال كان رسول الله متواصل الاحزان دائم الفكرة... إلخ أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (۲/۲۸۴) دار الكتب العلمية) وفي شعب الإيمان (۲/۱۵۴-۱۵۵) دار الكتب العلمية) برقم (۱۳۳۰)

کیوں نہ ہوں، لیکن ان امور کی طرف ان عاشقین کو بالکل التفات نہیں رہا، کیوں کہ دست بوسی شاہ کے میسر ہوتے ہوئے، پابوسی شاہ کی طرف التفات قرب اعلیٰ سے قرب ادنیٰ کی طرف نزول کے مترادف ہے۔

حدیث نمبر ۲

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَطَّائَتَيْنِ تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ
مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدَّمُوعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَمْرًا^۱

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بہت زیادہ موسلا دھار برسنے والی آنکھیں عطا فرما جو دل کو آپ کے خوف سے اپنے آنسوؤں سے سیراب کر دیں، قبل اس کے کہ یہ آنسو خون ہو جائیں اور داڑھیں انکارے بن جائیں۔

اللہ والی آنکھوں کی پہلی صفت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم آپ سے ایسی آنکھیں مانگتے ہیں جو **هَطَّائَةٌ** ہوں۔ **هَطَّائَةٌ** کے معنی ہیں موسلا دھار برسنے والی **غَيْمٌ هَاطِلٌ** لغت میں موسلا دھار برسنے والے بادل کو کہتے ہیں یعنی موسلا دھار بارش، محض گریہ پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ اسی مصدر سے مبالغہ کا وزن استعمال فرمایا یعنی **هَطَّائَةٌ** فرمایا، **فَعَالٌ** مذکر کے لیے اور **فَعَالَةٌ** مؤنث کے لیے مبالغہ کا وزن ہے اور **عَيْنَيْنِ** عربی میں مؤنث ہونے کے سبب ان کی صفت کے لیے مؤنث کا وزن یعنی **هَطَّائَةٌ** استعمال فرمایا، اب ترجمہ یہ ہو گا کہ اے اللہ! ایسی آنکھیں عطا فرمائیے جو موسلا دھار برسنے والے ابر سے بھی زیادہ رونے والی ہوں۔

اللہ والی آنکھوں کی دوسری صفت: **هَطَّائَتَيْنِ**، عینین کی صفت اولیٰ ہے، اس کے بعد نبی علیہ السلام نے دوسری صفت بھی مانگی **تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ** وہ آنکھیں ایسی موسلا دھار رونے والی ہوں جو قلب کو اپنے آنسوؤں سے سیراب کر دیں۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ ہر رونے والی آنکھیں دل کو سیراب نہیں کرتی ہیں، پس جو آنسو اللہ کے خوف سے یا اللہ تعالیٰ کی محبت سے گرتے ہیں وہ آنسو دل کو سیراب کرتے ہیں۔ **ولنعلم ما قال الشاعر**

۱۔ هذا حديث عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أنه قال: كان من دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللهم ارزقني عينين هطائتين تسقيان القلب بذرورف الدموع من خشيتك قبل أن تكون الدموع دمًا والأضراس جمرًا. أخرجه الطبراني في الدعاء: ۳۲۹/۱ برقم: (۳۵۴) دار الكتب العلمية

سَهْرُ الْعَيْوُنِ لِيَغْيِرَ وَجْهَكَ ضَايِعٌ
وَبُكَاءُ هُنَّ بِيغْيِرُ فَقْدِكَ بَاطِلُنْ

اے اللہ! آنکھوں کی وہ بیداری جو آپ کے دیدار کے علاوہ ہو یا آپ کے لیے نہ ہو، وہ بیداری ضالچ اور بے کار ہے اور آنکھوں کا وہ رونا جو آپ کی جدائی کے غم سے نہ ہو باطل ہے۔

تو معلوم ہوا کہ **تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمْعِ** عینین کے لیے صفتِ ثانیہ ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخلاص کے آنسو طلب فرمائے کہ وہی دل کو بھی سیراب کرتے ہیں۔

اللہ والی آنکھوں کی تیسری صفت نبی علیہ السلام عرض کرتے ہیں **قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدُّمُوعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَهْرًا** اے اللہ! یہ رونے کی توفیق اسی حیاتِ دنیا میں عطا فرمائیے، قبل اس کے کہ یہ آنسو خون ہوں اور داڑھیں انگارے ہو جائیں یعنی دوزخ میں تو دوزخی بھی روئے گا، لیکن اس کے آنسو خون کے ہوں گے اور اس کی داڑھیں انگارے ہوں گی، تو یہ آنسو کس کام کے؟ یہ تو سزا والے آنسو ہیں، رحمت کے آنسو تو وہ ہیں جو دنیا میں اللہ کے لیے نکلیں۔

قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدُّمُوعُ دَمًا... الخ یہ ظرف ہے اور ہر ظرف مظروف کے لیے بمنزلہ قید ہوتا ہے اور قید بمنزلہ صفت ہوتی ہے، پس یہ نحوی صفت تو نہیں ہے لیکن معنوی صفت ہے، یہ تمام اوپر کی شرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے احقر کو اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہے۔ **ذَلِكَ مِمَّا خَصَّصَنِي اللَّهُ تَعَالَى بِلَطْفِهِ**۔

حدیث نمبر ۲۸

أَنْ نَقْتَرِفَ سُوءًا عَلَى أَنْفُسِنَا أَوْ نَجْزِيَهُ إِلَى مُسْلِمٍ
أَوْ أَكْسَبَ خَطِيئَةً أَوْ ذَنْبًا لَا تَغْفِرُهُ

۱۸۔ هذا مختصر من حديث أبي مالك الأشعري رضي الله عنه أنه قال قائلوا يا رسول الله حديثنا بكلمة نقولها إذا أصبختنا وأمسيتنا وأصطبجتنا فأمرهم أن يقولوا: اللهم فاطر السموات والأرض عالم الغيب والشهادة أنت رب كل شيء والملائكة يشهدون أنك لا إله إلا أنت فإنا نعوذ بك من شر أنفسنا ومن شر الشيطان الرجيم وشره وأن نقترف سوءاً على أنفسنا أو نجزيه إلى مسلمٍ. أخرجه أبو داود في سننه ۳۳۰/۲ برقم (۵۰۱۵) في باب ما يقول إذا أصبج. والطبراني في معجمه الكبير: ۳/۴۰۵ برقم (۳۳۰)

۱۹۔ هذا مختصر من حديث زيد بن ثابت رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه دعاء وأمره أن يتعاهداه ويتعاهد به أهله

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ ہم حاصل کریں اپنی جان پر کسی برائی کو یا اس کو پہنچائیں کسی مسلمان کی طرف یا کریں ہم کوئی ایسی خطایا گناہ جس کی آپ مغفرت نہ فرمائیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں **أَنْ تَقْتَرِفَ سُوءًا عَلَيَّ أَنْفُسًا أَوْ خَيْرَةً إِلَى مُسْلِمٍ أَوْ أَكْسِبَ خَطِيئَةً أَوْ ذَنْبًا لَا تَغْفِرُهُ** اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ ہم حاصل کریں اپنی جان پر کسی برائی کو یا اس کو پہنچائیں کسی مسلمان کی طرف یا کریں ہم کوئی ایسی خطایا گناہ جس کی آپ مغفرت نہ فرمائیں۔

مسلسل نامرمانیوں کی عادت میں مبتلا رہنے کے باوجود تزکیہ کا اہتمام نہ کرنا اور ترکِ معصیت کی تدابیر نہ معلوم کرنا دو خطرناک مصیبتوں میں گرفتار کرتا ہے۔ نمبر ایک یہ کہ ایسا آدمی حق تعالیٰ کی راہ میں انوار و برکاتِ قربِ خاص سے محروم رہتا ہے، ظاہر ہے کہ انوارِ طاعات و اذکارِ ظلماتِ معاصی سے کبھی بالکل سلب ہو جاتے ہیں اور کبھی حد درجہ یہ انوار بے کیف اور مضحل ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایسا آدمی ہر وقت علیٰ معرض الخطر ہے یعنی چاہے طرد و ضلالت کے کنارے کھڑا ہے۔ نہ معلوم کب کوئی گھڑی ایسی آجائے کہ یہ اپنی عادتِ معصیت کے مطابق گناہ کرے اور گرفت ہو جائے اور تجلی صفتِ رحمت و حلم مبدل بہ تجلی قہر و انتقام ہو جائے، جس کے نتیجے میں آئندہ توفیقِ استغفار نہ ہو اور شدہ شدہ یہ ظلمات سارے قلب کو زنگ آلود کر دیں، حتیٰ کہ ذکر سے وحشت و نفرت ہونے لگے اور پھر مردود ہو کر سوءِ خاتمہ کی لعنت کا طوق پہن کر جہنم میں چلا جائے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں، آمین۔

حدیث نمبر ۲۹

أَكْثَرُوا ذِكْرَهَا ذِمَّ اللَّذَاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ

کل یوم۔ قال: "قل حين تصبى: لبیک اللہم لبیک لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک ومنک وبک وإلیک اللہم ما قلت من قول أو نذرت من نذر أو حلفت من حلف فمشیتک بین یدی ذلک وما شئت کان وما لا تشاء لا یکون ولا حول ولا قوة إلا بک إنک علی کل شیء قدیر اللہم ما صلیت من صلاة فعلی من صلیت وما لعنت من لعنة فعلی من لعنت أنت ولی فی الدنیا والأخرة توفی مسلماً وأخفی بالصحیحین أسألك اللہم الرضا بعد القضاء وبرد العیش بعد السمت ولذة نظر فی وجهک وشوقاً إلی لقاءک من غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة أعود بک من أن أظلم أو أظلم أو أعتدی أو یعتدی علی أو أكسب خطیئة أو ذنبا لا تغفره... الخ- أخرجه البغوی فی معجم الصحابة: ۲/۲۳۱ رقم (۸۲۲): مکتبة دار البیان، والبیہقی فی الدعوات الکبیر: ۲/۲۸۱ رقم (۲۲) فی باب الدعاء عند الصبح والمساء. منشورات مرکز المخطوطات - انکویت

۹۔ هذا حدیث أبی ہریرة أنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أكثروا ذکرها ذم اللذات یعنی الموت، أخرجه الترمذی فی سننہ

ترجمہ: لذات کو سرد کرنے والی چیز کو کثرت سے یاد کرو یعنی موت کو۔

موت کا کثرت سے یاد کرنا دل کو دنیا سے اُچاٹ کرتا ہے اور یہی ہدایت کا بڑا سبب اور ذریعہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ موت جو لذات کو سرد کرنے والی ہے اس کو کثرت سے یاد کرو۔

پس موت کا اتنا تصور کرو کہ اس کی وحشت لذت سے بدل جائے اور اپنے اصلی وطن کے ذکر سے لذت ملنی ہی چاہیے۔ مومن کے لیے موت دراصل محبوب حقیقی کی طرف سے دعوتِ ملاقات کا پیغام ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں، اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کہ کاش! میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کہ کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے، ایک جانور کو دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر مزہ میں ہے کہ کھاتا ہے، پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں، کاش! ابو بکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش! مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے: کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ ایک بار صبح کی نماز میں جب اس آیت پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی:

إِنَّمَا أَشْكُوا بَنِيَّ وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حق تعالیٰ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے سے دونالیاں سی بن گئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لیے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ ہلکھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو۔ لہذا موت کو کثرت

(۵۷/۲) برقم (۲۳۰۷) فی باب ما جاء فی ذکر الموت، والنسائی فی سننہ: ۲۵۸/۱ برقم (۱۸۲۳) فی باب کثرة ذکر الموت، وابن ماجہ فی سننہ: ۳۳۳/۱ برقم (۳۲۵۸) فی باب ذکر الموت والاستعداد، وأحمد فی مسندہ ۳۹۲/۲ برقم (۹۳۳) ط: دارالکتب العلمیة. وروی أيضًا عن أنس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلس وهم یضحکون فقال: أكثروا من ذکر ما ذم اللذات، أحسبہ قال - فإنه ما ذکرة أحد فی ضیق من العیش إلا وسعه علیہ، ولا فی سعة إلا ضیقه علیہ. أخرجه البزار فی مسندہ ۳۵۲/۱۳ برقم (۶۹۸۷) ط: مکتبة العلوم والحکم والبیہقی فی شعب الإیمان (۳۹۸/۱) برقم (۸۲۶) ط: دارالکتب العلمیة

سے یاد کیا کرو اور قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بے گانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں... الخ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہت رویا کرتے تھے حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بے کار ہو گئی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ پوچھ لیا تو فرمایا کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو، اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ پیش آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ وہ جب:

فَإِذَا انشقت السماء فكانت وردة كالدهان^{۳۱}

پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے، روتے روتے دم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے کہ ہاں! جس دن آسمان پھٹ جائے یعنی قیامت کے دن میرا کیا حال ہو گا، ہائے میری بربادی! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے سے فرشتے بھی رونے لگے۔

ایک انصاری صحابی نے تہجد کی نماز پڑھی پھر بیٹھ کر بہت روئے، کہتے تھے: اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رولا دیا۔

ایک صحابی رورہے تھے، بیوی کے پوچھنے پر فرمایا کہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ جہنم پر تو گزرنا ہے ہی، نہ معلوم نجات ملے گی یا وہیں رہ جاؤں گا؟ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے اور روتے رہے:

وَأَمْتَاذُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ^{۳۲}

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں تو تم سب لوگ ملے جلے رہے، مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے کم ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہو گا یا فرماں برداروں میں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف سے ذرا سا بھی آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے

۳۱۔ الرحمن: ۳۷

۳۲۔ یس: ۵۹

گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا مشکل ہے جیسا کہ دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب جنت میں داخل ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں: ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرا ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس کو رونا آئے وہ روئے ورنہ رونے کی صورت ہی بنا لے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ پہاڑ کے برابر صدقہ کروں۔

حدیث نمبر ۳۰

مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ
الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كَتَبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ^{۳۰}

ترجمہ: جس شخص کا نیند کے سبب رات کا وظیفہ اور معمول ادا نہ ہو سکا اور اس نے فجر اور ظہر کے درمیان اس کو پورا کر لیا، تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جیسے کہ اس نے رات ہی میں وہ معمول پورا کیا۔

حکایت: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز تہجد شیطان نے آپ کے پاؤں دبا کر قضا کرادی یعنی نیند گہری طاری ہو گئی۔ آپ نے دن میں تہجد کی قضا ادا کی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث مروی ہے کہ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ جس شخص کا نیند کے سبب رات کا وظیفہ اور معمول ادا نہ ہو سکا اور اس نے فجر اور ظہر کے درمیان اس کو پورا کر لیا کَتَبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ تو اس کو اتنا

^{۳۰} ہذا حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كَتَبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ. أخرجه مسلم في صحيحه: ۲۵۶/۱ رقم (۴۴۹) في باب صَلَاةِ اللَّيْلِ وَعَدَدُ رَكَعَاتِ

ہی ثواب ملے گا جیسے کہ اس نے رات ہی میں وہ معمول پورا کیا۔ حاصلِ حکایت یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں بعد نماز فجر معمولاتِ شب پورا کر کے بہت روئے اور حق تعالیٰ سے ندامت کے ساتھ استغفار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ندامت کے ان آنسوؤں کو جو ایک روایت کے مطابق شہیدوں کے خون کے برابر میدانِ محشر میں تولے جائیں گے، قبول فرما کر ان کے درجے کو بہت بلند فرما دیا۔ ابلیس نے آپ کو آپ کے درجے سے کمتر کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن آپ کا مقام پہلے سے بھی بلند دیکھ کر حسد سے جل گیا اور دوسری شب میں تہجد کے لیے بیدار کیا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ اے شخص! تو کون ہے؟ کہا: میں آپ کو تہجد کے لیے اٹھا رہا ہوں، آپ اٹھ کر یہ نیک کام کر لیں، لیکن مجھے نہ معلوم کریں کہ میں کون ہوں، میرا نام بہت بدنام ہے۔ فرمایا کہ نہیں تجھے بتانا پڑے گا۔ کہا: حضور! مجھے ابلیس لعین کہتے ہیں۔ فرمایا: تیرا کام تو برائی کرانا ہے، یہ نیک کام آج کیسے کر لیا؟ حضور! ہزاروں سال عبادت گزار رہا ہوں، پرانی عادت کبھی عود کر آتی ہے۔ فرمایا کہ سچ سچ بتا، اے ابلیس! تیرا کمر مجھ پر نہ چل سکے گا۔ کہا: حضور! رات آپ کی تہجد قضا کر ادی تھی۔ آپ کی گریہ وزاری اور توبہ نے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیا پھر آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ مجھ جیسا بنی آدم کا حاسد اس کو کہاں برداشت کر سکتا ہے۔ آج سوچا کہ آپ کو بیدار کر دوں تاکہ آپ جس رفتار سے ترقی کر رہے تھے اسی پر قائم رہیں۔ آپ نے جس مقامِ درد و اخلاص سے توبہ کی اس نے تو آپ کو سلوک میں تیز گام بنا دیا اور میری تدبیرِ معکوس نے میرے جگر میں غم کی آگ رکھ دی۔

حدیث نمبر ۳۱

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ۵۹

ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ محبت کرے گا۔

۵۹۔ هذا مختصر من حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ أنه قال جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كيف تقول في رجل أحب قوماً ولم يألحق بهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم المرء مع من أحب. أخرجه البخاري في صحيحه: ۹۱۰/۲ (۹۱۱-۹۱۲) في باب علامة حب الله عز وجل. و مسلم في صحيحه: ۳۲/۲ (۲۸۸۸) في باب المرء مع من أحب. و روى عن صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ أنه قال: جاء أعرابي جهوري الصوت قال يا محمد الرجل يحب القوم ولما يلحق بهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم المرء مع من أحب أخرجه الترمذي في سننه: ۲/۳۲ (۲۳۸۴) في باب ما جاء أن المرء مع من أحب

محبت کی عظیم الشان کرامت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا کہ جو آدمی کسی قوم سے محبت رکھے (یعنی علماء و صلحاء سے محبت رکھتا ہے۔ مراقاة) **وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ** اور ان کے اعمالِ نافلہ اور ریاضاتِ شاقہ میں ان کا ساتھ نہ دے سکا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ**۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **أَيُّ يُحْشَرُ مَعَ مَحْبُوبِهِ وَيَكُونُ رَفِيقًا لِمَطْلُوبِهِ قَالَ تَعَالَى: وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الصَّادِقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ وَ حَسَنَ أَوْلِيَكَ رَفِيقًا**۔ محبت کی برکت سے اس محب کا حشر اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اور اسی کارِ فیتق ہو گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ اور رسول کا مطیع ہو گا وہ ان ہی منعم علیہم انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہو گا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

محبت کی کرامت سے محبوب کی معیت کی تائید میں ملا علی قاری نے جو آیت پیش کی ہے، اس میں تو اطاعت کی قید ہے محبت کا لفظ ہی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اطاعت محبتِ کاملہ صادقہ کے لیے لازم ہے۔ پس اس آیت میں ملزوم کی تعبیر لازم سے کی گئی ہے، جو فنِ بلاغت میں علاقہ مجاز مرسل کہلاتا ہے اور اصطلاح میں اس کو **تَسْمِيَةُ الْمَلْزُومِ بِاسْمِ اللَّازِمِ** کہتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وَمِنْ عَلَامَةِ الْمَحَبَّةِ الصَّادِقَةِ أَنْ يَخْتَارَ أَمْرَ الْمَحْبُوبِ وَنَهْيَهُ عَلَى مَرَادٍ غَيْرِهِ وَلِذَا قَالَتْ رَابِعَةُ الْعَدَوِيَّةُ**۔

تَعْصِي الْإِلَهِ وَأَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّهُ

هَذَا الْعَرَبِيُّ فِي الْقِيَّاسِ بَدِيعُ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ

إِنَّ الْمُحِبَّ لَيْسَ يُحِبُّ مُطِيعُ

ترجمہ: محبتِ صادقہ کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے حکم کو بجالائے اور نہی سے رک جائے اور غیر محبوب کو

کبھی ترجیح نہ دے، جیسا کہ رابعہ عدویہ فرماتی ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور محبت بھی ظاہر کرتا ہے، یہ عجیب بات ہے، اگر تیری محبت صادق ہوتی تو اطاعت محبوب کی ضرور کرتا، کیوں کہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

محبت و اطاعت پر معیتِ موعود کی تفصیلی تحقیق تفاسیر اور احادیث کی روشنی میں

کیا محبت پر معیت سے یہ مراد ہے کہ جنت میں سب ایک ہی درجہ میں جمع ہوں گے اور فاضل اور مفضول میں فرق نہ رہے گا؟

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق: جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جنت میں کس طرح بعض کو بعض دیکھیں گے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْأَعْلَىٰ يَنْخَدِرُونَ إِلَىٰ مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُمْ فَيَجْتَمِعُونَ فِي رِيَاضِهَا... الخ^{۹۱}

اعلیٰ جنت کے لوگ اسفل والوں کے پاس نزول فرمائیں گے اور جنت کے باغوں میں جمع ہوا کریں گے اِنَّ هَذِهِ الْمَعِيَّةَ وَالْمُؤَاجَهَةَ وَالْمُجَامَلَةَ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ حُسْنِ الْمُعَامَلَةِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ^{۹۲} اور ہر شخص کی معیت اپنے بزرگوں کے ساتھ حسب اختلاف حسن معاملہ مختلف ہوگی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کی تحقیق: حضرت تھانوی بیان القرآن میں اس معیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اشخاص ان حضرات کے درجہ میں چلے جائیں گے، کیوں کہ یہ اس نص قطعی کے خلاف ہے **هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ**^{۹۳} بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے درجہ سافلہ

۹۱ النساء: ۶۹

۹۲ ذکرة الطبری في جامع البيان في تأويل القرآن: ۵۳۵/۸، في تفسير آيات النساء: ۶۹، مؤسسة الرسالة - والمظہری في تفسيره: ۱۶۰/۲ في تفسير

آيت النساء: ۶۹

۹۳ ذکرة الملا علی القاری في مرقاة المفاتیح: ۳۲/۸، باب الحب في الله ومن الله دار الفكر بیروت

۹۴ آل عمران: ۱۳۳

سے ان کے درجہ عالیہ میں پہنچ کر ان کی زیارت سے اور اس درجہ کی برکات سے مشرف ہوا کریں گے۔
 علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی ذریعات کو (بشرط ایمان) ان کے درجات میں جنت میں جمع فرما دیں گے اگرچہ وہ اعمال میں کم ہوں گے تاکہ وہ اپنی آنکھیں اپنی ذریعات سے ٹھنڈی کریں۔ اور الحاق سے مراد مستقل سکونت ہے، نہ کہ محض ان سے ملاقات اور زیارت کی اجازت۔

محبت پر ثمرہ معیت کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ معیت سے یہ مراد نہیں کہ سب ایک درجہ میں ہوں گے، بلکہ اعلیٰ منزل والے اسفل میں آسکیں گے اور اسفل والے اعلیٰ منزل میں جاسکیں گے اور ایک دوسرے کو یہ احساس نہ ہو سکے گا کہ ہم سے اعلیٰ والے زیادہ عیش میں ہیں، تاکہ ان کے دل میں حسرت کا صدمہ نہ ہو اور اعلیٰ والے احساس نہ کر سکیں گے کہ ادنیٰ والے ہم سے کم اور بے قدر ہیں تاکہ اپنے متعلقین کے کم عیش میں ہونے سے صدمہ نہ ہو۔

شان نزول

معیت پر جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس کے بارے میں ایک روایت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ **يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي** آپ میری جان سے زیادہ محبوب ہیں اور اولاد سے بھی زیادہ اور **وَإِنِّي لَأَكُونُ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ** اور میں گھر میں جب ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو صبر نہیں ہوتا **حَتَّى آتِي فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ** یہاں تک کہ حاضر ہو کر آپ کا دیدار کر لیتا ہوں، لیکن آخرت میں آپ اعلیٰ درجہ میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے، تو ہم اپنی ادنیٰ جنت میں آپ کو کیسے پائیں گے اور کیسے دیکھیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے:

حَتَّى نَزَلَ جِبْرَائِيلُ بِهَذِهِ الْآيَةِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ... الخ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق: اس معیت کے متعلق امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ ترجمہ: معیت سے مراد ایک درجہ میں جمع ہو جانا نہیں، کیوں کہ اس سے فاضل اور مفضل میں

۱- ذکرة الأوسى في روح المعانى في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني: ۵/۵۵، في تفسير آيت آل عمران (۱۲۳)، دار احیاء التراث بیروت

مساوات اور برابری لازم آتی ہے جو جائز نہیں۔ پس معیت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے ایک دوسرے کی ملاقات اور دیدار ہر وقت ممکن ہو سکے گا۔ (تفسیر کبیر: جلد خامس، جزء عاشر، صفحہ ۱۷۶)

علامہ ابن کثیر حافظ عماد الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝

علامہ ابن کثیر دمشقی اپنی تفسیر ”ابن کثیر“ میں مذکورہ آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

**أَيُّ مَنْ عِنْدَ اللَّهِ بِرَحْمَتِهِ، هُوَ الَّذِي أَهْلَهُمْ لِذَلِكَ لَا بِأَعْمَالِهِمْ هُوَ عَلِيمٌ بِمَنْ يَسْتَحِقُّ
الْهُدَايَةَ وَالتَّوْفِيقَ ۝**

یہ نعمتِ معیت محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔ یہ نعمت اعمال کے بدلے میں نہ ملے گی اور وہ علیم ہیں کہ کون اس ہدایت اور توفیق کا مستحق ہے۔

از علامہ محمود نسفی صاحب تفسیر خازن: اس معیت کے بارے میں صاحب تفسیر خازن نے روایت ذکر فرمائی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سوال کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ قیامت کب آوے گی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا کہ کچھ تیاری نہیں کی **إِلَّا أَنِّي أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ** مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ** تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ **فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ أَشَدَّ فَرَحًا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ** ایسی خوشی ہم لوگوں کو کبھی نہیں ہوئی جیسا کہ اس ارشاد سے ہوئی، اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہوں **أَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ** امید ہے کہ میں ان سب حضرات کے ساتھ ہوں گا یہ سب ان کی محبت کے، اگرچہ ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں۔^{۱۰۳}

۱۰۲ النساء: ۷۰

۱۰۳ ذکرہ ابن کثیر فی تفسیر القرآن الکریم: ۲/۳۱۳ فی تفسیر آیت سورۃ النساء: (۷۰) دار الکتب العلمیۃ

۱۰۴ تفسیر الخازن: ۱/۳۶۱

حدیث نمبر ۳۲

اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا
وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ ۵

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں حق کا حق ہونا دکھا دیجیے اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرمائیے اور باطل کا باطل ہونا دکھا دیجیے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

تقلیبِ البصار سے فانی صورتیں عظیم الشان اور پابندہ حقیقت نظر آنے لگتی ہیں، باطل حق نظر آنے لگتا ہے۔ اس تقلیبِ البصار سے حدیث پاک میں پناہ مانگی گئی ہے اور یہ دعا سکھائی گئی **اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ** اے اللہ! ہمیں حق کا حق ہونا دکھا دیجیے اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرمائیے اور باطل کا باطل ہونا دکھا دیجیے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

بس اللہ والے اس قہر سے محفوظ کیے جاتے ہیں، لہذا حسینوں کے فرسٹ فلور پر نظر پڑتے ہی نظریں نیچی کر لیتے ہیں، کیوں کہ حسین جسموں کے گراؤنڈ فلور کی گندگی ان کو مستحضر رہتی ہے کہ اندر سب پیشاب پاخانہ بھرا ہے اور اوپر چاندی کا ورق ہے۔ اللہ کی نافرمانی پیشاب پاخانہ سے بھی بدتر چیز ہے۔ تو جب کسی فانی حسین شکل پر نظر پڑتے ہی دل میں مستی آئے، تو فوراً نظر ہٹالو اور اس مستی سے پناہ مانگو کہ یہ عذاب کی مستی ہے۔ یہ وہی مستی ہے جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

لَعَنُوكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۶

اور وہ (قوم لوط والے) اپنے نشہ میں مست ہو رہے تھے۔ واللہ! کہتا ہوں اس سے بڑھ کر کوئی خمیشت نہیں جو چند دن کے حُسنِ فانی پر اپنے کریم مولیٰ اور اپنے خالق اور پالنے والے کو ناراض کرتا ہے۔ یہ شخص طبیعت کا خمیس اور کمینہ اور نہایت غیر شریف ہے، اگر اس میں حیا اور شرم ہوتی تو اپنے اللہ کو ناراض نہ کرتا۔ ملا علی

۵ ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ (۱/۱۵۲، دار الکتب العلمیۃ) فی سورۃ البقرۃ بلفظ اللہم ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَوَقْنَا لاجْتِنَابِهِ وَلَا تَجْعَلْهُ مَلْتَبَسًا عَلَيْنَا فَضْلًا وَاجْعَلْنَا لِمَتَّقِينَ إِمَامًا

قاری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ عظیم لکھتے ہیں کہ حیا کی تعریف ہے **فَإِنَّ حَقِيقَةَ الْحَيَاءِ أَنْ مَوْلَاكَ لَا يَرَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ** یعنی حیا کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارا مولیٰ تم کو نافرمانی کی حالت میں نہ دیکھے، تب سمجھ لو کہ یہ بندہ حیا اور شرم والا ہے۔ آج آپ کسی بد نظری کرنے والے کو بے غیرت اور بے حیا کہہ دیں تو وہ مرنے مارنے کو تیار ہو جائے گا لیکن اللہ کے نزدیک یہ بے حیا ہے، کیوں کہ اللہ تو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ جو اللہ سے نہیں شرماتا اس میں حیا کہاں ہے؟ اس لیے ہر وقت اس کا خیال رکھو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے، میری نظر پر ان کی نظر ہے۔ میرا شعر ہے۔

میری نظر پہ اُن کی نظر پاسباں رہی

افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

جس کو یہ استحضار ہو گا وہ شرابِ قہر اور عذاب کی مستی میں ان شاء اللہ تعالیٰ مبتلا نہیں ہو سکتا۔

خود بینی اور تکبر کی نحوست سے قلب کی بصیرت میں فساد آجاتا ہے، جس کی وجہ سے بصارت فاسد ہو جاتی ہے اور ایسا شخص حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ اہل اللہ اور مقبولانِ بارگاہ کے چہرہ انور بد بختوں کو منحوس اور بُرے نظر آتے ہیں اور اہل باطل کے چہرے ان کو محبوب اور منور معلوم ہوتے ہیں۔ اس ابتلاء کا سبب ان کے باطن کا کبر اور اعراض ہوتا ہے کما قال تعالیٰ:

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ

ان کے مسلسل کفر اور کفر پر ہمیشہ قائم رہنے کی نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور یہ ظلم نہیں ہے، کیوں کہ ان کا ارادہ حق کو قبول کرنے کا تھا ہی نہیں اس لیے مہر لگا دی گئی، لہذا یہ عذابِ قہر ہے جو انبیاء اور اولیاء کے چاند جیسے چہروں کو کابوس (ڈراؤنی شکل) دکھاتا ہے اور کفر کے تاریک کنویں کو خوشنما باغ دکھاتا ہے۔ اپنی شقاوت اور کور باطنی (بد بختی اور بصیرت کے اندھے پن) اور قلبی فساد یعنی عجب و تکبر کے سبب انبیاء کی برابری کرنے لگے اور اولیاء اللہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان کو اپنی طرح قیاس کیا، جیسا کہ حکایت ہے کہ ایک حبشی نے جنگل میں ایک آئینہ گرا ہوا دیکھا اور اس کے اندر اپنی کالی صورت لہبے لہبے دانت اور موٹے موٹے ہونٹوں کو دیکھ کر آئینہ کو گالی دے کر کہا کہ کمبخت بد صورت! منحوس تیری ایسی

۱۰۰ ذکرة الملا علی القاری فی مرقاة المفاتیح: ۱/۱۰۰ فی کتاب الایمان، المكتبة الامدادیة، ملتان

بھدی شکل ہے جب ہی تو جنگل کے ویرانے میں کسی نے تجھے پھینک دیا ہے، اگر حسین ہوتا تو گھروں میں لوگ تجھ کو آراستہ کر کے رکھتے۔ اس ظالم کو یہ خبر نہ تھی کہ اس آئینہ میں خرابی نہ تھی، بلکہ اس کی اپنی ہی صورت کا عکس تھا۔ چنانچہ بصیرت کے اسی اندھے پن کے سبب ابو جہل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک نہایت برا نظر آتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بصیرت صحیحہ یہ فیصلہ کر رہی تھی:

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ ۙ

کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں مجھ کو آفتاب چلتا ہوا نظر آتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور شامت عمل سے جب اللہ کا قہر نازل ہو جاتا ہے تو اسی طرح اولیاء کی معرفت بھی نہیں ہوتی خصوصاً اللہ سے اپنے شیخ کی محبت و عظمت مانگنی چاہیے، کیوں کہ اگر اپنے شیخ کو حقارت سے دیکھے گا تو وہ شخص کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **مَنْ اعْتَرَضَ عَلَى شَيْخِهِ وَ نَظَرَ إِلَيْهِ احْتِقَارًا فَلَا يُفِيدُ أَبَدًا** ۱۰ جس نے اپنے شیخ پر اعتراض کیا اور اس کو محقرانہ نظر سے دیکھا تو یہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی جب کسی حسین کو دیکھ کر نفس میں خوشی کی لہریں اٹھیں، تو اللہ سے فوراً ڈر جاؤ اور سمجھ لو کہ یہ وہی کنویں کا اندھیرا ہے جو تغلیب البصار سے بہترین باغ معلوم ہو رہا ہے۔ اس سے توبہ کرو، کیوں کہ نافرمانی سے خوش ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی ہے۔ جب نفس کسی حسین کو دیکھ کر خوشی اظہار کرے، درآمد کرے، جو حرام خوشیاں اور بد مستیاں آئیں، تو نظر ہٹا کر نفس کو کوئی تکلیف دہ بات یاد دلا دو، دوزخ کی آگ کا تصور کرو، قبر کی منزل یا قیامت کی پیشی کو یاد کرو یا تنہائی میں جا کر اپنی کھوپڑی پر تین جوتے لگا لو کہ کیوں خوش ہوا، نفس کو فوراً اتنا غم دو کہ توازن اور بیلنس صحیح ہو جائے اور غم پہنچانے کا ایک اور راستہ بزرگوں نے بیان کیا ہے، کیوں کہ بعض وقت نفس دوزخ اور عذابِ قبر اور قیامت کی پیشی وغیرہ سے بھی متاثر نہیں ہوتا، وہ پاگل سا ہو جاتا ہے، لہذا اس نفس کو غم دینے کا بہترین اور مجرب علاج مشائخ نے بتایا کہ فوراً وضو کرو اور آٹھ دس رکعات نفس سے پڑھو، بس یہ رکعات سارے مرقبوں سے بھاری پڑیں گی، پھر شیطان بھی پیچھا چھوڑ دیتا ہے کہ اس سے بد نظری تو میں نے کرائی اور میں نے کوشش کر کے فوکس ڈالا،

۱۰۔ هذا مختصر من حدیث أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أنه قال ما رأیت شیئاً أحسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كأن الشمس تجری فی وجهہ وما رأیت أحداً أنزغ فی مشیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كأنما الأرض تطوی لہ إنا لنجهد أنفسنا وإنه لغير مُتَدَثِّب. أخرجه الترمذی فی سننہ (۲۰۶/۲) برقم (۳۰۰۹) فی باب فی صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب منہ.

۱۱۔ ذکرہ الملا علی القاری فی مرقاة المفاتیح: ۲۲۰/۱ فی باب الاعتصام بالکتاب والسنة، المكتبة الامدادیة ملتان

اس حسین کے چہرے پر مسمرمیزم کیا، جس سے وہ چار آنہ حسن ان کو سولہ آنہ نظر آیا۔ لال لال گالوں کو اور زیادہ لال دکھا کر لالوں کو لالہ زار بنا دیا اور یہ لالے جان کے چھالے ہیں، جس سے ان کی جان کے ہی لالے پڑ گئے لیکن اس نے اشکبار آنکھوں سے توبہ کر لی اور توبہ سے خطا معاف ہو گئی اور آٹھ دس رکعات مزید پڑھ لیں اور کچھ صدقہ خیرات بھی کر دیا جس سے اللہ کا غضب ٹھنڈا ہوتا ہے۔ **إِنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ... الخ** ^۱ یہ سب نیکیاں مستزاد اس کے نامہ اعمال میں چڑھ گئیں، لہذا شیطان کہتا ہے کہ میرا بزنس تو یہاں بالکل لاس (خسارہ) میں جا رہا ہے، لہذا توبہ کرنے والے کا تعاقب چھوڑ دیتا ہے۔ شیخ کے مشورہ سے گناہ کے ترک کے لیے صدقہ کرنا نہایت مفید ہے۔

اے اللہ! آپ اپنی ایک نگاہ کرم ڈال دیں تو اسی وقت اس کا نصیب جاگ اٹھے گا اور اس کا کام بن جائے گا اور اسی لمحہ وہ نفس کے قید و بند سے رہائی پا جائے گا۔ وہ دل جو گناہوں کے شدید میلان میں مبتلا تھا آپ کی نگاہ کرم کے بعد اس کو گناہوں کا وہ شدید میلان نہیں ہوتا جتنا عام لوگوں کو ہوتا ہے، بس ہلکا سا ایک طبعی میلان ہو گا لیکن اے اللہ! آپ کی مہربانی سے اس کو قابو میں رکھنا آسان ہو جاتا ہے، کیوں کہ آپ کے کرم سے حسن مجازی کی فنائیت اور فانی اجسام کے اندر کی گندگی اس کو نظر آ جاتی ہے جس سے فانی جسموں سے ایک نفرتِ طبعیہ اے اللہ! آپ اس کو عطا فرمادیتے ہیں، کیوں کہ انسان عقل کے بل بوتے پر کب تک لڑے گا، عقلی استدلال کے پاؤں بہت کمزور ہوتے ہیں، اس لیے اے اللہ! ہمیں گناہوں سے طبعی کراہت نصیب فرمادیجیے تاکہ گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے، ورنہ حسن فانی کی ملمع سازی کا فریب بڑے بڑے تقاضوں کو اور شدید کر دیتا ہے، مگر جس پر اے خدا! آپ فضل فرمادیں تو اس کو نظر آ جاتا ہے کہ ان فانی جسموں کی چمک دمک ظاہری ہے، اندر گو بھرا ہوا ہے جیسے کوئی پاخانہ پر سونے اور چاندی کے ورق لگا دے۔ جو ورق کی چمک دمک سے دھوکا کھائے گا وہ پاخانہ ہی پائے گا، لہذا اے نفس! بالوں اور گالوں سے اور رانوں سے دھوکا نہ کھا، ورنہ پیشاب پاخانہ کی گندگی تک پہنچنا پڑے گا اور یہ تو جسمانی اور حسی بے عزتی ہوئی، لیکن اگر اے اللہ! آپ نے ستاری نہ فرمائی تو ہم مخلوق میں بھی ذلیل ہو جائیں گے، کیوں کہ ستاریت ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ جب تک ہم چاہیں اپنے عیب کو چھپائیں، بلکہ پردہ ستاریت اے اللہ! آپ کے اختیار میں ہے، جب چاہیں ہٹا دیں اور ساری دنیا ہماری رسوائی کا تماشہ دیکھ لے۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ دعا فرماتے ہیں کہ نفس کی چالوں اور مکاریوں اور اس کے بڑے بڑے تقاضوں کی قید سے اے اللہ! آپ کے سوا کون

۱ ذکرہ البیہقی فی شعب الایمان: ۵/۵۷ (۳۰۸۰)، فی باب الزکوٰۃ، فی فصل التحریض علی صدقۃ العتوۃ، مکتبۃ الرشید

نجات دلا سکتا ہے؟ کیوں کہ قلب البصار سے گناہ حسین اور نیکیاں بُری معلوم ہونے لگتی ہیں۔ حدیث پاک کی دعا ہے **اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ** اے اللہ! حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق نصیب فرما۔ **وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ** اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب اور پرہیز کی توفیق کارزق دے یعنی رزق اتباعِ خیرات و حسنات نصیب فرما اور رزق اجتناب عن الباطل بھی نصیب فرما۔ اپنی رضا کے اعمال نصیب فرما اور ناراضگی کے اعمال سے حفاظت نصیب فرما۔

حدیث مذکور کی تشریح بعنوان دیگر

تکبر و خود بینی اور گناہوں پر مسلسل اصرار کی نحوست کی وجہ سے قلب کی بصیرت فاسد ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے بصارت میں فساد آ جاتا ہے اور ایسے شخص کو حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگتا ہے اور فانی شکلیں اور گناہ کے مواقع اور دنیا کے مردار کی فانی لذتیں اس کو نہایت مہتمم بالشان معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا آتش انگیز راستہ اس کو پانی کی طرح ٹھنڈا اور لذیذ معلوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ جو پانی کی طرح صاف و شفاف اور حیات بخش ہے اسے آگ کی طرح گرم اور کلفت انگیز معلوم ہوتا ہے۔

اس قلب البصار سے حدیث پاک میں پناہ آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ

اے اللہ! مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع بھی نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق بھی نصیب فرما۔

اس حدیث پاک کا پہلا جملہ **اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا** یہ نعمت اولیٰ ہے کہ اے اللہ! حق کا حق ہونا مجھ پر واضح فرما دیجیے، لیکن بعض وقت حق واضح ہو گیا لیکن آدمی اسے قبول نہیں کرتا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے ایک جملہ اور بڑھادیا **وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ** کہ اے اللہ! جب آپ مجھ پر حق واضح فرمائیں تو اس کی اتباع بھی مقدر فرما دیجیے۔ یہ دوسرا جملہ نعمت اولیٰ کا تکملہ ہے، کیوں کہ حق کا ظاہر ہونا نعمت ہے، لیکن اگر اتباع کی توفیق نہ ہو تو نعمت کی تکمیل نہیں ہوئی اور جو مقصد ہے وہ حاصل نہ ہو اور بلاغت کلام نبوت دیکھیے کہ **وَفَقَّنَا** نہیں فرمایا کہ ہمیں توفیق دے دیجیے، بلکہ **وَارْزُقْنَا** فرمایا کہ ہمیں اس کی اتباع کارزق دے دیجیے کیوں کہ رزق اپنے مرزوق کو تلاش کرتا ہے جیسا کہ دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے:

۱۲ ذکرة ابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم: ۱/۲۵۰، فی تفسیر سورة البقرة (۲۱۴)، دار الکتب العلمیة

إِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ ۳

رزق بندہ کو اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم جہاں بھی رہیں اتباعِ حق کے رزق کو ہماری روح میں داخل کر دیجیے۔ جسمانی رزق پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور توفیقِ اتباعِ کارزقِ روح کے اندر داخل ہوتا ہے، لیکن بلاغتِ کلامِ نبوت کا کمال ہے کہ توفیقِ کورزق کے لفظ سے تعبیر فرمایا کہ اتباعِ حق کارزق ہمیں دے دیجیے، کیوں کہ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ نَفْسًا لَّن تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا ۳

کسی نفس کو ہر گز موت نہیں آسکتی جب تک وہ اپنا رزق مکمل نہ کر لے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **وَأَرْزُقْنَا** فرما کر اُمت کے لیے یہ نعمت مانگ لی کہ اے اللہ! ہمیں مرنے نہ دیجیے جب تک ہم پوری پوری اتباعِ حق نہ کر لیں۔ جس طرح استعمالِ رزقِ ظاہری کے بغیر موت نہیں آسکتی، اسی طرح اے اللہ استکمالِ رزقِ باطنی یعنی اتباعِ حق کی تکمیل کے بغیر ہمیں موت نہ دے، جب تک اتباعِ حق میں ہم مکمل نہ ہو جائیں ہمیں موت نہ آئے۔

اور حدیث پاک کا دوسرا جز ہے **وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا** اور باطل کو ہمیں باطل دکھا **وَأَرْزُقْنَا** **اجْتِنَابَهُ** اور اس سے اجتناب کی توفیق بصورتِ رزق دے، اجتنابِ عن الباطل کارزقِ روحانی ہمیں خود تلاش کر لے کہ جس باطل کے نزع میں جہاں کہیں ہم پھنسے ہوں اس سے بچنے کی توفیق ہمارے رزق کی طرح وہاں پہنچ جائے اور ہمیں اس باطل سے اجتناب کی توفیق نصیب ہو جائے اور جب تک باطل اور معصیت اور گناہوں کے اعمال سے ہم کو طہارتِ کاملہ، حفاظتِ کاملہ نصیب نہ ہو، اے خدا! ہمیں موت نہ آئے **حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا** یہاں تک کہ میرا نفس آپ کے اس رزقِ روحانی کو مکمل حاصل نہ کر لے۔

اور حدیث پاک میں **لَنْ تَمُوتَ** کا لفظ آیا ہے کہ ہر گز کوئی نہیں مر سکتا جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کر لے۔ تو اتباعِ حق اور اجتنابِ باطل کی توفیق کورزق سے تعبیر فرمانا یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمت

۳۱۱۔ هذا حديث أبي الدرداء رضى الله عنه أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله. أخرجه ابن حبان في صحيحه: ۳۷۸/۱، برقم (۳۳۳۸)، في باب ما جاء في الحرص وما يتعلق به، مؤسسة الرسالة

۳۱۲۔ هذا حديث عبد الله بن مسعود رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن رُوحَ القُدسِ نَفَثَ في رُوعي أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا. أَلَا فَاتَّقُوا اللَّهَ، وَأَجِبُوا فِي الطَّلَبِ. أخرجه البغوي في شرح السنة (۳۳-۳۴/۴)، برقم (۲۰۰۸)، في باب استعجاب طول العمر للطاعة وتسمى المأل للخير، دار الكتب العلمية

ترجمہ: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بڑائی ہوگی، ایک صحابی نے عرض کیا کہ ایک شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی کبر ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ کبر (کی حقیقت) حق بات کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

دین پر استقامت اور اعمال کی بقاء کے لیے اہل اللہ کی صحبت اتنی ضروری ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغی جماعت فرماتے ہیں کہ میں جب دین کی محنت کے لیے جاتا ہوں تو مخلوق میں اختلاط اور زیادہ میل جول سے نفس میں کچھ کشافت اور گندگی سی آجاتی ہے اس کو دور کرنے کے لیے میں اہل اللہ کی خانقاہوں میں جاتا ہوں تو دل مٹی ہو جاتا ہے۔ جیسے موٹر کار طویل سفر پر جاتی ہے تو پوزوں میں کچھ میل کچیل لگ جاتا ہے لہذا اس کی ٹیوننگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور صفائی کے لیے کار کو کارخانے میں جس کو ورکشاپ کہتے ہیں بھیجا جاتا ہے۔ اسی طرح دل کی ٹیوننگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جس کی ورکشاپ خانقاہیں ہیں، کیوں کہ نفس چور ہے، اس میں خفیہ طریقہ سے کچھ بڑائی، کچھ دکھاوا آجاتا ہے۔ جن کامشاخ اور علماء سے تعلق نہیں ہوتا، ان کی گفتگو سے پتا چل جاتا ہے اور ان کی زبان سے بڑائی کی باتیں نکلتا شروع ہو جاتی ہیں اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ میرے دل میں کیا مرض پیدا ہو گیا۔ اس لیے چاہے کوئی مدرس ہو، معلم ہو، مبلغ ہو، مصنف ہو، تزکیہ نفس بغیر اہل اللہ کی صحبت اور تعلق کے نہیں ہوتا۔ ایک صاحب نے خود بتایا کہ میں اللہ کے فضل سے دین کے لیے کچھ وقت لگا کر جب کراچی واپس آیا، تو مجھے تمام لوگ نہایت حقیر معلوم ہوئے کہ یہ سب غافل ہیں، انہیں دین کی فکر نہیں، علماء پنکھوں میں بیٹھ کر بخاری شریف پڑھا رہے ہیں اور ہم لوگ دریائے سندھ کے کنارے جنگلوں میں جا کر دین پھیلا رہے ہیں، لیکن وہ ایک اللہ والے سے بیعت تھے، انہوں نے اپنے شیخ کو اپنا یہ حال بتایا کہ مجھے تو بڑے بڑے علماء تک شیطان نظر آرہے ہیں۔ ان بزرگ نے کہا کہ سب سے بڑے شیطان تو تم ہو، کیوں کہ تمہارے دل میں تکبر پیدا ہو گیا، تم نے اپنے نفس کو مٹانا نہیں سیکھا۔ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو اپنے سے بہتر سمجھو اور اپنے کو سب سے کمتر سمجھو، بلکہ جب تک خاتمہ ایمان پر نہیں ہو جاتا خود کو کافروں سے اور جانوروں سے بھی کمتر سمجھو اور تمہارا حال اتنا خراب ہو گیا کہ عام مسلمان تو کجا، تم علماء کو جو وارثین انبیاء ہیں، حقیر سمجھ رہے ہو۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے **لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ**

كَبُرَ. قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُبِّئُ أَنْ يَكُونَ قَوْلُهُ حَسَنًا وَتَعَلُّهُ حَسَنًا. قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ أَلَيْسَ بِظُرِّ الْحَقِّ وَغَمَطِ النَّاسِ. أخرجه مسلم في صحيحه (۶۵/۱) برقمہ (۲۰۵،۲۰۰) فی باب تَحْقِيرِهِمْ أَلَيْسَ بِظُرِّ الْحَقِّ وَغَمَطِ النَّاسِ.

كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبَرٍ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بڑائی ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ **وَلَا يَجِدُ رِيحَهَا** داخلہ تو درکنار جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

اس سے پتا چلا کہ اہل اللہ سے تعلق کتنا ضروری ہے۔ اگر اس شخص کا کوئی شیخ نہ ہوتا تو یہ تو ہلاک ہو گیا تھا، کیوں کہ شیطان نے دل میں تکبر ڈال دیا تھا، لیکن شیخ کی ڈانٹ سے سارا تکبر نکل گیا۔ یہ تکبر اتنا بڑا ایٹم بم ہے کہ حج اور عمرے، تہجد و تلاوت، ذکر و نوافل سب کو اڑا دیتا ہے۔ اسی طرح چاہے کتنا ہی بڑا عالم ہو، محدث ہو، شیخ الحدیث ہو، بخاری شریف پڑھا رہا ہو، اگر اللہ والوں سے اصلاحی تعلق نہ ہو گا تو آپ اس کے علم و عمل میں فاصلے دیکھیں گے۔ چاہے علم کا سمندر ہو، اگر اصلاح نہ کرائی ہوگی تو آپ دیکھیں گے کہ ہوائی جہاز میں ایئر ہو سٹس سے مسکرا مسکرا کر اور اس کی طرف دیکھ کر باتیں کر رہا ہو گا اور **زِنَا الْعَيْنِ النَّظْرُ** کا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت **لَعْنَةُ اللَّهِ النَّاطِرِ وَالْمَنْظُورِ إِلَيْهِ** کا علم اس کی طاق نسیان میں ہو گا۔ جتنا نیکیاں کمانا ضروری ہے ان کی حفاظت کا اہتمام بھی اتنا ہی ضروری ہے، جو نفس کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوتا اور نفس کی اصلاح موقوف ہے صحبت اہل اللہ پر۔

حدیثِ قدسی میں حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تکبر کرنے والے کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے، کبریائی خاص میری چادر ہے، پس جو شخص بھی اس میں شریک ہونا چاہے گا اسے قتل کر دوں گا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ تکبر کس کو کہتے ہیں؟ حدیثِ پاک کے مطابق تکبر **بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ** کا نام ہے یعنی لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول کرنے سے اعراض اور انکار کرنا۔ تکبر کرنے والا تواضع سے محروم رہتا ہے اور حسد و غصہ سے نجات نہیں پاتا، ریاکاری کا ترک اور نرمی کا برتاؤ اس کو دشوار ہوتا ہے، اپنی عظمت اور بڑائی کے نشہ میں مست رہتا ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ جب بندہ رضائے حق کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے (جیسا کہ **مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ** کے اندر حرف لام سے ظاہر ہے) تو یہ شخص اپنے دل میں خود کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے اور مخلوق

۱۱۔ هذا حديث عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أنه قال ما رأيت شيئاً أشبه باللمم مما قال أبو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم إن الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا أدرك ذلك لا محالة فإننا العين النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تمنى وتشتته والنفرج يصدق ذلك كله ويكذبُه. أخرجه البخاري في صحيحه (۹۲۳/۲) برقم (۶۲۳۳) في باب زنا الجوارح دون الفرج

۱۲۔ أخرجه مسلم في صحيحه عن علقمة عن عبد الله: ۱/۲۵۱، في باب تحريم الكبر وبيانها: ۱/۱۰۱۰

کی نظر میں اس کو اللہ تعالیٰ بلندی اور عزت عطا فرماتے ہیں، اسی طرح جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے تو وہ اپنی نظر میں تو بڑا ہوتا ہے، لیکن لوگوں کی نظر میں ذلیل کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ سورا اور کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

علاج: اپنے گناہوں کو سوچا کرے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور محاسبہ کا دھیان رکھے، جب اپنی فکر میں پڑے گا تو دوسروں کی تحقیر و تنقید اور تبصرہ سے بچے گا، جیسے کوڑھی کسی زُکام کے مریض کو حقیر نہیں سمجھتا اسی طرح اپنی روحانی اور قلبی بیماری کو شدید سمجھے اور اپنے خاتمہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہے۔ میرے مرشد اس بیماری کی اصلاح کے لیے ایک حکایت بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک لڑکی کو شادی کے موقع پر خوب اچھے لباس اور زیور سے سجایا گیا۔ محلہ کی سہیلیوں نے تعریف شروع کی کہ بہن! تم تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہو۔ اس نے رو کر کہا کہ ابھی تم لوگ بے کار تعریف کرتی ہو۔ جب میرا شوہر مجھے دیکھ کر پسند کر لے اور اپنی خوشی کا اظہار کر دے تب وہ خوشی اصلی خوشی ہوگی، معلوم نہیں اس کی نگاہ میں میری صورت کیسی معلوم ہوگی، تمہاری نگاہوں کے فیصلے ہمارے لیے بے کار ہیں۔

پھر حضرت مرشد فرماتے تھے کہ اسی طرح بندہ کو مخلوق کی تعریف سے یا اپنی رائے سے خود کو اچھا اور بڑا نہ سمجھنا چاہیے، کیوں کہ میدانِ محشر میں حق تعالیٰ کی نظر سے ہمارے کیا فیصلے ہوں گے اس کی خبر ہم کو ابھی کچھ نہیں پھر کس منہ سے اپنے کو موت سے قبل اور حُسنِ خاتمہ سے قبل اچھا سمجھنے کا حق ہوگا؟ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایماں چوں سلامت بہ لبِ گورِ بریم

اَحْسَنْتُ بَرِيں چستی و چالاکِ ما

جب اسلام کو ہم قبر میں سلامتی سے لے جائیں گے پھر اپنی چستی اور ہوشیاری پر خوشی منائیں گے، یہی وجہ ہے کہ تمام اولیائے کرام مرنے سے قبل کبھی ناز کی بات نہیں کرتے اور حُسنِ خاتمہ کی دعا کرتے رہتے ہیں اور دوسروں سے بھی درخواست دعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ بے وقوف لوگوں کا کام ہے جو اپنے بارے میں مالک کے فیصلہ کا انتظار کیے بغیر اپنے ہی فیصلہ سے یا مخلوق کی تعریف سے اپنے لیے بڑائی اور اچھائی کا فیصلہ کر بیٹھے ہیں۔

عُجْب اور کبر کا فرق

اپنے کو اچھا سمجھنا اور کسی کو حقیر نہ سمجھنا ”عُجْب“ کہلاتا ہے اور اپنے کو اچھا سمجھنے کے ساتھ دوسروں کو کمتر بھی سمجھنا تکبر کہلاتا ہے اور دونوں حرام ہیں۔ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر

میں عزت والا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا اور بڑا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے معاصی سے نفرت واجب ہے، لیکن عاصی سے نفرت حرام ہے۔ اسی طرح کسی کافر کو بھی نگاہِ حقارت سے نہ دیکھے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر مقدر ہو چکا ہو، البتہ اس کے کفر سے نفرت واجب ہے۔

بیچ کافر بخواری منکرید

کہ مسلمان بودنش باشد امید

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے فی المال کمتر سمجھتا ہوں یعنی موجودہ حالت میں ہر مسلمان مجھ سے اچھا ہے اور خاتمہ کے اعتبار سے کہ نہ معلوم کیا ہو؟ اپنے کو کفار سے بھی کمتر سمجھتا ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مومن کامل نہ ہو گا جب تک کہ اپنے کو بہائم اور کفار سے بھی کمتر نہ جانے گا۔

جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ چاہیں تو بڑے سے بڑے گناہ کو بدون سزا معاف فرمادیں اور چاہیں تو چھوٹے گناہ پر گرفت کر کے عذاب میں پکڑیں، تو پھر کس منہ سے آدمی اپنے کو بڑا سمجھے اور کیسے کسی مسلمان کو خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو حقیر سمجھے۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ازیں بر ملائک شرف داشتند

کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اللہ والے اس سبب سے فرشتوں پر شرف و عزت میں بازی لے جاتے ہیں کہ خود کو کُتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایت و قرب کو حق تعالیٰ نے بندوں میں مخفی رکھا ہے، لہذا کسی بندہ کو خواہ کیسا ہی گناہ گار ہو حقیر نہ جانو کہ کیا خبر شاید یہی بندہ علم الہی میں ولی ہو اور اس کی ولایت کسی وقت بھی توبہ صادقہ اور اتباع سنت کی صورت میں ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض بندے زندگی بھر رند بادہ نوش، مست و خراب بادہ اور فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں اور اچانک اُن میں تبدیلی آجاتی ہے اور توبہ کر کے پاک و صاف ہو جاتے ہیں، جیسے کوئی شہزادہ حسین جس کے منہ پر کالک لگی ہو اچانک صابن سے نہا دھو کر چاند کی طرح روشن چہرہ والا ہو جائے۔

جوش میں آئے جو در یار حم کا

گبر صد سالہ ہو فخر اولیا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان اپنے وجود میں دو مرتبہ کس قدر گندے راستے سے گزرتا ہے، ایک مرتبہ باپ کے پیشاب کی نالی سے نطفہ کی شکل میں ماں کے شکم میں گیا اور دوسری مرتبہ ماں کے رحم سے ناپاک راہ سے وجود میں آیا پھر تکبر کیسے زیبا ہو گا؟ بڑے بڑے متکبر بادشاہوں کی موت قبر میں کیا حال کرتی ہے اور کس طرح لاکھوں کیڑوں کی غذا بناتی ہے۔

جس طرح امتحان کا نتیجہ سننے سے قبل اپنے کو بڑا اور کامیاب سمجھنے والا طالب علم بے وقوف ہے، اسی طرح میدانِ محشر میں اپنا فیصلہ سننے سے قبل دنیا میں اپنے کو کسی سے افضل سمجھنا اور بڑا سمجھنا حماقت ہے۔ حضرت علامہ سید سلیمان صاحب کا خوب شعر ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یہی حال ہمارا ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی شرارت اور خباثت اور گناہوں کے تقاضوں کو جانتے ہوئے، جہاں کسی نے ذرا تعریف کر دی کہ حضرت! آپ ایسے ہیں، بس حضرت کی کانشہ چڑھ گیا اور اپنے نفس کو بھول گئے۔ اللہ والے ایسے وقت اور شرمندہ ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی ستاری کا شکر ادا کرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ مجھ سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں یہ سب حق تعالیٰ کی ستاری ہے، ورنہ اگر وہ ہمارے اترے پترے کھول دیں تو سب معتقدین راہ فرار اختیار کریں۔ پس مخلوق کا حسن ظن بھی حق تعالیٰ کا انعام ہے اور اپنے کو کمتر اور حقیر سمجھنا درجہ یقین میں ایک بین حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور عبدیت کا ملہ کے لوازم سے ہے۔

یہ تکبر کا مرض اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اشراق پڑھتا ہے، تبلیغ میں چلے لگاتا ہے، بخاری شریف پڑھاتا ہے، مگر جب مراد دل میں تکبر لے کر گیا، قیامت کے دن اس کا کیا حال ہو گا؟ وہ حدیث شریف سن لیجیے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو گا۔ یعنی جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی بڑائی ہوگی ایسا شخص جنت میں نہ جائے گا۔

یہ وہ زبردست ایٹم بم ہے کہ سو برس کا تہجد، سو برس کی زکوٰۃ، سو برس کے حج اور عمرے، سو برس کی نفلیں اور تلاوت، سو برس کی عبادت، ساری زندگی کے اعمال کو ہیر و شیمہ کر دیتا ہے، جیسے ایٹم بم کا وہ ذرہ

جس نے جاپان کے ہیر و شیشما کو تباہ کیا تھا، یہ تکبر کا ذرہ تمام عبادات کو ضائع کر دیتا ہے، یہ ایسا ایٹم بم ہے کہ سارے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں فرمائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص جنت کی خوشبو نہ پائے گا جب کہ اس کی خوشبو میلوں دور تک جائے گی۔ اتنا خطرناک مرض ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی تھانہ بھون کی خانقاہ میں کوئی داخل ہوتا ہے تو پہلی نظر جب اس پر پڑتی ہے اس کی سب بیماری سمجھ میں آجاتی ہے، یہ علم غیب نہیں تجربہ ہے، عالم الغیب تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی چال سے اور چہرے سے پتا چل جاتا ہے کہ اس میں فلاں بیماری ہے۔ ارے بھائی! اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ حکیم لوگ بھی بتا دیتے ہیں، آنکھ پہلی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اس کو یرقان ہے، چہرہ زیادہ لال ہے تو سمجھ جاتے ہیں کہ اس کو فالج گرنے والا ہے، بہت زیادہ خون بڑھ گیا ہے، ہائی بلڈ پریشر والا مریض بھی چہرہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بد نگاہی کر کے ایک شخص آیا تھا، دیکھتے ہی فرمایا **مَا بَأَلُ أَقْوَامٍ يَتَرَشَّحُ مِنْ أَعْيُنِهِمُ الزَّنَا**^{۱۸} کیا حال ہے ایسی قوم کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ تو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے سمجھ لیا؟ ہر گناہ کا اثر اس کی آنکھوں پر، چہرہ پر، اس کی چال پر پڑتا ہے اور تکبر والے کی تو چال ہی عجیب ہوتی ہے، اس کی چال ہی سے آپ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص متکبر ہے۔ اور اللہ والوں کی کیا شان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا^{۱۹}

میرے خاص بندے زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اپنے کو ذلیل کر کے، مٹا کر، ان کی چال بتاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دبے جا رہے ہیں اور متکبر کی چال بتاتی ہے کہ اس کے دل میں بڑائی ہے، اکڑ کے چلتا ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے متکبرو! تم اتنی زور سے زمین پر پاؤں رکھتے ہو، لیکن تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے ہو اور نہ پہاڑ سے زیادہ لمبے ہو سکتے ہو جو گردن تان کر چل رہے ہو:

وَلَا تَمْسُ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا^{۲۰}

^{۱۸} ذکرہ القرطبی فی تفسیرہ ذکرہ بلفظ مَا بَأَلُ قَوْمٍ وَفِي عَيْنِيهِ أَثَرُ الزَّنَا: ۲۴/۱۰، فی سورۃ الحجر (۵)، دار الکتب العربی القاهرۃ

زمین پر اتراتا ہوا امت چل، کیوں کہ تو زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور بے وقوف ہے جو اتنی گردن تان رہا ہے کیوں کہ تو پہاڑوں کی لمبائی کو نہیں پہنچ سکتا۔

یہ ارشاد مبارک جب صحابہ نے سنا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ کے برابر تکبر ہو گا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر کوئی شخص پسند کرے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو، مثلاً ایک شخص خوب اچھا دھلا ہوا عمدہ لباس پہنتا ہے اور مان لو کہ جوتا بھی سلیم شاہی پہنتا ہے، ایک صحابی سوال کر رہے ہیں، مطلب یہ تھا کہ کہیں یہ تکبر تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، **إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ** اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتے ہیں۔ میلا کچیلارہنا کوئی اچھی بات نہیں، انسان صاف ستھرا ہے، جتنا ہو سکے اچھے لباس میں رہے، یہ تکبر نہیں ہے، کبر کی حقیقت اور اس کا مادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ تکبر کا ہم دو جزء سے بنتا ہے:

بَطْرٌ الْحَقُّ: حق بات کو قبول نہ کرنا۔ سارے علماء کہہ رہے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسا ہے، لیکن یہ کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم مفتیوں کو مانتے ہی نہیں، میں نے ایسے متکبر بھی دیکھے ہیں جو کہتے تھے کہ اگر ساری دنیا کے مفتی مل جائیں تو بھی ہم نہیں مانیں گے، ارے بھائی! ساری دنیا کے علماء گمراہی پر کیسے جمع ہو سکتے ہیں مگر متکبر کی سمجھ میں یہ بات کہاں آتی ہے۔ بس حق معلوم ہو جانے پر اس کو قبول نہ کرے یہی کبر ہے۔

ہماری مسجد کے ایک امام صاحب تھے، دورانِ جماعت ان کا وضو ٹوٹ گیا۔ فوراً جماعت چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے اور جا کر وضو کیا، اگر متکبر ہو گا تو مارے شرم کے بے وضو ہی نماز پڑھا دے گا، کیوں کہ سوچے گا کہ اب نکلوں گا تو لوگ کہیں گے کہ جناب کی ہوا نکل گئی، لیکن اگر تکبر نہیں ہے تو سوچے گا کہ مسلمانوں کی نماز کو کیسے ضایع کر دوں اور عذاب کا بار اپنی گردن پر کیسے لے لوں؟

اور تکبر کا دوسرا جزء ہے **غَمَطُ النَّاسِ** لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ کسی کو دیکھا تو اس کے سامنے آہا ہا! آئیے تشریف لائیے۔ چائے پیجیے، ایک پیالی چائے پلائی اور جب بے چارہ چلا گیا تو کہتے ہیں کہ بدھو ہے، بے وقوف ہے، عقل نہیں ہے۔ آج کل لوگوں میں یہ عام مرض ہے۔ مخلص بندہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی اخلاص ہو اور اللہ کی مخلوق کا بھی مخلص ہو۔ آپ خود سوچئے کہ جو شخص آپ کے بچوں کا مخلص نہیں ہوتا کیا آپ اسے دوست بنانے کے لیے تیار ہوں گے؟ ایک شخص باپ کی تو ہر وقت خدمت کر رہا ہے، اس کو شامی کباب اور بریانی کھلا رہا ہے، پیر بھی دبار رہا ہے، لیکن اس کے بچوں کے ساتھ مخلص نہیں، ہر ایک کے

ساتھ برائی سے پیش آرہا ہے، ہر ایک کی غیبت کر رہا ہے۔ باپ ہر گز ایسے کو دوست نہیں بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بھی معاملہ یہی ہے۔ ایک شخص خوب عبادت کرتا ہے، تہجد بھی، اشراق بھی، چاشت بھی، لیکن اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھتا ہے اور ان کی غیبت کرتا ہے، ان کو ستاتا ہے یا کسی کو بُری نگاہ سے دیکھتا ہے اور دل میں بُرے بُرے خیال پکاتا ہے، یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ مخلص نہیں، تو ایسے کو اللہ تعالیٰ ہر گز اپنا ولی نہیں بناتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلَى عِيَالِهٖ ۱۱

پوری مخلوق اللہ کی عیال ہے، اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرے، ان کا مخلص رہے، خیر خواہ رہے، دعا گو رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا حال بیان فرماتے ہیں۔ کبھی کبھی اولیاء اللہ اپنا حال ظاہر کر دیتے ہیں مخلوق کی ہدایت کے لیے، فرماتے ہیں کہ میرا حال تو یہ ہے کہ میں تمام مومنوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو تقویٰ کی دولت عطا فرمادے، ہمیشہ عافیت سے رہیں اور کافروں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی دولت عطا فرمادے اور چوٹیوں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! چوٹیاں بھی بلوں میں آرام سے رہیں اور سمندر کی مچھلیوں کے لیے بھی دعا مانگتا ہوں اور ساری کائنات کے لیے رحمت کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کو کہتے ہیں اولیاء اللہ، جو اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات پر رحم دل ہوں اور خدا کی مخلوق کی بھلائی چاہتے ہوں، ولایت اسی کا نام ہے، یہی لوگ ہیں کہ اللہ کے یہاں ان کا بلند درجہ ہو گا۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایک ذرہ درد عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللَّهُمَّ وَفَقْنَا لِمَا نَحِبُّ وَتَرَضَىٰ - تو اس بات کو خوب سمجھ لیجیے کہ تکبر دو جزء سے بنتا ہے: (۱) بَطْرُ الْحَقِّ حق بات کو قبول نہ کرنا اور (۲) غَمَطُ النَّاسِ دنیا کے کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا۔ النَّاسُ فرمایا اور الْمُسْلِمُ نہیں فرمایا۔ اسی سے نکلتا ہے کہ کسی کافر کو بھی حقیر مت سمجھو، اس کے کفر سے تو نفرت کرو اس کی ذات سے نہیں۔ معاصی سے تو نفرت کرو لیکن دوستو! عاصی سے نفرت نہ کرو، معاصی سے نفرت واجب اور عاصی سے نفرت حرام، نکیر واجب تحقیر حرام، یعنی کسی بُری بات پر سمجھانا تو واجب ہے لیکن اس کو حقیر سمجھنا حرام ہے، اس لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی کے نفس میں اتنی صلاحیت نہ پیدا ہو جائے کہ نصیحت کرنے والا جس کو نصیحت کر رہا ہے اس کو اپنے سے بہتر سمجھتے

۱۱۔ هذا حديث عبد الله بن مسعود رضى الله عنه أنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلَى عِيَالِهٖ" أخرجه البيهقي في شعب الإيمان: (۲۳/۶) برقمه (۶۲۳۸)، دار الكتب العلمية

ہوئے نصیحت کرے اس وقت تک اس کو نصیحت کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ اپنے کو بڑا سمجھ کر اور دوسرے کو حقیر سمجھ کر نصیحت کر رہا ہے تو ایسی تبلیغ اس پر حرام ہے۔ جس کو نصیحت کیجیے تو پہلے یہ مراقبہ کیجیے کہ یا اللہ! یہ بندہ مجھ سے بہتر ہے، لیکن آپ کا حکم سمجھ کر اس کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے نصیحت کر رہا ہوں۔

جب قیامت کے دن اللہ کی نظر میں ہماری نماز، ہمارے سجدے، ہمارا وعظ، ہماری پیری مریدی، ہمارے حج، ہمارے عمرے اور ہماری نیکیاں پسند آجائیں اور اللہ تعالیٰ فرمادیں کہ ہم نے قبول کیا تب خوش ہونا۔ ابھی کیا پتا ہے کہ ان کی نظر میں ہم کیسے ہیں، کیا کوئی خبر آئی ہے؟ عشرہ مبشرہ اور صحابہ جن کو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** کہ میں ان سے راضی ہوں وہ مستثنیٰ ہیں، مگر ہم لوگوں پر تو کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، لہذا ڈرتے رہیے، اپنی قیمت خود نہ لگائیے۔ وہ غلام نہایت بے وقوف ہے جو اپنی قیمت خود لگالے۔ بھائی! غلام کی قیمت مالک لگاتا ہے یا وہ خود لگاتا ہے؟ غلام کی قیمت تو مالک لگاتا ہے۔ بس جب قیامت کے دن مالک تعالیٰ شانہ ہماری قیمت لگا دیں اور فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہوں پھر جتنا چاہو اچھلو کودو۔ بڑے پیر صاحب شاہ عبد القادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب ایمان کو سلامتی سے قبر میں لے جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ فرمادے گا کہ میں تم سے خوش ہوں تب میں وہاں خوب خوشی مناؤں گا۔ ابھی تو روتے ہی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور عمل بھی کرتے رہو، لیکن اتنا خوف بھی نہ ہو کہ ناامید ہو کر عمل ہی چھوٹ جائے۔ خوف بس اتنا ہی مطلوب ہے کہ آدمی گناہوں سے بچ جائے، ”خوف“ اور ”امید“ کے درمیان میں ایمان ہے۔ میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔ دیکھیے جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ ۝۳۱

وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں۔ یہاں اسم موصول **مَا آتَوْا** بلاغت کے لیے ہے، اسم موصول میں ابہام ہوتا ہے جس سے بلاغت مقصود ہوتی ہے یعنی صحابہ اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرتے ہیں، لیکن اس سے ان کے دل میں اکڑ نہیں آتی بلکہ ڈرتے رہتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!) اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ یعنی خوب خرچ کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کے راستے میں، جہاد میں مال دیتے ہیں پھر کیوں ڈرتے ہیں **أَهُوَ الرَّجُلُ يَسْرِقُ وَيَزْنِي وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ** کیا یہ چوری کرتے ہیں، زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے

وَلَكِنَّهُ الرَّجُلُ يُصُومُ وَيَتَصَدَّقُ وَيَصَلِّي یہ روزہ رکھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ **أَنْ لَا يُتَقَبَّلَ مِنْهُ** معلوم نہیں کہ قبول بھی ہے یا نہیں؟ دیکھیے نص قرآنی سے یہ علاج ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ علاج فرما رہے ہیں، قیامت تک کے لیے یہ سبق مل گیا کہ عمل کرنے کے بعد دل میں ڈر آنا چاہیے کہ معلوم نہیں قبول ہے یا نہیں۔

اور اگر تسبیحات سے، تہجد سے، چلے لگانے سے پیٹ میں اور بھی زیادہ تکبر کے پلے پیدا ہو جائیں تو بتاؤ! یہ چلے قبول ہوں گے؟ رائے ونڈ میں اکابر تبلیغ سے بھی یہ بات سنی کہ جس عمل کے بعد اکڑ آجائے تو سمجھ لو قبول نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بڑھ کر کس کا اخلاص ہو سکتا ہے کہ اللہ کا گھر بنایا، لیکن کعبہ بنانے کے بعد اکڑ نہیں آئی کہ ہم نے اللہ کا گھر بنایا ہے، اپنے اخلاص پر ناز نہیں کیا کہ اب تو قبول کرنا ہی پڑے گا، بلکہ گڑ گڑا رہے ہیں۔ **رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** کہ اے خدا! ازراہ کرم قبول فرما لیجیے۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں **وَفِي اخْتِيَارِ صِبْغَةِ التَّفَعُّلِ اعْتِرَافٌ بِالْقُصُورِ "تَقَبُّلٌ"** باب تفعل سے ہے اور تفعل میں خاصیت ”تکلف“ کی ہے، پس **تقبل** کہنا اپنے عجز و قصور کا اعتراف ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے خدا! ہماری تعمیر اس قابل نہیں ہے کہ آپ قبول فرمائیں، لیکن آپ بہ تکلف قبول فرما لیجیے، ہمیں حق نہیں پہنچتا۔ آپ ازراہ کرم اور ازراہ رحمت قبول فرما لیجیے۔ **إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** یعنی **سَمِيعٌ** بِدَعْوَاتِنَا وَعَلِيمٌ بِبَيِّنَاتِنَا آپ ہماری دعا کو سن رہے ہیں اور ہماری نیت سے باخبر ہیں کہ ہم نے آپ کے لیے یہ تعمیر کی ہے۔

دونوں نبیوں کی یہ دعا قیامت تک کے لیے ہمارے واسطے ہدایت ہے۔ دونوں پیغمبروں کا یہ عمل اللہ نے قرآن میں نازل کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو آگاہ فرما دیا کہ جب کبھی نیک عمل کی توفیق ہو جائے، چاہے حج کی توفیق ہو، عمرہ کی توفیق ہو، تلاوت کی توفیق ہو، تہجد کی توفیق ہو، روزوں کی توفیق ہو، جس نیک عمل کی بھی توفیق ہو جائے تو اکڑ و مت، ناز نہ آئے کہ اوہ! میں نے آج اتنا کر لیا، آج میں نے اتنی تلاوت کر لی، آج میں نے اتنے نوافل پڑھ لیے، آج میں اللہ کا مقرب ہو گیا، باقی سب لوگ تو غافل اور نافرمان ہیں اور اگر کچھ عبادت گزار ہیں بھی تو ایسے کہاں جیسا میں ہوں۔ بس جہاں یہ (میں) آئی تو سمجھ لو کہ وہ بکری ہو گیا۔ وہ بھی میں میں کرتی ہے۔ یہ میں ہی تو انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔

لہذا یہ آیت تکبر و عجب کا علاج ہے، کوئی نیک عمل ہو جائے تو اکڑومت، بلکہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا کہو، جو شخص کہہ دے گا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ کبر سے پاک ہو جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا رہا ہے تو اب اس میں تکبر کہاں رہا؟ جس میں بڑائی ہوتی ہے وہ کہاں گڑگڑانا جانتا ہے؟ وہ تو اکڑنا جانتا ہے، ادھر ادھر اپنی ڈینگیں ہانکتا ہے، لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ آج تو ماشاء اللہ! بہت سویرے آنکھ کھل گئی۔ نوافل کے بعد رونے کی بھی توفیق ہوئی، میری آنکھیں نہیں دیکھتے ہو کیسی لال لال سی ہو رہی ہیں۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ایک ڈبل حاجی کے پاس ایک آدمی مہمان ہوا۔ اس حاجی نے دو حج کیے تھے۔ اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ ارے فلانے! میرے مہمان کو اس صراحی سے پانی پلاؤ جو میں نے دوسرے حج میں مدینہ شریف سے خریدی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس ظالم نے ایک جملہ میں دونوں حج ضایع کر دیے۔ ہزاروں روپیہ کا خرچہ، آنے جانے کی محنتیں، طواف اور سعی، منیٰ اور عرفات کا ثواب، سب ضایع ہو گئے، کیوں کہ اپنے عمل کا اظہار کر دیا۔

بس اب دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ عجب و کبر سے، ریاسے اور جملہ رذائل سے ہمارے قلوب کو پاک فرمادے اور اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حدیث نمبر ۳۴

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ وَدَوَامَ الْعَافِيَةِ وَالشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ ۱۳۳

۱۳۳۔ لم أجد هذا الدعاء بهذه الألفاظ في كتاب من كتب الأحاديث. اللهم إلا أن يقال إنه مأخوذ من حديث علي رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أتاه جبرئيل عليه السلام فبينما هو عنده إذ أقبل أبو ذر فنظر إليه جبرئيل فقال هو أبو ذر قلت يا أمين الله وتعرفون أنتم أبو ذر فقال نعم والذي بعثك بالحق إن أبا ذر أعرف في أهل السماء منه في أهل الأرض وإنما ذلك لدعاء يدعو به كل يوم مرتين وقد تعجبت الملائكة منه فادع به فسل عن دعائه فقال عليه السلام (يا أبا ذر دعاء تدعونه كل يوم مرتين) قال نعم فذاك أبي وأمي ما سمعته من بشر وإنما هو عشرة أحرف ألهمني ربي إلهاماً وأنا أدعوه به كل يوم مرتين أمنتقبل القبلة فأسبى الله ملياً وأهليل ملياً وأحمده ملياً وأكبره ملياً ثم أدعوتك العشر الكلمات اللهم إني أسألك إيماناً دائماً وأسألك قلباً خاشعاً وأسألك علماً نافعاً وأسألك يقيناً صادقاً وأسألك ديناً قيماً وأسألك العافية من كل بلية وأسألك تمام العافية وأسألك دوام العافية وأسألك الشكر على العافية وأسألك الغنى عن الناس قال جبرئيل يا محمد والذي بعثك بالحق لا يدعو أحد من أمتك هذا الدعاء إلا غفرت له ذنوبه وإن كانت أكثر من زبد البحر وعد ترااب الأرض ولا يلقاك أحد من أمتك وفي قلبه هذا الدعاء إلا اشتاقت إليه الجنان واستغفر له الملكان وفتحت له أبواب الجنة ونادت الملائكة يا ولي الله أدخل من أي باب شئت. أخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول في الأصل السابع عشر والمائتان: ۸۸/۲، دار الكتب العلمية بيروت

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے عافیت مانگتا ہوں اور دوام عافیت مانگتا ہوں اور عافیت پر شکر کی توفیق مانگتا ہوں۔ ملتزم پر رحمت ہمارے ساتھ مقیم ہوئی تو مستغفر و تائب ہو گئے اور اپنے ملکوں میں آتے ہی پھر سارے گناہ شروع کر دیے، رمضان میں توبی اللہ ہو گئے اور عید کا چاند دیکھتے ہی شیطان بن گئے اور تقویٰ کا لبادہ اُتار کر پھینک دیا۔ یہ دلیل ہے کہ ہماری شامتِ اعمال کے سبب دوامِ عنایتِ حق ابھی ہمیں حاصل نہیں اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں کہ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ وَدَوَامَ الْعَافِيَةِ وَالشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ**^{۱۳} اے اللہ! میں آپ سے عافیت مانگتا ہوں اور دوام عافیت مانگتا ہوں اور عافیت پر شکر کی توفیق مانگتا ہوں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ **المسئی بالمرقاۃ** میں عافیت کے یہ معنی لکھے ہیں **السَّلَامَةُ فِي الدِّينِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَالسَّلَامَةُ فِي الْبَدَنِ مِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ وَالْبِحْنَةِ** یعنی دین سلامت رہے گناہوں سے اور بدن سلامت رہے بُرے بُرے امراض سے اور محنتِ شاقہ سے۔ معلوم ہوا کہ دوام عافیت و دوام عنایتِ حق مطلوب ہے کہ اس سے ہی ہمارا دین اور ہماری دنیا سلامت رہ سکتی ہے اور شکر سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے اور حقیقی شکر تقویٰ ہے۔

حدیث نمبر ۳۵

مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ^{۱۴}

ترجمہ: جو علم دین کی طلب میں گھر سے نکلا تو وہ اُس شخص کے مانند ہے جو جہاد کے لیے نکلا، یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے۔

اگر علم کو دل پروری کا ذریعہ بناؤ کہ دل بن جائے، دل اللہ والا ہو جائے، اللہ کی رضا حاصل ہو جائے، تو یہ علم تمہارا بہترین دوست ہے، اسی لیے حدیث پاک میں ہے، ترمذی شریف کی حدیث ہے: **مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ** جو اللہ کی رضا کے لیے علم کی طلب میں گھر سے نکلا، اُس کے لیے اُس مجاہد کا ثواب ہے جو جہاد کے لیے نکلا ہے یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے، کیوں کہ دین کو زندہ کرنے میں اور شیطان کو ذلیل کرنے میں اور نفس پر مشقت اٹھانے میں وہ مجاہد ہی کی طرح ہے۔ اسی طرح علمائے سوء

^{۱۳} ذکرة الملا علی القاری فی مرقاة المفاتیح: ۲۳/۵، ذکرہ بلفظ سلوا اللہ العفو والعافیة دار الکتب العلمیة بیروت

^{۱۴} ہذا حدیث اُتت من مآلک رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج فی طلب العلم کان فی سبیل اللہ حتی یرجع، أخرجه الترمذی فی سننہ (۹۳/۲) برقم (۲۳۴) فی باب فضل طلب العلم

کے لیے جو علم کو دنیا داری، تن پروری اور اپنی عزت و جاہ کے لیے آلہ کار بناتے ہیں احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

**مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُبَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُبَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وَجُوهَ النَّاسِ
إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ**^{۳۶}

یعنی جو اس نیت سے علم حاصل کرے کہ علماء سے فخر کرے یا بے وقوفوں اور جاہلوں سے جھگڑے یا لوگوں کو اس کے ذریعہ اپنی طرف متوجہ کرے تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں، مراد یہ ہے کہ علم سے اس کی غرض طلبِ دنیا، شہرت و مال و جاہ وغیرہ ہو اس کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

**مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِّنَ
الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي رِيحَهَا**^{۳۷}

یعنی قرآن و حدیث کا جو علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سیکھا جاتا ہے، اس علم کو اگر کوئی اس لیے سیکھتا ہے کہ دنیا کا مال و متاع حاصل کرے، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

اس لیے تحصیلِ علومِ دینیہ کے لیے تصحیحِ نیت اور اخلاصِ انتہائی ضروری ہے۔ اگر یہ حاصل نہیں تو علم اس کے لیے وبال ہے اور اخلاصِ بغیر اللہ والوں کی صحبت کے نہیں ملتا۔ بڑے سے بڑا عالم بھی اگر اللہ والوں سے مستغنی ہو گا تو اس کا علم اس کو نفس کی قید سے آزاد نہیں کر سکتا، اس کے نورِ علم پر نفس کے اندھیرے ہوں گے، جس سے اس کا علم نہ خود اس کے لیے مفید ہو گا نہ امت کے لیے مفید ہو گا۔

مولانا سید سلیمان ندوی پر پہلے منطق و فلسفہ اور علومِ ظاہرہ کا غلبہ تھا، اب عشقِ الہی کا غلبہ ہو گیا، علمِ درجہ ثنائی ہو گیا اور عشقِ مولیٰ درجہ اولیٰ ہو گیا یعنی جو علم مدرسوں میں عالم منزلِ مولیٰ کرتا ہے، پہلے اس

^{۳۶} ہذا حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ أنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من طلب العلم ليباري به العلماء أو ليماري به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله النار. أخرجه الترمذی فی سننہ (۹۴/۲) برقم (۲۶۵۲) فی باب ما جاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا

^{۳۷} ہذا حدیث ابی ہریرة رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تعلم علمًا مما يبغى به وجه الله لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضًا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة، يعنى ريحها. أخرجه أبو داود في سننہ (۱۵۹/۲) برقم (۳۶۶۲) فی باب فی طلب العلم لغير الله تعالى

کو کافی سمجھتے تھے اور اللہ والوں کی صحبت سے جو دردِ محبت اور آہ و فغاں اور ان علوم پر عمل کی توفیق ملتی ہے جو ہمیں بالغ منزلِ مولیٰ کرتی ہے اس کی دل میں اہمیت نہ تھی۔ اب زاویہٴ نگاہ بدل گیا اور یقین آ گیا کہ مولیٰ افضل ہے علم مولیٰ سے، لیکن علم مولیٰ بھی ضروری ہے، ورنہ مولیٰ کا راستہ کیسے معلوم ہوگا، اس لیے درس و تدریس بھی ضروری ہے، کچھ علماء ایسے ہونے چاہئیں جن کا علم زبردست ہو، لیکن ان کے علم پر اللہ کی محبت غالب ہو پھر ایسا عالم نوژ علیٰ نور ہوتا ہے، جس کے علم پر اللہ کی محبت غالب ہوگئی اس کے علم میں چاشنی بڑھ جاتی ہے اور ایک عالم اُس سے سیراب ہوتا ہے۔ مدرسہ کے علوم پر اللہ کی محبت کو غالب رکھتا ہے تاکہ عالم منزلِ بالغ منزل ہو جائے اور یہ نعمت خائفانہوں سے اور اہل دل کے سینوں سے ملتی ہے۔

اس کے بعد سید صاحب نے حضرت حکیم الامت سے بیعت کی درخواست کی، لیکن واہ رے حکیم الامت! حضرت نے ان کی اصلاح کے لیے فرمایا کہ میں ابھی آپ کو بیعت نہیں کروں گا۔ آپ کی فلاں فلاں تصنیف میں فلاں فلاں غلطی ہے جو ہمارے اکابر اہلسنّت کے مسلک کے خلاف ہے، لہذا **العلانیۃ** بالعلانیۃ کے تحت اپنے رسالہ میں ان اغلاط سے اپنا رجوع شایع کریں تو پھر آپ کو بیعت کروں گا۔ یہ سید صاحب کا بہت بڑا امتحان تھا، کیوں کہ اتنے بڑے عالم کو اپنی علمی کوتاہیوں کے اعلان میں جاہ مانع ہوتی ہے، لیکن سید صاحب کے چوٹ لگ چکی تھی، گئے اور اپنے دارالمصنفین کے رسالہ المعارف میں اعلان شایع کیا اور رسالہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خوش ہو گئے اور فرمایا

از سلیمان گیر اخلاص عمل

اگر اخلاص سیکھنا ہے تو سید سلیمان ندوی سے سیکھو۔ اور سید صاحب کو بیعت کر لیا۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کوئی غیر عالم کسی اللہ والے سے بیعت ہو کر اللہ اللہ کرتا ہے تو صاحب نور ہوتا ہے، لیکن جب کوئی عالم سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اور اللہ اللہ کرتا ہے تو نور علیٰ نور ہو جاتا ہے، ایک علم کا نور دوسرے ذکر کا نور۔ سید صاحب نے جب اللہ اللہ کیا اور اللہ کی محبت کا مزہ ملا، نسبت عطا ہوئی، اس وقت کے ان کے اشعار عجیب و غریب ہیں، فرماتے ہیں۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا

ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اور نمازِ تہجد کے بارے میں فرمایا۔

وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے

صبح سے ہی انتظارِ شام ہے

حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد سید صاحب کے حالات بدل گئے اور حضرت نے خلافت بھی عطا فرمائی اور شیخ کی محبت میں ان کے یہ اشعار بہت درد بھرے ہیں۔

جی بھر کے دیکھ لو یہ جمالِ جہاں فرور

پھر یہ جمالِ نور دکھایا نہ جائے گا

چاہا خدانے تو تری محفل کا ہر چراغ

جلتا رہے گا یوں ہی بجھایا نہ جائے گا

جس کو جو ملا ہے شیخ کی غلامی ہی سے ملا ہے، ورنہ عالم کے علم پر اس کے نفس کے اندھیرے چھائے رہتے ہیں، اپنے علم پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی اور اگر عمل ہوتا ہے تو اخلاص نہیں ہوتا، علم کی کیمت تو ہوتی ہے کیفیت نہیں ہوتی۔ حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخلاص بغیر صحبت اہل اللہ کے مل ہی نہیں سکتا۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ غیر صحبت یافتہ عالم کے علم و عمل میں فاصلے ہوں گے، علم اس کے لیے شہرت و جاہ اور تن پروری کا ذریعہ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ ۱۳۱

۱۳۱۔ هذا مختصر من حدیث انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهِمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يَحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يُعَوِّدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يَلْقَى فِي النَّارِ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَعْبِهِ (۷/۱) بِرَقْم (۲۱) فِي بَابٍ مِنْ كَرِهَ أَنْ يُعَوِّدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يَلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيمَانِ. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يَحِبُّ الْفَرَسَ لَا يَحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهِمَا وَمَنْ كَانَ أَنْ يَلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ. أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَعْبِهِ (۲۹/۱) بِرَقْم (۱۷۵) فِي بَابٍ بَيَّنَّ خِصَالَ مَنْ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ. وَفِي رِوَايَةٍ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَوْ مِنْ سِرِّهِ أَنْ يَجِدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَوْ طَعْمَ الْإِيمَانِ فَلْيَحِبَّ عَبْدًا لَا يَحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ: ۳/۳۳۳ بِرَقْم (۱۳۸۱۲-۱۳۸۱۱) دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ. وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَوْقُوفًا أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يَحِبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ لَا يَحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَفِيهِ. أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي مُعْجَمِهِ الْكَبِيرِ (۸۱/۸) بِرَقْم (۸۷۶۹)

ترجمہ: تین باتیں جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔

بخاری شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین باتیں جس کے اندر ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی حلاوت پالے گا۔ ان تین باتوں میں ایک یہ ہے کہ **مَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ** جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے اس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوگی اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة میں اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ أَبَدًا فَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ

اور وارد ہے کہ حلاوتِ ایمانی جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی اس قلب سے نہیں نکلتی اور اس میں اشارہ ہے حُسنِ خاتمہ کی بشارت کا، کیوں کہ جب ایمان دل سے کبھی نہیں نکلے گا تو خاتمہ ایمان پر ہو گا اور حُسنِ خاتمہ جنت کی ضمانت ہے۔

اب اگر کوئی اشکال کرے کہ اس حدیث میں حُسنِ خاتمہ اور دخولِ جنت کی بشارت ہے، لیکن اہل اللہ کی رفاقت و معیت فی الجنت کا ثبوت نہیں، تو بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جو آدمی کسی قوم (یعنی علماء و صلحاء) سے محبت رکھتا ہے، لیکن اعمالِ نافرمانہ اور مجاہداتِ شاقہ میں ان کا ساتھ نہ دے سکا، تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

أَيُّ يُحْشَرُ مَعَ مَحْبُوبِهِ وَيَكُونُ رَفِيقًا لِمَطْلُوبِهِ، قَالَ تَعَالَى وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ^{۱۹} یعنی محبت کی یہ عظیم الشان کرامت ہے کہ اس محبت کی برکت سے اس محب کا حشر اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا

۱۹ ذکرہ السلا علی القاری فی مرقاة المفاتیح: ۴۰/۵، فی کتاب الاداب، فی فصل الحب فی اللہ من اللہ ط: دار الکتب العلمیة بیروت

اور اسی کا رفیق ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ ورسول کی اطاعت کرے گا وہ ان ہی کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان سے زیادہ اور میری اولاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو مجھ سے صبر نہیں ہوتا یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا دیدار کر لیتا ہوں، لیکن آخرت میں آپ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اعلیٰ درجہ میں ہوں گے اور ہم جنت میں ادنیٰ درجہ میں ہوں گے، تو آپ کو کیسے پائیں گے اور کیسے آپ کا دیدار کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

اور تفسیر خازن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے تیاری تو کچھ نہیں کی **إِلَّا أَنِّي أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ** مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ایسی خوشی کبھی نہیں ہوئی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی۔

مفسرین و محدثین نے ان آیات و احادیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ معیت سے مراد یہ نہیں کہ سب ایک درجہ میں جمع ہو جائیں گے، بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے ایک دوسرے کی ملاقات و دیدار ہر وقت ممکن ہوگا، اعلیٰ درجہ والے جنتی ادنیٰ درجہ والے جنتیوں کے پاس آسکیں گے اور ادنیٰ درجہ والے اعلیٰ درجہ والوں کے پاس جاسکیں گے۔

یہ میرے بزرگوں کی کرامت اور ان کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور جنت میں دخول ادا لیں ہم سب کو نصیب فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے صدقے میں ہم سب کو ولی اللہ بنا دے اور اپنے دوستوں کی صورت بھی دے دے اور دوستوں کی سیرت بھی دے دے اور اپنے اولیاء کے اخلاق بھی عطا فرمائے اور ہم سب کی اصلاح فرمادے۔ اے اللہ! ایسا ایمان و یقین عطا فرما کہ زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو، ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض کر کے حرام لذتوں کو امپورٹ نہ کریں، استیر ادنہ کریں، در آمدنہ کریں۔ **وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ**

حدیث نمبر ۳

اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ^{۳۰}

ترجمہ: اے اللہ! جو چیز آپ عنایت فرمائیں اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس چیز کو آپ روک دیں اسے کوئی دے نہیں سکتا۔

اے اللہ! صرف آپ کی ذات ہے کہ کوئی چیز آپ کی عطا میں مانع نہیں ہو سکتی، کیوں کہ آپ عزیز ہیں، زبردست طاقت والے ہیں۔ اور عزیز کے معنی ہیں **الْقَادِرُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ** **وَلَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ فِي اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهِ**^{۳۱} یعنی جو ہر چیز پر قادر ہو اور اپنی قدرت کے استعمال میں کوئی چیز اس کو عاجز نہ کر سکے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ** لانی جنس کا ہے کہ اے اللہ! جنس کی کوئی نوع یعنی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ آپ عطا فرمانا چاہیں اور کوئی اس میں مانع ہو جائے اور جس کو آپ اپنی عطا سے محروم کریں تو کوئی عطا کرنے والا اس کو عطا نہیں کر سکتا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تو وہ تین اندھیروں میں تھے: رات کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا اور دریا کی تہ کا اندھیرا اور **هُوَ كَظِيمٌ** وہ گھٹ رہے تھے۔ وہاں کون تھا جو آپ کے پیغمبر کو اس امتحان سے نجات دیتا، لیکن آپ کی عطا میں کوئی چیز مانع نہ ہوئی اور دریا کی تہ میں آپ نے سنگریزوں سے پڑھو ادا یا:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ^{۳۲} إِيَّايَ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ^{۳۳}

اور اشارہ دے دیا کہ یہ پڑھ لو تو نجات پا جاؤ گے اور **سُبْحَانَكَ** میں یہ علم پوشیدہ ہے کہ اس وقت بھی جب کہ مچھلی نے نگل لیا ہے، آپ اس وقت بھی پاک ہیں ہر ظلم سے، آپ ظالم نہیں ہیں ہی ظالم ہوں، آپ تو ایسے باعطا اور باوفا ہیں کہ اپنے پیاروں اور وفاداروں کی سات پشت، بلکہ دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں:

^{۳۰} هذا مختصر من حديث المغيرة بن شعبه الذي كتبه في كتاب إلى معاوية أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد. أخرجه البخاري في صحيحه (۱۱/۱) برقم (۸۴۳) باب الذكر بعد الصلاة. ومسلم في صحيحه (۱۱/۲) برقم (۱۳۶۱، ۱۳۶۲) في باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفتيه

^{۳۱} ذكره السلا على القاري في مرقاة المفاتيح: ۵/۳۶۳، في باب قصة حجة الوداع، دار الكتب العلمية، بيروت

^{۳۲} الانبياء: ۸۷

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا^{۳۳}

اور وہ دیوار جس کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دفن تھا گر رہی تھی، آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے اس کو بنوادیاتا کہ ظالم بادشاہ اس خزانہ کو نہ چھین سکے اور اس عطا اور کرم کی وجہ آپ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی **وَكَانَ أَبُوهُمَا صَابِحًا** کہ ان دونوں بچوں کا باپ ہمارا وفادار اور پیارا تھا اور یہ باپ کون تھا؟ روایت میں ہے کہ **كَانَ الْأَبُ السَّابِغَ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ الْأَبُ الْعَائِثَرَ^{۳۳}** یہ ساتواں باپ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ **دسواں باپ تھا۔** آہ! آپ کیسے با وفا ہیں کہ جو آپ کا ہو جاتا ہے، آپ اس کی دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔ دنیا میں بھی ہمارے ساتھ ہیں، قبر میں بھی ہمارے ساتھ ہوں گے، میدانِ محشر میں بھی اور پل صراط پر بھی اللہ ہی ساتھ دے گا، ہمارا مالک دونوں جہاں کا مالک ہے اور دونوں جہاں میں صرف وہی با وفا ہے۔

اور دنیا کے باعطا بادشاہ اگر مجرموں کو معاف بھی کرتے ہیں تو عدالتِ عالیہ میں اس کا سابقہ ریکارڈ محفوظ رکھتے ہیں، تاکہ اگر آئندہ کبھی وہ پھر بے وفائی کرے تو اس کا سابقہ ریکارڈ فردِ جرم عائد کرنے میں ثبوت فراہم کرے، لیکن اے اللہ! آپ ایسے باعطا ہیں کہ جس کو معاف کرتے ہیں اس کا سارا ریکارڈ ضائع کر دیتے ہیں، تاکہ میرا بندہ قیامت کے دن رسوا نہ ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا تَابَ الْعَبْدُ أَنَسَى اللَّهُ الْحَفْظَةَ ذُنُوبَهُ وَأَنَسَى ذَلِكَ جَوَارِحَهُ وَمَعَالِمَهُ مِنَ الْأَرْضِ

حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ مِّنَ اللَّهِ بِذَنْبٍ^{۳۵}

جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ **كِرَامًا كَاتِبِينَ** سے اس کے گناہوں کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے جوارح یعنی اعضائے جسم جو اس کے خلاف گواہی دیتے ان کو بھی بھلا دیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا (اور وہ زمین اس کے خلاف گواہ ہوتی) اس زمین سے بھی اس کے گناہوں کے نشانات کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے گناہوں پر کوئی شہادت دینے والا نہ ہوگا۔

ہمارے گناہوں کے آثار و نشانات کو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے نہیں مٹوائیں گے، خود مٹائیں گے اور فرشتوں کو بھلا دیں گے۔ **أَنَسَى اللَّهُ** کا لفظ ہے کہ میں بھلا دوں گا تاکہ فرشتوں کا احسان میرے غلاموں پر نہ

^{۳۳} الکہف: ۸۲

^{۳۴} ذکرہ الألووسی فی روح المعانی: ۱۱۳/۲ (۸۲) فی تفسیر آیة الکہف (۸۲) دار احیاء التراث بیروت

^{۳۵} أخرجه علی المتقی فی کنز العمال فی سنن الاقوال: ۲۰۹/۲ (۱۰۶) فی باب فضل التوبة والترغيب فيها. مؤسسة الرسالة

رہے اور وہ میرے بندوں پر یہ احسان نہ جتا سکیں کہ تم تو نالائق تھے، ہم نے تمہارے گناہوں کو مٹایا تھا، دیکھی آپ نے اللہ تعالیٰ کی بندہ پروری! اسی موقع پر خواجہ صاحب کا یہ شعر ہے۔

مجھ سے طغیانی و فسق و سرکشی
تجھ سے بندہ پروری ہوتی رہی

آپ تو بندہ پروری فرماتے رہے اور ہم اپنی نالائقیوں سے باز نہ آئے۔ توبہ کی برکت سے فرشتوں کی گواہی مٹانے کے بعد اعضاء کی گواہی کو بھی اللہ تعالیٰ مٹا دیتے ہیں یعنی جن اعضاء سے گناہ ہوا تھا ان اعضاء سے اللہ گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور جس زمین پر گناہ ہوئے تھے اس کے نشانات کو بھی اللہ مٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہی دینے والا نہ ہو گا۔

آہ! جس سانس میں ہم اللہ کو راضی کر کے دائمی جنت حاصل کر سکتے تھے اس کو ہم نے دنیا کی عارضی لذتوں میں ضائع کر دیا اور موت کے وقت وہ مہلت ختم ہو گئی:

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۗ۳۶

اور اللہ کسی شخص کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب کہ اس کی میعاد عمر ختم ہونے پر آجاتی ہے۔ اس وقت اس زندگی کی ایک سانس کی قیمت معلوم ہوگی کہ اگر بادشاہ اپنی ساری سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دے کہ مجھے ایک لمحہ کی مہلت دے دو، تاکہ میں توبہ کر کے اللہ کو راضی کر لوں تو مہلت نہ ملے گی۔ یہ ایسی قیمتی زندگی ہے۔ پس اے اللہ! ہمیں توفیق دے دیجیے کہ ہم آپ کو یاد کر کے اور آپ کو راضی کر کے اور مہلت حیات سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر ابدی کامیابی حاصل کر لیں۔

حدیث نمبر ۳۸

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ أَصْدِقِ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ ۗ۳۷

۳۶ المنافقون: ۱۱

۳۷ هذا مختصر من حديث أنس بن مالك رضي الله عنه أنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لفاطمة: ما يمنعك أن تسعي ما

ترجمہ: اے زندہ حقیقی! اے قائم رکھنے والے! آپ کی رحمت سے میں فریاد کرتا ہوں کہ میرے تمام احوال کی اصلاح فرمادیتے اور ایک پلک جھپکنے کو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کیجیے۔

جب دشمن ستاتا ہے تو مظلوم سرکار کی عدالتِ عالیہ میں استغاثہ دائر کرتا ہے اور وہ ”مدعی“ کہلاتا ہے اور جس کے خلاف استغاثہ دائر ہوتا ہے اس کو ”مدعی علیہ“ کہتے ہیں اور فریاد کے مضمون کو استغاثہ کہتے ہیں۔

اس دعا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو سکھا دیا کہ جب تمہیں کوئی ستائے، خواہ وہ تمہارا داخلی دشمن نفس ہو یا خارجی دشمن، شیطان ہو یا انسان ہو، تو تم **حی و قیوم** کی سرکارِ عالیہ میں اپنا استغاثہ فریاد داخل کرو، کیوں کہ یہ وہ سرکارِ عالیہ ہے جس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں، حق تعالیٰ کی ذات **حی** ہے **امی ازلًا ابدًا و حیاة کلّ شیءٍ بہ مؤبّدًا** یعنی اللہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسی سے ہر شے کی حیات قائم ہے اور اللہ **قیوم** بھی ہے یعنی **قایم بذاتہ و یقوم غیرہ بقدرتہ** **القاہرۃ** یعنی جو اپنی ذات سے قائم ہے اور دوسروں کو اپنی صفتِ قیومیت سے سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ معنی ہیں **حی و قیوم** کے اور جس عدالت میں یہ استغاثہ دائر کیا جا رہا ہے وہ حق تعالیٰ کی رحمت کی عدالت ہے **برحمتک استغیث**۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ کی رحمت کی عدالت میں اپنی فریاد داخل کرتا ہوں۔

اور مضمونِ استغاثہ ہے **اصیبتنی شأنی کله و لا تکلینی الی نفسی طرفۃ عین** جس میں فریاد کا ایک مثبت اور ایک منفی مضمون ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ہر حالت کی اصلاح کی مثبت فریاد ہے اور نفس کے حوالے نہ کرنے کی منفی فریاد ہے اور دنیوی عدالتوں میں جب مظلوم فریاد کرتا ہے تو مضمونِ استغاثہ طویل ہو جاتا ہے اور پھر بھی کثرتِ الفاظ میں مفہوم قلیل ہوتا ہے، لیکن کلامِ نبوت کا اعجاز ہے کہ دو مختصر جملوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں جہاں کی حاجتیں پیش فرمادیں، کیوں کہ آپ جوامع الکلم یعنی کلماتِ جامعہ سے نوازے گئے تھے۔ جوامع الکلم کے معنی ہیں کہ قلیل الفاظ میں کثیر معانی پنہاں ہوتے ہیں۔

فریاد کا مثبت مضمون **اصیبتنی شأنی کله** ہے یعنی میری ہر حالت کو درست فرمادیتے خواہ وہ حالت دنیا کی ہو یا آخرت کی، مثلاً اگر کوئی دشمن ستا رہا ہے تو اس کی ایذا رسانیوں سے نجات دے دیجیے، کوئی جسمانی

أوصیک بہ أن تقولی إذا أصبت وأمسیت : یا حی یا قیوم برحمتک استغیث أصلی لی شأنی کله . ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین . أخرجه البزار فی مسنده : ۵/۱۳ برقم (۶۳۶۸) . مکتبۃ العلوم والحکم

خطرناک مرض پیدا ہو رہا ہے تو اس کو شفاء عطا فرمادیجیے۔ اسی طرح آخرت کے کاموں میں غفلت ہو رہی ہو، نماز روزہ میں سستی ہو رہی ہو تو اس کو دور فرمادیجیے، کسی گناہ کی عادت ہو تو اس سے توبہ کی توفیق دے دیجیے اور تقویٰ کی دولت عطا فرمادیجیے یعنی جسمانی صحت بھی عطا فرمائیے اور روحانی صحت بھی عطا فرمائیے اور ہماری بگڑی کو بنا دیجیے اور اپنے نام کی لذت اور عبادت کی مٹھاس اور ایمان کی حلاوت نصیب فرمادیجیے اور **كَلَّمَهُ** تاکید ہے یعنی ہماری کوئی حالت ایسی نہ رہنے پائے جس پر آپ اپنی نگاہِ کرم نہ ڈالیں اور ہماری بگڑی کو نہ بنا دیں۔ بس دنیا کی ہر حالت کی درستی کی اور آخرت کی ہر حالت کی درستگی کی فریاد **أَصِدِّدِي شَأْنِي كَلَّمَهُ** کے اس مختصر سے جملہ میں ہے۔ کلام نبوت کی جامعیت کا یہ اعجاز ہے۔

اور استغاثہ کا منفی مضمون **وَلَا تَكَلِّبْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ** ہے اور جس کے خلاف یہ استغاثہ دائر کیا جا رہا ہے وہ مدعیِ علیہ کون ہے؟ یعنی وہ کون دشمن ہے جس کے خلاف رحمتِ الہیہ کی عدالت میں یہ فریاد داخل کی جا رہی ہے؟ وہ نفس ہے جس کا ذکر استغاثہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ سب سے بڑا دشمن میرا نفس ہے اور یہ اتنا بڑا دشمن ہے کہ پلک جھپکنے میں وار کر کے آدمی کو تباہ کر سکتا ہے۔ دیکھیے کتنا ہی بڑا دشمن ہو، حملہ کے لیے پہلے کچھ اسلحہ سنبھالے گا، کچھ خود سنبھلے گا، وار کے لیے کچھ نشانہ لگائے گا، پلک جھپکتے ہی وار نہیں کر سکتا، لیکن یہ صرف نفس دشمن ہے جو پلک جھپکنے میں انسان کو ہلاک کر سکتا ہے، پلک چھپکی اور قصداً کفر کا عقیدہ دل میں ڈال دیا اور اسی وقت کافر بنا دیا، پلک جھپکنے میں کسی گناہ کا ارادہ دل میں ڈال دیا اور گناہ میں مبتلا کر کے فاسق بنا دیا، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمت کو سکھارہے ہیں کہ اے اللہ! پلک جھپکنے بھر کو مجھے میرے نفس دشمن کے حوالے نہ کیجیے۔ گھر کا دشمن باہر کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ شیطان تو باہر کا دشمن ہے، وہ تو ایک بار و سوسہ ڈال کر چلا جاتا ہے کیوں کہ اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ایک ہی آدمی کے پیچھے لگا رہے لیکن نفس تو ہر وقت پہلو میں ہے لہذا بار بار گناہ کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیطانی و سوسہ اور نفسانی و سوسہ میں یہی فرق ہے کہ اگر ایک بار گناہ کا تقاضا ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور جب بار بار گناہ کا تقاضا ہو تو ہوشیار ہو جاؤ کہ یہ نفس کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ نے نفس کی حقیقت بتادی کہ:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۗ ۳۸

یعنی نفس کثیر الامر بالسوء ہے، بہت زیادہ برائی پر اُکسانے والا ہے، لہذا نفس کے شر سے کون بچ سکتا ہے؟

جس پر حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہو۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ **مَا** ظرفیہ زمانیہ مصدریہ ہے، جس کا ترجمہ ہو گا **أَمَى فِي وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّي** کہ جس وقت میرے رب کی رحمت کا سایہ ہو گا تب نفس کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اگر آپ کی رحمت کا سایہ اس نفس پر پڑ گیا، تو یہ کرس بھی پھر باز شاہی اور باز سلطانی کا کردار ادا کر سکتا ہے اور آپ کی بارگاہ میں سجدہ ریز و اشکبار ہو سکتا ہے۔ میرے قلب و جاں آپ سے اس درجہ چپک سکتے ہیں کہ ساری کائنات مجھے آپ سے ایک بال کے برابر جدا نہیں کر سکتی، لہذا آپ ہمیشہ اور ہر لمحہ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھیے، ایک لمحہ کے لیے مجھ کو میرے نفس کے سپرد نہ کیجیے، ورنہ خوف ہے کہ یہ راہ طاعت و سعادت کو چھوڑ کر راہ شقاوت اختیار کر لے، کیوں کہ معصیت شقاوت کی راہ ہے اور ترک معصیت نزول رحمت کی دلیل ہے، اسی لیے ہمیں حدیث پاک میں یہ دعا بھی سکھائی گئی:

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي وَلَا تَشْقِنِي بِمَعْصِيَتِكَ

اے اللہ! ہم پر وہ رحمت نازل فرما دے جس سے ہمیں گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو اور اپنی نافرمانی سے ہمیں شقی اور بد بخت نہ ہونے دیجیے **وَلَا تَكَلِّبْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ** اور ہمیں ایک پل کے لیے ہمارے نفس کے حوالے نہ کیجیے۔

حدیث نمبر ۳۹

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ سَخَطِكَ وَالنَّارِ ۳۹

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رضا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی اور جہنم سے پناہ مانگتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا ۴۰

جو مجھے بھول جاتا ہے اس کی زندگی تلخ کر دی جاتی ہے، جیسے مچھلی کو پانی سے نکال لو تو جس طرح وہ تڑپتی ہے

۳۹ اخرجہ الامام الشافعی فی مسنده: ۱۳۳

۴۰ طہ: ۱۳۳

اسی طرح ہماری روح آپ سے دور ہو کر تڑپتی رہتی ہے کیوں کہ آپ سے دوری کا عذاب کس دوزخ سے کم ہے اور آپ کی خوشی کس جنت سے کم ہے؟ اسی لیے ہمارے پیارے نبی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی خوشی اور رضا کو جنت پر مقدم فرمایا اور آپ کی ناراضگی کو جہنم پر مقدم فرمایا **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ کی رضا و خوشی کو طلب کرتا ہوں اور جنت کو درجہِ ثانوی میں طلب کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ سے درجہِ ثانوی میں پناہ چاہتا ہوں۔ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ** سے معلوم ہوا کہ سب سے اعلیٰ نعمت اللہ کی محبت، اللہ کی رضا ہے، ذاتِ حق ہے، جنت کی نعمت اور جنت کی لذت درجہِ ثانوی میں ہیں۔ جنت تو معاوضہ ہے، بدلہ ہے جو دراصل عطا ہے لیکن بصورتِ جزاء ہے لیکن جنت اللہ کی ذات نہیں ہے، غیر ذات ہے، رضا کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے **رِضَاكَ** سے مراد ہے کہ اے اللہ! آپ ہم سے خوش ہو جائیے یہ ہمارے لیے جنت سے عزیز تر ہے، آپ کی خوشی کے مقابلہ میں جنت بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی لیے جانِ عاشق نبوت جنت کو مقدم نہیں کر رہی ہے، آپ کی رضا اور آپ کی خوشی کو مقدم کر رہی ہے۔ جانِ پاکِ نبوت کا یہ اسلوبِ کلام خود دلیل ہے کہ نبی اللہ کا کتنا بڑا عاشق ہوتا ہے کہ جنت سے پہلے آپ کی رضامانگ رہا ہے اور **رِضَاكَ** کے بعد **وَالْجَنَّةَ** میں واوِ عاطفہ داخل فرمایا اور سارے علمائے نحو کا اس پر اجماع ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت لازم ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ کی رضا کی جو لذت ہے وہ اور ہی کچھ ہے اور جنت کی لذت کچھ اور ہے۔ اللہ کی ذات کا، اللہ کی محبت کا، اللہ کے نام کا مزہ اور ہے اور جنت کا مزہ اور ہے۔ جنت مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے لہذا لذتِ مخلوق، خالق کی لذت کو کہاں پاسکتی ہے۔ اسی لیے میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل فرماتے تھے کہ جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا تو اہل جنت اتنا مزہ پائیں گے کہ اس وقت جنت ان کو یاد بھی نہ آئے گی کہ کہاں جنت ہے، کہاں حوریں ہیں اور کہاں نعماء جنت ہیں۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے
ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرحِ وہیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے اہل جنت کو جنت کا ہوش نہ رہے گا۔



وہ سامنے ہیں نظامِ حواسِ برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

جب اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جنت اور لذتِ جنت کی کوئی حقیقت نہیں تو دنیا کیا بچتی ہے؟ کیوں کہ دنیا کی لذتوں کی شراب نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے یعنی دنیا پہلے نہیں تھی پھر اللہ نے پیدا کیا اور قیامت کے دن ہمیشہ کے لیے فنا کر دی جائے گی۔ تو دنیا کی شراب غیر ازلی، غیر ابدی اور جنت کی شراب ابدی، غیر ازلی ہے یعنی جنت ابدی تو ہے لیکن ازلی نہیں ہے، یعنی پہلے نہیں تھی پھر پیدا کر دی گئی اور کبھی فنا نہیں ہوگی لیکن ہمیشہ سے نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی اور ابدی ہے یعنی اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تو جنت کی شراب اللہ کی خاص ذات کو، اللہ کے نام کی لذت کو اور اللہ کی محبت کے مزہ کو کہاں پاسکتی ہے؟ کیوں کہ جنت ابدی سہی لیکن شانِ ازلیت اور لذتِ ازلیت سے محروم ہے اور جب اعلیٰ قسم کی چیز منہ کو لگ جاتی ہے تو ادنیٰ منہ کو نہیں لگتی۔ تو اولیاء اللہ جو اللہ کے نام کی لذت کو پا گئے، اللہ کی محبت کا مزہ جن کے منہ کو لگ گیا، جن پر اللہ کی محبت چھا گئی تو دنیا کی لذتوں کی شراب ان کے منہ کو کیا لگے گی جب کہ جنت بھی ان کو ثانوی درجہ میں ہو جاتی ہے لیکن جنت کو مانگتے ہیں، کیوں کہ محلِ دیدارِ الہی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کے سوال کا حکم دیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۱۳۱﴾

تم لوگ ہماری نعمتوں پر لالچ کرو۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں پر ہمیں لالچ کرنے کا حکم دیں تو وہ ظالم ہے جو قناعت کرے۔

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دین

خاکِ برفرقِ قناعتِ بعد ازین

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وہ سلطانِ دین ہم سے طمع چاہے تو قناعت کے سر پر خاک ڈالو۔

تو جس طرح اللہ کی رضا جنت سے بڑھ کر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے جس کی دلیل اس حدیثِ پاک کا دوسرا جز ہے کہ **وَأَعْوَدُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ** سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے پناہ مانگی اور دوزخ سے پناہ کو مؤخر فرمایا۔ یہاں بھی واؤ عطف کا ہے اور معطوف علیہ و معطوف میں مغایرت کو لازم کرتا ہے یعنی آپ کی ناراضگی اور جہنم کی عقوبت برابر نہیں ہو سکتی، آپ کا ناراض ہو جانا عذابِ جہنم سے بڑھ کر ہے، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَصُدَّ عَنِّي وَجْهَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۳۲

اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیں۔ دیکھو اگر باپ یا استاد یا شیخ اپنا چہرہ ناراضگی سے پھیر لے، تو لائق بیٹا اور لائق شاگرد اور لائق مرید پر کیا گزر جائے گی؟ پٹائی کے ڈنڈے سے زیادہ اس پر اپنے باپ یا شیخ کی ناراضگی شاق ہوتی ہے، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ناراضگی کو دوزخ پر مقدم فرمایا کہ عذابِ دوزخ کا سبب تو ان کی ناراضگی ہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کو اپنی رویت سے محروم کرنے کو موقع سزا میں بیان فرمایا، جو حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت کی عظیم الشان دلیل ہے:

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ۳۳

ہر گز نہیں، یہ (کفار) قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ بطور سزا کے مجبوی کا اعلان اللہ تعالیٰ کی شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ دنیا میں کسی سلطانِ وقت نے کسی مجرم کو یہ سزا نہیں سنائی کہ ہم تجھے اپنے دیدار سے محروم کرتے ہیں، کیوں کہ دنیوی بادشاہِ حاکم محض ہوتے ہیں محبوب نہیں ہوتے۔ ان کے مجرمین تو صرف سزا سے بچنا چاہتے ہیں، بادشاہوں کے دیدار کے حریص نہیں ہوتے لیکن موقع سزا میں حق تعالیٰ کے اس اعلان سے ثابت ہوا کہ ان کے دیدار سے محرومی کافروں کے لیے خود ایک عذاب ہوگی اور کفار سخت ضیق اور گھٹن میں ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ سے دوری اور ان کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے، کیوں کہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اسی کو دوزخ میں ڈالے گا اور دوزخ کا حاصل اللہ تعالیٰ سے جدائی ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ دنیا ہی میں

۳۲۔ هذا مختصر من حديث سيرة رضي الله عنه أنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطِيئَتِي، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَصُدَّ عَنِّي وَجْهَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اللَّهُمَّ تَقْنِي عَن خَطِيئَتِي كَمَا تَقْنِيَتِ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ آخِيئِي مُسْلِمًا، وَأَمْنِيئِي مُسْلِمًا" أخرجه الطبراني في معجمه الكبير (۲۰۹/۶) برقم (۶۹۰۳)

اللہ تعالیٰ سے جدا ہو جاتا ہے اور دوزخ میں دوزخیوں کا جو حال ہو گا کہ **لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ**^{۱۳۳} نہ مرے گا نہ جنے گا، موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہو گا، اسی طرح گناہ گار کی زندگی اللہ تعالیٰ کی دوری کے عذاب سے دنیا ہی میں تلخ ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۰

اللَّهُمَّ وَاقِيَةَ كَوَاقِيَةِ الْوَلِيدِ^{۱۳۵}

ترجمہ: آپ ہماری ایسی حفاظت کیجیے جیسے ماں اپنے چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔

اگر آپ نے ہمیں ہمارے نفس کے حوالے کر دیا تو ہم ایسے نالائق ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیں گے، لہذا آپ ہمارا ہاتھ پکڑ لیجیے اور ہمیں اپنی نافرمانی نہ کرنے دیجیے، کیوں کہ ہمارا ہاتھ تو گندگی میں جاتا ہے، گندے گندے کاموں کی طرف بڑھتا ہے، جیسے چھوٹا بچہ اپنی اماں سے کہہ دے کہ اے اماں! میں نادان ہوں، میری تو فطرت ہی خراب ہے، میرے اندر بھلے بڑے کی بھی تمیز نہیں۔ پس اگر میں پیشاب پاخانے میں ہاتھ ڈالوں تو قبل اس کے کہ وہ گندگی میں ملوث ہو اس وقت آپ میرا ہاتھ پکڑ لیا کیجیے۔ تو اے خدا! اس وقت ماں اس کی کیسی حفاظت کرے گی۔ اے اللہ! آپ تو ماؤں کی محبت اور ماتمنا کے خالق ہیں۔

مادراں را مہر من آموختم

ماؤں کو محبت کرنا تو آپ ہی نے سکھایا، لہذا ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ **اللَّهُمَّ وَاقِيَةَ كَوَاقِيَةِ الْوَلِيدِ** آپ ہماری ایسی حفاظت کیجیے جیسے ماں اپنے چھوٹے بچے کی کرتی ہے، کیوں کہ اے خدا! مومن کے لیے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی ذلیل ترین کام نہیں کہ وہ آپ کی نافرمانی کر کے اپنے قلب اور قالب کو ناپاک کر لے اور آپ سے دور ہو جائے، لہذا اے اللہ! ہمیں ہمارے نفس کے حوالے نہ کیجیے اور اپنی خاص مدد شامل حال کر کے نفس کے ہاتھوں سے ہمیں چھڑا لیجیے۔

پردہ را بردار و پردہ مادر

۱۳۳ الاعلیٰ: ۱۳

۱۳۵۔ هذا حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو اللَّهُمَّ وَاقِيَةَ كَوَاقِيَةِ الْوَلِيدِ، أَخْرَجَهُ أَبُو يَعْقُبَ فِي مُسْنَدِهِ: ۳۹۶/۹، بِرَقْمِ (۵۵۲۰)، دَارُ الْمَأْمُونِ لِلتَّارِثِ وَالطَّبْرَانِي فِي الدَّعَاءِ: ۳۲۶، بِرَقْمِ (۱۳۲۷-۱۳۲۸) فِي بَابِ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِ فِي سَائِرِ نَهَارِهِ، دَارُ الْكِتَابِ الْعِلْمِيَّةِ

ہمارے اندر گناہوں کے جو تقاضے اور گناہوں کا جو خبیث ذوق ہے، اس پر اپنی رحمت اور ستاری کے پردے کو قائم رکھیے، اس پردہ کو اٹھنے نہ دیجیے، اپنی ستاری اور پردہ پوشی کا پردہ نہ پھاڑیے یعنی ہمارے عیبوں کو ظاہر نہ کیجیے ورنہ ہم ذلیل و رسوا ہو جائیں گے، کیوں کہ اے اللہ! گناہوں پر مسلسل اصرار کی وجہ سے آپ جس سے انتقام لیتے ہیں، تو اس کا پردہ ستاریت پھاڑ دیا جاتا ہے اور وہ سارے عالم میں رسوا ہو جاتا ہے، لہذا

اے خدا ایں بندہ رار سوا مکن

گر بدم من سر من پیدا مکن

اے اللہ! اپنے اس بندہ کو رسوا نہ کیجیے۔ اگرچہ میں انتہائی نالائق ہوں لیکن میری نالائقیوں اور میرے عیبوں کو اپنے بندوں پر ظاہر نہ کیجیے۔

حدیث نمبر ۴۱

إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ۴۱

ترجمہ: جب تجھ سے حیا ختم ہو گئی تو پھر جو چاہے کر۔

نعوذ باللہ! کیا شریعت یہ اجازت دے رہی ہے کہ شرم کو ختم کر کے جو چاہو کرو۔ نہیں! یہ صورتاً امر ہے حقیقتاً خبر ہے کہ اگر تجھ سے حیا جاتی رہی تو پھر تو ہر گناہ کرے گا، کیوں کہ ہر گناہ کا سبب بے حیائی ہے، اگر بد نظری کر رہا ہے تو اس کا سبب بے حیائی ہے، زنا کر رہا ہے تو نہایت درجہ کا بے حیاء ہے کہ دوسروں کی ماں بہنوں کے ساتھ ایسا کر رہا ہے جو اپنی ماں بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتا اور اس کو پرواہ نہیں کہ اللہ نے اگر مخلوق پر ظاہر کر دیا تو کس قدر رسوائی ہوگی۔ اس کے علاوہ خدا کے حکم کو توڑنا خود بے حیائی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بول رہا ہے تو وہ بے حیاء ہے۔ حیا والا آدمی سوچے گا کہ اگر کبھی میرا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو کیا منہ دکھاؤں گا؟ غرض ہر گناہ کی جڑ میں بے حیائی پوشیدہ ہے، گناہ بغیر بے حیائی و بے غیرتی کے ہو ہی نہیں سکتا۔

پس جس کی زندگی کی ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود و مراد ہو کہ ایک لمحہ بھی اس کا اللہ سے غافل نہ ہو، تو ایسا شخص چاہے مسجد میں ہو، چاہے دکان میں سودا بیچ رہا ہو، چاہے بیوی بچوں سے باتیں کر رہا ہو یا

۴۱۔ ہذا حدیثُ اَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. أخرجه البخاري في صحيحه (۲۹۵/۱) برقم (۳۲۸۲) في باب (بلا ترجمه)

دوستوں سے خوش طبعی کر رہا ہو، یہ ہر وقت باغِ قرب میں ہے اور اللہ کا راستہ اس کے لیے گویا پھولوں کے جھرمٹ اور درختوں کے سائے میں نہایت سکون و عافیت سے گزر جائے گا اور بہت مزے میں یہ منزل تک پہنچ جائے گا۔ اسی لیے مولانا نے فرمایا کہ اے اللہ! صرف آپ ہی ہمارا مقصد، ہمارا مقصود، ہماری مراد، ہماری آرزوؤں اور تمنائوں کا مرکز بن جائیں تاکہ آپ کا راستہ ہم پر نہایت آسان اور انتہائی لذیذ ہو جائے۔ شیطان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ** شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور نفس و شیطان دونوں بھی مراد لیے جاسکتے ہیں لیکن شیطان کا یہاں مراد ہونا زیادہ اقرب الی القیاس ہے کیوں کہ دشمن ازلی اور مردود ازلی ہے اس کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہو سکتی اور نفس کا اگر تزکیہ ہو جائے تو یہ ولی اللہ بھی ہو جاتا ہے، تو شیطان ظالم ہم سے کتنا حسد رکھتا ہے۔ پس اے خدا! میں اس دشمن کے خلاف آپ سے فریاد کرتا ہوں، جیسے کوئی دشمن کسی بچہ کو مار رہا ہو تو وہ بچہ اپنے ابا کو پکارتا ہے۔ پس اے اللہ! اس دشمن شیطان اور دشمن نفس کے ستانے پر ہم آپ ہی کو پکارتے ہیں کہ آپ سے ہماری فریاد ہے کہ اس دشمن کی پٹائی سے ہمیں بچا لیجیے۔

حدیث نمبر ۴۲

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ^{۴۸}

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں میں سے بنا دیجیے اور بہت پاکیزہ لوگوں میں سے بنا دیجیے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے بعد کی مسنون دعا **اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ** کی تشریح میں لکھا ہے کہ اے خدا! ہم نے وضو تو کر لیا اور اپنے ظاہری اعضا پاک کر لیے، لیکن ہمارے ہاتھ دل تک نہیں پہنچ سکتے، ہم اپنے دل کو پاک نہیں کر سکتے، دل کا وضو تیرے ہاتھ میں ہے، لہذا ہمیں توفیق توبہ بھی دے دے تاکہ ہمارا دل بھی پاک ہو جائے اور ہم پاک صاف لوگوں میں ہو جائیں۔

شریعت نے جس وقت کی جو دعائیں ہیں اس میں ایک خاص مناسبت اور جوڑ ہے۔ دیکھیے وضو میں اور اس دعا میں کیسا جوڑ ہے کہ وضو کے پانی سے اپنے اعضائے بدن کو پاک کرنا تو میرے اختیار میں تھا، لیکن دل کو

۴۸ لیس: ۶۰

۴۸ ہذا حدیث عن ابن الخطاب، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من توضأ فأحسن الوضوء ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، فتحت له ثمانية أبواب الجنة يدخل من أيها شاء. أخرجه الترمذي في سننه (۱/۱) برقم (۵۵) في باب ما يقال بعد الوضوء

پاک کرنا آپ کے اختیار میں ہے لہذا توفیقِ توبہ دے کر آپ میرے دل کو پاک فرمادیجیے تاکہ میرا باطن بھی صالح ہو جائے اور میں آپ کے نیک بندوں میں شمار ہو جاؤں۔ توبہ دل کا وضو ہے اور توبہ تین چیزوں کا نام ہے:

(۱) ... **الرَّجُوعُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ إِلَى الطَّاعَةِ** گناہ چھوڑ کر عبادت میں لگ جانا۔

(۲) ... **الرَّجُوعُ مِنَ الْغَفْلَةِ إِلَى الذِّكْرِ** غفلت کی زندگی چھوڑ کر اللہ کو یاد کرنے لگنا۔

(۳) ... **الرَّجُوعُ مِنَ الْعَيْبَةِ إِلَى الْحُضُورِ** اللہ سے دل ذرا سا غائب ہو جائے تو پھر خدا کے سامنے حاضر کر دینا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ! توبہ کی تینوں قسموں تک رسائی دے دے اور ہم کو پاک کر دے، کیوں کہ توفیقِ توبہ آسمان سے آتی ہے۔ دلیل قرآن شریف کی یہ آیت ہے:

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا^{۲۴۹}

اللہ تعالیٰ نے صحابہ پر توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ **تَابَ عَلَيْهِمْ** کی تفسیر فرماتے ہیں **أَيَّ وَفَقَهُمُ لِلتَّوْبَةِ** یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی کہ وہ توبہ کریں۔ معلوم ہوا کہ توفیقِ آسمان سے آتی ہے تب زمین والے توبہ کر کے ولی اللہ بنتے ہیں۔ اگر توفیق اپنے اختیار میں ہوتی تو ساری دنیا ولی اللہ ہو جاتی۔ توفیقِ توبہ انعامِ الہی ہے۔ جس کو توفیقِ توبہ نہ ہو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محروم ہے۔ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو گٹر میں گرا ہوا دیکھ سکتا ہے؟ لیکن اگر کوئی بیٹا گٹر میں گرا ہوا ہے اور باپ دیکھ بھی رہا ہے لیکن نہیں نکالتا تو یہ دلیل ہے کہ یہ شخص باپ کی نظر عنایت سے محروم ہے۔ جو لوگ توبہ میں دیر کرتے ہیں تو سمجھ لو! اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے محروم ہیں۔ جس پر اللہ کی توجہ، رحمت اور مہربانی ہوتی ہے ایک سیکنڈ بھی وہ توبہ میں دیر نہیں کرتا، وہ گناہ کی حالت میں رہتے ہوئے اطمینان سے نہیں رہتا، جلدی سے توبہ کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے معاف کر دیجیے، آپ کی ناخوشی کی راہوں سے میرے دل نے جو حرام خوشی امپورٹ کی، میں ان حرام خوشیوں سے معافی چاہتا ہوں کیوں کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ انسان انبیاء کی طرح بالکل معصوم ہو جائے۔ کبھی نہ کبھی خطا ہوگی، بشریت سے مغلوب ہو کر کبھی سالک سے بھی لغزش ہو جائے گی اور باطن میں حرام مزہ درآمد کر لے گا لیکن جس پر اللہ کا کرم ہوتا ہے وہ گناہ کو اوڑھنا بچھونا نہیں بنا سکتا فوراً بے چین ہو کر توبہ واستغفار کرے گا کہ اے خدا! میرے نفس نے آپ کو ناخوش کر کے جو حرام خوشی درآمد کی ہے میں اس ملعون خوشی اور حرام خوشی سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھ کو معاف کر دیجیے کیوں کہ آپ کی ناخوشی کی

راہوں سے میری خوشیاں نامبارک اور قابلِ لعنت ہیں، منحوس اور غیر شریفانہ ہیں کہ اپنے پالنے والے محسن کو ناراض کر کے میں اپنا دل خوش کر رہا ہوں۔ جو بیٹا اپنے باپ کو ناراض کر کے خوشیاں منارہا ہو تو اس بیٹے کی یہ خوشیاں غیر شریفانہ اور کمینہ پن کی خوشیاں ہیں لہذا اے خدا! میں ان تمام خوشیوں پر نادم ہوں جن سے آپ ناراض ہوئے ہوں کیوں کہ کوئی بندہ آپ کی نافرمانی میں مبتلا ہو اس سے بڑھ کر کوئی عذاب ہی نہیں ہے، دنیا میں سب سے بڑا عذاب آپ کی نافرمانی ہے۔ بندہ ہو کر اپنے مالک کا اور قادرِ مطلق مالک کا نافرمان ہو، اس پر جتنے جوتے پڑ جائیں کم ہیں اور جتنے عذاب اور بے چینیاں دل پر نازل ہو جائیں تھوڑی ہیں۔

دعائے وضو کی عاشقانہ حکمت

وضو کے بعد یہ دعا **اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے تعلیم فرمائی تاکہ بندوں کا باطن اور قلب بھی پاک ہو جائے کیوں کہ توبہ دل کی طہارت کا نام ہے۔ پس وضو سے ہاتھ پیر دھونا ہمارے اختیار میں تھا لیکن دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، دل کو دھونا ہمارے اختیار میں نہیں تو جہاں بندہ کا اختیار نہ ہو وہاں دعا کرنا عبودیت ہے کہ مانگ لو، اے خدا! وضو کر لیا، ہاتھ پیر دھولے یعنی جسم کے اعضاء دھولے لیکن میرا ہاتھ میرے دل تک نہیں پہنچ سکتا، آپ اپنے کرم سے میرا دل بھی دھو دیجیے کیوں کہ دل اگر پاک نہیں ہے تو ظاہری پاکی کا اعتبار نہیں ہے۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں: **فَإِنَّ حَقِيقَةَ الطَّهَارَةِ الطَّهَارَةُ الْأَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْأَخْيَارِ** ^{۵۰} اصل طہارت یہ ہے کہ دل غیر اللہ سے پاک ہو جائے، جس کا گھر ہے وہ رہے۔ جب دل پاک ہوتا ہے تو اللہ پاک ہے، وہ پاک دل میں آتا ہے یعنی نچلی خاص سے متجلی ہوتا ہے ورنہ جسم کی پاکی تو ہندو بھی کر سکتا ہے۔ ایک ہندو دریا میں کود گیا اور نہالیا تو اس کا جسم نجاستِ حسیہ سے پاک ہو گیا، پیشاب پاخانہ سب ڈھل گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مومن کو ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے جو کسی کافر کو نصیب نہیں۔ دشمنوں اور دوستوں میں کچھ فرق تو ہونا چاہیے۔ دوستوں کو امتیازی ڈش دی جاتی ہے، امتیازی نعمت دی جاتی ہے۔ اس لیے **طَّهَارَةُ الْأَسْرَارِ** یعنی باطن کی پاکی، غیر اللہ سے قلب کی پاکی مومن کی شان ہے لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے لیے وضو کے بعد دعا سکھائی۔

^{۵۰} ذکرہ آلوسی فی روح المعانی ۱/۲۶۱، فی سورة التوبة (۱۰)، فی باب الاشارات دار احیاء التراث بیروت

وضو کے وقت اہل اللہ کی خشیت

اکابر سے سنا ہے کہ بعض بزرگوں پر وضو کرتے ہی خوف طاری ہو جاتا ہے کہ اب اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اس لیے وضو کرتے وقت گپ شپ کرنا، شور و غل کرنا ٹھیک نہیں ہے، یہ علامت اچھی نہیں ہے۔ وضو خانے میں آوازیں سنتا ہوں جیسے مچھلی بازار۔ جب وضو شروع کرو اس وقت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت چہرے پر آ جانی چاہیے، کیوں کہ اس وضو کے بعد ہم کو اپنے مولیٰ کے پاس کھڑا ہونا ہے، عظیم الشان مولیٰ کے پاس کھڑا ہونا ہے۔ خاموشی سے وضو کرو، جب شور و غل کرو گے تو وضو کی دعا کب پڑھو گے؟ کیوں کہ زبان تو مشغول ہو گئی فضولیات میں۔

وَوَسَّعِلِي فِي دَارِيَّ كَالْمَعْنَى

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ دورانِ وضو حدیث شریف سے ایک ہی دعا ثابت ہے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسَّعِلِي فِي دَارِيَّ وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي ۝

اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما دیجیے اور میرا گھر بڑا بناد دیجیے اور میرے رزق میں برکت عطا فرمائیے۔
وَوَسَّعِلِي فِي دَارِيَّ یعنی گھر کو وسیع بنانے کے دو معنی ہیں: ایک تو یہ کہ ظاہری طور پر بڑا گھر ہو جائے اور دوسرے یہ کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجیے کہ گناہوں سے ہمارے دل میں اندھیرا ہے جس کی وجہ سے سارا عالم **ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ** کا مصداق ہے۔ گناہ گار اور مجرم کو سارا عالم تنگ معلوم ہوتا ہے۔
 جب سارا عالم اس کو تنگ معلوم ہوتا ہے تو اس کو اپنا گھر کیسے بڑا معلوم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جس سے ناراض ہوتا ہوں تو میری ناراضگی تو عرش پر ہوتی ہے مگر دو علامتوں سے دنیا میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ (۱) **ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ** پوری دنیا اس کو اندھیری لگتی ہے اور اتنی لمبی چوڑی زمین تنگ معلوم ہونے لگتی ہے، اس کا جینا جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے۔ (۲) **وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ** اور وہ اپنی جان سے بے زار ہو جاتا ہے۔

اہلِ ہذا حدیثِ اَبی موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ اَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ضَوْءٍ، فَتَوَضَّأَ بَأَلٍ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسَّعِلِي فِي دَارِيَّ وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي. أَخْرَجَهُ أَبُو يَعْلَى فِي مَسْنَدِهِ: ۱/۱۶، دَارُ الْكِتَابِ الْعِلْمِيَّةِ، بَرْقَم (۲۳۲)

محبوبیت عند اللہ کے دوام کا طریقہ

تو وضو کی دعا کے متعلق اللہ نے مجھے یہ علم عظیم عطا فرمایا کہ **مُتَطَهِّرِينَ** بابِ تَفَعُّل سے ہے یعنی تکلیف اٹھا کر طہارت حاصل کرو، طہارتِ قلبیہ بھی اور طہارتِ قلبیہ بھی، دل بھی پاک ہو اور جسم بھی پاک ہو، تو اس کا فائدہ کیا ملے گا؟ تم چوبیس گھنٹے اللہ کے محبوب رہو گے۔ یہ نہیں کہ وضو کے وقت یہ دعا پڑھی لی اور نماز کے وقت تک پاک صاف رہے لیکن جب مارکیٹ گئے، کلفٹن گئے، الفنسٹن اسٹریٹ گئے تو نظر خراب کر لی اور تمہاری طہارت متاثر ہو گئی تو جب طہارتِ باطنی سے اور توبہ کی برکت سے محبوبیت میں جو جگہ ملی تھی، جب بھی توبہ کے دائرہ سے اور طہارت کے دائرہ سے خروج اختیار کرو گے تو دائرہٴ محبوبیت سے بھی تمہارا خروج ہو جائے گا، اس وقت گناہ کی حالت میں تم اللہ کے پیارے نہیں رہو گے۔ دیکھا آپ نے طہارت اور توبہ کا **یُحِبُّ** سے کیا جوڑ لگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھتے ہیں جب تک تم دائرہٴ توبہ سے اور دائرہٴ طہارت سے خروج اختیار نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے مضارع استعمال فرمایا جو حال اور استقبال کے لیے ہوتا ہے یعنی زندگی بھر جب تک تم توبہ کرتے رہو گے تو ہماری محبوبیت سے تمہارا خروج اور (exit) نہیں ہو گا۔ کیوں کہ ساؤتھ افریقہ کے علماء بیٹھے ہیں ان کی مادری زبان انگریزی ہے اس لیے تھوڑا سا انگریزی لفظ بول دیتا ہوں۔ تو آپ لوگ بتائیے! آپ کیا چاہتے ہیں کہ ہم ہر وقت اللہ کے پیارے رہیں یا کبھی پیارے رہیں اور کبھی غیر پیارے رہیں، یعنی کبھی اللہ کے پیارے رہیں اور کبھی اللہ کے پیارے محروم رہیں؟ تو جب پیار دائمی چاہتے ہیں تو یہ دونوں صفات اپنے اندر پیدا کر لیجیے۔ (۱) **تَوَّابِينَ** کی اور (۲) **مُتَطَهِّرِينَ** کی۔

مُتَطَهِّرِينَ کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں مراد طہارتِ باطنی اور طہارتِ قلب ہے کیوں کہ اصل طہارت یہ ہے کہ غیر اللہ سے ہمارا فاصلہ رہے، کسی طرح سے بھی ہمارا قلب ایک اعشاریہ، ایک ڈگری بھی اللہ سے نہ ہٹے۔ جہاں ہٹنے کا اثر محسوس ہونے لگے اور دیکھے کہ کسی حسین کی طرف دل جھکا جا رہا ہے وہاں سے راہ فرار اختیار کرو۔ جب تک اس کے ٹارگٹ اور اس کے محاذات سے آگے نہیں بڑھو گے تمہارے قلب کا قبلہ صحیح نہیں رہے گا۔ یہ **فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ** کی تفسیر ہے کہ غیر اللہ سے بھاگو اور غیر اللہ سے ہر وہ چیز مراد ہے جس سے آپ کے قلب کا قبلہ متاثر ہو اور ایک اعشاریہ بھی اللہ سے دور ہو۔ جو دل اللہ تعالیٰ سے ایک اعشاریہ بھی دور نہ ہو گا ایسے دل کو اپنی ذاتِ پاک سے اللہ تعالیٰ ایسے چٹا لیں گے کہ سارا عالم اسے ایک اعشاریہ اپنی طرف مائل نہ کر سکے گا۔ بتاؤ یہ علم عظیم پیش کر رہا ہوں یا نہیں؟ جس کی قسمت میں اللہ کی محبت ہوتی ہے وہ اپنے شیخ کی باتوں کو عظمت و محبت سے سنتا ہے۔

استغفار اور توبہ کا فرق

توبہ کے متعلق ایک ضمنی سوال ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ استغفار کرو، بعض بزرگ کہتے ہیں کہ توبہ کرو۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دونوں ہی حکم دیے ہیں کہ استغفار بھی کرو اور توبہ بھی کرو۔ سوال یہ ہے کہ توبہ اور استغفار ایک ہی چیز ہے یا دونوں میں فرق ہے؟ بتائیے کیسا سوال ہے۔ عام مسلمان اور عام امتی اس کو ایک ہی سمجھتا ہے لیکن یہ ایک نہیں ہے۔ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ میں ان شاء اللہ کوئی چیز بلا دلیل نہیں پیش کروں گا۔ اس فقیر پر اللہ پاک کا کرم ہے، میرے اوپر اللہ کے کرم کا آفتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ** اپنے رب سے استغفار کرو، مغفرت مانگو **ثُمَّ تَوْبُوا اِلَيْهِ** پھر توبہ بھی کرو۔ اگر توبہ و استغفار ایک ہی چیز ہے تو عطف کیوں داخل ہوا کیوں کہ عطف کا داخل ہونا معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت کی دلیل ہے۔ اگر یہ ایک ہی چیز ہوتی تو عطف داخل ہی نہ ہوتا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہاں حرف عطف **ثُمَّ** کا نازل ہونا دلیل ہے کہ استغفار الگ چیز ہے اور توبہ الگ چیز ہے کیوں کہ عطف کا قاعدہ کلیہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت لازم ہے۔ جیسے ایک آدمی کہے کہ روٹی اور سالن لاؤ اور وہ خالی روٹی لاتا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ سالن کیوں نہیں لائے تو کہتا ہے کہ روٹی اور سالن ایک چیز ہیں تو آپ کہیں گے کہ اگر ایک چیز تھی تو روٹی کے بعد اور کیوں لگایا؟ یہ حرف عطف مغایرت کو لازم کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ روٹی اور سالن الگ الگ چیز ہے۔ لیجیے اردو میں بھی عربی نحو کا قاعدہ لگا دیا۔

اسی طرح استغفار اور توبہ ایک چیز نہیں ہے تو استغفار اور توبہ میں کیا فرق ہے؟ استغفار کہتے ہیں کہ جن گناہوں کی وجہ سے ہم اللہ سے دور ہو گئے، خدا کے قرب سے محروم ہو گئے اور ہماری حضوری دوری میں تبدیل ہو گئی، منزل قرب سے منزل غضب میں جا پڑے تو دوری کے غم اور عذاب کی وجہ سے ندامت کے ساتھ اپنی اس نالائقی سے معافی چاہنا یہ استغفار کا مفہوم ہے کہ آہ! گناہ کر کے ہم اپنے اللہ سے کیوں دور ہوئے، نہ ہم گناہ کرتے، نہ قرب سے محروم ہوتے۔ معلوم ہوا کہ ماضی کے گناہوں پر ندامت سے معافی مانگنے کا نام استغفار ہے اور توبہ کیا ہے؟ توبہ کے معنی رجوع الی اللہ کے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں لکھا ہے جو مشکوٰۃ کی عربی زبان میں شرح ہے گیارہ جلدوں میں کہ **تَوَّابُونَ** کے معنی **رَجَّاعُونَ** کے ہیں یعنی **كَثِيرُ الرَّجُوعِ إِلَى اللَّهِ** جس کا ترجمہ میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ گناہ سے تم اللہ سے جتنی دور ہو گئے تھے پھر اپنے اللہ کے پاس واپس آ جاؤ، اپنے مرکز اور مستقر سے بھاگ گئے تھے پھر منزل جاناں پر آ جاؤ، منزل محبوب پر آ جاؤ، پھر منزل مولیٰ پر آ جاؤ، پھر اپنے قلب کو اللہ کے قدموں میں ڈال دو۔

خلاصہ یہ ہے کہ توبہ نام ہے اللہ کے پاس واپس لوٹ آنا، گناہوں کی وجہ سے جس مقامِ قرب سے بندے دور ہو گئے تھے پھر اسی مقام پر واپس لوٹ آنا۔ رجوع الی اللہ کا نام توبہ ہے کہ گناہوں سے دوری کو ندامت کے ساتھ حضوری سے بدل کر یہ عزم کرنا کہ اے اللہ! آئندہ کبھی آپ کو ناراض نہیں کریں گے، آئندہ کبھی آپ سے دور نہیں ہوں گے، آپ کے دامنِ رحمت سے چپٹ جائیں گے اور آپ کی آغوشِ رحمت میں لپٹ جائیں گے، آپ کے قدموں میں سر رکھ دیں گے اور آئندہ ہمیشہ تقویٰ سے رہیں گے اور کبھی آپ کو ناراض نہیں کریں گے۔ اس کا نام توبہ ہے۔ اب فرق معلوم ہو گیا؟ استغفار ماضی کی تلافی کرتا ہے اور توبہ عزم علی التقویٰ سے مستقبل روشن کرتا ہے۔

لفظ تَوَابِیْن کے نزول کی حکمت

اصطلاح میں **تَوَابِیْن** کی تین قسمیں ہیں۔ محدثین کی شرح سے پیش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ **تَوَابِیْن** کو محبوب رکھتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ **تَوَابِیْن** کیوں نہیں فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ جب تم کثیر الخطا ہو تو تم کو کثیر التوبہ ہونا چاہیے، جب تمہارا بخار تیز ہے تو جیسا مرض ویسی دوا۔ جب تم نے خطائیں زیادہ کی ہیں تو زیادہ توبہ کرنے میں تم کو کبار کاوٹ ہے؟ اسی لیے فرمایا کہ میں محبوب رکھتا ہوں کثرت سے توبہ کرنے والوں کو کیوں کہ جو کثیر الرجوع نہیں ہیں وہ ہماری جدائی کا احساس بھی زیادہ نہیں رکھتے، وہ ہم سے کچھ فاصلے بھی رکھتے ہیں، اسی لیے پریشانی میں ہیں اور اسی لیے جلدی توبہ بھی نہیں کرتے کہ دو چار گناہ اور کر لیں، ہر بس اسٹاپ پر گناہ کے مزے لوٹ کر جائیں پھر شام کو گھر آ کر توبہ کر لیں گے، کیوں کہ اگر ایک اسٹاپ پر توبہ کر لیں گے تو اگلے اسٹاپ پر مزہ کیسے ملے گا؟ بتاؤ! یہ کس قدر کمینہ پن ہے اور تصوف کی روح ہی نہیں ہے اس ظالم کے اندر۔ یہ حق تعالیٰ کی جدائی پر صبر کرنے والا، حرام لذت سے مزے اڑانے والا، بہت ہی نامناسب مزاج رکھنے والا غیر شریفانہ ذوق رکھتا ہے۔

ولایتِ عامہ اور ولایتِ خاصہ

اب رجوع الی اللہ کی تین قسمیں ہیں اور جب شانِ محبوبیت ہماری توبہ یعنی رجوع الی اللہ سے متعلق ہے تو محبوبیت کی بھی تین قسمیں ہو جائیں گی، اللہ کے پیاروں کی تین قسمیں ہو جائیں گی۔ ایک عوامی پیار کہ اللہ ہر مومن کو پیار دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا

اللہ ہر ولی کو پیار کرتا ہے، ہر مومن کا ولی ہے۔ مگر یہ ولایت عامہ ہے۔ جو تقویٰ سے رہتے ہیں وہ خاص ولی ہیں، ان کی دوستی کا معیار بلند ہو جاتا ہے، مومن متقی ولی خاص ہوتا ہے لیکن ہر مومن کو ولی فرمایا اگرچہ گناہ گار ہو، مگر میرے دائرہ دوستی سے خارج نہیں ہے بوجہ کلمہ اور ایمان کے، کچھ نہ کچھ دوستی یعنی ولایت عامہ تو حاصل ہے۔ **اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا** میں تقویٰ شامل نہیں ہے۔ ولایت خاصہ تقویٰ پر موقوف ہے جس کی دلیل ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

اور فرمایا:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

فرماتے ہیں: میری ولایت اور دوستی کا معیار اور علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اندھیروں سے نکالتا رہتا ہے فی الحال بھی اور مستقبل میں بھی۔ ”ظلمات“ جمع ہے اور ”نور“ واحد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اندھیروں کو جمع اور نور کو مفرد کیوں نازل فرمایا؟ اس کی وجہ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں **جَمَعَ الظُّلُمَاتِ لِتَعَدُّ فُنُونِ الضَّلَالِ** ظلمات کو جمع نازل فرمایا کیوں کہ گمراہی کی بہت قسمیں ہیں۔ کفر کی گمراہی اور ہے، فسق کی گمراہی اور ہے، زنا کی اور ہے، بد نظری کی اور ہے، تکبر کی اور ہے۔ پس چوں کہ گمراہی کی بے شمار طرحیں اور اقسام ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ظلمات کو جمع نازل فرمایا اور نور کو واحد نازل فرمایا **لِوَحْدَةِ الْحَقِّ** کیوں کہ حق ایک ہوتا ہے۔

جتنی **تَوَابُوتٍ** کی قسمیں ہوں گی، توبہ کی بھی اتنی ہی قسمیں ہیں اور اتنی ہی محبوبیت کی قسمیں لازمی

ہو جائیں گی۔ تو اب سینے توبہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ... تَوْبَةُ الْعَوَامِرِ -

(۲) ... تَوْبَةُ الْخَوَاصِّ -

(۳) ... تَوْبَةُ الْأَخْصِ الْخَوَاصِّ -

تو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی بھی تین قسمیں ہو جائیں گی:

(۱) ... محبوبیتِ عامہ سے محبوبِ عام۔

(۲) ... محبوبِ خاص۔

(۳) ... محبوبِ اخصِ الخواص۔

یعنی اللہ کا پیار عوامی والا اور اللہ کا پیار علی الخواص اور اللہ کا پیار اخص الخواص والا یعنی اللہ کے پیارے پھر خاص پیارے پھر خاص میں بھی اخص الخواص۔ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کا کون سا پیار چاہتے ہیں؟ اخص الخواص والا، سب سے اعلیٰ والا یا یوں ہی معمولی؟ دیکھو ایک دن مرنا ہے، اگر اعلیٰ درجہ کے پیار کو نہیں پاؤ گے تو چھتانا پڑے گا۔

توبہ کی پہلی قسم: توبہ کی پہلی قسم کا نام ہے **الرَّجُوعُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ إِلَى الطَّاعَةِ** توبہ عوامی یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دے اور اللہ کی فرماں برداری میں لگ جائے۔ تشکر اور تکبر میں تضاد ہے۔ تشکر کریں گے تو اللہ کا قرب ملے گا۔ تکبر سے بُعْد ہوتا ہے اور تشکر سے قرب ہوتا ہے اور بُعْد اور قرب میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ تکبر ہمیشہ ظالم اور احمق کو ہوتا ہے۔ جو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا، اللہ سے نظر ہٹ کر اپنی صفت پر اس کی نظر آجاتی ہے۔ شکر سے اللہ کی صفت قرب اس کو عطا ہوتی تو ناممکن ہے کہ اس میں تکبر بھی آجائے چوں کہ تکبر نام ہے بندہ کا اپنے مولیٰ سے غافل ہو کر اپنی کسی صفت پر نظر کرنا کہ میں ایسا ہوں اس لیے دوسروں سے برتر ہوں۔ جیسے ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ آپ میرے محبوب ہیں اور میں آپ کے حسن و جمال پر فدا ہوں۔ اس کے بعد پھر آئینہ لے کر کہتا ہے کہ آپ کا تمام حسن و جمال اور شانِ کمال تسلیم مگر واہ رے! میری ناک اور واہ رے! میرا کتابی چہرہ اور واہ رے! میری پتلی کمر جو

کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

کا مصداق ہے۔ ایسے عاشق کو محبوب بھی ایک جو تمارے گا، کہے گا کہ تم مجھ پر عاشق ہو تو میری خوبیوں سے نظر ہٹا کر اپنی خوبی کیوں دیکھتے ہو؟ تو مولیٰ سے نظر ہٹا کر اپنی خوبی دیکھنے والا احمق ہے اور احمق ہمیشہ متکبر ہوتا ہے۔

تو عوام کی توبہ کا نام ہے **الرَّجُوعُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ إِلَى الطَّاعَةِ** جو گناہوں کو چھوڑ کر فرماں بردار ہو گئے اور ان کی توبہ سے اللہ نے ان کو محبوب بنا لیا، یہ توبہ عوام ہے، پس جو توبہ عوام تک رہے گا، اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام لوگوں والا پیار اور محبت ملے گی۔

توبہ کی دوسری قسم: اس کے بعد توبۃ الخواص ہے، وہ ہے **الرَّجُوعُ مِنَ الْعَفْلَةِ إِلَى الذِّكْرِ** یعنی فرماں بردار تو پہلے ہی تھے مگر اپنے شیخ کا بتایا ہوا ذکر و تلاوت سب بھول گئے تھے لیکن پھر دوبارہ اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ذکر کی قضا نہیں ہے، ندامت کافی ہے۔ ذکر چھوٹ گیا تو اب پھر شروع کر دو، اللہ کی یاد سے پھر جان میں جان آجائے گی۔

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ

اک جسم ناتواں کو توانائی دے گیا

اللہ کے ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے۔ اس بات کو یاد رکھو۔ میں نے جن کو سو بار ذکر بتایا اگر کسی دن بہت تھک گئے ہو تو دس دفعہ ہی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** پڑھ لو اور دس مرتبہ **اللَّهُ اللَّهُ** کر لو۔ آپ کہیں گے دس سے کیا ہو گا؟ ایک پدرس کا وعدہ ہے آپ کا سو پورا ہو جائے گا۔

ایک صاحب نے لکھا کہ میں حسینوں کو دیکھ کر اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہوں کہ واہ رے اللہ کیا شان ہے آپ کی! لہذا دنیا کے جتنے حسین ہیں یہ سب آئینہ جمال خداوندی ہیں، ان کے آئینہ میں اللہ کا جمال دیکھتا ہوں۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جواب لکھا کہ آئینہ ہونا تسلیم، مگر یہ آتشی آئینے ہیں جل کر خاک ہو جاؤ گے، نہ تم رہو گے نہ تمہارا ایمان رہے گا۔ لہذا تقویٰ سے رہو۔

آخر میں سب سے پیارا درجہ انحص النواص کا ہے جن کو اولیائے صدیقین کہتے ہیں۔ تو انحص النواص کی توبہ کیا ہے:

توبہ کی تیسری قسم: **الرَّجُوعُ مِنَ الْغَيْبَةِ إِلَى الْحُضُورِ**^{۱۵۴} جو ایک لمحہ اپنے دل کو اللہ سے غائب نہ ہونے دے، ہر وقت قلب کو اللہ کے سامنے رکھے۔ جب ادھر ادھر ہو فوراً ٹھیک کر لے۔ ان کا رجوع گناہ سے نہیں ہوتا، گناہ سے تو وہ عموماً محفوظ کر دیے جاتے ہیں بس کبھی دل پر کچھ غبار سما، کچھ حجاب سا آگیا، اس غبار کو ہٹا کر وہ دل کو اللہ تعالیٰ کے محاذات میں لے آتے ہیں۔

توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا۔ ”رجوع“ کے لفظ کا اطلاق جب ہوتا ہے جب کوئی اپنے گھر سے باہر نکل جائے پھر لوٹ آئے تو اللہ کے قرب کی منزل سے دور ہونا لیکن پھر نادم ہو کر منزل قرب پر واپس لوٹ

^{۱۵۴} ذکرہ الملا علی القاری فی مرقاۃ المفاتیح: ۲۰۶/۵، فی باب اسماء اللہ تعالیٰ دار الکتب العلمیۃ بیروت، لفظہ الاستغفارُ بِاللِّسَانِ وَالتَّوْبَةُ بِالنَّجَاتِ، وَهِيَ الرَّجُوعُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ إِلَى الطَّاعَةِ، أَوْ مِنَ الْعَفْلَةِ إِلَى الذِّكْرِ، وَمِنَ الْغَيْبَةِ إِلَى الْحُضُورِ

آنا اس کا نام رجوع الی اللہ ہے اور توبہ ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ کی فرضیت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ کبھی کبھی اللہ کے قرب سے ہمارا خروج ہو گا، شیطان و نفس کبھی ہم کو اللہ سے دور کر دیں گے لہذا جلد لوٹ آؤ۔ اب اس لوٹنے کی تین قسمیں ہیں جو ابھی بیان ہو گئیں۔ اللہ کی طرف سے جیسا جس پر **مُحِبُّ** کا ظہور ہو گا ویسی ہی اس کی توبہ ہوگی۔ عوام پر اللہ کی شانِ محبوبیت عام ہے، خواص پر خاص ہے، اخص الخواص پر اعلیٰ درجہ کی محبوبیت اور پیار ہے جس پر میں نے ایک شعر بھی کہا ہے۔

ازلبِ نادیدہ صد بوسہ رسید

من چہ گویم روح چہ لذت چشید

اللہ تعالیٰ کے عاشق اپنی نظر کو حسینوں سے بچا کر زخمِ حسرت کھاتے ہیں اور خونِ آرزو کرتے ہیں، اس مجاہدہ کی برکت سے ان کی جان اللہ کے پیار کی وہ لذت محسوس کرتی ہے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ وہی لوگ ہیں جو حوصلے میں ہجڑے اور محنت نہیں ہوتے۔ اپنے باز شاہی سے شاہ بازی سیکھتے ہیں، اور باز شاہی کون ہے؟ شیخ ہے۔ اس سے شاہ بازی سیکھتے ہیں، حسینوں کے محاذات سے ہٹ جاتے ہیں، دیکھنا تو درکنار اس کے ٹارگٹ اور محاذات میں نہیں رہتے کیوں کہ میگنٹ ادھر بھی ہے، اس کے سامنے رہیں گے تو اندیشہ ہے کہ کھینچ جائیں گے، ایک میگنٹ دوسرے کو کھینچتا ہے لہذا فوراً اس کے ٹارگٹ اور محاذات سے آگے بڑھ جاؤ، ہٹ جاؤ۔ اٹھنی اور میگنٹ کو سامنے کرو تو اٹھنی پھنستی جاتی ہے اور اگر زیادہ نزدیک کیا تو میگنٹ سے چپٹ جاتی ہے لیکن اگر اس اٹھنی کو جلدی سے گزار دو تو میگنٹ کے دائرہ کشش سے اس کا خروج ہو گیا اب اس سے نقصان کم ہو گا۔ جب کوئی حسین سامنے آئے تو اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے **فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ** ^{۵۵} آہستہ مت چلو اللہ کے پاس بھاگ کر جاؤ مگر کتنا بھاگو؟ اتنا بھاگو کہ اللہ کو دل میں پا جاؤ، مولیٰ کے پاس جا کر پلٹ جاؤ، سجدے میں پڑ جاؤ۔ اللہ ایسا پیارا ہے جو ان سے چیٹتا ہے سارا عالم اسے لپٹاتا ہے۔ دیکھو! اگر کوئی پانی میں کرنٹ چھوڑ دے تو اس پانی کو مت چھوؤ۔ کرنٹ لگ جائے گا لیکن اللہ والوں سے مصافحہ کرنے سے مت ڈرو۔ ان پر اللہ کی معیت کی بجلی ہے۔ یہ وہ کرنٹ ہے جو حیات عطا کرتا ہے، دنیا کا کرنٹ موت دیتا ہے، دنیاوی بجلی کا اگر کرنٹ لگ جائے تو موت آتی ہے لیکن اللہ والوں پر جو جذب کی بجلی ہے ان سے مصافحہ کرنا، ان کے پاس بیٹھنا ان کو دیکھنا، ان شاء اللہ ضرور جذب کا ذریعہ ہو جائے گا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سب کی منڈی میں سب مت

خریدو، باغ میں چلے جاؤ۔ منڈی میں خراب سیب بھی ہوتے ہیں لیکن باغ میں تازہ سیب ملیں گے۔ باغ میں سوتے بھی رہو گے تو سیب کی خوشبو سے ہی دماغ تازہ ہو جائے گا۔ یہ اللہ والے اللہ کی محبت کے باغ ہیں۔ اللہ والوں کے یہاں پڑے ہوئے سوتے بھی رہو تو اللہ والوں کا نور ہوا کے ذریعہ تمہارے اندر جاتا رہے گا۔ اس لیے بڑے بڑے عبادت گزار اس مقام تک نہیں پہنچے جو اللہ والوں کی صحبت میں رہنے والوں کو مل گیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب ہمارے دادا پیر فرماتے ہیں کہ مولانا رومی کو سو برس کی تہجد سے وہ قرب نہ ملتا جو چند دن شمس تبریزی کے پاس بیٹھنے سے مل گیا۔ دوسرے یہ کہ اب کوئی قیامت تک صحابی نہیں ہو سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا دیدہ آنکھوں کی پیغمبرانہ نسبت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بڑے ہائی پاور بلب تھے کہ اب قیامت تک کسی کو ویسا بلب نہیں مل سکتا۔ جو شخص ایک کروڑ پاور کا بلب دیکھ لے اور بلب بھی ایسا کہ اس جیسا قیامت تک دوسرا بلب نہ پیدا ہو تو اس بلب کے دیکھنے والوں کے برابر بھی کوئی نہیں ہو سکتا لہذا قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو وہ درد دل عطا فرمادے جو آپ انحصان الخصاص کو دیتے ہیں اور اختر اور ہم سب بہت اعلیٰ قسم کی ڈش مانگ رہے ہیں تو اے خدا! انحصان الخصاص اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے ہم سب کو اور پورے عالم کو بلا استحقاق عطا فرمادیں، آمین۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ”أَرْحَمُ أُمَّتِي“ ہیں یعنی امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم دل، انہوں نے یہ روایت بیان کی یعنی حدیث کے پورے مجموعہ میں دو چار روایتیں ہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور ان ہی دو چار روایتوں میں یہ حدیث بھی ہے چوں کہ یہ امت پر رحمت کا معاملہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے نبی کی امت گناہ کرنے سے مایوس ہو جائے اس لیے بوجہ رحمت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بیان فرمایا۔ یہ روایت مشکوٰۃ میں بھی ہے:

مَا أَصْرَ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً ۝۱۵۶

یعنی جو شخص استغفار کرتا رہے، معافی مانگتا رہے، روتارہے، گڑگڑاتا رہے اور ہمت سے ارادہ کر لے کہ آئندہ گناہ نہیں کرنا ہے تو گناہ گاروں میں تو کیا، اس کا شمار گناہ پر اصرار کرنے والوں میں بھی نہیں ہوگا، اگرچہ دن

۱۵۶۔ ہذا حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ أنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”مَا أَصْرَ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً“۔ أخرجه أبو داود في سننه (۲۱۲/۱) برقم (۱۵۱۳) في باب في الاستغفار

میں ستر مرتبہ اس کی توبہ ٹوٹ جائے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اصرار کی تعریف بیان کی ہے **الْأَصْرَارُ الشَّرْعِيُّ الْإِقَامَةُ عَلَى الْقَبِيحِ بِدُونِ الْإِسْتِعْفَارِ وَالرَّجُوعِ بِالتَّوْبَةِ**^{۵۷} یعنی برائی پر قائم رہنا اور استغفار و توبہ نہ کرنا، یہ ہے اصرار شرعی۔

حدیث نمبر ۴۳

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ
وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ
مِنْ مَغْرِبِهَا^{۵۸}

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت رات بھر اپنے ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ دن کا خطا کار رات کو توبہ کر لے اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ رات کا خطا کار دن میں توبہ کر لے اور یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج مغرب سے نہ طلوع ہو جائے۔

اللہ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت رات بھر اپنے ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ دن کا خطا کار رات کو توبہ کر لے اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ رات کا خطا کار دن میں توبہ کر لے۔ سبحان اللہ! کیا رحمت ہے آپ کی بندوں پر کہ ایک کروڑ گناہ بھی اگر کوئی کر لے لیکن ندامت کا ایک آنسو کبھی نکل آیا، دل میں ندامت پیدا ہو گئی کہ آہ! میں نے کیا کیا تو اسی وقت تمام گناہوں کو آپ معاف فرما دیتے ہیں، سو برس کا کافر جو رات دن کفر کر رہا تھا، اگر کلمہ پڑھ لے تو اسی وقت ولی اللہ ہو جاتا ہے۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک ہندو نوے برس تک اپنے بت کو ”صنم صنم“ پکار رہا تھا کہ ایک دن غلطی سے اس کے منہ سے ”صمد“ نکل گیا تو آواز آئی **”لَبَّيْكَ يَا عَبْدِي“** میرے بندے! میں حاضر ہوں تو اس کافر نے ڈنڈا اٹھایا اور سب بتوں کو توڑ دیا کہ

۵۷ ذکرہ الألوسی فی روح المعانی ۱/۲۳۰ فی آیة آل عمران (۱۳۰)، دار احیاء التراث بیروت

۵۸ ہذا حدیث اُبی موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا. أخرجه مسلم فی صحیحہ ۳۵۸/۲ برقم (۴۱۵). فی باب قبول التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوبِ وَإِنْ فَكَرَّتِ الذُّنُوبُ وَالتَّوْبَةُ.

نوے سال تک میں نے تمہیں پکارا اور تم نے کوئی جواب نہیں دیا اور آج غلطی سے مسلمانوں کے خدا کا نام نکل گیا تو فوراً جواب آگیا کہ **لَبَّيْكَ** میرے بندے! میں موجود ہوں۔ سبحان اللہ! تو عفو کرنے میں آپ بے حد کریم ہیں کہ نوے برس کے کافر کو بھی نہیں بھولتے اور ایک لمحہ میں معاف فرما کر اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔

اور آپ **حَيُّ لَمْ يَزَلْ** ہیں یعنی زندہ حقیقی ہیں کہ ہمیشہ سے زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور آپ کی حیات میں کبھی زوال نہیں آسکتا بلکہ ہر وقت آپ کی ایک نئی شان ہے:

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۹

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں **یوم** سے مراد وقت ہے، دن مراد نہیں ہے **أَمَى فِي كُلِّ وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ وَفِي كُلِّ لَحْظَةٍ مِنَ اللَّحْظَاتِ وَفِي كُلِّ لَمْحَةٍ مِنَ اللَّمَحَاتِ** ۱۰ یعنی ہر وقت اور ہر لحظہ اور ہر لمحہ آپ کی ایک نئی شان ہے۔ پس چوں کہ آپ زندہ حقیقی ہیں اس لیے آپ ہی محبوب حقیقی ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں کہ اس کو محبوب بنایا جائے کیوں کہ اگر آپ کے علاوہ کسی اور کو دل دیا تو ایک دن معلوم ہو گا کہ وہ مر گیا اور اس کا جنازہ دفن ہو رہا ہے اب کہاں جاؤ گے؟ اور کس کو دل کا سہارا بناؤ گے؟ کیوں کہ جس کو سہارا بنایا تھا وہ تو مر گیا۔ اب کیا اس لاش سے چٹو گے اور اگر چٹو گے تو تین دن کے بعد لاش سڑ جائے گی اور مردہ جسم پھول کر پھٹ جائے گا پھر سب سے پہلے تم ہی اسے دفن کرو گے اور بدبو سے ناک بند کر کے وہاں سے بھاگو گے، لہذا کہاں مرنے والوں پر مر رہے ہو۔

مرنے والوں سے عشق نہ کرو کہ یہ پائیدار نہیں ہوتا، عشق اس زندہ حقیقی سے کرو جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، جو موت و زوال و فنا سے پاک ہے اس سے محبت کرو تو تم بھی زندہ جاوید ہو جاؤ گے۔ جنت میں وہ تمہیں حیاتِ جاودانی عطا کرے گا۔ وہ ایسا زندہ حقیقی ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا اور **حَيَاةُ كُلِّ شَيْءٍ بِدِهِ مُؤَبَّدًا** ہر شے کی حیات اسی سے قائم ہے اور وہ **قَيَوْمٌ** بھی ہے یعنی **قَائِمٌ بِذَاتِهِ وَ يَقَوْمٌ غَيْرُهُ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ** ۱۱ اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنی قدرتِ قاہرہ سے دوسروں کو قائم کیے ہوئے ہے اور کیوں کہ اس کی ہر وقت ایک نئی شان ہے لہذا اس کے عاشق بھی ہر وقت ایک نئی شان میں رہتے ہیں، ہر لمحہ ان کو ایک نئی حیات عطا ہوتی ہے جس کا دنیوی عشاق تصور بھی نہیں کر سکتے۔

۹ ھ۹ الرحمن: ۲۹

۱۰ ذکرة الأوسى فى روح المعانى: ۱۱/۲۰، سورة الرحمن (۲۹)، دار احیاء التراث، بیروت
۱۱ ذکرة الأوسى فى روح المعانى: ۲۸/۲۳، فى آية سورة الحشر (۲۳)، دار احیاء التراث، بیروت

حدیث نمبر ۴۴

مَنْ لَمَّ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ ﷺ

ترجمہ: جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتے ہیں۔ اے اللہ! آپ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﷻ

مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور آپ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے مَنْ لَمَّ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے دعا کی صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ حکم فرما دیا کہ بندے آپ سے مانگیں۔ اگر آپ حکم نہ دیتے تو ہم خاکی پتلوں کی کیا مجال تھی کہ آپ کے سامنے لب کھول سکتے۔ یہ حکم بھی آپ کی رحمت اور کرم عظیم ہے جس طرح اتَّقُوا اللّٰهَ کا حکم بھی آپ کا احسان و کرم ہے کہ یہ حکم دے کر آپ نے دراصل اپنے بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، آپ نے اپنے غلاموں کو دوستی کی پیشکش کی ہے، ورنہ منی اور حیض سے پیدا ہونے والے ناپاک بندے اتنے عظیم الشان مالک سے دوستی کا تصور کرنے کی بھی مجال نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ دوستی کے لیے کوئی تو قدرِ مشترک ہونی چاہیے اور آپ کا اے خدا! کوئی مثل اور ہمسر نہیں۔ کہاں خالق کہاں مخلوق! کہاں آپ قدیم اور واجب الوجود اور کہاں ہم حادث و فانی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہم تو آپ کی دوستی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن آپ نے دوستی کی پیشکش فرما کر کرم کے دریا بہا دیے اور ناامیدیوں کے اندھیروں میں امید کا آفتاب طلوع فرما دیا کہ بس تقویٰ کو شرط و ولایت ٹھہرایا:

اِنْ اَوْلِيَاؤُكَ اِلَّا الْمُتَّقُونَ ﷻ

۱۳۲ ہذا حدیث اُبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ مَنْ لَمَّ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ. اُخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي سُنَنِہٗ (۱۰۵/۲) بِرَقْم (۳۳۰۳) وَالبخاری فی الأدب المفرد: ۱۹۸ برقم (۶۵۸). دار الکتب العلمیة

۱۳۲ المؤمن: ۶۰

۱۳۲ الانفال: ۳۴

اسی لیے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** کا عاشقانہ ترجمہ دلالتِ التزامی سے یہی ہے کہ اے ایمان والو! تم ہمارے دوست بن جاؤ لہذا تقویٰ کا حکم بھی آپ کی عظیم الشان رحمت ہے۔

چوں دعا مامر کردی اے عجب
ایں دعائے خویش را کن مُسْتَجَاب

اے ہمارے بے مثل رب! جب آپ نے خود ہم کو دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے تو یہ دلیل ہے کہ آپ ہماری دعاؤں کو قبول فرمانا چاہتے ہیں کیوں کہ شاہ جب کسی چیز کو مانگنے کا حکم دے تو یہ دلیل ہے کہ وہ عطا کرنا چاہتا ہے اور باپ جب بچہ سے کہتا ہے: معافی مانگ۔ تو یہ دلیل ہے کہ وہ معاف کرنا چاہتا ہے۔ پس حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دعا آپ کو مطلوب ہے اور آپ کی رحمتِ واسعہ سے بعید ہے کہ اپنی مطلوب کو آپ رد فرمادیں۔ پس ہماری دعاؤں کو اے کریم! قبول فرمائیے۔

حدیث نمبر ۲۵

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ
رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ
إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ ۱۷۵

ترجمہ: اگر کسی بندہ مؤمن کی آنکھوں سے ایک آنسو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکل آئے، خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو پھر وہ اس کے رخسار کے کسی حصے کو لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ خشیتِ الہی سے نکلے ہوئے آنسو قلب کو شفا دینے والے ہیں **تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ** اور خشیتِ الہی سے نکلے ہوئے آنسو کا ایک قطرہ خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو دوزخ کی آگ کے حرام ہونے کا ذریعہ ہے یعنی کسی بندہ مؤمن کی آنکھوں سے اگر

۱۷۵ ہذا حدیث عبد اللہ بن مسعوداً قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ. أخرجه ابن ماجة في سننه: ۳۰۹ برقم

(۲۱۹۷) فی باب الحُزْنِ وَالْبُكَاءِ - والبیہقی فی شعب الإیمان: ۳۹۱/۱ برقم (۸۲)، دار الکتب العلمیة

ایک آنسو اللہ کی خشیت سے نکل آئے خواہ مکھی کے سر کے برابر ہو اور اس کے چہرہ پر لگ جائے تو اللہ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتے ہیں اور اپنی خطاؤں پر ندامت کے آنسو نجات کا ذریعہ ہیں:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلَيْسَعَكَ بَيْتَكَ وَابِكِ عَلَى حَاطِي عَيْتِكَ^{۱۷۲}

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور تیرا گھر تیرے لیے وسیع ہو جائے اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ اور ندامت سے رونے والے گناہ گاروں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا يَبِينُ الْمُنْذِرِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِينَ

گناہ گاروں کا گریہ ندامت مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اے جلیل اشکِ گناہ گار کے اک قطرہ کو

ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

اور تنہائی میں اللہ کے لیے نکلے ہوئے آنسوؤں پر قیامت کے دن سایہ عرشِ الہی کی بشارت ہے:

وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ حَالِيًّا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ

وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی آنسو جاری ہو جائیں اس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ ملے گا۔ اور اللہ کے نزدیک دو محبوب قطروں میں سے ایک محبوب قطرہ وہ آنسو ہے جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا وہ قطرہ خون ہے جو اللہ کے راستے میں گرا ہو:

لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ قَطْرَةٍ دُمُوعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَقَطْرَةٍ دَمٍ تَهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ... الخ^{۱۷۳}

۱۷۲ أخرجه الترمذی فی سننہ (۳۶/۲) برقم (۲۳۰۶) فی باب ما جاء فی حفظ اللسان، وأحمد فی مسندہ: ۳/۹۶ برقم (۱۴۳۳۳) دار الکتب العلمیة
 ۱۷۳ هذا مختصر من حدیث أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ليس شيء أحب إلي الله من قطرتين وأثرين قطرة من دموع في خشية الله وقطرة دم تهراق في سبيل الله وأما الأثران فأثر في سبيل الله وأثر في فريضة من فرائض الله. أخرجه الترمذی فی سننہ (۲۹۶/۱) برقم (۱۶۶۹) فی أبواب فضائل الجهاد باب منه

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطرؤں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں: ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور ایک خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہا ہو۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے موسلا دھار برسنے والی بارش کی طرح رونے والی آنکھیں مانگی ہیں:

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَاطِلَتَيْنِ تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدَّمُوعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَمْرًا

اے اللہ! مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو موسلا دھار ابر کی طرح برسنے والی ہوں **تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ** جو آنسوؤں سے دل کو سیراب کر دیں قبل اس کے کہ دوزخ میں آنسو خون اور داڑھیں انگارے بن جائیں۔ مناجات مقبول میں جو روایت منقول ہے اس میں **تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ** کے بجائے **تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ** ہے۔

غَيْمٌ هَاطِلٌ کے معنی موسلا دھار برسنے والا بادل یعنی موسلا دھار بارش اور **هَاطِلَةٌ** مبالغہ کا صیغہ ہے جو یہاں صفت ہے **عَيْنَيْنِ** کی اور **عَيْنَيْنِ** عربی قاعدہ سے مؤنث ہے، اس لیے اس کی صفت **هَاطِلَةٌ** بھی مؤنث استعمال فرمائی گئی۔ سرورِ عالم سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ مجھے ایسی آنکھیں عطا فرمائیے جو **هَاطِلَةٌ** نہیں **هَاطِلَةٌ** ہوں **هَاطِلَةٌ** میں بھی موسلا دھار بارش جیسے گریہ کا مفہوم تھا لیکن نبوت کی جانِ عاشق نے اس پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ ایسی آنکھیں مانگیں جو **هَاطِلَةٌ** ہوں یعنی موسلا دھار برسنے والے ابر سے بھی زیادہ رونے والی ہوں۔

تَوْهَاطِلَتَيْنِ، عَيْنَيْنِ کی صفتِ اولیٰ ہے یعنی اللہ والی آنکھوں کی پہلی صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **هَاطِلَتَيْنِ** فرمائی کہ وہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ آنسو برسانے والی ہیں۔ اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں کی دوسری صفت اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ **تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ يَأْتِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ** وہ آنکھیں ایسی ہوں جو بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو شفا دینے والی ہوں یا بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو سیراب کر دیں۔ صرف وہی آنسو دل کو سیراب کرتے ہیں جو اللہ کی محبت یا اللہ کے خوف سے بہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر رونے والی آنکھ دل کو سیراب نہیں کرتی، جو آنسو غیر اللہ کے لیے نکلتے ہیں وہ دل کو سیراب نہیں کرتے بلکہ دل کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ جو آنکھیں آپ کے لیے بیدار نہ ہوں، آپ کے غم کے لیے جاگ رہی ہوں وہ آنکھیں اور ان کی بیداری بے کار اور تضييع اوقات ہے اور جو آنسو آپ کی جدائی کے غم کے بجائے مرنے والوں کے لیے بہ رہے ہوں وہ باطل ہیں۔

تو عَيْنَيْنِ کی صفتِ ثانیہ یعنی اللہ والی آنکھوں کی دوسری صفت **تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمْعِ** فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاص کے آنسو مانگے ہیں کہ صرف وہی دل کو سیراب کرتے ہیں۔ اور عَيْنَيْنِ کی صفتِ ثالثہ یعنی آنکھوں کی تیسری صفت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں **قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدَّمُوعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَمْرًا** کہ اے اللہ! رونے کی یہ توفیق اسی حیاتِ دنیا میں عطا فرما دیجیے قبل اس کے کہ دوزخ میں یہ آنسو خون اور داڑھیں انگارے بن جائیں کیوں کہ دوزخ میں دوزخی خون کے آنسو روئے گا لیکن وہ آنسو کسی کام کے نہ ہوں گے کہ وہ تو عذاب کے آنسو ہوں گے۔ پس مبارک وہ آنسو ہیں جو اسی دنیا کی زندگی میں اللہ کے لیے بہہ جائیں، کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کا اور عذابِ جہنم سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

اور **قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدَّمُوعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَمْرًا** ظرف ہے اور ہر ظرف، مظروف کے لیے بمنزلہ قید ہوتا ہے اور قید بمنزلہ صفت ہوتی ہے پس یہ نحوی صفت تو نہیں ہے لیکن معنوی صفت ہے۔ اس لیے اس کو عَيْنَيْنِ کی صفتِ ثالثہ قرار دینا صحیح ہے۔

جب احقر معارفِ مثنوی لکھ رہا تھا یہ خاص شرح اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے عطا فرمائی۔

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تشریح حدیثِ بالا بعنوانِ دیگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں: ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں نکلا ہو، غالباً اسی حدیث کے پیش نظر مولانا رومی نے فرمایا۔

کہ برابر میکند شاہِ مجید

اشکِ رادر وزنِ باخونِ شہید

اللہ تعالیٰ گناہ گار بندوں کے آہ و نالوں کے وقت نکلے ہوئے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو! بے حساب مغفرت اور عرش کے سائے کا نسخہ بھی حق تعالیٰ کے خوف سے

تنہائی میں رونا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کیا آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہوگا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے۔

بخاری شریف میں **باب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضِلَ الْمَسَاجِدِ** کے ذیل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث تحریر فرمائی ہے **سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ قِيَامَتِ كَے دن سات (قسم کے) آدمی ایسے ہوں گے جن کو حق تعالیٰ شانہ عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے، ان میں ایک شخص وہ ہوگا وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ عَيْنَاهُ** وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔

شرح بخاری فتح الباری جلد: ۲، صفحہ: ۱۴۷ پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **ذَكَرَ اللَّهَ** **أَمَى بِقَلْبِهِ مِنَ التَّذْكَرِ أَوْ بِلِسَانِهِ مِنَ الذِّكْرِ** ذکر اللہ سے مراد دل میں یاد کرنا اللہ تعالیٰ کو یا زبان سے ذکر کرنا اور **خَالِيًا** یعنی تنہائی کی قید اس لیے ہے کہ ریاض سے محفوظ رہے **لِأَنَّهُ يَكُونُ حِينَئِذٍ أَبْعَدَ مِنَ الرِّيَاءِ وَالْمُرَادُ خَالِيًا مِنَ الْإِنْفِاقَاتِ إِلَى غَيْرِ اللَّهِ وَلَوْ كَانَ فِي مَلَأٍ** یعنی مراد تنہائی سے یہ ہے کہ قلب متوجہ الی اللہ ہو اور غیر اللہ سے خالی ہو اگرچہ مجمع میں ہو۔ اور اس مفہوم کی تائید امام بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے **ذَكَرَ اللَّهَ بَيْنَ يَدَيْهِ** لیکن مطلق تنہائی جہاں کوئی نہ ہو اس مفہوم کی تائید عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت **ذَكَرَ اللَّهَ فِي خَلَاءٍ** سے ہوتی ہے **أَيُّ فِي مَوْضِعٍ خَالٍ** یعنی بالکل تنہائی ہو، کوئی مخلوق نہ ہو اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **هِيَ الْأَصْحَحُّ** یہی زیادہ صحیح ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اہل محبت کو ذوقاً بھی یہی خلوت محبوب ہے۔^{۱۷۸}

حدیث نمبر ۲۶

اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ^{۱۷۹}

^{۱۷۸} ذكراً الحافظ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری: ۲/۱۴۷، ولفظه ذكر الله أي بقلبه من التذکر أو بلسانه من الذکر وخالياً أي من الخلو لأنه يكون حينئذ أبعد من الرياء والمراد خالياً من الإنفاقات إلى غير الله ولو كان في ملاء ويؤيداه رواية البيهقي ذكر الله بين يديه ويؤيد الأول رواية بن المبارك وحماد بن زيد ذكر الله في خلأ أي في موضع خالٍ وهي أصح

^{۱۷۹} هذا مختصر من دعاء مطرف بن عبد الله بن الشخير رحمه الله أنه يقول: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ السُّلْطَانِ، وَمِنْ شَرِّ مَا تَجَرَى بِهِ أَقْلَامُهُمْ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَقُولَ بِحَقِّ أَطْلُبُ بِهِ غَيْرَ مَا عَنَيْتَ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَتَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِشَيْءٍ يَبْشُرُونِي عِنْدَكَ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُسْتَعْيَبَ

ترجمہ: اے اللہ! مجھے رسوانہ کیجیے کہ یقیناً آپ مجھے خوب جانتے ہیں اور مجھے عذاب مت دیجیے کہ یقیناً آپ مجھ پر خوب قادر ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو دعا تعلیم فرمائی میرے حق میں اس کو قبول فرمائیے **اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ** اے اللہ! مجھے رسوانہ کیجیے کیوں کہ آپ مجھے خوب جانتے ہیں، میری تمام نالائقیوں کا آپ کو علم ہے اس لیے مجھے رسوا کرنا آپ کو کچھ مشکل نہیں **وَلَا تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ** اور مجھے عذاب نہ دیجیے کہ میں پوری طرح آپ کی قدرت قاہرہ غالبہ کاملہ کے تحت ہوں، جو پوری طرح قدرت میں ہو اس کو عذاب دینا قادرِ مطلق کو کیا مشکل ہے لیکن آپ کریم ہیں، اپنے کرم کے صدقہ میں اس بندہ عاجز اور مغلوب کو رسوا بھی نہ کیجیے اور عذاب بھی نہ دیجیے۔ لہذا اے خدا! میری مدد فرمائیے اور نفس و شیطان کی مکاریوں سے اور ان کی چالوں اور دھوکوں سے مجھے بچا لیجیے کہ نفس و شیطان مجھے مغلوب نہ کر سکیں۔ **اللَّهُمَّ وَاقِيَةٌ كَوَاقِيَةِ الْوَلِيِّدِ** اور میری ایسی حفاظت فرمائیے جیسے ماں اپنے چھوٹے سے بچے کی حفاظت کرتی ہے کہ اس کے بچہ کو اگر مٹی کھانے کی عادت ہے تو گھر میں جھاڑو لگا کر گھر کو مٹی سے پاک کر دیتی ہے اور اگر کوئی دوسرا بچہ چھپا کر مٹی لاتا ہے تو اس کا کسٹم کرتی ہے اور مٹی اس سے چھین کر پھینک دیتی ہے اور ایسے بچے کو اپنے بچے کے پاس بھی نہیں آنے دیتی اور اگر بچہ کبھی چھپا کر مٹی منہ میں رکھ لیتا ہے تو اس کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لیتی ہے اور کبھی نگل لیتا ہے تو اس کو قے کر دیتی ہے تاکہ کوئی مضر چیز میرے بچے کو نقصان نہ پہنچا دے۔ تو اے اللہ! ماں کی رحمت تو آپ کی رحمت کی ادنیٰ بھیک ہے، ماؤں کو محبت کرنا تو آپ ہی نے سکھایا ہے۔ پس اے خالقِ رحمتِ مادرِ اہل! گناہوں سے میری بھی اسی طرح حفاظت فرمائیے کہ اگر میں گناہ کرنا بھی چاہوں تو آپ نہ کرنے دیجیے اور گناہ اور اسبابِ گناہ کو مجھ سے اس طرح دور کر دیجیے جیسے ماں مضر چیزوں کو اپنے چھوٹے بچے سے دور کر دیتی ہے۔

پس اے کریم! ہمارے گناہوں کو محض اپنے کرم سے معاف فرما دیجیے بلکہ گناہوں کے آثار و نشانات کو بھی محو فرما دیجیے کیوں کہ عفو کے معنی ہیں گناہوں کے نشانات اور شہادتوں کو مٹا دینا۔ اے اللہ! آپ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ آپ سے معافی مانگتا ہے اور آپ جب اس کو معاف فرمادیتے ہیں تو آپ گناہ کے چاروں گواہوں کو ختم کر دیتے ہیں، **كِرَامًا كَاتِبِينَ** سے اس کے گناہ کو

بَشِيءٌ مِنْ مَعَاصِيكَ عَلَيَّ صُرِّ نَزَلَ بِي وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ تَجْعَلَنِي عِبْرَةً لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ تَجْعَلَ أَحَدًا أَسْعَدَ بِمَا عَلَّمْتَهُ مِنِّي، اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ، اللَّهُمَّ لَا تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ. أخرجه ابن أبي شيبه في مصنفه (۳۲۵/۹) برقم (۳۲۳۳) ط: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

مکتبہ مصنف بن ابی شیبہ: <<< کلام مطرف بن الشخیر، مکتبۃ الرشید، الرياض

بھلا دیتے ہیں اور اس کے اعمال نامہ سے اس گناہ کو خود مٹا دیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا اس زمین سے بھی گناہ کے آثار کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے اعضا جو قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دینے والے تھے ان اعضا کو بھی وہ گناہ بھلا دیتے ہیں **حَتَّىٰ يَلْقَى اللَّهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ مِّنَ اللَّهِ بِذَنْبٍ** ^{الح} یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہ نہ ہو گا۔

پس اے اللہ! میں آپ سے معافی مانگ رہا ہوں، اپنے جرائم پر نادم ہو کر توبہ کر رہا ہوں آپ اپنے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بشارت کو میرے حق میں قبول فرمالیجیے اور مجھے معاف فرمادیجیے اے کریم۔ اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا بھی سکھائی **اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ** اور بعض احادیث میں لفظ **كَرِيمٌ** کا بھی اضافہ ہے کہ اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے، بڑے کریم ہیں، ناقابل معافی اور مستحق عذاب کو بھی بوجہ اپنے کرم کے معاف فرمادیتے ہیں اور یہی نہیں کہ صرف معاف فرماتے ہیں بلکہ **تُحِبُّ الْعَفْوَ** معاف کرنے کو آپ محبوب رکھتے ہیں۔ اس کی شرح محدثین نے یہ کی ہے کہ **أَنْتَ تُحِبُّ ظُهُورَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلَى عِبَادِكَ** اپنے بندوں پر اپنی صفتِ عفو و مغفرت کا ظہور آپ کو خود محبوب ہے یعنی اپنے گناہ گار بندوں کو معاف کرنا آپ کا محبوب عمل ہے۔ پس آپ کے اس محبوب عمل کے لیے ہم گناہ گار اپنے گناہوں پر ندامت و استغفار و توبہ کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوئے ہیں **فَاعْفُ عَنِّي** پس ہم کو معاف کر دیجیے کہ آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔ ملا علی قاری ایک حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمُسْتَغْفِرِينَ نَزَلُوا مَنزِلَةَ الْمُتَّقِينَ ^{الح}

گناہوں سے توبہ کرنے والے بھی متقین کے درجہ میں کر دیے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اللَّهُمَّ لَا تَعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ** اے اللہ! مجھے عذاب نہ دیجیے کیوں کہ میں تو پوری طرح آپ کے قبضہ قدرت میں ہوں، آپ سے بچ کر میں کہاں جاسکتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عنوان ہے **جلب رحمت حق کے لیے جیسے چھوٹا بچہ باپ سے کہتا ہے کہ ابا! مجھے نہ ماریے، میں تو آپ کا چھوٹا سا بچہ ہوں، آپ کے قبضہ میں ہوں تو باپ کو اس کی بے بسی پر رحم آجاتا ہے تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی امت کو سکھا دیا کہ اپنے رب سے ایسے ہی کہو تاکہ ان کی رحمت کو جوش آجائے۔**

^{الح} هذا مختصر حدیث إذا تاب العبد أنسى الله المحفظة ذنوبه وأنسى ذلك جوارحه ومعاليمة من الأرض حتى يلتقى الله وليس عليه شاهد من الله بذنبٍ إخرجه العلي المتقي في كنز العمال في سنن الاقوال ۲۰۹/۲۰۹ رقم (۱۰۷۹) في باب فضل التوبة والترغيب فيها. مؤسسة الرسالة
^{الح} مرقاة المفاتيح: ۱۳۵/۵، باب الاستغفار والتوبة، المكتبة الامدادية، ملتان

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا! اگر وہ سارے عالم کو بخش دے تو اس کے خزانہ مغفرت میں ایک ذرہ کمی واقع نہ ہو پس میرے ان گناہوں کو بخش دے جس سے اے اللہ! آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور مجھے وہ مغفرت عطا فرمادے جس کی آپ کے یہاں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

موردِ رحمت چار قسم کے افراد

حدیث پاک میں ہے:

**لَوْلَا رِجَالٌ خُشِعُوا وَشِيُوخٌ رُذِعُوا وَأَطْفَالٌ رُضِعُوا وَبَهَائِمٌ رُدَّتْ لَصَبَبْنَا
عَلَيْكُمْ الْعَذَابَ صَبًّا^{۳۱}**

اگر خشوع کرنے والے مرد نہ ہوتے اور کمر جھکے ہوئے بوڑھے نہ ہوتے اور دودھ پیتے بچے نہ ہوتے اور بے زبان جانور نہ ہوتے تو تمہارے اوپر بارش کی طرح عذاب نازل ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ چار قسم کی مخلوق کی وجہ سے ہم لوگ عذاب الہی سے بچے ہوئے ہیں۔ نمبر ایک **رِجَالٌ خُشِعُوا** ڈرنے والے مرد خدا، دودھ پیتے بچے جس کو **أَطْفَالٌ رُضِعُوا** کہا گیا ہے، نمبر تین بڑے بوڑھے جنہیں **شِيُوخٌ رُذِعُوا** کہتے ہیں، نمبر چار بے زبان جانور جن کو **بَهَائِمٌ رُدَّتْ** کہتے ہیں۔ آج دیکھو لاکھوں مرغیاں جلادی گئیں، بے گناہ مخلوق کو زندہ جلادیا گیا، اللہ تعالیٰ ان بے گناہ مظلوموں کی آہ سن لے اور ہم پر کوئی ایسا حاکم بنا دے جس سے پورے ملک میں امن و امان قائم ہو جائے، علم الہی میں جس کا نظم و انتظام و صلاحیت ہمارے لیے خیر ہو، آپ بہتر جانتے ہیں، ہم تو آپ سے مانگتے ہیں۔ اپنی ذات پر بھروسہ مت کرو، ہم جن کو اچھا سمجھتے ہیں ذم اٹھاؤ تو مادہ نظر آتی ہے۔

ہر کہ اودم برداشتہ مادہ نظری آید

اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو، اپنے علم پر ناز مت کرو، اللہ تعالیٰ کے حوالے کرو کہ اے خدا! اپنے علم کے اعتبار سے ہماری خیر و بہتری کے لیے عالم غیب سے اسباب پیدا فرما۔

^{۳۱} ہذا حدیث أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم. قال: مَهَلًا عَنِ اللَّهِ مَهَلًا: لَوْلَا شَبَابٌ خُشِعُوا، وَشِيُوخٌ رُذِعُوا، وَأَطْفَالٌ رُضِعُوا، وَبَهَائِمٌ رُدَّتْ، لَصَبَبْنَا عَلَيْكُمْ الْعَذَابَ صَبًّا. أخرجه أبو يعلى في مسنده: ۵/۵۶، رقم (۶۶۰۲)، دار الكتب العلمية.

رحمتِ حق کو متوجہ کرنے والا عجیب عنوانِ دعا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربان جائیے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لاکھوں کروڑوں صلوات و سلام نازل ہوں، کیسی پیاری دعا سکھادی **اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ** اے اللہ! ہم کو ذلیل نہ فرما کہ جس کو ٹھٹھی میں ہم گناہ کر رہے تھے وہاں آپ بھی موجود تھے، آپ ہمارے سارے عیوب کو جانتے ہیں لہذا اے خدا! ہم کو رسوا نہ فرما۔ مخلوق سے تو ہم چھپ گئے لیکن آپ اس وقت بھی موجود تھے جب ہم گناہ کر رہے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا سکھا رہے ہیں۔ قربان جائیے کیا پیاری دعا ہے! **اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ** پس تحقیق کہ آپ خوب جانتے ہیں جو ہم تنہائیوں میں، خلوتوں میں، کوٹھڑیوں میں، حجروں میں چھپ چھپ کے گناہ کرتے ہیں اے خدا! آپ وہیں ہوتے ہیں، آپ اپنی قدرتِ قاہرہ کے ساتھ ہمیں دیکھتے ہیں۔ یہ آپ کا کمالِ حلم و کرم ہے کہ جلدی بدلہ نہیں لیتے۔ موقع دیتے ہیں کہ شاید اب توبہ کر لے، شاید اب توبہ کر لے **وَلَا تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ** اور مجھ کو عذاب نہ دیجیے کیوں کہ آپ مجھ پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

حدیثِ بالائی مزید تشریح

اے اللہ! آپ ہم کو ذلیل اور رسوا نہ کیجیے، کیوں کہ آپ ہمارے ہر گناہ سے باخبر ہیں، جب ہم گناہ کرتے ہیں تو آپ موجود ہوتے ہیں اور جب نیکی کرتے ہیں تو بھی موجود رہتے ہیں، آپ کبھی غیر موجود ہوتے ہی نہیں۔ **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيَّمَا كُنْتُمْ** کا یہی ترجمہ ہے کہ اے اللہ! آپ اپنے بندوں سے کبھی غیر موجود نہیں ہوتے، مسجد میں بھی آپ ساتھ ہیں، دفتر میں بھی ساتھ ہیں، ہوائی جہاز پر بھی ساتھ ہیں، بحری جہاز پر بھی ساتھ ہیں، شہر میں بھی ساتھ ہیں، جنگل میں بھی ساتھ ہیں، کہیں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں آپ ساتھ نہ ہوں۔ **وَهُوَ مَعَكُمْ** جملہ اسمیہ ہے اس سے خروجِ محال ہے۔ اب منطقِ سینے کہ **وَهُوَ مَعَكُمْ** جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ دلالت کرتا ہے دوام پر اور دوام دلالت کرتا ہے عدم خروج پر کہ اس حالت سے اس کا خروج نہیں ہو سکتا۔ یعنی بندہ ایک سانس ایسا نہیں لے سکتا کہ خدا اُس کے ساتھ نہ ہو، انسان کا کوئی سانس ایسا نہیں گزر سکتا کہ جس سانس میں **وَهُوَ مَعَكُمْ** سے اس کا خروج اور ایگزٹ (exit) ہو جائے۔ بتاؤ ایسا رفیق کہاں ملے گا جو زمین کے اوپر بھی اور جو زمین کے نیچے بھی، عالمِ برزخ میں بھی، میدانِ محشر میں بھی اور جنت میں بھی ساتھ ہو؟ لاؤ ہمارے پیارے اللہ کے سوا کوئی ایسا ساتھی، ایسا رفیق، ایسا مولیٰ جو کبھی اور کہیں ساتھ نہ چھوڑتا ہو۔

ورنہ جنازہ جب قبر میں اترتا ہے تو بڑی بڑی عاشق بیویاں زمین کے اوپر رہ جاتی ہیں، مال و دولت و کاروبار

اور دفتر اور آفس جس کی وجہ سے اُن کو فیش ملتا ہے اور ڈش ملتا ہے، اگر آفس نہ چلے تو فیش بھی غائب اور ڈش بھی غائب۔ موت کے وقت آفس اور ڈش سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یا نہیں؟ یا آفس ساتھ جاتا ہے کہ صاحب جو کاروبار چھوڑ کر جا رہے ہیں اس کی ترقی کے لیے وقتاً فوقتاً ہدایت جاری کرتے رہیں گے۔

تو اَللّٰهُمَّ کے معنی ہیں اے اللہ! اور اللہ اسمِ اعظم ہے۔ کیا مطلب؟ کہ میرے اسمِ اعظم کے صدقہ میں بھیک مانگو کہ اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِي اے اللہ! مجھے رسوا کرنے کی جو قدرت آپ کو حاصل ہے تو رسوا نہ کرنے کی بھی آپ کو قدرت ہے۔ ایک طرفہ قدرت پر اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہے کہ ایک قدرت رسوا کرنے کی تو حاصل ہو اور دوسری قدرت رسوا نہ کرنے کی حاصل نہ ہو اور قدرت کی تعریف کیا ہے؟ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے اور اس پر میں بڑے بڑے ایم ایس اور بڑے سے بڑے سائنس دان کو لکارتا ہوں کہ اپنی سائنس کے زور سے میری اس بات کو ذرا رد کر کے دکھاؤ کہ قدرتِ ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی قدرت کہتے ہیں کہ ضدین پر قدرت حاصل ہو، جو کام کر سکتا ہو اس کو نہ بھی کر سکتا ہو اس کا نام قدرت ہے۔ اگر کسی کی گردن ایک طرف کو اڑ گئی ہے دوسری طرف نہیں مڑ سکتی تو اس کو کہتے ہیں کہ تشنج ہو گیا ہے، کزاز ہو گیا ہے، ٹنٹنس ہو گیا ہے اس کو قدرت نہیں کہتے۔ یہ سب طب کی کتابوں میں مجھ کو پڑھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آج میری طبِ یونانی میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ تو فلسفہ کے قاعدہ مسلمہ کے مطابق قدرت نام ہے جو ضدین سے متعلق ہو۔ جو کام کر سکتا ہو نہ بھی کر سکتا ہو۔ چنانچہ ایک فلسفہ داں نے حکیم الامت کو لکھا کہ میں جب کسی حسین پر نظر ڈالتا ہوں تو پھر ہٹا نہیں سکتا، میرے اندر طاقت ہٹانے کی نہیں ہوتی۔ حضرت نے لکھا کہ آپ غلط کہتے ہیں، اگر آپ دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو نہ دیکھنے کی بھی آپ کو طاقت ہے، کیوں کہ قدرتِ ضدین سے متعلق ہوتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِي کی شرح کا درد انگیز عاشقانہ اور نادر عنوان

وہ خالقِ سائنس اور خالقِ فلسفہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی اُمی کو جو کسی مکتب کا پڑھا ہوا نہیں تھا علومِ نبوت عطا فرما رہا ہے کہ آپ اس طریقہ سے اُمت کو سکھائیے مگر کمال ہے شفقت اور رحمت کا کہ اس نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کی خطاؤں کو خود اوڑھ لیا اور عرض کیا: لَا تُخْزِنِي اے خدا! اپنے نبی کو رسوا نہ کیجیے۔ کیا شانِ رحمت ہے رحمتہ للعالمین کی اور کلامِ نبوت کا کیا کمالِ بلاغت ہے کہ رحمتِ حق کو جوش دلانے کے لیے اُمت کی رسوائی کو اپنی رسوائی سے تعبیر کیا ورنہ کیا نبی بھی کہیں رسوا ہوتا ہے؟ نبی تو معصوم

ہوتا ہے۔ اور ذلت و رسوائی اس پر ممتنع اور محال ہے، تو یہ سب ہماری تعلیم کے لیے ہے، ہم کو سکھا دیا کہ ایسے مانگو مگر کیا پیارا انداز ہے کہ اپنے غلاموں کو داغدار نہیں ہونے دیا، سب اپنے اوپر اوڑھ لیا کہ اے خدا! ہم کو رسوا نہ کرنا۔ **فَاتَّكَ بِیْ عَالِمٌ** کیوں کہ آپ کو ہمارے سب گناہوں کا علم ہے۔ جب ہم گناہ کرتے ہیں آپ ہمیں دیکھتے رہتے ہیں۔ نامناسب کا لفظ یاد رکھیے کہ گناہ نام ہی ہے مرضی خدا کے خلاف کام کرنے کا۔ اللہ کی مرضی کے مطابق کھانا پینا اور ہر جائز نعمت کا استعمال حلال ہے۔ تو اس مضمون کا حاصل یہ ہوا کہ اے خدا! آپ ہمیں رسوا نہ کیجیے۔ **فَاتَّكَ بِیْ عَالِمٌ** میں فاء تعلیلیہ ہے یعنی بوجہ اس کے کہ آپ کو ہمارے سب گناہوں کا علم تھا، ہے اور ہوتا رہے گا، اس لیے ہمیں رسوا کرنے کا ضابطہ سے آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ اپنی رسوا کرنے والی قدرت کو ہم پر نافذ کر دیں، کوئی زمانہ، کوئی وقت اور کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ ہمیں رسوا کرنے کا قانون اور ضابطہ کی رو سے آپ کو حق حاصل نہ ہو، بحق ضابطہ ہمیں رسوا کرنے کی آپ کو قدرت ہے جس کی دلیل **فَاتَّكَ بِیْ عَالِمٌ** ہے کیوں کہ آپ کو ہمارے سارے گناہوں کا علم ہے اور جس کو کسی کے عیوب کا علم ہو جائے وہ جب چاہے اس کو رسوا کر سکتا ہے۔ پس بحق ضابطہ اگر آپ ہم کو رسوا کر دیں تو آپ ظالم نہیں ہوں گے، آپ کا عین عدل، عین انصاف، عین قانون اور ضابطہ ہو گا۔

رحمتِ ارحم الراحمین کا کامل نمونہ

مگر حق ضابطہ کے بجائے ہم حق رابطہ آپ سے مانگتے ہیں کہ آپ وہ ارحم الراحمین ہیں جو مولائے رحمتہ للعالمین ہیں۔ آج زندگی میں پہلی دفعہ اللہ کی رحمت سے اختر اس عنوان سے فریاد کر رہا ہے کہ آپ ارحم الراحمین ہیں مگر آپ کس پیغمبر کے مولیٰ ہیں؟ سید الانبیاء رحمتہ للعالمین کے مولیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ یوں تو آپ ہم سب کے مولیٰ ہونے کی نسبت سے، عظیم الشان منسوب الیہ کی نسبت سے بے مثل ارحم الراحمین کی شانِ رحمت کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے کہ آپ اس نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مولیٰ ہیں جو رحمتِ ارحم الراحمین کا مظہر اتم ہے، آپ کی رحمت کا کامل نمونہ ہے۔ جس کی شان یہ ہے کہ مکہ کے ظالموں کو، ستانے والوں کو، حالتِ نماز میں آپ پر اونٹ کی او جھڑی ڈالنے والوں کو، راہ میں کانٹے بچھانے والوں کو، طائف کے بازار میں پتھر مار کر آپ کے سر مبارک کے خون مبارک سے نعلین بھرنے والے ظالموں کو فرما دیا کہ **لَا تَقْرِبْ عَلَیْكُمْ الْیَوْمَ** آج کے دن تم سے کوئی انتقام نہیں، جو بھائی

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا وہی تمہارا بھائی آج تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا۔ آہ! بھائی بھی فرما رہے ہیں تو ایسے نبی رحمت کے آپ مولیٰ ہیں! پھر آپ کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہو گا! ہمارے وہم و گمان سے اور قیل و قال سے آپ کی رحمت بے پایاں بالاتر ہے۔ پس بحق ضابطہ ہم مستحق رسوائی ہیں لیکن اے ارحم الراحمین! اے مولائے رحمۃ للعالمین! ہم آپ سے بحق رابطہ، بحق رحمت، بحق رحمۃ للعالمین فریاد کرتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور اس نسبتِ غلامی کا آپ کو واسطہ دیتے ہیں کہ **لَا تُخْزِنِي** ہمیں رُسوانہ کیجیے اور معاف کر دیجیے، کیوں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو جو دعاسکھائی تو اس منفی میں مثبت درخواست پوشیدہ ہے کہ اے خدا! آپ کو ہمیں رُسوا کرنے کی جتنی قدرت ہے اتنی ہی قدرت رُسوانہ کرنے کی بھی ہے۔ آپ کو دونوں قدرت حاصل ہیں۔ چاہیں تو بحق ضابطہ آپ ہم کو ذلیل و رُسوا کر دیں کہ سارے عالم کو ہم منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں اور چاہیں تو بحق رابطہ، بحق رحمت اور بحق محبت جو ہمیں پیدا کرنے اور پالنے کی وجہ سے آپ کو ہم سے ہے اپنی اس رُسوا کرنے والی قدرت کے قضیہ کا عکس کر دیں اور ہمیں رُسوانہ کریں کیوں کہ ہمیں آپ کے خاص بندوں اور بڑے بڑے علماء نے بتایا ہے کہ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ قدرتِ ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی قادر وہ ہے جو ضدین پر قادر ہو کہ جو کام کر سکتا ہو وہ نہ بھی کر سکتا ہو اور جو دو طرفہ قدرت نہ رکھتا ہو وہ مجبور ہوتا ہے اور آپ مجبور نہیں ہیں۔ آپ جس طرح رُسوا کرنے والی صفت کے ظہور پر قادر ہیں اسی طرح اپنی اس صفت کو ظاہر نہ کرنے پر بھی قادر ہیں یعنی آپ کو دونوں پر قدرت ہے۔ آپ ہم کو جتنا رُسوا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اتنا ہی رُسوانہ کرنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ لہذا اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت کے صدقہ میں اپنی رُسوا کرنے والی صفت ہم پر ظاہر نہ کیجیے بلکہ اس کا ضد اور عکس یعنی رُسوانہ کرنے والی صفت کا ہم پر ظہور فرما دیجیے۔

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ ہم نے تم کو نامناسب حالت میں دیکھا ہے۔ اس بزرگ نے کہا کہ تم نے تو میری صرف ایک غلطی دیکھی ہے لیکن میری زندگی میں کتنے گناہ ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمائی ہے۔ جو تم کہہ رہے ہو یہ تو ان ہزاروں خطاؤں اور گناہوں میں سے ایک ہے جن کو تم نہیں جانتے۔ ہر گناہ گار اپنے گناہوں کی تعداد کو جانتا ہے، کمیات کو بھی جانتا ہے، کیفیات کو بھی جانتا ہے اور کس جغرافیہ سے گناہ کیا ہے وہ بھی جانتا ہے۔ لیکن علم جغرافیہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی تاریخ گناہ پر اپنی ستاریت کا پردہ ڈالا ہوا ہے اسی لیے دعا کرتا ہوں **اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ** اے اللہ! مجھے رُسوانہ کیجیے کہ آپ میرے تمام گناہوں سے باخبر ہیں۔

حدیث پاک کے دوسرے جز کی عشق انگیز و عارفانہ شرح

اب دوسرا جملہ بھی اسی سرکارِ عالیہ کا ہے جس کا پہلا جملہ آپ ابھی سن چکے ہیں۔ اب درِ عالیہ کا دوسرا جملہ بھی مسجدِ اشرف سے نشر کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے **وَلَا تُعَذِّبْنِي فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ** اور اے خدا! ہم کو عذاب نہ دیتیجیے کہ ہمیں عذاب دینے کی بحق قانون و ضابطہ آپ کو پوری قدرت حاصل ہے لہذا پوری قدرت کے اعتبار سے ہم کو پورا عذاب دینے پر آپ قادر ہیں لیکن اے مولیٰ! جتنا عذاب دینے کی آپ کو قدرت ہے تو اس قضیہ کے عکس کی یعنی عذاب نہ دینے کی بھی آپ کو اتنی ہی قدرت حاصل ہے۔ عذاب دینے کی ایک طرفہ قدرت کے اظہار پر آپ مجبور نہیں ہیں۔ لہذا ہم بے کسوں، غریبوں اور گناہ گاروں پر آپ رحم فرمائیں اور عذاب نہ دینے کی قدرت کا ہم پر ظہور فرمادیجیے۔

ارحم الراحمین کی عظمتِ شان کے عجیب عارفانہ نکات

اور مخلوق میں چوں کہ تاثر و انفعال ہے اس لیے اس پر جب اس کی کسی صفت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دوسری صفت میں منتقل ہونے میں دیر لگتی ہے، جیسے کسی پر غصہ چڑھ گیا تو اب رحم و کرم کی صفت میں منتقل ہونے میں اس صاحبِ غضب کو کچھ تاخیر ہوگی، کچھ وقت لگے گا، کیوں کہ خون گرم ہو گیا، گردن کی رگیں پھول گئیں، آنکھیں سرخ ہو گئیں، تو اب صفتِ غضب سے صفتِ عفو میں آنے میں کچھ دیر لگے گی لیکن اللہ تعالیٰ کی شان سن لو کہ جس لمحہ اور جس سیکنڈ میں اگر اللہ تعالیٰ غضب اور اظہارِ قدرت کا ارادہ کر لیں تو اسی لمحہ اور سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ اظہارِ قدرتِ عذاب کو اظہارِ کرم و عفو میں منتقل کرنے پر قادر ہیں، ان کی صفتِ غضب و انتقام کو صفتِ عفو و کرم میں تبدیل ہونے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تاثر و انفعال سے پاک ہے، وہ فاعل تو ہے منفعل نہیں ہو سکتا، وہ مؤثر ہے متاثر نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھا کر ہمارا بیڑا پار کر دیا کہ میرا امتی اگر یہ دعا پڑھ لے تو حق تعالیٰ کی صفتِ تعذیب اور صفتِ غضب سیکنڈوں میں نہیں، اس سے بھی زیادہ جلدی اور تیزی سے صفتِ عفو و کرم میں تبدیل ہو جائے گی کیوں کہ سیکنڈ ہمارا بنایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سیکنڈ سے بھی بے نیاز ہے، وہ سیکنڈ سے بھی زیادہ تیز کام کر سکتا ہے جس کا احاطہ اعداد و شمار نہیں کر سکتے۔ پس آپ عذاب دینے کی قدرت کو عذاب نہ دینے کی قدرت میں تبدیل کر کے ہمارا بیڑا پار کر دیجیے اور یہ ہم آپ سے بحق رابطہ مانگتے ہیں کہ آپ مولائے رحمتہ للعالمین ہیں اور اس نبی رحمت کی یہ شان ہے جنہوں نے اپنے خون کے پیاسوں کو معاف فرما

دیا تو آپ کی شانِ ارحم الراحمین کا کیا عالم ہو گا؟ پس اپنی رحمت کے صدقہ میں آپ اپنے غضب اور عذاب دینے کی قدرت کو عذاب نہ دینے کی قدرت میں تبدیل فرما دیجیے کیوں کہ جتنی قدرت عذاب دینے کی آپ کو ہے اتنی ہی قدرت عذاب نہ دینے کی بھی ہے، دونوں میں ذرا بھی فرق نہیں ہو سکتا۔

حق تعالیٰ کی شانِ رحمتِ شانِ غضب سے زیادہ ہے

بلکہ ایک بات مزید یہ ہے کہ عذاب دینے کی جتنی قدرت آپ کو ہے عذاب نہ دینے کی قدرت بوجہ رحمت و کرم اس سے بھی زیادہ ہے، آپ کی رحمت آپ کے غضب سے زیادہ ہے۔ یہ ادائے اُلُوہیت بزبانِ نبوت اختر پیش کر رہا ہے، یہ ادائے خواجگی عبدِ کامل کی زبان سے اختر پیش کر رہا ہے جس سے بڑا کوئی کامل بندہ نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمت اور غضب کی صفت میں دوڑ ہوئی، مسابقہ ہو تو حدیثِ قدسی ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي وَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ ^{۵۷}

اللہ کی صفتِ رحمتِ غضب سے آگے بڑھ گئی جس سے بندوں کا بیڑا پار ہو گیا، اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی **وَلَا تَعَذِّبْنِي** اور ہمیں آپ عذاب نہ دیجیے **فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ** کیوں کہ آپ کو تو ہم پر پوری قدرت ہے، ہم تو آپ کے تحت القدرہ ہیں، جو چاہیں آپ ہمیں کر دیں، کتا بنا دیں، سور بنا دیں، زمین پھاڑ کر دھنسا دیں، عذاب کی جتنی قسمیں ساری اُمتوں پر آئی ہیں، آپ سب کی سب اجتماعی طور پر اس گناہ گار پر نازل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن آپ ہم کو عذاب دینے کی تمام قدرتوں میں سے ایک قدرت کا بھی ظہور نہ کیجیے، عذاب دینے کی جتنی قدرت آپ کو حاصل ہے اس میں سے ایک ذرہ بھی نافذ نہ کیجیے بلکہ عذاب نہ دینے والی قدرت میں ایک ذرہ نہ چھوڑیے۔ آہ! سوچو تو سہی کیا یہ حق تعالیٰ کا کرم اور علمِ عظیم نہیں ہے کہ عذاب دینے کی جو قدرت آپ کو ہے اس میں سے ایک ذرہ، ایک اعشاریہ ظاہر نہ ہونے دیجیے اور عذاب نہ دینے کی جو آپ کو قدرت ہے وہ سب کی سب ہم پر ڈال دیجیے۔ کیا مطلب؟ کہ غضب کا سارا ظہور ختم اور ساری رحمت ہم پر تمام کر دیجیے، بحرِ رحمتِ ذخائرِ غیر محدود کو ہم پر اُنڈیل دیجیے، اپنی رحمت کی بارش

^{۵۷} هذا مختصر من حدیثِ اَبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا عِنْدَهُ عَلَيَّ: اُوْ قَالَ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ. اُخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ: ۲/۱۱۷، برقم (۵۵۳) فِي بَابِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: بَلْ هُوَ قَرَانٌ

فرمادیتھیجے کہ آپ کی رحمت کا تماشا دیکھ کر ساری دنیا حیرت زدہ ہو جائے کہ ارے! اس کو تو ہم معمولی سمجھتے تھے، یہ کیا سے کیا ہوا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی تاریخ بدلتا ہے تو سارا عالم حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی تاریخ ذلت کو بدلتا ہے اور عزت کی تاریخ دیتا ہے تو سارے موزّخین عالم اور موزّخین کائنات انگشت بدنداں، حواس باختہ اور حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ بس اب لغت ختم، دنیائے لغت سرنگوں ہے۔ اللہ اللہ ہے، ہماری کوئی لغت ان کے کمالات کی تعبیر و تفسیر کرنے سے قاصر ہے۔ اب دنیائے لغت سرنگوں و عاجز ہے، اس لیے بس۔

گفتن امکان نیست خامش و السلام

ایسے موقع پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت ادا کر رہا ہوں کہ اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لہذا اب میں خاموش ہوتا ہوں اور اللہ کے سپرد اختر اپنے کو بھی کرتا ہے اور آپ سب کو بھی اللہ کے سپرد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب پر اپنی خاص نوازش فرمادیں، آمین۔

حدیث نمبر ۴

إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذَكَرَ اللَّهُ وَمَا وَالَاهُ
وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ^{۴۶}

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جو چیزیں معین ہوں مثلاً کھانا، پینا، لباس اور زندگی کے تمام اسباب ضروریہ سب ذکر کے قریب ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قرب سے تمام عبادتیں اس میں شامل ہیں اور دونوں صورتوں

۴۶۔ ہذا حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اذہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذَكَرَ اللّٰهَ وَمَا وَالّٰهَ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ. اُخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ سُنَنِہٗ (۵/۲) بِرَقْمِ (۲۳۲) فِيْ بَابِ مَا جَاءَ فِيْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلٰی اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَابْنُ مَاجَةَ فِيْ سُنَنِہٗ (ص ۳۰۳-۳۰۲) بِرَقْمِ (۳۱۲) فِيْ بَابِ مَثَلِ الدُّنْيَا، وَرَوٰی عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهَ صَلٰی اللّٰهَ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا عَلٰی مَا وَآلَاہُ اَوْ مُتَعَلِّمٌ وَذَكَرَ اللّٰهَ وَمَا وَالّٰهَ. اُخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِيْ مَعْجَمِہِ الْاَوْسَطِ: ۱۲/۳، بِرَقْمِ

میں علم ان میں خود داخل ہے اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے، بغیر علم کے خدا کو پہچاننا ممکن نہیں لیکن علم کی اتنی ضرورت اور اہمیت کے باوجود عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے بیان فرمایا کہ امت کو معلوم ہو کہ علم دین بہت بڑی دولت ہے (اصل علم، علم دین ہے اور اس کے علاوہ تمام علوم فنون ہیں) ایک حدیث میں ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لیے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور علم کی تلاش میں کہیں جانا عبادت ہے اور علم کا یاد کرنا تسبیح ہے۔ تحقیقات علمیہ کے لیے بحث کرنا جہاد ہے اور پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اس لیے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کی علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے، وحشت میں جی بہلانے کا سامان ہے اور سفر کا ساتھی ہے (سفر میں کتاب کا مطالعہ) تہائی کا ایک ہم کلام دوست ہے۔ خوشی اور رنج میں دلیل ہے، دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کے لیے حق تعالیٰ شانہ اس کی وجہ سے ایک جماعت علماء کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کی اتباع کی جائے۔ ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے، فرشتے ان سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں، فرشتے اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کے لیے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر و خشک چیز دنیا کی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ تک) بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ سب اس لیے کہ علم دلوں کی روشنی ہے، آنکھوں کا نور ہے، علم کی وجہ سے بندہ امت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے، دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے، اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے، اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے، اسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے، سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۸

اللَّهُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوبِنَا بِذِكْرِكَ

« هذا مختصر من حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوبِنَا بِذِكْرِكَ. وَأَتِمِّمْ عَلَيْنَا يِعْمَتَكَ مِنْ فَضْلِكَ. وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّابِحِينَ. أَخْرَجَهُ ابْنُ السَّيْنِيِّ فِي عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ: ۱۵۳/۱ (۱۰) دار ابن حزم

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دے اپنے ذکر کے ذریعہ۔

اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ذکر دراصل ایک کنجی ہے جس سے دل کا قفل (تالا) کھلتا ہے اور طاعت و فرماں برداری میں جی لگتا ہے اور اس کے لیے جذبہ پیدا ہوتا ہے پھر اس کنجی کے دندانے کو بھی درست رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ دل کا قفل آسانی سے کھلے، کوئی مشکل اور دشواری پیش نہ آئے۔ اور ذکر کی کنجی کے دندانے کو درست رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر و فکر اور توبہ کو خشوع و خضوع کے ساتھ کیا جائے، ایسے ہی ذکر کے خاطر خواہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ذکر کی کنجی کی جو بات میں نے کہی ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے، ارشاد ہے: **اللَّهُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوبِنَا بِذِكْرِكَ** یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دے اپنے ذکر کے ذریعہ۔ ذکر میں صرف کیمت یعنی مقدار و تعداد مطلوب نہیں ہے بلکہ کیفیت بھی مقصود ہے، یعنی اللہ کا خیال اور دھیان جس قدر ذکر میں جمایا جائے گا اسی قدر ذکر کو نفع اور فائدہ ہو گا اور اتنی ہی اس کے اندر طاقت و قوت پیدا ہوگی۔ دیکھیے لومڑی کس قدر بزدل اور ڈرپوک ہے لیکن شیر اگر اس کی پشت پر ہاتھ پھیر دے اور یہ کہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تو اس وقت لومڑی چیتے کا جگر بھی نکال سکتی ہے اور اس کے لیے اس کے اندر ہمت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ذکر کے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت ہوتی ہے اور کسی حال میں تنہائی محسوس نہیں کرتا، بلکہ نور ذکر کی برکت سے ذکر اپنے قلب میں حق تعالیٰ کا خاص تعلق محسوس کرتا ہے جس کو مشائخِ معیتِ خاصہ کہتے ہیں، معیتِ عامہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۴۹

إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ ^۱

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو یوں کہے **الْحَمْدُ لِلَّهِ**

۱۷۸۔ هذا مختصر من حديث أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلْيَقُلْ لَهُ أُخُوهُ، أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُضِيهِ بِأَنكُمْ. أخرجه البخاري في صحيحه: ۹۹/۲، برقم (۲۲۲۳) في باب إِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتْ. وروى عن أبي أيوب: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلْ الَّذِي يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَلْيَقُلْ هُوَ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُضِيهِ بِأَنكُمْ. أخرجه الترمذي في سننه: ۳۳/۲، برقم (۲۷۱) في باب ما جاء كيف يشمت العاطس. أخرجه ابن ماجة في سننه: ۲۳۳، برقم (۳۷۱۵) في باب تشميت العاطس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اگر کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) لوگوں نے اس موقع پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کی تعلیم دیے جانے کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں لیکن ایک حکمت ان سب میں نرالی ہے۔ شاید آپ نے یہ حکمت نہ کسی کتاب میں پڑھی ہو نہ کسی سے سنی ہو، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں بنایا ہے مگر جب اس کو چھینک آتی ہے تو اس وقت اس کی شکل بگڑ جاتی ہے چوں کہ چھینک کے بعد شکل اپنی حالت پر عود کر آتی ہے اور اس کا بگاڑ ختم ہو جاتا ہے اس لیے حکم دیا گیا کہ الحمد للہ کہو، تاکہ اللہ کی عظیم نعمت جو تم سے خواہ ایک آن کے لیے ہی سہی، مگر چھین لی گئی تھی، اور اب واپس دے دی گئی ہے۔ اس پر تمہاری طرف سے شکر ادا ہو سکے۔

سوچئے! چھینک کے بعد **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہنا بظاہر کتنی معمولی بات ہے، لیکن اس میں کتنی بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔ شریعت کی ہر تعلیم میں اس طرح کی حکمتیں چھپی ہوئی ہیں۔ خواہ ہمیں ان کا ادراک ہو سکے یا نہیں، تاہم ہم ہر تعلیم پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ یہی پابندی ایک بندہ کو خدا کا بندہ بنا دیتی ہے۔ یہ حکمت **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہنے کی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائی جس کو احقر نے اپنے شیخ مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔

حدیث نمبر ۵۰

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰہُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّىٰ لَهْوًا هَوْنٌ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ^{۱۷۹}

ترجمہ: جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں، بس وہ اپنے نفس میں حقیر ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں عظیم ہو جاتا ہے اور جس نے تکبر کیا اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتے ہیں اور وہ

^{۱۷۹} هذا حدیث عمر رضی اللہ عنہ أنه قال علی المنبر أيها الناس تواضعوا فإنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰہُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّىٰ لَهْوًا هَوْنٌ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ۲/۲۶۱ رقم (۸۱۰). دار الكتب العلمية

لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہو جاتا ہے اور اپنی نگاہوں میں بڑا ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے **خطبات الاحکام** میں حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ** جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اور اپنے نفس کو مٹایا **فَعَهُ اللَّهُ** اللہ تعالیٰ اس کو بلندی دیتا ہے **فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ** پس وہ اپنے نفس میں حقیر ہوتا ہے، تواضع کی وجہ سے اپنے دل میں تو اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے، لیکن اس فنائیت کی برکت سے اللہ اس کو لوگوں کی نظر میں عظیم کر دیتا ہے، عزت دیتا ہے تمام مخلوق میں اس کی عظمت اور بڑائی ڈال دیتا ہے **وَفِي آعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ** اپنے نفس میں تو اپنے کو حقیر سمجھا مگر اس تواضع کا کیا انعام ملا؟ تمام لوگوں میں اس کو عظمت عطا ہو گئی، ساری دنیا کے انسانوں میں اللہ تعالیٰ اس کو عظمت دیتے ہیں۔

وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ اور جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں اور جس کو خدا گرائے اس کو کون اٹھائے؟ ہے کسی میں دم کہ جس کو خدا گرا دے پوری کائنات میں اس کو کوئی اٹھا دے، جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو پوری کائنات میں کوئی عزت نہیں دے سکتا کیوں کہ جو بندہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے حقیقت میں وہ بڑا نہیں ہے، جس کا مادہ تخلیق باپ کی منی اور ماں کا حیض ہو وہ کیسے بڑا ہو سکتا ہے؟ اس لیے **وَمَنْ تَكَبَّرَ** فرمایا۔ تکبر باب تفضل سے ہے جس میں خاصیت تکلف کی ہوتی ہے یعنی وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے بڑا نہیں ہے، بہ تکلف بڑا بن رہا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں، ذلیل کر دیتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ صفت آتی ہے تو وہاں اس کے یہ معنی نہیں ہوں گے۔ قرآن پاک میں ہے **الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ، عَزِيزٌ** کے معنی طاقت والا، **جَبَّارٌ** کے معنی ظالم کے نہیں ہیں جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں بڑا ظالم، جابر ہے، **جَبَّارٌ** کے معنی ہیں ٹوٹی ہڈی کو جوڑنے والا اور اپنے بندوں کی بگڑی بنانے والا۔ **الَّذِي يُصِيبُ أَحْوَالَ خَلْقِهِ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ** جو اپنے بندوں کی ہر حالت کو بنانے پر قادر ہو۔ انتہائی خراب حالت کسی بندہ کی ہو تو اس کی منتہائے تباہی اور منتہائے تخریب کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ تعمیر کا نقطہ آغاز کافی ہے، بس وہ ارادہ فرمائیں کہ مجھے اپنے اس بندہ کو سنوارنا ہے وہ اسی وقت اللہ والا بن جائے گا۔

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں متکبر کے معنی صاحب عظمت کے ہیں اگرچہ یہ باب تفضل ہے لیکن تکلف کی خاصیت جو کہ عموماً باب تفضل کا خاصہ ہے یہاں ہر گز

جائز نہیں ہوگی بلکہ یہاں نسبت الی الماخذ ہے یعنی صاحبِ عظمت۔ اللہ تعالیٰ عظمت والے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ متکبر کا ترجمہ ہمیشہ صاحبِ عظمت کیا جائے گا کیوں کہ بڑائی صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے سوائے اللہ کے کوئی بڑا نہیں ہے اور جو بندہ اپنے کو بڑا بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیں گے۔

کبر جب دل میں ہوتا ہے تو اس کی چال، اس کی رفتار، اس کی گفتار، اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا تکبر شامل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ متکبر انسان لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو جاتا ہے **فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ** تمام دنیا کے انسانوں میں اللہ اس کو ہلکا چھوٹا اور حقیر کر دیتا ہے، لوگ ہر طرف اسے کہتے ہیں کہ بہت ہی نالائق ہے، بڑا متکبر ہے، اینٹھ کے چلتا ہے، **وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ** مگر اپنے دل میں وہ اپنے کو خوب بڑا سمجھتا ہے کہ میری عظمتوں سے لوگ واقف نہیں ہیں۔ میری عظمتوں کی لوگ قدر نہیں کرتے، میرے علم و عمل کو نہیں پہچانتے، اس قسم کی باتیں شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا ہے، سمجھتا ہے کہ بس ”ہم چینیں مادیگرے نیست“ مجھ جیسا کوئی دوسرا نہیں، ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ جو کہتا ہے کہ ہم چینیں مادیگرے نیست وہ دراصل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ”ہم چینیں ڈنگرے نیست“ کہ مجھ جیسا کوئی ڈنگر یعنی جانور نہیں ہے۔

تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جو شخص اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اللہ اس کو گرا دیتا ہے، پس وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنے دل میں کبیر ہوتا ہے، یعنی اپنے دل میں وہ اپنے کو بڑا سمجھتا ہے لیکن ساری دنیا کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہو جاتا ہے، **حَتَّىٰ لَهُمْ أَهْوَانٌ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ** **أَوْ حَنْزِيرٍ**^{۱۸۰} یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نظروں میں کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل کر دیتا ہے، ایسی خطرناک بیماری ہے یہ تکبر، اس کو سوچئے کہ یہ تو سمجھ رہا ہے کہ میں بہت بڑا ہوں اور بڑی عزت والا ہوں، لیکن لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

اس لیے متکبر کے ساتھ تکبر صدقہ ہے، یعنی متکبر کے سامنے زیادہ تواضع اور خاکساری مت دکھائیے، دل میں تو اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ اس وقت بھی دل میں اپنی ہی حقارت پیش نظر ہو لیکن بظاہر اس کا زیادہ اکرام نہ کیجیے، اگر اس کا زیادہ اکرام کیا جائے گا تو اس کا مرض تکبر اور بڑھ جائے گا۔

یہ بیماری بہت خطرناک ہے اور اس کے علاج کے لیے خانقاہوں کی ضرورت ہے، بڑے بڑے علماء

نے اہل اللہ سے تعلق جوڑا کہ ہمارا نفس مٹ جائے اور مٹنے سے جو پھر ان کو مقبولیت عطا ہوئی، ایسی شہرت و عزت اللہ نے دی کہ قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا۔ تکبر سے عزت نہیں ملتی اور تکبر کا مقصد عزت حاصل کرنا ہی تو ہے لیکن اس راستہ سے خدا عزت نہیں دیتا بلکہ گردن مروڑ دیتا ہے، اگر کسی کو عزت ہی لینا ہے تو اپنے کو مٹائے پھر دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ کیسی عزت دیتا ہے لیکن یہ مٹانا عزت کے لیے نہ ہو بلکہ اللہ کے لیے ہو۔ **مَنْ تَوَاضَعَ** کے بعد **بِاللَّهِ** فرمایا اس کے بعد **رَفَعَهُ اللَّهُ** ہے۔ معلوم ہوا کہ تواضع پر رفعت و عزت اُس وقت ملے گی جب یہ تواضع اللہ کے لیے ہو جس نے اللہ کے لیے اپنے کو گرا دیا اللہ اس کو عزت دیتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ یہ نعمت صوفیاء کے اندر خاص ہوتی ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو مٹاتے چلے جاتے ہیں۔ بہت کچھ ہوتے ہیں لیکن اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔

حدیث نمبر ۵۱

إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَ لَهُ مَا أَعْطَىٰ وَ كُلُّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۝۱۱

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے واپس لے لیا اور اسی کی ملکیت ہے جو کچھ اس نے عطا کیا اور ہر شے کا اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا تو بہت لوگوں نے تعزیت کی لیکن ایک بدوی (دیہاتی) بزرگ آئے اور انہوں نے ایسی تعزیت کی جس سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بہت تسلی ہوئی، انہوں نے کہا کہ اے عبد اللہ ابن عباس! تمہارے والد کا انتقال ہو گیا۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے والد کے لیے تم زیادہ بہتر ہو یا عباس کا اللہ زیادہ بہتر ہے اور عباس کی وفات سے جو تمہیں غم پہنچا اور اس مصیبت پر صبر کے بدلہ میں جو تمہیں اجر و ثواب ملا بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ مل گیا تو یہ بتاؤ کہ یہ انعام عظیم تمہارے لیے کیا عباس سے بہتر نہیں ہے؟ سبحان اللہ! کیا

۱۱۔ هذا مختصر من حدیث أسامة بن زيد رضي الله عنهما أنه قال: أذسدت ابنة النبي صلى الله عليه وسلم إليه إن ابنتي قبض فأتيتنا فأرسل يقرئ السلام ويقول إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل عند الله بأجل مسمى فلتصبري ولتحتسبي فأرسلت إليه تقبيل عليه ليأتينها فقامر ومعه سعد بن عباد ومعاذ بن جبل وأبي بن كعب وزيد بن ثابت ورجال فوفع إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبي ونفسه تتعقعق قال حسبته أنه قال: كأنها شن ففاضت عيناه فقال سعد يا رسول الله ما هذا فقال هذه رحمة جعلها الله في قلوب عباده وإنما يرحم الله من عباده الرحماء. أخرجه البخاري في صحيحه: ۱/۳۷۱، برقم (۱۲۸۳) في باب قول النبي صلى الله عليه وسلم يعدب الميت ببعض بكاء أهليه عليه إذا كان التوهم من سنته. ومسلم في صحيحه: ۳/۷۱، برقم (۲۱۴۳) في باب البكاء على الميت

عنوان ہے؟ دیہات کے تھے وہ، لیکن اللہ جس کو چاہے مضمون عطا فرماتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى** اللہ جو چیز ہم سے لیتا ہے وہ ہماری نہیں اللہ ہی کی ہے، اس کا مالک اللہ ہے، جو چیز اس نے لے لی ہے وہ اسی نے عطا فرمائی تھی۔ اگر کوئی اپنی امانت واپس لے لے تو آپ اس پر زیادہ غم نہیں کرتے کیوں کہ وہ آپ کی چیز نہیں تھی، جس کی تھی اس نے لے لی، وہ اس کا مالک ہے۔ ہم کو جو حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ غلطی سے اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ الفاظِ نبوت یہ ہیں **إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ** جو کچھ اللہ نے تم سے لے لیا، جس کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا وہ اللہ ہی کا تھا، اسے تم کیوں اپنا سمجھتے ہو؟ اگر آپ کو کوئی شخص اپنی گھڑی دے دے کہ آپ دو مہینے اس کو استعمال کر لیجیے پھر دو مہینے کے بعد وہ آپ سے گھڑی مانگے کہ میری گھڑی واپس کر دیجیے تو آپ روئیں گے نہیں، آپ یہی کہیں گے کہ ٹھیک ہے صاحب! لیجیے، یہ آپ کی گھڑی ہے بلکہ آپ کا شکر یہ کہ اتنے دن تک آپ نے اپنی گھڑی مجھے دی تھی۔ تو آپ بھی شکر کریں کہ ہماری والدہ کو اللہ نے اتنی زندگی دی ورنہ اس سے پہلے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو اٹھا سکتے تھے، بچپن ہی میں آپ کو چھوٹا سا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اٹھا سکتے تھے، یہ ان کا احسان ہے کہ آپ لوگ بڑے ہو گئے، ماشاء اللہ بال بچے دار ہو گئے تب بلایا، اتنے روز تک آپ کے پاس رکھا لہذا شکر ادا کیجیے کہ اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہماری والدہ کو اتنے عرصہ ہمیں دے رکھا، جیسے وہ شخص کہتا ہے جس کو آپ نے گھڑی دی کہ ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ اتنے عرصہ تک اپنی گھڑی آپ نے ہمیں دی ہوئی تھی۔ جو کچھ لے لیا وہ بھی اللہ کا **وَلَهُ مَا أَعْطَى** اور جو کچھ عطا فرمایا وہ بھی اللہ ہی کا ہے، جو چیزیں دی ہیں ان کا بھی شکر ادا کیجیے، ان کا شکر کیا ہے کہ یا اللہ! آپ کا احسان ہے کہ آپ نے میرے والد کا سایہ میرے سر پر عطا فرمایا ہوا ہے اور کتنی نعمتیں دی ہوئی ہیں۔ میری اولاد ہے، بیوی بچے ہیں، مکان ہے، ہزاروں نعمتیں دی ہوئی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا، ان کا شکر ادا کیجیے کہ اے اللہ! آپ کی بے شمار نعمتوں کا بے شمار زبانوں سے شکر ادا کرتا ہوں **وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى** اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں پہلے ہی سے مقدر ہے یہاں تک کہ برتنوں کا وقت بھی مقرر ہے مثلاً آپ مدینہ شریف سے ایک گلاس لائے لیکن اچانک کسی بچے سے وہ گر گیا تو سمجھ لیجیے کہ اس کا یہی وقت مقرر تھا۔ حدیث پاک میں ہے کہ برتنوں کی بھی ایک عمر ہوتی ہے اس لیے اپنے بچوں کی بے طرح پٹائی نہ کرو کہ نالائق! تو نے مدینہ شریف کا گلاس کیوں توڑ



دیا۔ مار پٹائی کر رہے ہیں، گھر میں ایک شور مچا ہوا ہے۔ اکثر اس معاملہ میں بچوں پر زیادتی کر جاتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے، نرمی سے سمجھا دو کہ بیٹے! گلاس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر لیکن زیادہ پٹائی نہ کرو بلکہ کہو **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اس کی زندگی کا وقت ختم ہو گیا تھا اور اس کا یہی وقت مقرر تھا۔

جس کے گھر میں کوئی غمی ہو جائے تو ایسے وقت میں اس کے ذمہ دو کام ہیں: ایک تو یہ کہ جانے والے کے لیے ثواب پہنچائیے کیوں کہ جو چلا گیا اب وہ بے عمل ہو گیا، اس کی عمل کی فیلڈ ختم ہو گئی، اب وہ خود کوئی عمل نہیں کر سکتا لہذا اس کو صبح و شام ثواب کا پارسل بھیجنا چاہیے یعنی زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب کیجیے، بدنی عبادت اور مالی عبادت دونوں کا ثواب پہنچانا چاہیے۔ بدنی ثواب تو اس طرح سے کہ تلاوت کر لی مثلاً سورۃ یسین پڑھ کر بخش دیا یا تین مرتبہ **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** پڑھ کر ہمیشہ صبح و شام بخش دیا، تین بار **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** پڑھنے سے ایک قرآن کے برابر ثواب ملتا ہے، اللہ سے کہہ دیا کہ یا اللہ! یہ جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب میری والدہ کو پہنچا دیجیے، اس طرح روز کار و روزِ صبح و شام آپ کی طرف سے ثواب کا پارسل پہنچتا رہے گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب یہ ثواب پہنچتا ہے تو وہ مرنے والے پوچھتے ہیں کہ اللہ میاں! یہ ہماری نیکیاں کہاں سے بڑھ رہی ہیں، ہم تو مر گئے ہیں، اب عمل نہیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری اولاد تمہیں ثواب بھیج رہی ہے۔ دیکھیے زمین پر دوسروں کا عمل آخرت میں مرنے والوں کے اعمال نامہ میں لکھا جا رہا ہے، اس طرح ان کے عمل کا میٹر چل رہا ہے، کیوں کہ اب وہ عمل نہیں کر سکتے لہذا ہمارے پارسلوں کا انتظار کرتے ہیں کہ ہماری اولاد ہمیں کچھ بھیجے۔

حدیث شریف میں ہے کہ یہ ثواب کا تحفہ ان کو دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ لہذا اس کا معمول بنا لیجیے کہ روزانہ ہمیشہ کچھ پڑھ کر اپنے اعضاء و اقرباء کو جو مر گئے ہیں بخش دیا کریں، کم از کم صبح و شام تین مرتبہ **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** شریف تین مرتبہ **قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ** پڑھ کر بخش دیا اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مخلوق کے ہر شر سے حفاظت رہے گی، کسی قسم کا کالا جادو یا جنات یا شیطان کوئی پڑوسی اور کوئی حاسد آپ کو ایک ذرہ نقصان نہیں پہنچا سکتا، کیوں کہ الفاظِ نبوت ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے **تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ** یعنی یہ تینوں سورتیں ہر شر سے حفاظت کے لیے کافی ہیں۔

۱۱۳۔ هذا مختصر من حديث عبد الله بن حبيب رضي الله عنه أنه قال خَرَجْنَا فِي لَيْلَةٍ مَطَرٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيدَةٌ نَطَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِيَصَلِّيَ لَنَا فَأَدْرَكَنَاهُ فَقَالَ "أَصَلِّبْتُمْ" فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا فَقَالَ "قُلْ" فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ "قُلْ" فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ "قُلْ" فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَقُولُ؟ قَالَ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ حِينَ تُنْسَى وَحِينَ تُصْبِرُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ". أخرجه أبو داود في سننه: ۳/۳۷۲، برقم (۵۰۴) في باب مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَرَتْ. والترمذی في سننه: ۱۹۸/۲، برقم (۳۵۷۵) في باب في دعاء النبي صلى الله عليه وسلم وتعوذة في دبر كل صلاة، وقال هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه

نبی کی بات کو اللہ نہیں ٹالتا کیوں کہ نبی وہی کہتا ہے جو اللہ کہلاتا ہے، نبی اپنی طبیعت سے کوئی بات کہتا ہی نہیں۔
صبح کو پڑھ لیا تو شام تک حفاظت ہو گئی اور شام کو پڑھ لیا تو رات بھر حفاظت رہے گی۔

اگر کوئی حاسد جادو یا سفلی عمل کرے گا تو اس عمل کی برکت سے الٹا اسی پر پڑ جائے گا۔ کوئی دشمن آپ کے خلاف اسکیم بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ناکام کر دیں گے۔ اس لیے صبح و شام یہ تینوں سورتیں آپ بھی پڑھیے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی پڑھائیے اور اسی کو اپنی والدہ کو بخش دیجیے ان کو ثواب بھی پہنچ جائے گا اور آپ لوگ حاسدین اور شیاطین کے شر سے اور جنات اور کالا عمل کرنے والوں کے شر سے اور ساری مخلوق کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ آج کل تو بس ذرا ذرا سی دشمنی پر جادو اور کالا عمل کر دیتے ہیں پھر ہم لوگ عاملوں کی طرف دوڑتے ہیں، تو عاملوں کے پاس جانے کے بجائے ہم یہ عمل کیوں نہ کر لیں جو ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے، جس کے بعد کسی عامل کے پاس جانے کی کبھی ضرورت نہیں پڑے گی کیوں کہ آج کل ننانوے فیصد عامل ٹھگ بیٹھے ہیں۔

دوسرا کام ان کے جانے کے بعد پسماندگان کو یعنی رہ جانے والوں کو سبق حاصل کرنا کہ آج ان کی اور کل ہماری باری ہے، ایک دن آئے گا کہ اسی طرح ہم بھی اس دنیا سے جا رہے ہوں گے اور آج کل تو ایمر جنسی ویزے آرہے ہیں۔ ۴۵ سال کے مولانا سعدی مکہ شریف میں رہتے تھے، بڑے رئیس تھے، اچھے خاصے تھے۔ اچانک ٹیلی فون آتا ہے کہ چائے پی رہے تھے، ہاتھ سے چائے کی پیالی گری اور انتقال ہو گیا، نہ کوئی دل کی بیماری تھی، خوب اچھی صحت تھی اس لیے دوستوں! اپنے پیاروں کے انتقال سے ہم سب کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ایک دن ہم کو بھی زمین کے نیچے جانا ہے، مردہ جب قبر کے اندر جاتا ہے تو زبانِ حال سے کہتا ہے۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ

اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اور بزبانِ حال دوسرا شعر بھی پڑھتا ہے۔

دبا کے قبر میں سب چل دیے دعائے سلام

ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

جن ماؤں نے ہمیں مر مر کے پالا تھا ان ہی ماؤں پر آج ہم نے خدا کے حکم سے مٹی ڈالی ہے۔ یہ دن سب کو آنا ہے۔ اس لیے اس سے سبق حاصل کریں یعنی جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے تیاری کریں۔

حدیث نمبر ۵۲

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي ^{۱۸۴}

ترجمہ: نکاح کرنا میری سنت ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے اور جو نکاح کی سنت ادا نہ کرے، میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اس حدیث کی شرح کیا ہے؟ اگر کوئی مجبور ہے، اس کے کچھ حالات خاص ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت کا کوئی حال غالب ہو گیا، شادی کی ذمہ داریاں قبول نہیں کر سکتا، بیوی بچوں کے حقوق کا محققہ ادا نہیں کر سکتا تو یہ اعراض نہیں ہے، لیکن اگر کوئی مجبوری نہیں ہے، بلا عذر سنت سے اعراض کرتا ہے تب وہ اس وعید کا مستحق ہے لہذا بدگمانی نہ کیجیے کیوں کہ بعض بڑے بڑے علماء اور اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے شادیاں نہیں کیں۔ چنانچہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ، مسلم شریف کی شرح لکھنے والے علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کی بھی شادیاں نہیں ہوئیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ شوہر اگر ناراض سو جائے تو عورت کا کوئی عمل قبول نہیں چاہے ساری رات تسبیح کھٹکھٹاتی رہے۔ بیویوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ نے شوہروں کا درجہ اتنا بلند کیا ہے کہ اگر سجدہ کسی کو جائز ہوتا تو شوہروں کو جائز ہوتا لیکن جائز نہیں ہے اس لیے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ سجدہ کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس لیے اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھو اور ماں باپ پر بھی فرض ہے کہ اپنی بیٹیوں کو سمجھاتے رہیں کہ شوہر کی طرف سے اگر کچھ کڑواہٹ بھی آجائے تو برداشت کرو، اس کے ہاتھوں سے تمہیں نعمتیں بھی تو مل رہی ہیں۔

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے برکت والا نکاح ہے **أَيَسَّرَهُ مَوْنَةً** ^{۱۸۵} جس میں کم خرچ ہو۔ ولیمہ بھی بالکل سادہ کیجیے، اپنی حیثیت کے موافق دس بیس کو بلا لیجیے بس کافی ہے کوئی دس ہزار کا ولیمہ واجب نہیں ہے، ڈیکوریشن کوئی ضروری نہیں، اپنے کمرے میں ہی کھلا دیں، میرج ہال میں پیسے

۱۸۴۔ هذا مختصر من حدیث عائشة رضی اللہ عنہا أنها قالت: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوا فَيَا نِي مَكَاتِرُ بَكْمُ الْأُمَّةِ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيُنْكِحْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالضَّبَائِرِ. فَإِنَّ الصَّوْمَةَ لَهُ وَجَاءَ. أخرجه ابن ماجة في سننه (۳۳۱/۱) برقم (۱۸۲۶) في باب ما جاء في فضل النِّكَاحِ

۱۸۵۔ مشکوٰۃ المصابیہ: ۲/۲۶۸، کتاب النکاح، المكتبة القديمية / كنز العمال: ۲۹۹/۱۶، باب في اداب النکاح، مؤسسة الرسالة

ضائع کرنا کیا ضروری ہے؟ اور ساتھ ساتھ یہ بھی سن لیجیے کہ یہی پیسہ بچا کر اپنی بیٹی کو دے دیجیے، داماد کو دے دیجیے یا اپنے لیے ہی رکھ لیجیے۔

مدینہ پاک میں ایک صحابی نے شادی کی۔ اتنے غریب تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت ولیمہ نہ دی۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا: تم نے شادی کر لی؟ عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی ظاہر نہیں کی کہ تم نے مجھ کو کیوں نہیں پوچھا؟ آج تو خاندان والے لڑتے ہیں تم نے ہمیں نہیں پوچھا۔ چلو اب آئندہ ہم تمہاری کسی خوشی میں شریک ہی نہیں ہوں گے۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ غرض جتنا کم خرچ والا نکاح ہو گا سمجھ لو برکت والا ہو گا۔

خرچ پر یاد آیا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بیویوں کا ایک اور حق لکھا ہے۔ ملفوظات کمالات اشرفیہ میں ہے کہ بیوی کا ایک حق یہ ہے کہ ہر ماہ اس کو کچھ جیب خرچ دے دو اور پھر اس کا حساب بھی نہ لو کیوں کہ وہ مجبور ہے، آپ کی دست نگر ہے، کما نہیں سکتی۔ اب اس کا بھائی آیا ہے یا چھوٹے چھوٹے بھانجے بھتیجے آئے ہیں اس کا جی چاہتا ہے کہ ان کو کچھ تحفہ ہدیہ دے دوں۔ کہاں سے دے گی۔ لہذا اپنی اپنی حیثیت کے موافق کچھ رقم اپنی بیویوں کو ایسی دے دیجیے کہ بعد میں اس کا کوئی حساب نہ لیا جائے اور اس سے کہہ بھی دیں کہ یہ رقم تمہارے لیے ہے، جہاں جی چاہے خرچ کرو۔

حضرت حوا علیہا السلام کی تاریخ

عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت سے نکالا اور حضرت آدم علیہ السلام تنہا جنت میں رہ گئے تو کوئی نہ رہا جس سے انس حاصل کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری فرمادی اور ایک پسلی بائیں طرف سے نکالی اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا۔ اور اسی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پس جب آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو اپنے سر کے پاس ان کو بیٹھے ہوئے پایا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ کہا: میں عورت ہوں۔ پوچھا کہ تجھے کیوں پیدا کیا گیا؟ کہا: تاکہ آپ مجھ سے سکون اور تسلی حاصل کریں۔

پھر ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ عورت ہے۔ دریافت کیا کہ ان کا نام امرأۃ کیوں ہے؟ فرمایا: کیوں کہ یہ خُلِقَتْ مِنَ التَّرْوِءِ مرد سے پیدا کی گئی ہے۔ دریافت کیا: ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا: حواء۔ پوچھا کہ نام حوا کیوں ہے؟ فرمایا: لِأَنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ شَيْءٍ حَيٍّ کیوں کہ وہ

زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے:

الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ أَمْتَهَا كَسَرَتْهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ^{۱۸۶}

عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھاؤ گے تو اسی حالت میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ اس کے اندر ٹیڑھا پن رہے گا۔

اس حدیث کو امام بخاری **بَابُ الْمَدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ** کے ذیل میں لائے ہیں جس سے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا سبق ملتا ہے اور ان کی بد اخلاقیوں پر صبر و تحمل کی تعلیم بھی ملتی ہے۔

دوسری حدیث میں تصریح ہے کہ ٹیڑھی پسلی سے ان کو پیدا کیا گیا ہے:

وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ^{۱۸۷}

عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کو قبول کرو، کیوں کہ ان کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۵۳

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ^{۱۸۸}

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کامل اور پکا مسلمان، اللہ کا بہت پیارا مسلمان وہ ہے کہ جس

^{۱۸۶} ہذا حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ أَمْتَهَا كَسَرَتْهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ. أخرجه البخاری فی صحیحہ: ۴۹/۲، برقم (۵۱۸۳) فی باب الْمَدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ. ومسلم فی صحیحہ: ۴/۵۱، برقم (۳۰۱۰) فی باب الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ. و الترمذی فی سننہ: ۲۲۶/۱، برقم (۱۱۸۸) فی باب مَا جَاءَ فِي مَدَارَاةِ النِّسَاءِ وَقَالَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ

^{۱۸۷} ہذا مختصر من حدیث ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَنْ كَانَ يَوْمٌ مِنَ يَوْمِ بَالِئِهِ وَالْيَوْمِ الْأَجْرَ فَلَا يُوْذَى جَارَهُ. وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ وَإِنْ أَعْوَجَ شَيْءٌ فِي الضِّلْعِ أَعْلَاهُ فَإِنَّ ذَهَبَتْ تَقْيِيمُهُ كَسَرَتْهُ وَإِنْ تَرَكَتْهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا. أخرجه البخاری فی صحیحہ: ۴۹/۲، برقم (۵۱۸۲) فی باب الْوَصَاةِ بِالنِّسَاءِ

^{۱۸۸} ہذا مختصر من حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ. أخرجه البخاری فی صحیحہ: ۶/۱، برقم (۱۰) فی باب الْمُسْلِمِ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَرَوَى عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ ". أخرجه مسلم فی صحیحہ: ۲۸/۱، برقم (۱۰۱) فی باب بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَأَيِّ أُمُورِهِ أَفْضَلُ. أخرجه الترمذی فی سننہ: ۹/۲، برقم (۲۳۲۰) فی باب مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْمُسْلِمَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہاں پر علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک علمی اشکال قائم کیا ہے کہ کیا پاؤں سے مارنے کی اجازت ہے؟ کیوں کہ حدیث میں صرف یہ فرمایا گیا ہے کہ زبان سے تکلیف نہ دو اور ہاتھ سے تکلیف نہ دو۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جو اعضاء تکلیف پہنچانے میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں وہ صرف دو ہیں: زبان اور ہاتھ لات کی نوبت تو بہت کم آتی ہے۔ تو جب کثیر الاستعمال (زیادہ استعمال ہونے والے) اعضاء کو تکلیف پہنچانے سے حفاظت کی مشق ہو جائے گی، تو پاؤں سے مارنے کی تو بہت کم نوبت آتی ہے، اس کا قابو میں کرنا تو بہت آسان ہو جائے گا۔

ایک ہندو نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی ایذا رسانی سے صرف مسلمان بچے رہیں، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ غیر مسلموں یعنی ہندوؤں اور کافروں کو خوب ایذا پہنچائی جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں! چوں کہ مسلمان کا واسطہ کثرت سے مسلمانوں ہی سے پڑتا ہے تو جب اکثر آپس میں ساتھ رہنے والے اپنے رہن سہن میں ایک دوسرے کو اذیت سے بچا لیں گے، تو ہندوؤں سے ملاقات اور لین دین تو کبھی کبھی ہوتا ہے، ان کو بدرجہ اولیٰ مسلمانوں سے سلامتی رہے گی۔ جیسے دو برتن جو ساتھ رہتے ہیں جب ان میں کھٹ پٹ نہیں ہوتی تو جو برتن دور رہتے ہیں ان سے کیسے لڑائی ہوگی۔ البتہ حالت جہاد مستثنیٰ ہے لیکن عام حالات میں جب غیر مسلم صلح کر لیں یا مسلمانوں کو نہ ستائیں تو بدرجہ اولیٰ مسلمانوں کے زبان و ہاتھ سے امن میں رہیں گے کیوں کہ ان سے زیادہ معاملہ نہیں پڑتا۔ یہ جواب شیخ نے دیا جو مجھ سے نقل فرمایا۔

ایک علمی اشکال علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اور فرمایا کہ یہ بتائیے کہ کیا زبان سے کوئی تکلیف دے سکتا ہے۔ زبان میں تو ہڈی بھی نہیں، گوشت کا ایک نرم سا ٹکڑا ہے۔ زبان سے اگر کوئی کسی کو مارے تو کیا چوٹ لگے گی یا زبان کے الفاظ سے تکلیف ہوتی ہے؟ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا؟ **الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ أَلْفَاظِ لِسَانِهِ** یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان کے الفاظ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس اشکال کا جواب دیتے ہیں کہ بعض وقت بغیر الفاظ کے بھی زبان سے لوگ تکلیف دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم نبوت کو کمالِ بلاغت دیا گیا تھا اس لیے آپ نے **مِنْ أَلْفَاظِ لِسَانِهِ** نہیں فرمایا تاکہ اس حدیث میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں **مَنْ أَخْرَجَ لِسَانَهُ اسْتَهْرَاءً** جو کسی کا مذاق اڑانے کے لیے زبان کو نکال کر ہلا دیتے ہیں۔ اس وقت وہ شخص زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتا، صرف زبان کو نکال دیتا ہے اور چڑانے کے لیے ذرا سا ہلا کر بھاگ گیا۔ اکثر بچے ایسا کرتے رہتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ

پٹائی ہو رہی ہے اور بدلہ نہیں لے سکتے تو ایسا کر کے بھاگ جاتے ہیں۔ کبھی بعض بڑے بھی کر جاتے ہیں کہ زبان کو باہر نکالا اور دائیں بائیں کو ہلادیا۔ اور اس طرح مذاق اڑادیتے ہیں اور کچھ نہیں بولتے۔ دیکھیے کلام نبوت کی کیا بلاغت ہے **الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ**^{۱۸۹} فرمایا کہ اس میں وہ لوگ بھی داخل ہو گئے جو صرف زبان سے تکلیف پہنچادیتے ہیں، اگرچہ کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے۔ اگر **مِنَ الْفَاقِظِ لِسَانِهِ** ہو تا تو زبان سے تکلیف پہنچانے والے اس حدیث میں شامل نہ ہوتے۔ یہ کلام نبوت کی بلاغت کا اعجاز ہے۔

حدیث نمبر ۵۴

لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ قَطْرَةَ دُمُوعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَقَطْرَةَ دَمٍ تَهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ... الخ^{۱۹۰}

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دو قطرؤں سے زیادہ محبوب نہیں: ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرے ہو۔

گڑ گڑا کر معافی مانگنے والوں کے لیے علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی پارہ ۳۰ سورہ قدر کی تفسیر میں ایک حدیث قدسی نقل کرتے ہیں۔ حدیث قدسی وہ حدیث ہے جو زبان نبوت سے نکلے، مگر نبی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گڑ گڑا کر معافی مانگتا ہے کہ اللہ! مجھ سے بڑے گناہ ہو گئے، آپ مجھ کو معاف کر دیجیے، قبر میں کیا منہ لے کر جاؤں گا، قیامت کے دن آپ کو کیا منہ دکھاؤں گا تو اس کا یہ گڑ گڑانا اتنا اللہ کو پسند ہے کہ اس کے گڑ گڑانے کی اس آواز کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی سبحان اللہ، سبحان اللہ کی تسبیحات سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اب حدیث قدسی کے الفاظ بھی سن لیجیے۔ اہل علم حضرات تفسیر روح المعانی پارہ ۳۰ سورہ القدر کے ذیل میں اس حدیث کو دیکھ لیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں:

۱۸۹ صحیح البخاری: ۶/۱ باب المسلم من سلم المسلمون... الخ، المكتبة القديمية

۱۹۰ هذا مختصر من حديث أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ليس شيء أحب إلى الله من قطرتين وأثرين. قطرة من دموع في خشية الله، وقطرة دم تهرأق في سبيل الله، وأما الأثران: فأثر في سبيل الله، وأثر في فريضة من فرائض الله، أخرجه الترمذی فی سننه (۲۹۶/۱) برقم (۱۲۲۹) فی أبواب فضائل الجهاد باب منه

لَا يَزِينُ الْمُنْذِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ذَجَلِ الْمُسَبِّحِينَ

گناہ گاروں کا رونا، آہ کرنا، گڑ گڑانا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی سبحان اللہ، سبحان اللہ کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بانی دیوبند مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک عجیب بات ارشاد فرمائی جس کو میں نے اپنے شیخ و مرشدِ اول شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنا جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے اور حضرت مولانا اصغر میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں سے تھے۔ یہ دونوں بزرگ یعنی میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اصغر میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جو نپور میں ساتھ پڑھاتے تھے، اسی لیے مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ حضرت! آپ خالی میرے پیر بھائی نہیں ہیں، آپ کو میں اپنے استاد کے درجہ میں سمجھتا ہوں، کیوں کہ آپ میرے استاد مولانا اصغر میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھاتے تھے۔

مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس ملک میں بادشاہ کوئی چیز باہر سے منگاتا ہے کسی دوسرے ملک سے درآمد یعنی امپورٹ کرتا ہے، اس کی زیادہ عزت و قدر کرتا ہے کیوں کہ بادشاہ کے ملک میں وہ چیز نہیں ہے۔ تو مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالتِ شان کی جو بارگاہ ہے وہاں آنسو نہیں ہیں، اس لیے وہ ہمارے آنسوؤں کی بہت قدر کرتے ہیں کیوں کہ آنسو تو گناہ گار بندوں کے نکلتے ہیں، فرشتے رونا نہیں جانتے کیوں کہ ان کے پاس ندامت تو ہے نہیں۔ ان کو قربِ عبادت حاصل ہے قربِ ندامت حاصل نہیں، قربِ ندامت تو ہم گناہ گاروں کو حاصل ہے۔ اس لیے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو نہیں جس کی خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اللہ والوں کو ندامت سے جو حضور حاصل ہے فرشتوں کو یہ نعمت حاصل نہیں، کیوں کہ ان سے خطائیں نہیں ہوتیں، وہ بے چارے ندامت کیا جانیں، وہ تو مقدس مخلوق ہیں، ہر وقت سبحان اللہ پڑھ رہے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی کہ جس کی ندامت کو دیکھیں یعنی بعض بندے باوجود عزم علی التقویٰ کے کبھی تقاضائے بشری سے مغلوب ہو کر خطا کر بیٹھیں گے، تو اس غم سے کہ ہائے! ہم نے اپنے اللہ کو ناراض کر دیا،

ان کا دل خون ہو جائے گا اور وہ ندامت سے آہ و زاری کر کے معافی مانگ کر ہم کو راضی کریں گے اور ہم اس ندامت کی راہ سے ان کو اپنا قرب عطا فرمائیں گے۔

حدیث نمبر ۵۵

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: ظَنُّوا بِالْمُؤْمِنِينَ خَيْرًا^{۱۹}

ترجمہ: بندہ مؤمن سے نیک گمان رکھو۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر مؤمن کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ اس حدیث کی شرح میں علمائے ربانیین فرماتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے اندر ننانوے دلائل ہوں بدگمانی کے، لیکن ایک راستہ ہو حسن ظن کا تو عافیت کا راستہ یہی ہے کہ حسن ظن کے اس ایک راستہ کو اختیار کر لو۔ کیوں؟ اس کی وجہ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے مرشد اول فرمایا کرتے تھے کہ بدگمانی پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مقدمہ دائر فرمائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ بدگمانی کے تمہارے پاس کیا دلائل تھے اور نیک گمان پر بلا دلیل انعام عطا فرمائیں گے۔ حسن ظن پر بغیر دلیل کے ثواب ملتا ہے کیوں کہ امر ہے **ظَنُّوا بِالْمُؤْمِنِينَ خَيْرًا** لہذا مقدمہ میں جان پھنسانا بے وقوفی، حماقت اور نادانی ہے۔ حضرت ہنس کر فرماتے تھے کہ احمق ہے وہ شخص جو مفت میں ثواب لینے کے بجائے اپنی گردن پر مقدمات قائم کرنے کے انتظامات کر رہا ہے اور اپنے لیے مصیبتیں تیار کر رہا ہے۔ نیک گمان کر کے مفت میں ثواب لو اور بدگمانی کر کے دلائل پیش کرنے کے مقدمات میں اپنی جان کونہ پھنساؤ۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعتراض کا منشاء دو طرح کا ہوتا ہے، ”قلتِ محبت“ اور ”قلتِ علم“ یعنی اعتراض عموماً دو قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے، یا تو اس کے اندر محبت کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہر آدمی کے اندر کیڑے نکالنے کی کوشش کرتا ہے

^{۱۹} ہذا مروی عن سعید بن جبیر فی تفسیر قوله تعالیٰ "الْمُحْسِنَاتُ لِلْمُحْسِنِينَ" (النور آیت ۲۶)، یعنی: السَّيِّءُ مِنَ الْكَلَامِ قَذْفٌ عَائِشَةَ، وَنَحْوَهُ لِلْمُحْسِنِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، يَعْنِي: "وَالْمُحْسِنُونَ"، يَعْنِي: مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، "لِلْمُحْسِنَاتِ"، يَعْنِي: السَّيِّءُ مِنَ الْكَلَامِ لِأَنَّهُ يَلْبِقُ بِهِمُ الْكَلَامَ السَّيِّئُ، ثُمَّ قَالَ: "وَالطَّيِّبَاتُ"، يَعْنِي: الْحَسَنُ مِنَ الْكَلَامِ، "لِلطَّيِّبِينَ" مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ الَّذِينَ ظَنُّوا بِالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ خَيْرًا، "وَالطَّيِّبُونَ" مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ "لِلطَّيِّبَاتِ" الْحَسَنُ مِنَ الْكَلَامِ لِأَنَّهُ يَلْبِقُ بِهِمُ الْكَلَامَ الْحَسَنَ. أخرجه الطبرانی في معجمه الكبير: ۳/۲۹۷، برقم (۱۸۷۳)

یا پھر نہایت درجہ کا جاہل ہوتا ہے، کیوں کہ قرآن و حدیث اور فقہ کے اصول اس کے سامنے نہیں ہوتے، اس لیے جہالت کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے اور فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں دو ہی قسم کے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے یا تو انتہائی درجہ کا فقیہ ہو کہ میرے ہر عمل کو سمجھ جائے کہ یہاں فقہ کا فلاں قانون لاگو ہو سکتا ہے یا پھر انتہائی درجہ کا عاشق ہو جس کو سوائے بھلائیوں کے کچھ نظر ہی نہ آئے، کیوں کہ عاشق کو تو محبوب کی ہر اداسند آتی ہے اور اگر نہ اس میں محبت کامل ہے نہ علم کامل ہے تو ایسے لوگ پھر محروم ہی رہتے ہیں، پس دینی خدام پر اعتراض اور ان کے فیوض و برکات سے محرومی کے یہ دو ہی سبب ہیں، یا محبت کی کمی یا علم کی کمی۔

دیکھیے تھانہ بھون جیسا قصبہ جہاں اپنے زمانہ کا مجدد موجود تھا، جب دور دور سے بڑے بڑے علماء اور بزرگ آتے تھے، تو قریب کے رہنے والے یعنی قصبہ کے بعض لوگ مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کلکتہ سے، مدراس سے، بمبئی سے، اعظم گڑھ سے، جون پور سے چلے آ رہے ہیں، کیسے بے وقوف لوگ ہیں، ہمیں تو کوئی خاص بات ان بڑے میاں میں نظر نہیں آتی، لہذا دور دور کے لوگ کامیاب ہو گئے اور قریب کے لوگ جنہوں نے قدر نہ کی محروم رہ گئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ حاجی صاحب! آپ تو کوئی بڑے عالم بھی نہیں ہیں، پھر ان علماء کو کیا ہو گیا کہ مولانا گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسا عالم، مولانا قاسم نانوتوی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسا عالم اور حضرت حکیم الامت (رحمۃ اللہ علیہ) جیسا عالم آپ سے مرید ہو گیا ہے، مجھے تو اس بات پر سخت صدمہ اور تعجب ہے کہ یہ علماء کیوں آپ سے بیعت ہو گئے؟ اب حاجی صاحب کا جواب سن لیجیے: فرمایا کہ جتنا آپ کو تعجب ہے اس سے زیادہ مجھے تعجب ہے کہ یہ علماء ہیں اور علماء بھی ایسے کہ علم کے سمندر، نہ جانے مجھ جیسے کے ہاتھ پر کیوں بیعت ہو گئے؟ یہ حاجی صاحب کا کمال تو اضع تھا لیکن یہ بدگمانی اور اعتراض کرنے والا کوئی بہت ہی محروم شخص تھا۔ اس کے برعکس ان حضرات کے اندر کتنا ادب تھا۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا اصلاح کے لیے، اس میں علمی لحاظ سے کوئی لفظ مسودہ میں غلط ہو گیا، تو مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر یہ نہیں لکھا کہ حضرت! آپ سے یہاں غلطی ہو گئی ہے، بلکہ وہاں دائرہ بنا کر یہ لکھ دیا کہ حضرت! یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ اللہ اللہ کیا ادب تھا! نقص کی نسبت شیخ کی طرف نہیں کی، اپنی سمجھ کی طرف کر دی۔

حدیث نمبر ۵۶

سَبَقَ الْمُفْرِدُونَ قَالُوا: وَمَا الْمُفْرِدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ الذَّاكِرُونَ
اللَّهُ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ^{۱۹۲}

ترجمہ: **مفردون** سبقت لے گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: یا رسول اللہ! **مفردون** کون لوگ ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔

حدیث میں آتا ہے **سَبَقَ الْمُفْرِدُونَ** مفردون یعنی عاشق بازی لے گئے، وہ لوگ جو عاشقانہ ذکر کرتے ہیں۔ **الْمُفْرِدُونَ** کا ترجمہ عاشقون حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ پھر میں نے ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ دیکھی کہ **الْمُفْرِدُونَ** کی انہوں نے کیا شرح کی ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں:

الَّذِينَ لَا لَذَّةَ لَهُمْ إِلَّا بِذِكْرِهِ وَلَا نِعْمَةَ لَهُمْ إِلَّا بِشُكْرِهِ^{۱۹۳}

مُفْرِدُونَ سے مراد اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا وہ طبقہ ہے جن کو دنیا میں کہیں مزہ نہ آئے سوائے اللہ کے نام کے۔ بیوی بچے، کھانا پینا، تجارت اور مکان انہیں جب اچھا معلوم ہوتا ہے جب پہلے اللہ کا نام لے لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے بعد ان کو دنیاوی نعمت میں لذت ملتی ہے اور کوئی نعمت انہیں نعمت نہیں معلوم ہوتی، مگر جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر لیتے ہیں۔

شیخ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ **مُفْرِدُونَ** کے معنی ہیں کہ جو حالتِ ذکر میں وجد میں آجائیں **الَّذِينَ اهْتَرَوْا فِي ذِكْرِ اللَّهِ، اهْتَرَأُ** کے کیا معنی ہیں؟ جب بارش ہوتی ہے تو زمین پھولتی ہے، حرکت میں آجاتی ہے تو معنی یہ ہوئے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے نام سے ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، جھوم جاتے ہیں **أَيُّ**

^{۱۹۲} هذا حديث أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يسير في طريق مكة فمر على جبل يقال له جمدان فقان "يسيروا هذا جمدان سبق المفردون" قالوا وما المفردون يا رسول الله قال "الذاكرون الله كثيرا والذاكرات". أخرجه مسلم في صحيحه (۳۳۷/۲) برقم (۶۹۸۳) في باب ائحت على ذكر الله تعالى

^{۱۹۳} مرقاۃ المفاتیح: ۵/۵۰، باب ذکر اللہ تعالیٰ والتعرب الیہ، المكتبة الامدادیة، ملتان

لَهَجُوا بِهِ یعنی خدا پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ میں جب ہردوئی گیا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں بہت مزہ آیا۔ اللہ والوں کی معیت بہت پُر کیف ہوتی ہے۔ میں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت میں بہت مزہ آرہا ہے، کیوں کہ اس چوکھٹ سے بڑھ کر کس کا دروازہ ہو سکتا ہے جس سے اللہ مل جائے۔

حدیث نمبر ۷۵

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ ۱۹۴

ترجمہ: ٹخنہ کا جتنا حصہ ازار سے چھپے گا جہنم میں جائے گا۔

اسبالِ ازار (شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے) کی وعید

بخاری شریف کی حدیث ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ** ۱۹۵ اے ایمان والو! جتنا تمہارا ٹخنہ چھپے گا، چاہے جبہ ہو، چاہے کرتا ہو، ازار ہو، توب ہو، اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ **بذل المجہود شرح ابوداؤد** میں لکھتے ہیں کہ اس لباس سے مراد وہ لباس ہے جو اوپر سے آرہا ہے۔ اگر نیچے سے آرہا ہے جیسے موزہ پہن لے اور ٹخنہ چھپ جائے تو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں، بلکہ ٹھنڈک میں اپنے پیروں کو چھپالو، اجر بھی ہے۔ تو اوپر سے جو لباس آرہا ہے اس سے ٹخنہ کو چھپا نہیں سکتے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱۰ کتاب اللباس میں فرماتے ہیں کہ

۱۹۴۔ ہذا حدیثُ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَعِيدِهِ ۱۶۷/۲، بَرَقَمَ (۵۷۸۷) فِي بَابِ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهَوِيَ فِي النَّارِ. وَرَوَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عَنِ الْإِزَارِ فَقَالَ عَلَى الْخَيْبِرِ سَقَطَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِزْرَةَ الْمُسْلِمِ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ وَلَا حَزَبَ أَوْ لَا حَزَبًا فِيمَا تَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهَوِيَ فِي النَّارِ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ". أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي سننہ (۲۱۰/۲) بَرَقَمَ (۲۰۹۳) فِي بَابِ فِي قَدَرٍ مَوْضِعِ الْإِزَارِ

۱۹۵۔ صَعِيدِ الْبُخَارِيِّ ۱۶۷/۲ (۵۷۸۷)، بَابِ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهَوِيَ فِي النَّارِ، الْمَكْتَبَةُ الْمِظْهَرِيَّة

چار وجہ سے ٹخنوں کا چھپانا حرام ہے:

- (۱) **مِنْ جِهَةِ التَّشْبِهِ بِالنِّسَاءِ** عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔
- (۲) **مِنْ جِهَةِ التَّلَوُّثِ بِالنَّجَاسَةِ** لٹکا ہوا پاجامہ نجاست سے ملوث ہوتا ہے۔
- (۳) **مِنْ جِهَةِ التَّشْبِهِ بِوَضْعِ الْمُتَكَبِّرِينَ** متکبرین کی وضع سے مشابہ ہے۔
- (۴) **مِنْ جِهَةِ الْأَسْرَافِ** فضول خرچی ہے۔^{۱۹۶}

اگر کوئی کہے کہ آدھے اونچ سے کیا ہوتا ہے؟ تو اللہ کا قانون سارے عالم کے مسلمانوں کو سامنے رکھ کر ہے۔ اگر نوے کروڑ مسلمان ہیں تو نوے کروڑ اونچ ضایع ہو گیا۔ اس کاف بناؤ، گز بناؤ، اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا کپڑا ضایع ہوا۔ اور سن لو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا تو صرف منافقین ازار لٹکانے لگے تھے، کسی صحابی کے بارے میں کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ ان کا پاجامہ سے ٹخنہ چھپا ہو۔ یہاں تک کہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا **يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي حَمِشُ السَّاقَيْنِ** میری پنڈلیاں سوکھ گئی ہیں، بیماری ہو گئی ہے، مجھے مستثنیٰ کر دیجیے کہ میں ٹخنہ چھپالوں تاکہ میرا عیب چھپ جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے شخص! بیماری تو اللہ کی طرف سے ہے، نافرمانی تیری طرف سے ہوگی **أَمْ لَكَ فِي أَسْوَةِ كَيْمِيرٍ** اندر تیرے لیے نمونہ نہیں؟^{۱۹۷} کہ میری لنگی کتنی اونچی رہتی ہے۔ جو آدمی اسبابِ ازار کرتا ہے، ٹخنے چھپاتا ہے، اس پر چار عذاب ہوں گے:

- (۱) **لَا يَكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شفقت سے بات نہیں کریں گے۔
- (۲) **وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ** اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔
- (۳) **وَلَا يُزَكِّيهِمُ** ان کو توفیقِ اصلاح نہیں دیں گے۔
- (۴) **وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** دردناک عذاب ہو گا۔^{۱۹۸}

مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں **إِنْ لَمْ يَتَّعِبْ** یہ عذاب جب ہو گا اگر توبہ نہ کرے اور اگر توبہ کر لی تو سب ختم، معافی ہوگی۔ لہذا دوستو! ذرا اس کا خیال رکھو۔ آسمان ہی کی طرف نظر مت کرو، زمین کی

^{۱۹۶} فتح الباری: ۱/۲۳۳، باب من جرثوبه من الخيلاء، دار المعرفه، بيروت

^{۱۹۷} سنن ابن ماجه: ۳۹، باب موضع الازار اين هو المكتبة الرحمانية / فتح الباری: ۱۰/۲۳۳، باب من جرثوبه من الخيلاء، بيروت

^{۱۹۸} صحيح مسلم: ۱/۱، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار، ابي سعيد

طرف بھی دیکھتے رہو کہ کہیں میرا ٹخنہ چھپ تو نہیں رہا، یہ ذکر، ذکرِ منفی ہے، اللہ کی عظمت کا حق ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہ حکم قرآن میں تو نہیں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا کہ میرا نبی جو تم کو حکم دے دے اس کو قرآن کا حکم سمجھو:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا^{۱۹۹}

میرا نبی جس بات کا حکم کرے اس کو کرو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔ یہ قرآن پاک کی آیت ہے نا! لہذا حدیث کو ماننا عین قرآن کو ماننا ہے اور حدیث کی نافرمانی قرآن پاک کی نافرمانی ہے۔

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے **مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْأَزَارِ فِي النَّارِ** جس کا ٹخنہ اوپر سے آنے والے لباس مثلاً شلوار، پاجامہ، لنگی وغیرہ سے چھپا رہے گا، اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو تکبر سے ایسا کرے گا، اس حدیث کو لے کر آج لوگ خوب ہوشیاریاں اور چالاکیاں دکھا رہے ہیں کہ صاحب! میرا ٹخنہ تکبر کی وجہ سے نہیں ڈھک رہا ہے حالانکہ کبھی کسی صحابی نے ٹخنہ نہیں ڈھکا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ نکلا ہوا تھا اس لیے آپ کا پاجامہ لٹک جاتا تھا لیکن آپ ہر وقت اُس کو اہتمام سے اوپر کرتے رہتے تھے اور وحی الہی سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان رسالت سے اس بات کا اعلان ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق تکبر سے پاک ہیں، آج کے زمانہ میں کس کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمایا؟ کسی کے لیے وحی نازل ہوئی؟ لہذا جو لوگ ٹخنے ڈھک رہے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کو ایک لاکھ حدیثیں بمع راویوں کے ناموں کے زبانی یاد تھیں وہ **فتح الباری** شرح بخاری جلد نمبر ۶ میں تمام حدیثیں سامنے رکھ کر فیصلہ لکھتے ہیں: **فَإِنَّ ظَاهِرَ الْأَحَادِيثِ يَدُلُّ عَلَى تَحْرِيمِ الْأَسْبَابِ** یعنی چاہے تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔^{۲۰۰} علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حافظ الحدیث ہیں جنہیں ایک لاکھ حدیثیں مع اسناد کے زبانی یاد تھیں اور جنہوں نے بخاری شریف کی ۱۴ جلدوں میں شرح لکھی ہے، ان سے بڑھ کر آج کوئی کیا حدیث بیان کرے

۱۹۹ الحشر: ۷

۲۰۰ ذکرہ الحافظ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری ۱۰/۲۳۳ فی باب من جر ثوبہ من الخیلاء، ولفظہ واما الاسباب لغير الخیلاء فظاہر الاحادیث

تحریمہ ایضاً دار المعرفۃ بیروت

گا، آج تو چند کتابیں پڑھ لیں اور علامہ بن گئے، یہ لوگ **عَلَّامَةٌ** نہیں **ظَلَّامَةٌ** ہیں۔ تو علامہ ابن حجر عسقلانی تمام مجموعہ احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ **فَإِنَّ ظَاهِرَ الْأَحَادِيثِ يَدُلُّ عَلَى تَحْرِيمِ الْأَسْبَابِ** تمام احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔

حدیث نمبر ۵۸

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا أَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ^۱

ترجمہ: کوئی قوم بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتی، مگر یہ کہ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کا ذکر کرتے ہیں فرشتوں کی جماعت میں، جو اس کے پاس ہوتی ہے۔

پہلی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں کچھ اللہ کے بندے مل کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، تو آپ سوچئے کہ ان کی ملاقات بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو فرشتوں کی ملاقات سے ہم پر اچھا اثر نہیں آئے گا؟ کیا وہ نیک صحبت نہیں ہے؟ لہذا ذکر کی مجلس میں شرکت کی کوشش کیجیے۔

عقل میں جو آجائے وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ عقل محدود ہے، محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا؟ اگر کسی کے عقل میں آجائے کہ خدا یہ ہے تو ہرگز وہ خدا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اللہ غیر محدود ہے، وہ محدود عقل میں کیسے آئے گا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ خبردار! مخلوق میں تو غور و فکر کرو مگر اللہ کی ذات میں مت سوچو، تمہاری قوت عقلیہ اور فکریہ محدود ہے۔ بھلا ایک گلاس میں

۲۰۱۔ ہذا حدیث ابی ہریرۃ و ابی سعید الحدادی رضی اللہ عنہما اُنھما شہدا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنّہ قال ”لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا أَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ“۔ أخرجه مسلم في صحيحه: ۳۳۵/۲، برقم (۴۰۰) في باب فضيل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذّكر

مٹکے کا پانی آسکتا ہے اور مٹکے میں حوض اور حوض میں دریا آئے گا؟ دریا میں سمندر بھر سکتے ہو؟ جب چھوٹے محدود میں بڑا محدود نہیں آسکتا، تو محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا؟ اللہ تعالیٰ کی ذات یاد کرنے کے لیے ہے۔ قرآن کریم میں **يَذْكُرُونَ اللَّهَ** فرمایا۔ اللہ کو یاد کرو، بس اس یاد سے وہ دل میں آجائیں گے، تمہیں خود پتا چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہیں۔ اور غور و فکر مخلوق میں کیا کرو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ **وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ فکر برائے مخلوق ہے اور ذکر برائے خالق ہے۔ اگر اس کے خلاف چلو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے، تو ذکر اللہ کا ایک فائدہ بیان ہو گیا، لہذا جب ذکر کی مجلس میں آئیں تو یہ نیت بھی کر لیں کہ چلو فرشتوں کی ملاقات بھی کر لیں۔

دوسری فضیلت

وَغَشِيَّتَهُمُ الرَّحْمَةُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اپنے یاد کرنے والوں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ کس طرح ڈھانپتے ہیں؟ دیکھیے اس جملے میں بڑا پیار ہے، اس کو محبت کے انداز میں سمجھیے۔ ماں جب اپنے بچے کو گود میں لیتی ہے تو کس طرح لیتی ہے؟ لے کر چپکالی ہے، اس کے بعد دوپٹہ سے چھپالیتی ہے پھر ٹھڈی بھی اس کے سر پر رکھ دیتی ہے۔ یہی مفہوم ہے **وَغَشِيَّتَهُمُ الرَّحْمَةُ** کا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے۔

نورِ اودرئس و یمن و تحت و فوق

بر سرم بر گردنم مانند طوق

اس کا نور ہمارے دائیں بائیں اور اوپر نیچے گھیر لیتا ہے۔ سر سے گردن ہر جگہ مانند طوق اپنی رحمت کے دامن میں چھپالیتے ہیں۔ تو ذکر کی مجلس میں اس نیت سے آؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں ڈھانپ لے اور پیار کر لے۔

تیسری فضیلت

وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ ہم ان کے دل پر سکینہ نازل کرتے ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں سکینہ کی تفسیر فرماتے ہیں **فَإِنَّ السَّكِينَةَ هِيَ نُورٌ يَسْتَقَرُّ فِي الْقَلْبِ** سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے۔ یہ دنیا کے نہیں کہ بس مسجد میں تو اللہ والے ہیں اور جہاں

مارکیٹ میں گئے مارپیٹ شروع کر دی۔ ہر جگہ وہ نور ساتھ ہوتا ہے۔ **وَيَثْبُتُ بِهِ التَّوَجُّهُ إِلَى الْحَقِّ** جس کو سکینہ کا نور ملتا ہے پھر وہ ہر وقت باخدا رہتا ہے۔ چاہے وہ دنیا کا بھی کام کر رہا ہو، لیکن وہ خدا کو فراموش نہیں کرتا۔

چوتھی فضیلت

وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ چوتھی فضیلت ذکر کرنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس والوں میں یاد کرتے ہیں۔ اگر تم ہم کو تنہا یاد کرو گے تو ہم بھی تنہائی میں تمہیں یاد کریں گے اور اگر تم مجمع میں یاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بھی تم کو فرشتوں کے مجمع میں اور نبیوں کے مجمع میں یاد کریں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی قبر جنت المعلیٰ میں ہے، اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حاضرین کی مجلس میں ان کا ذکر کرتے ہیں اور **عِنْدَ آذْوَانِ الْمُرْسَلِينَ وَعِنْدَ الْمَلِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ** عام مراد یہی ہے کہ فرشتوں کے مجمع میں ذکر کریں گے، مگر محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے شرح فرمائی کہ پیغمبروں اور رسولوں کی روحوں کو بھی حاضر کر لیتے ہیں اور وہاں ذکر کرنے والوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق دیں، آمین۔

شرح حدیث بعنوانِ دیگر

مسئلہ یاد کر لو کہ جب دین کی بات ہو رہی ہو تو نفل مت پڑھو، اجتماعی ثواب حاصل کرو، کیوں کہ حدیث پاک میں ہے کہ دین کی کوئی بات سن لو گے تو ایک ہزار رکعت سے زیادہ ثواب نامہ اعمال میں چڑھ جائے گا۔ اس حدیث کے ساتھ بے پرواہی اور مذاق اور ناشکری مت کرو۔ اس فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شکر یہ ہے کہ جب کوئی دینی اجتماع ہو تو نفل کے بجائے اس اجتماع میں شریک ہو جاؤ اور اس کے چار فائدے الگ مستزاد ملیں گے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے:

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا أَحَفَّتْهُمُ الْمَلَكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ

جب کوئی قوم اجتماع ذکر میں مشغول رہتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں یعنی فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

تو دائرہ رحمت سے ایگزٹ (exit) کیوں کر رہے ہو اور دائرہ رحمت سے خروج کیوں کر رہے ہو؟

جس کے پاس حسن ظن سے آتے ہو اس کی بات ماننا چاہیے اور تیسرا فائدہ ہے **وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةَ** اس اجتماع کی برکت سے ان کے قلب پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ اور جب سکینہ نازل ہو گا تو ہر وقت اللہ کی طرف آپ کا قلب متوجہ رہے گا، کیوں کہ **إِنَّ السَّكِينَةَ هِيَ نُورٌ يَثْبُتُ بِهِ التَّوَجُّهُ إِلَى الْحَقِّ وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيِّشِ** جس کے دل پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اس کی توجہ اللہ کی طرف قائم رہتی ہے اور وہ انتشارِ ذہنی اور ڈپریشن سے بلا آپریشن محفوظ رہتا ہے ان شاء اللہ۔ اور چوتھا فائدہ ہے **وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنِّ عِنْدَهُ**^{۲۰۳} اللہ تعالیٰ اپنے پاس والوں کے سامنے یعنی ملائکہ مقربین اور ارواحِ انبیاء والمرسلین کے سامنے ان بندوں کا تذکرہ بطور افتخار کے فرماتے ہیں۔ ملا علی قاری کی شرح مرقاۃ کی عبارت یہ ہے **أَمَى مِنَ الْمَلِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَأَرْوَاحِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ** اسی حدیث سے اجتماعی ذکر کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے **التشرف بمعرفة احادیث التصوف** میں لکھا ہے۔ میں نے **التشرف** کے اس صفحہ کا فوٹو لیا اور اپنے شیخ کو دکھایا تو حضرت نے ہر دوئی میں فوراً اجتماعی ذکر شروع کر دیا۔

حدیث نمبر ۵۹

مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُلُّ بَنِي

أَدَمَ خَطَاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَايَيْنِ التَّوَابُونَ^{۲۰۴}

ترجمہ: جس نے استغفار کو لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے نجات دیں گے اور ہر غم سے کشادگی عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے کہ جس کا اسے گمان بھی نہ ہو گا اور آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تمام ابن آدم خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار کثرت سے استغفار کرنے والے ہیں۔

۲۰۳ صحیح مسلم ۳۲۵/۲، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، ایچ ایم سعید

۲۰۴ هذا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما أنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ“، أخرجه أبو داود في سننه ۳۱۳/۱، رقم (۱۵۲۰) في باب في الاستغفار

بہترین خطاکار

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اے لوگو! تم سب کے سب خطاکار ہو، لیکن تم بہترین خطاکار بن جاؤ۔ بہترین خطاکار کیسے بنیں؟ جو توبہ کر لے وہ بہترین خطاکار ہے۔

اس پر میرے شاگردوں نے پوچھا کہ خطا تو شر ہے، خیر کیسے لگا دیا؟ اس کا جواب میں نے دیا کہ اللہ تعالیٰ کی توبہ کے یکمیکل میں یہ کرامت ہے، جیسے شراب میں سرکہ ڈال دو تو ساری شراب سرکہ بن جائے گی اور قلب ماہیت سے حلال ہو جائے گی۔ تو خطا تو شر ہے، لیکن توبہ کی برکت سے بہترین خطاکار ہو جائے گا، شر کو اللہ تعالیٰ خیر بنا دیں گے۔

پھر ایک سوال اور پیدا ہوا کہ **خَيْرُ الْخَطَايَيْنِ** میں **خَطَايَيْنِ** بھی مٹا دیتے اور خالی خیر رکھتے۔ خطاکار کی نسبت سے تو شرم آرہی ہے۔ میں نے کہا کہ **خَطَايَيْنِ** عربی ترکیب میں مضاف الیہ ہے اور عبارت میں مقصود مضاف ہوتا ہے جیسے **جَاءَ غُلَامٌ زَيْدٌ** کا غلام آیا۔ اس میں غلام کا آنا مقصود ہے تو یہاں مراد خیر ہی خیر ہے لیکن **خَطَايَيْنِ** کو اس لیے باقی رکھا تا کہ توبہ کی کرامت معلوم ہو کہ تم تھے تو خطاکار لیکن توبہ کی برکت سے بہترین خطاکار ہو گئے۔

فوائدِ استغفار

دوسری حدیث پڑھی تھی استغفار و توبہ کے متعلق اور بہتر یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر توبہ کرے، اللہ سے معافی مانگے اور یہ کہے کہ اے اللہ! تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے، ایک کروڑ گناہ بھی معاف کرنا تیرے لیے کچھ مشکل نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کثرت سے استغفار کرے گا تو (۱) ہر مصیبت سے اللہ اس کو نکال دے گا۔ (۲) غم سے نجات دے گا اور (۳) ایسی جگہ سے اس کو رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہو گا۔

انعاماتِ تقویٰ

دوستو! استغفار کے یہ تین انعامات زبانِ نبوت نے بیان فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات گناہوں کے چھوڑنے اور تقویٰ اختیار کرنے کے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص تقویٰ اختیار

کرے گا ہم اس کو ایسی جگہ سے روزی دیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا، اس کے سب کام آسان کر دیں گے۔ آپ کا کوئی دوست روزانہ آپ کے پاس آکر آپ کا دل بہلاتا ہو اور پھر وہ کسی مصیبت میں پھنس جانے کی وجہ سے نہ آئے، تو اگر آپ واقعی دوست ہیں تو فوراً اس کی مصیبت کو ٹالنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ پھر آتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بندے کی آہ و زاری، اس کی مناجات اور اس کا اللہ اللہ کرنا محبوب ہے۔ جب وہ کسی مصیبت میں پھنستا ہے تو اللہ تعالیٰ جلدی اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تاکہ میرا بندہ پھر میرے حضور میں آئے، جلدی سے مصیبت ٹالنے کا راز یہ ہے۔ رازِ دوستی ہے۔ تو اللہ تقویٰ کی برکت سے اپنے دوستوں کا کام آسان کرتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے پر اس کو مصیبت سے مخرج (exit) دیتے ہیں۔ جدہ میں لکھا رہتا ہے ایک طرف مخرج اور ایک طرف (exit)۔ یعنی ہر مصیبت سے نجات دیتے ہیں اور ایک جگہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا: اگر تم گناہ چھوڑ دو تو تم کو ہم ایک نور عطا کریں گے جس سے تمہیں بھلائی اور برائی میں تمیز پیدا ہوگی اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ پر یہ سارے انعامات تو ہم دیں گے ہی، سب سے بڑا انعام یہ دیں گے کہ تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں گے یعنی تم کو ولی اللہ بنا دیں گے۔ اس سے بڑھ کر تقویٰ کا کیا انعام ہو سکتا ہے؟

توبہ و استغفار پر بھی تقویٰ کے انعامات

اب دیکھیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم کہ قرآن پاک میں متقیوں کے لیے جو فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توبہ کرنے والوں کے لیے بھی وہ فضیلتیں بیان کیں۔ توبہ کرنے والوں کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم توبہ کر لو تمہیں بھی وہ نعمتیں ملیں گی جو متقیوں کو ملتی ہیں، مخرج یعنی نکلنے کا راستہ اور ہر نعم سے نجات مل جائے گی اور تمہیں رزق ایسی جگہ سے دیں گے کہ وہاں سے تمہیں گمان بھی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر جو نعمتیں بیان فرمائیں، رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گناہوں سے استغفار و توبہ کرنے والوں کو بھی وہی نعمتیں دلا دیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی شرح میں لکھ دیا کہ **إِنَّ الْمُسْتَغْفِرِينَ نَزَّلُوا مَنزِلَةً الْمُتَّقِينَ** یعنی معافی مانگنے والے اللہ کے یہاں اولیاء اللہ کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ

یعنی اے گناہ گارو! تم توبہ کرو، ہم تمہیں صرف معافی ہی نہیں دیں گے، بلکہ تمہیں اپنا محبوب بھی بنا لیں گے۔

دیکھو فرما رہے ہیں کہ کروڑوں کروڑوں گناہ کر لو، اگر ایک دفعہ اشکِ ندامت گرا دو بس! سمجھ لو کہ کام بن گیا، معافی ہو گئی۔ ہم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ معاف کرتے کرتے تھک نہیں سکتے۔

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے

زمیں کو کام ہے کچھ آسمان سے

اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا سیکھو۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب گناہ گار بندہ روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ القدر کی تفسیر میں حدیث شریف نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب گناہ گار بندہ رورور کر معافی مانگتا ہے تو ہمیں اس کے رونے کی آواز **سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ** کہنے والوں کی آوازوں سے زیادہ پسند آتی ہے۔ بتاؤ! اور کیا چاہتے ہو؟ اور یہ بھی فرما رہے ہیں خبردار! رحمت سے ناامید مت ہونا، ورنہ جہنم میں ڈال دوں گا۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جیسے کوئی ابا کہے کہ خبردار بیٹو! مجھ سے ناامید مت ہونا ورنہ ڈنڈے لگا دوں گا، تو یہ انتہائی کریم ابا ہو گا ورنہ ابا کہتا: ناامید ہو گیا تو، جا بھاگ یہاں سے، دوسرے بیٹے کو دے دوں گا۔ ایسے ہی اللہ فرماتے ہیں کہ خبردار! اگر مجھ سے ناامید ہو گئے تو جہنم کے ڈنڈے لگا دوں گا۔ یہ انتہائی کرم ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۝۵۵

اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو ایک سیکنڈ میں معاف کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۰

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ ۝۶۰

ترجمہ: اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

۵۳: الزمر: ۵۵

۵۶: ہذا حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ اذ قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُؤُ أَنْ يَقُولَ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمَسْنَا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ نَخَافُ عَلَيْنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ يَقْلِبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ. أخرجه الترمذی فی سننہ: ۳۶۱۲/۲ برقم (۲۱۳۰) فی باب ما جاء أن القلوب بین إصبعی الرحمن

دین پر ثباتِ قدمی کی مسنون دعا

بروایت بخاری شریف سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا سکھادی کہ یوں کہو اللہ سے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اے ہماری ماں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری جب آپ کے یہاں ہوتی تھی، تو کون سی دعا زیادہ پڑھتے تھے؟ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہماری ماں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے **يَا مُقَدِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ** اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو دین پر قائم رکھیے۔ تو جو مانگے گا اس کو دیں گے۔

جو اللہ سے گڑگڑا کے مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو استقامت دیتے ہیں اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ جس کی استقامت خطرے میں رہتی ہو یعنی کبھی توبہ کرتا ہے اور کبھی توبہ توڑتا ہے، چند دن تو مستقیم رہتا ہے بعد میں ٹیڑھا راستہ گناہوں کا اختیار کر لیتا ہے، ایسے شخص کو کثرت سے **يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ** پڑھنا چاہیے۔ اس میں اسمِ اعظم ہے کہ اے زمین اور آسمانوں کو سنبھالنے والے! میرا دل سنبھالنا آپ پر کوئی مشکل نہیں اور یہ بخاری شریف کی دعا **يَا مُقَدِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ** کثرت سے پڑھتے رہیے اور دل لگا کر پڑھیے، درد سے پڑھیے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود کثرت سے پڑھتے تھے تو ہم کو آپ کو کتنا پڑھنا چاہیے، لہذا کثرت سے پڑھتے رہیے **يَا مُقَدِّبَ الْقُلُوبِ** اے دلوں کے بدلنے والے! **ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ** ہمارے دل کو اپنے دین پر قائم فرما۔

حدیث نمبر ۶۱

أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ الدَّلِيلِ^۱

ترجمہ: میری امت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن ہیں اور رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں۔

۱۔ هذا حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما أنه قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ الدَّلِيلِ". أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ۲: ۵۵۶/۲، رقم ۲۰۳، دار الكتب العلمية

حُفَاطِ قرآنِ اُمتِ کے بڑے لوگ ہیں

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن ہیں یعنی جو بچے حافظ ہو گئے یہ اُمت کے بڑے لوگ ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کو بڑے لوگ فرمائیں آج ہم ان کو حقیر سمجھتے ہیں، نعوذ باللہ! ایسے ایسے جملے کہتے ہیں کہ میاں حافظِ قرآن ہو گئے، اب جمعرات کی روٹیوں کا انتظار کریں گے۔ ارے! امریکا کی ڈگری لے آتے تو کچھ ہو جاتے۔ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ**

حملۃِ القرآن اور اصحابِ اللیل کا ربط

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن ہیں۔ لیکن جہاں قرآن شریف رکھا جائے وہ جزدانِ قیمتی ہو، یا گند اور کٹا پھٹا ہو؟ وہ تو صاف ستھرا ہونا چاہیے اور وہاں خوشبو بھی ہونی چاہیے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن پاک کے حافظوں کے جسم و روح کے لیے ایک قید لگادی اور وہ ہے **أَصْحَابُ اللَّيْلِ**، تاکہ جس سینہ میں قرآن پاک ہو اس میں چار قسم کی خوشبو بھی ہونی چاہیے اور یہ خوشبو کیسے آئے گی؟

حافظِ قرآن کے لیے تہجد کی اہمیت

حَمَلَةُ الْقُرْآنِ کے بعد فوراً **أَصْحَابُ اللَّيْلِ** فرمانا ظاہر کر رہا ہے کہ حافظِ قرآن راتوں کی نماز بھی پڑھتے ہوں۔ جو حافظِ قرآن **أَصْحَابُ اللَّيْلِ** ہوں گے ان میں چار قسم کی خوشبو آجائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

**عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَابُّ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ
لِلْسَيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ**^۱

اے میری امت کے لوگو! رات کی نماز مت چھوڑنا، اس کو لازم پکڑ لو، **عَلَى** لزوم کے لیے ہے۔ اور چار قسم کی خوشبو کیا ملیں گی؟

۱۔ ہذا حدیثُ اَبی اَمَامَةَ البَاهِلِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: عَلَيكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَابُّ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلْسَيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ. أخرجه الترمذی فی سننہ (۱۹۵/۲) برقمہ (۳۵۴۹) فی باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

- (۱) **فَاتِنَّهُ دَابُّ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ** تم سے پہلے تمام صالحین کا شیوہ رہا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے صالحین ہوئے تمہارا نام ان صالحین کے رجسٹر میں لکھ دیا جائے گا۔ اور دوسری خوشبو کیا ہے؟
- (۲) **وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ** تم اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقرب بن جاؤ گے۔ تیسری خوشبو کیا ہے؟
- (۳) **وَمَكْفَرَةٌ لِلْسَيِّئَاتِ** تمہاری خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔ اور خوشبو نمبر چار کیا ہے؟
- (۴) **وَمَنْهَاهَا عَنِ الْإِثْمِ** گناہ سے بچنے کی طاقت تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی۔

سارے عالم کے اولیاء اللہ کی دعائیں لینے کا طریقہ

قیام اللیل سے ایک فائدہ یہ ملا کہ سارے عالم کے صالحین، اقطاب، ابدال، غوث، اولیاء اللہ، چاہے بیت اللہ میں ہوں یا مدینہ پاک میں یا عالم کے کسی گوشہ میں ان کی دعائیں آپ کو مل جائیں گی۔ دلیل سنئے۔ سارے عالم میں جتنے مسلمان نمازی ہیں، چاہے بیت اللہ میں ہوں یا روضۃ المبارک میں وہ التحیات میں **وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ** پڑھیں گے یا نہیں؟ تو **فَاتِنَّهُ دَابُّ الصَّالِحِينَ** سے جب آپ صالحین میں داخل ہو گئے، تو سارے عالم کے مسلمانوں کی دعا آپ کو مفت میں بلا در خواست مل جائے گی۔ حدیث پاک کا یہ جملہ **فَاتِنَّهُ دَابُّ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ** اور التحیات کا یہ جملہ **الْسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ** دونوں جملوں کو ملاؤ، تو یہ مطلب ہوا کہ جو صالحین میں شامل ہو جاتا ہے سارے عالم کے اولیاء کی دعائیں اسے خود بخود ملتی ہیں۔ یہ علم عظیم اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا، یہ میں نے کتابوں میں نہیں پڑھا، لیکن اللہ والوں کی جو تیتوں کے صدقہ میں کیا ملتا ہے اس کو مولانا رومی نے بیان فرمایا ہے۔

بنی اندر خود علوم انبیا

اگر تم اللہ والوں کی غلامی کر لو تو اپنے سینہ میں فیضانِ علوم انبیاء پاؤ گے۔

قیام اللیل سے گناہوں سے بچنے کی ایک روحانی طاقت پیدا ہوتی ہے اور حدیث میں یہ قید نہیں ہے کہ تین بجے رات ہی کو پڑھنے سے یہ طاقت آئے گی، عشاء کے بعد ہی اگر پڑھ لو تو ان شاء اللہ تعالیٰ چاروں فائدے آپ کو مل جائیں گے۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یہ دنیوی اطباء یونان کا نسخہ نہیں ہے جس میں خطرہ ہو سکتا ہے کہ فائدہ کرے یا نہ کرے۔ طب یونانی میں احتمال ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے وافر فائدہ کرے اور ہو سکتا ہے کہ فائدہ نہ کرے، لیکن طب ایمانی کا ہر نسخہ سو فیصد مفید ہے بشرطیکہ بد پرہیزی نہ

کرے اور بد پرہیزی کیا ہے؟ اسبابِ گناہ سے قریب رہنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ** **فَلَا تَقْرَبُوهَا** اسبابِ گناہ کے قریب نہ رہو، مردوں کے قریب نہ رہو، لڑکیوں کے قریب نہ رہو جو **لَا تَقْرَبُوا** ہے **لَا تَفْعَلُوا** ہے گا اور جو **تَقْرَبُوا** ہے گا ایک دن **تَفْعَلُوا** ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ امت کے بڑے لوگ حافظ قرآن اور اصحاب اللیل یعنی تہجد گزار لوگ ہیں اور تہجد کے چار فوائد ہیں کہ ان کا شمار صالحین میں ہو جائے گا یعنی وہ برے اخلاق سے پاک ہو جائیں گے اور اللہ کے مقرب ہو جائیں گے، ان کی خطائیں معاف اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی۔ پس حفاظِ کرام کی عظیم الشان ولایت کا یہ نسخہ ہے کہ وہ سب تہجد گزار ہو جائیں۔ یہ نسخہ ان کی عظمت کا علمبردار ہے۔

تہجد کا آسان طریقہ

اب کوئی کہے کہ تین چار بجے رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا تو بہت مشکل ہے، بارہ بجے رات تک تو ہماری دوکان کھلی رہتی ہے۔ تو میں آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں کہ آپ سب سو فیصد تہجد گزار ہو جائیں اور رات کو تین بجے بھی کسی کو نہ اٹھنا پڑے۔ وہ کیا نسخہ ہے؟ وہ ابھی بتاتا ہوں، لیکن آپ لوگ زندگی بھر مجھے **جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا** کہنا۔

عشاء کے چار فرض اور دو سنت پڑھنے کے بعد وتر سے پہلے دو رکعت بہ نیت تہجد یا بہ نیت قیام اللیل پڑھنا کیا مشکل ہے؟ ان ہی دو رکعت تہجد میں صلوٰۃ توبہ، صلوٰۃ حاجت، صلوٰۃ استخارہ کی نیت بھی کر سکتے ہیں۔ دو ہی رکعت میں کئی نیت کر کے ثواب کے مختلف قسم کے لڈو مل سکتے ہیں۔ دو رکعت تہجد کے بعد معافی مانگ لیجیے، کیوں کہ صلوٰۃ توبہ کی نیت کی تھی، لہذا توبہ کر لیجیے کہ دن بھر میں جو کچھ نالائقیوں ہو گئی ہوں تو اے اللہ! معاف فرما دیجیے۔ خاص کر ری یونین میں بے پردگی عام ہے، یہاں خطا کا زیادہ امکان ہے۔ صلوٰۃ حاجت کی نیت کی تھی، حاجت مانگ لیجیے۔

سونے سے پہلے نماز تہجد کی شرعی دلیل

عشاء کے چار فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے چند نفل پڑھنے سے کیا ہم قائم اللیل ہو جائیں گے اور قیامت کے دن کیا ہم کو تہجد گزاروں کا درجہ مل جائے گا؟ علماء کو حق ہے کہ اس کا ثبوت اختر سے مانگ لیں، لہذا اب میں اس کا ثبوت یعنی شرعی دلیل پیش کرتا ہوں۔

دلیل نمبر ۱: ازامداد الفتاویٰ: حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ جو عشاء کے بعد چند رکعات نفل بہ نیت تہجد پڑھ لے وہ بھی قیامت کے دن تہجد گزاروں میں اٹھایا جائے گا۔ یہ تو امداد الفتاویٰ کی دلیل ہو گئی۔

دلیل نمبر ۲: از شامی: اب میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جو فقہ کی سب سے بڑی کتاب مانی جاتی ہے اس کی جلد نمبر ۱ سے حوالہ دیتا ہوں۔ علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو شخص عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لے گا اس کی بھی سنت تہجد ادا ہو جائے گی۔ اب دلیل کے لیے عربی عبارت پیش کرتا ہوں تاکہ علماء حضرات کو تشنگی باقی نہ رہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے حدیث نقل کرتے ہیں، کیوں کہ فقہ تابع ہے حدیث کے۔ جس فقہ کا سہارا حدیث پر نہ ہو وہ معتبر نہیں۔

صلوٰۃ تہجد بعد عشاء کی دلیل بالحدیث

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ جس حدیث سے اپنا مسئلہ پیش کر رہے ہیں اس کو نقل کرتے ہیں:

وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ^{۱۹}

ہر وہ نماز جو نماز عشاء کے بعد پڑھی جائے گی قیام اللیل میں داخل ہے۔ اب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت کہ **لَيْسَ مِنَ الْكَامِلِينَ مَنْ لَا يَقُومُ اللَّيْلَ** جو رات کی نماز یعنی تہجد نہیں پڑھتا وہ کامل ہو ہی نہیں سکتا، لہذا اب آپ آسانی سے کامل ہو سکتے ہیں کہ سونے سے پہلے رات ہی کو تہجد پڑھ لیں۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں شامی کا فیصلہ یہ ہے کہ **فَإِنَّ سُنَّةَ التَّهَجُّدِ تَحْضُلُ بِالتَّنْفُلِ** **بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ** اس شخص کی سنت تہجد ادا ہو جائے گی جو عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے چند رکعات نفل پڑھ لے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ آدھی رات میں اٹھ کر پڑھ رہے ہیں وہ پڑھنا چھوڑ دیں۔ جو لوگ بریانی کھا رہے ہیں وہ کھاتے رہیں، یہ تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کو بوجہ ضعف یا سستی کے بریانی نہیں ملتی وہ عشاء کے بعد کم از کم گوشت روٹی کھالیں پھر اگر آخر رات میں آنکھ کھل

^{۱۹} هذا مروى عن إيباس بن معاوية المزني رحمه الله تعالى مرسلًا أنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا بُدَّ مِنْ صَلَاةِ بَلِيْلِ، وَتَوَاتُرًا، وَتَوَاتُرًا، وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْأَخِيرَةِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ. أخرجه الطبراني في معجمه الكبير: ۲۳۳/۱، برقم (۸۵)

جائے تو اس وقت دوبارہ پڑھ لیں تو کس نے منع کیا ہے؟

بچوں کو بعد عشاء تہجد کی مشق

جو بچے حافظ قرآن ہو جائیں ان کو عشاء کے بعد وتر سے پہلے دو رکعات تہجد کی نیت سے پڑھو ادیس، تاکہ وہ اس حدیث کے پورے مصداق ہو جائیں جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے بڑے لوگ حافظ قرآن اور اصحاب اللیل ہیں۔ دارالاقامہ میں اس کا اہتمام کیا جائے کہ عشاء کے فرض اور سنت کے بعد دو رکعات پڑھوادی جائیں، اس کے بعد وتر پڑھیں اور یہ حدیث سمجھادیں کہ دیکھو بیٹے! تم حامل قرآن تو ہو گئے، لیکن اب اصحاب اللیل ہو جاؤ تاکہ اس حدیث پاک کے دونوں جز کے تم مصداق ہو جاؤ۔

شرح حدیث بعنوان دیگر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ**ؑ میری امت کے بڑے لوگ حافظ قرآن اور تہجد گزار ہیں، **حَمَلَةُ الْقُرْآنِ** کے بعد **أَصْحَابُ اللَّيْلِ** فرما کر یہ بتا دیا کہ یہ شرافت مکمل جب ہوگی جب مقرب بالکلام کے ساتھ مقرب بصاحب الکلام یعنی مقرب بالمتکلم بھی ہو۔ مراد یہ ہے کہ حافظ قرآن اللہ تعالیٰ کا مقرب بھی ہو، مگر اس قرب خاص کے حصول کا ذریعہ تہجد کی نماز ہے۔ چنانچہ تہجد کے فضائل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار باتیں بیان فرمائی ہیں۔ **عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ** یہ **عَلَى** وجوب کے لیے نہیں ترغیب کے لیے ہے اور وجوب بھی اگر مانا جائے تو وجوب رابطہ کہا جاسکتا ہے، شرعی اور ضابطہ کا وجوب مراد نہیں، چنانچہ مفتی بہ قول یہی ہے کہ یہ نماز سنت مؤکدہ بھی نہیں نفل ہے جو موجب قرب ہے اور اس نماز کو اگر آخر شب میں نہ پڑھ سکے تو وتر سے قبل دو رکعت ہی پڑھ لے بہ نیت صلوٰۃ اللیل اور دوسری صورت یہ ہے کہ اشراق کے وقت قضا کر لے۔

وہ چار باتیں نافع نماز تہجد کی یہ ہیں: (۱) **فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ** جملہ صلحاء امت کا معمول ہے اور مشابہت بالمحبوبین والمقبولین سبب محبوبیت و مقبولیت ہے۔ (۲) **وَقُرْبَةٌ تَكُمُ إِلَى رَبِّكُمْ** یہ نماز مقرب بارگاہ حق بناتی ہے **إِلَى** کے استعمال میں کبھی غایۃ مغیا میں داخل ہوتی ہے جیسے **ذَهَبْتُ**

۱۔ شعب الایمان للبیہقی ۴/۱۳۳ (۲۳۲۰)۔ فصل فی تنویر موضع القرآن، المکتبۃ الرشیدیۃ

إِلَى مَسْجِدٍ تو مراد یہ نہیں ہوتی کہ صرف مسجد کے دروازے سے واپس آگئے، بلکہ اندر داخلہ مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح **إِلَى رَبِّكُمْ** سے مراد دربارِ خاص میں داخلہ ہے۔ (۳) **وَمَكْفَرَةٌ لِلْسَيِّئَاتِ** اور گناہ مٹا دینے کا ذریعہ ہے۔ (۴) **وَمَنْهَا عَنِ الْإِثْمِ** اور گناہوں سے روکنے کا ذریعہ ہے یعنی سیناتِ ماضی کو فنا کر دے گی اور مستقبل کے سینات سے تحفظ کا ذریعہ بنے گی۔

احقر نے یہ تقریر ہر دوئی اشرف المدارس کے طلبائے کرام کے اجتماع میں کی تھی۔ حضرت مرشدنا ہر دوئی بھی تشریف رکھتے تھے۔ کچھ طلبائے کرام کا حفظ مکمل ہوا تھا، اس کا جلسہ تھا۔ اسی سلسلہ میں عرض کیا تھا کہ آپ حضرات حاملین قرآن تو ہو گئے، لیکن اشرفِ امت ہونے کے لیے **حَمَلَةُ الْقُرْآنِ** کے بعد فوراً **وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ** فرمایا۔ اس ترتیب اور تقدم و تاخر میں یہ حکمت بھی ہے کہ جو لوگ محض حفظ کر کے اعمال اور اصلاحِ اخلاق اور حضوری مع الحق کی دولت سے غافل رہیں گے تو خلق بھی ان کو اشرفِ امت نہ سمجھے گی۔ چنانچہ آج لوگوں کی نظر میں اہل علم کی جو بے قدری ہے اس کا سبب حق تعالیٰ سے رابطہ کی کمزوری ہے اور اس کے نتیجہ میں اعمال و اخلاق کی خرابی دیکھ کر عوام متوحش ہوتے ہیں اور بجائے عزت کے ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں جیسے رس گلہ جس میں رس نہ ہو اس کو جو کھائے گا تھو تھو کرے گا۔ رس گلہ اضافت مقلوبی ہے دراصل گولہ رس تھا پھر رس گولا ہوا اور بگڑتے بگڑتے رس گلہ ہو گیا۔ پہلے گولا بنایا جاتا ہے پھر اس کو شکر کے توام میں ڈالا جاتا ہے جس کے بعد وہ رس گلہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس کو شکر کے توام میں نہ ڈالا جائے تو خالی گولا رہے گا اس میں رس نہ ہو گا، جو کھائے گا وہ ناقدری کرے گا، کیوں کہ گولا محض ہے رس غائب ہے۔ یہی حال ہم لوگوں کا ہے کہ ہم کو مخلوق اللہ کے دردِ محبت کا حامل سمجھتی ہے، لیکن جب قریب سے سابقہ پڑتا ہے تو ہم کو خالی اور صفر پاتی ہے، ہمارے علم و عمل میں فاصلہ دیکھ کر حقیر سمجھتی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ہم ظاہری تعلیم تو حاصل کر لیتے ہیں، مگر اہل اللہ کی صحبت سے حق تعالیٰ کی محبت کا رس نہیں حاصل کرتے، ورنہ اگر ہمارا دل حاملِ دردِ محبت بھی ہو جائے تو جدھر سے ہم نکلیں گے اس کی خوشبو لوگوں کو مست کر دے گی، ہماری آنکھوں سے حق تعالیٰ کا تعلق جھلکے گا، اللہ تعالیٰ کی محبت چھلکے گی۔

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی مری چشمِ پُر آب میں

ایک شعرِ احقر کا اپنا یاد آیا۔

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلمان ہوں گے

حدیث نمبر ۶۲

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ
أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلُ ۝

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے بہت زیادہ محبوب ہے یہ بات کہ
میں اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں شہید کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر
میں شہید کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں شہید کر دیا جاؤں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمنائے شہادت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے دنیا والو! سن لو! میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں
اللہ کے راستے میں جان دے دوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر جان دے دوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر جان دے دوں
پھر زندہ کیا جاؤں پھر جان دے دوں۔ تین چار دفعہ آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ کے راستے میں جان دینا پیارا نہ ہوتا
تو اللہ کا پیارا اس بات کا اعلان نہ کرتا۔

جنت میں شہداء کی دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

جنت میں اللہ تعالیٰ اہل جنت سے پوچھیں گے کہ کیا جنت میں کسی چیز کی کمی ہے؟ کیا تم لوگ دنیا میں
جانا چاہتے ہو؟ سب لوگ کہیں گے کہ ہمیں دنیا میں جانے کی کوئی خواہش نہیں، جنت میں سب نعمتیں ہیں

۱۔ ہذا حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، أنه قال: سمعتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي رَجُلًا مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْبَبْتُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَعَزُّو فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَى ثُمَّ أُقْتَلُ. أخرجه البخاري في صحيحه ۳۶۲/۱، برقم (۲۷۹۷) في
باب تمنى الشهادة.

لیکن شہید کہیں گے کہ جنت میں ایک نعمت نہیں ہے اس کے لیے ہم دوبارہ دنیا میں جانا چاہتے ہیں۔ اللہ پاک پوچھیں گے کہ وہ کیا نعمت ہے جو جنت میں نہیں ہے؟ شہداء کہیں گے کہ جنت میں یہ چیز نہیں ہے کہ آپ کے راستے میں کافروں سے لڑ کر اپنا خون پیش کرنا، جامِ شہادت نوش کرنا اور جان دینا۔

ہمارا اسلام خونِ نبوت اور خونِ صحابہ کا ممنونِ کرم ہے

اُحد کے دامن میں ایک ہی وقت میں ستر صحابہ شہید ہو گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس وقت ہر شہید کا جنازہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ مرا

جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے

بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

چھوٹے چھوٹے بچوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! **آئینِ آبی** میرے ابا کہاں ہیں؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، چھوٹے چھوٹے بچوں سے کس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے کہ تمہارے ابو شہید ہو گئے۔ اسلام ہمیں یوں ہی نہیں مل گیا۔ اس دین پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خونِ مبارک بہا ہے۔ میدانِ اُحد میں آپ سر سے پاؤں تک لہو لہان ہو گئے۔ اگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خونِ نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خونِ شہادت نہ بہتا تو آج ہم سیتا رام، رام پرشاد اور نہ جانے کیا کیا ہوتے۔ آج خونِ نبوت اور خونِ صحابہ کے صدقہ میں ہم تک اسلام آیا ہے۔

حدیث نمبر ۶۳

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ۝

۱۱۱۔ هذا مختصر من حديث أبي الدرداء رضي الله عنه أنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ. قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يَحَدِّثُ عَنْهُ قَالَ "كَانَ أَحَبَّ الْبَشَرِ". أخرجه الترمذی فی سننه: ۱۸۷/۲، رقم (۳۸۲۸) فی باب مَا جَاءَ فِي عَقْدِ التَّسْبِيحِ بِالْيَدِ. باب منه و قال هذا حدیث حسن غریب، و البزار فی مسنده: ۲۸-۲۹/۱۰، رقم (۳۰۸۹)، مکتبۃ العلوم والحکم، وأخرجه الحاكم فی المستدرک: ۲/۲۰۷، رقم (۳۳۱)، دار الکتب العلمیة

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور ان لوگوں کی محبت مانگتا ہوں جو آپ سے محبت رکھتے ہیں اور ان اعمال کی توفیق مانگتا ہوں کہ جن سے آپ کی محبت بڑھ جائے۔ اے اللہ! آپ کی محبت میرے قلب میں میری جان سے زیادہ اور میرے اہل و عیال سے زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ ہو۔

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا

ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

یہ ذوق کہ اللہ والوں یعنی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں میں زندگی گزارنا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد اور شوقِ نبوت اور ذوقِ نبوت ہے۔

النعامِ محبت

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مرتبہ سے نوازا ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آج اس کے آرام کدہ اور گھر سے بے گھر کر کے حکم دے رہا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۗ

جو بندے میرے عاشق ہیں اور مجھے یاد کر رہے ہیں آپ ان کے پاس جا کر بیٹھیے تاکہ آپ کی صحبت کے صدقے میں انہیں نسبتِ قویہ عطا کر دوں اور آپ کی خوشبو سے انہیں ایسا بسادوں کہ جس طرف سے وہ گزریں آپ کی خوشبو پھیل جائے اور ان کے ذریعہ سے قیامت تک میری محبت کی تاریخ قائم ہو جائے، کسی کے جہاد سے، کسی کی شہادت سے، کسی کی فراست سے، کسی کی عبادت سے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں، تو آپ فوراً سمجھ گئے کہ **يَدْعُونَ رَبَّهُمْ** والے یہی لوگ ہیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کیوں یاد کر رہے ہو؟ عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔

نیت کا اثر

میرے مُرشد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص **سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ** کہہ رہا

ہے اور سڑک سے گزر رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجھے اللہ والا سمجھ کر چندہ دیں، میری خوب خاطر ہو کہ یہ بہت بڑا عاشقِ حق جا رہا ہے تو اس کے ہر **سُبْحَانَ اللَّهِ** کہنے پر گناہ اور وبال لکھا جا رہا ہے کیوں کہ اس کا ذکر اللہ کے لیے نہیں ہے، پیٹ اور دنیا اٹھنے کے لیے ہے۔ اور ایک آدمی اللہ کا حکم سمجھ کر اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے امر و نہی کر رہا ہے اور وہ سڑک پہ کہہ رہا ہے کہ لے امر و، لے امر و تو اس کو ہر لے امر و کہنے پر **سُبْحَانَ اللَّهِ** سے زیادہ ثواب لکھا جاتا ہے، کیوں کہ سبحان اللہ مستحب و نفل ہے اور حلال کمائی فرض ہے:

طَلَبَ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ^{۱۴}

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تمہاری عاشقی ہم تسلیم کرتے ہیں، کیوں کہ یاد وہی کرتا ہے جو عاشق ہوتا ہے **مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرُهُ**^{۱۵} جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

جو لوگ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خاص اولاد ہیں، اگر ان سے خطا ہو جاتی ہے تو چین سے نہیں رہتے، چائے نہیں پیتے، مکھن نہیں لگتے، سمو سے نہیں اڑاتے۔ دو رکعت توبہ کی پڑھ کر سجدہ گاہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں، تڑپ کر مالک کو راضی کرتے ہیں اور اپنے بابا کی میراث **رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا** کو استعمال کرتے ہیں کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کام اسی سے بنا تھا اور آپ کو تاجِ خلافت اسی سے عطا ہوا تھا۔ تو جو حضرت آدم علیہ السلام کی خاص اولاد ہیں، ان سے اگر خطا ہو جاتی ہے تو وہ بھی **رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا** کہہ کر روتے ہیں اور جب تک ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز نہیں آ جاتی کہ ہم نے معاف کر دیا، اُس وقت تک چائے اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں، کباب بریانی کو اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں۔ نعمتیں دینے والے کو ناراض کر کے جو نعمتیں ٹھونستا ہے وہ نالائق ہے، بے غیرت ہے۔ شرافتِ بندگی کا تقاضا ہے کہ گناہ کر کے پہلے توبہ کرو، اتنا روؤ کہ آسمان سے آواز بغیر حروف کے دل میں آ جائے کہ ہم نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی آواز حروف کی محتاج نہیں ہے۔ بغیر حروف کے آواز آتی ہے، الہام ہوتا ہے، مضمون کے لیے حروف کی ضرورت نہیں۔ مفہوم آتا ہے پھر وہ اپنے ملفوظ میں پیش کرتا ہے۔

^{۱۴} ہذا حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ أنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طَلَبَ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ". أخرجه البيهقي في شعب الإيمان (۲۲۰/۶). دار الكتب العلمية برقم (۸۷۴)

^{۱۵} ہذا جزء حدیث روی عن مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ قَالَ: "عَلَامَةُ حُبِّ اللَّهِ دَوَامُ ذِكْرِهِ لِأَنَّ مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرِهِ" قَالَ الْخَلِيبِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: "وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَحَبُّ اللُّزُومِ لِأَنَّ مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرِهِ فَحَبَّةُ اللَّهِ تَعَالَى لَزُومٌ لِذِكْرِهِ" قَالَ الْخَلِيبِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: "وَهَذَا الَّذِي فَسَّرَهُ هَذَا النُّقَابُ بِهِ الْمَحَبَّةُ مِنْ أَنَّهُ اللُّزُومُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِ أَهْلِ اللِّسَانِ لِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ: أَحَبُّ الْجَمَلِ إِذَا بَرَكَ فَلَزِمَ مَكَانَهُ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ: ۳۸۸/۱ برقم (۵۰۱) فِي فَصْلِ فِي مَعَانِي الْمَحَبَّةِ. دار الكتب العلمية

ایک دفعہ ایک صاحب نے مجمع میں پوچھا کہ گناہوں کی معافی کا طریقہ آپ نے آہ وزاری، اشکباری بتایا تھا، لیکن کتنا روؤں کتنی توبہ کروں اور کیسے معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا؟ اس کی کوئی علامت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائیں گے تو شانِ رحمت کا احساس قلب کو ہو جائے گا، دل میں ٹھنڈک اور سکون آجائے گا۔ یہی علامت ہے کہ معافی ہو گئی۔

اشد محبت مانگنے کا طریقہ حدیثِ پاک سے

اب اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں اس اشد محبت کے مانگنے کا ڈھنگ سکھا دیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگ کر اُمت کو سکھایا کہ اس طرح مانگو۔ واہ! کیا بات ہے۔ اتباع کی لذت الگ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی لذت الگ ہے۔ جب اُمتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا، تو الفاظِ نبوت نورِ نبوت کے حامل ہوتے ہیں، اس کے مزہ کا کیا پوچھتے ہو؟ نبی کے الفاظ کی لذت الگ، نبی کے اتباع کی لذت الگ اور اللہ سے مانگنے کی لذت الگ۔

اہل اللہ سے محبت ذوقِ نبوت ہے

اور کیا مانگو گے؟ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ** اے اللہ! مجھے آپ اپنی محبت دے دیجیے۔ **وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ** اور جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت بھی دے دیجیے، آپ کے عاشقوں کی محبت بھی میں مانگتا ہوں۔ اب آپ بتائیے کہ جو ظالم یہ کہے کہ کتابوں سے میں اللہ والا بن جاؤں گا، مجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کا یہ استغناء بخاری شریف کی اس حدیث کی روشنی میں حماقت ہے یا نہیں؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی محبت مانگ رہے ہیں، تو کون ظالم اس سے مستغنی ہو سکتا ہے؟ یہ دلیل ہے کہ یہ شخص کوراہے، مرادِ نبوت اور ذوقِ نبوت سے نا آشنا ہے۔ **وَحُبَّ عَمَلٍ يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ** اور اے اللہ! ایسے اعمال کی محبت دے دے جن سے تیری محبت ملے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کیوں مانگی گئی ہے؟ اس لیے کہ یہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان رابطہ ہے۔ یعنی اللہ والوں کی محبت میں یہ خاصیت ہے کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی محبت بھی مل جاتی ہے۔

دیکھو جگر صاحب کو ایک مرتبہ ایک اللہ والے بزرگ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نصیب ہوئی تو کیسے اللہ والے بن گئے؟ شراب سے توبہ کر لی، حج کر آئے، داڑھی بھی رکھ لی اور ان شاء اللہ خاتمہ بالخیر بھی نصیب ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ کی محبت کتنی ہونی چاہیے؟ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے، الفاظِ نبوت میں مانگو، ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی، کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ہیں، آپ کے الفاظ بھی مقبول ہیں، مقبول لغت نبوت میں مانگو گے تو آپ کی دعا رد نہیں ہوگی ان شاء اللہ، یاد کرو۔ خالق حیات کی باتیں پیش کرتا ہوں جن سے حیات برستی ہے۔ خالق حیات اپنے عاشقوں پر حیات اور نافرمانوں کے دلوں پر موت برساتا ہے۔ چہرہ دیکھو تو پتا چل جائے گا کہ اس پر لعنت و پھٹکار ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو بد نظری کر کے آیا تھا، فرمایا کہ **مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَرَشَّحُ مِنْ أَعْيُنِهِمُ الرِّينَا** کیا حال ہے ایسی قوموں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت نہیں فرمائی؟ **لَعْنَةُ اللَّهِ النَّاطِرِ** جو بد نظری کرتا ہے اس پر لعنت ہو۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے، تو کیا لعنت کے اثرات چہرہ پر نہیں آئیں گے؟

اہل و عیال سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

اس کے بعد فرمایا: **وَمِنْ أَهْلِي** اے اللہ! اپنی محبت مجھے میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ دے دے۔ یہ نہیں کہ بیوی نے کہا کہ ٹیلی ویژن نہیں لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گی، تو مارے ڈر کے لے آیا۔ بھائی! ہرگز اللہ تعالیٰ کو ناراض مت کرو، بیوی کی تمام ڈیمانڈ پوری کرو، اگر اچھے کپڑے کو کہے، لے آؤ، کوکا کولا لے آؤ، مرنڈا مانگے، لادو، سیون اپ پلا دو اور شوگر والی ہے تو ڈائٹ سیون اپ لے آؤ اور ٹھنڈی کر کے پلاؤ۔ حلال نعمتیں اس پر برسائو، لیکن جب اللہ کی نافرمانی کو کہے کہ ننگی فلمیں لے آؤ، تو کہہ دو کہ میری جان لے لو مگر ایمان نہ لو، ایمان نہیں دے سکتا۔

جہاں تکیر بادشاہ سے نور جہاں نے کہا کہ شیعہ ہو جاؤ۔ پوچھا: کیوں؟ کہا کہ تم میرے عاشق ہو اور عاشق کو چاہیے کہ معشوق کا مذہب اختیار کرے، تو اس نے کہا کہ جاناں بہ تو جاں دادم نہ کہ ایمان دادم۔ اے نور جہاں میری محبوبہ! تجھ پر میں نے جان دی ہے ایمان نہیں دیا ہے۔

۱۶ ذکرة القرطبي في تفسيره الجامع لاحكام القرآن: ۲۲/۱۰، في آية سورة الحجر (۵)، دارالكتب العربي القاهرة ولفظه وفي عينيه اثر الرينا

شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

تیسرا جملہ ہے **وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ** اے اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی دے دے کہ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ۔ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے رگ رگ میں جان آجاتی ہے، جان میں سینکڑوں جان معلوم ہوتی ہے۔ اس شدید پیاس میں پانی جتنا پیارا ہوتا ہے، اے اللہ! اس سے زیادہ آپ مجھے پیارے ہو جائیے، اپنی ایسی محبت میری جان کو عطا فرمادیتے۔

اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الشَّلْحِ كِي الْهَامِي تَشْرِيح

گناہوں سے دل پر دو قسم کے عذاب آتے ہیں، ایک تو اندھیرا پیدا ہوتا ہے اور دوسرے دل میں جلن اور سوزش پیدا ہوتی ہے، اس لیے کہ گناہ کا تعلق دوزخ سے ہے، لہذا دل میں گرمی، جلن اور سوزش اور اندھیرا پیدا ہوتا ہے، اسی لیے سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں استغفار کا عجیب مضمون عطا فرمایا ہے:

اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الشَّلْحِ

اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو دے برف کے پانی سے **وَالْبَرْدِ** اور اولے کے پانی سے۔ میرے شیخ نے مجھے جب یہ حدیث پڑھائی تو ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ جو نیپور سے اعظم گڑھ آئے ہوئے تھے اور مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے سوال کیا کہ برف اور اولے کے پانی سے گناہوں کے دھلوانے کی کیوں درخواست کی جارہی ہے؟ حضرت کو جواب معلوم نہیں تھا۔ آنکھ بند کر کے سر کو جھکایا اور چند سیکنڈ کے بعد فرمایا کہ آگیا آگیا، جواب آگیا۔ فرمایا کہ گناہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں: ایک حرارت اور گرمی، دوسری اندھیرے۔ گناہوں سے اندھیرے کیوں آتے ہیں؟ اس کا جواب اختر سے سن لو کہ چوں کہ سورج کے ڈوبنے سے عالم میں اندھیرا پیدا ہو جاتا ہے، تو سورج کا پیدا کرنے والا جس سے منہ پھیر لے اس کے دل میں اندھیرا نہیں آئے گا؟ میرے شیخ نے فرمایا کہ برف کا پانی ٹھنڈا ہوتا ہے، اس کے ذریعہ گناہوں کے دھونے کی درخواست کی جارہی ہے، تاکہ گناہوں کی گرمی ٹھنڈک سے تبدیل ہو جائے اور اولے کا پانی چمکدار ہوتا ہے، اس کے ذریعہ سے اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔

حدیث نمبر ۶۴

اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَ أَمِتْنِي مِسْكِينًا وَ أَحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ
الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۱۸

ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھے اور مسکنت ہی میں موت دیجیے اور آخرت میں
بھی مساکین کی جماعت کے ساتھ میرا حشر ہو۔

بمبئی میں ایک دن میرا بیان ہوا جس میں، میں نے یہ حدیث پڑھی **اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَ أَمِتْنِي
مِسْكِينًا وَ أَحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ** یعنی اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھے اور مسکین ہی مارے
اور مسکینوں میں میرا حشر فرمائیے۔ میں نے اس کی شرح بیان کی جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں
لکھی ہے کہ یہاں مسکین کے معنی یہ نہیں ہیں کہ امت غریب ہو جائے۔ مسکین کے معنی ہیں **الْمَسْكِينُ**
مِنَ الْمَسْكِنَةِ وَ هِيَ غَلْبَةُ التَّوَاضُّعِ عَلَى وَجْهِ انْكَسَالٍ مسکنت کے معنی ہیں کہ غلبہ تواضع ہو،
کمال درجہ کی خاکساری ہو، فقیر اور غریب ہو جانامراد نہیں ہے۔ تو ایک صاحب کہنے لگے کہ تین سال سے
مارے ڈر کے میں یہ دعا نہیں مانگ رہا تھا کہ کہیں غریب نہ ہو جاؤں تو مسجد مدرسہ میں کیسے مال دوں گا؟ آج
اس کے معنی معلوم ہو گئے، آج سے پھر یہ دعا پڑھنا شروع کر دوں گا۔ کتنے صحابہ مال دار تھے، زکوٰۃ ادا کرتے
تھے، صدقہ خیرات دیتے تھے، اگر مسکین سے مفلس ہونا مراد ہوتا تو سارے صحابہ مفلس ہو جاتے۔ مراد یہ
ہے کہ دل مسکین ہو، ہاتھ میں پیسہ ہو، جیب میں پیسہ ہو اور دل میں نہ ہو، مال خوب ہو اور مال کا نشہ نہ ہو۔

حدیث نمبر ۶۵

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ أَتِ مُحَمَّدًا ۱۹

۱۸۔ هذا حديث أنس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَ أَمِتْنِي مِسْكِينًا وَ أَحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ
الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "لَأَنَّهُمْ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِأَرْبَعِينَ
حَرْفًا يَا عَائِشَةُ لَا تَدْرِي الْمَسَاكِينُ وَ لَوْ يَشِقُّ قَهْرًا يَا عَائِشَةُ أَحْيِي الْمَسَاكِينِ وَ قَرِّبِيهِمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقْرُبُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَخْرَجَهُ
الترمذی فی سننہ ۲۰/۲: برقم (۱۳۵۲) فی باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل الأغنياء، والبيهقي في سننه الكبرى
۱۷/۴: برقم (۱۳۵۲) دار الكتب العلمية، وفي شعب الإيمان ۲/۱۲۴/۳۰: برقم (۱۳۵۳، ۱۳۵۴) دار الكتب العلمية

الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا ۝ الَّذِي وَعَدْتَهُ ۝^{۱۹}

ترجمہ: اے اللہ! اے اس دعوتِ کاملہ اور صلوةِ دائمہ کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند مرتبہ اور اس میں غیر منتہی ترقی عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود تک پہنچا جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا۔

اذان کے بعد کی دعا

اذان کے بعد کی دعا کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں۔ اذان کے کلمات کا جواب دے دیکھے پھر جب اذان ختم ہو تو آپ درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھیے **اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اِنَّ مُحَمَّدًا ۝ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا ۝ الَّذِي وَعَدْتَهُ اِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيْعَادَ** یہ آخری جملہ مسند امام بیہقی میں ہے۔ اس دعا پر وعدہ ہے کہ **حَدَّثَ لَهٗ شَفَاعَتِي** بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی اور جب اس دعا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں **فَفِيهِ اِشَارَةٌ اِلَى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ** اس میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا، کیوں کہ شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کافر کو نہیں مل سکتی۔

دعا بعد الاذان

اذان کے بعد درود شریف پڑھنا لازم ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھو۔ یہ دعا پڑھنے والے کے حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔ یہ دعا اپنی بیویوں کو بھی سکھا دو **اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ** اے اللہ! آپ اس دعوتِ کاملہ کے رب ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں دعوتِ تامہ کا ترجمہ دعوتِ کاملہ کیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی بات ناقص نہیں ہو سکتی، اس لیے یہ دعوتِ کاملہ ہے اور رب کیوں فرمایا کہ آپ اس دعوتِ کاملہ کے رب ہیں، کلماتِ اذان کے لیے رب کا لفظ

^{۱۹} ہذا مختصر من حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اِنَّ مُحَمَّدًا ۝ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ الَّذِي وَعَدْتَهُ حَدَّثَ لَهٗ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيْحِهِ ۱/۸۶، برقم (۶۱۳) فِي بَابِ الدَّعَاءِ عِنْدَ النِّدَاءِ

نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے میں تمہاری جسمانی پرورش کرتا ہوں جب تم نماز پڑھو گے تو میں تمہاری روحانی پرورش بھی کروں گا، لہذا آؤ مسجد میں تمہارا رب بلا رہا ہے اور رب جب بلا تا ہے تو کوئی چیز کھلاتا پلاتا ہے کیوں کہ پالنے والا ہے۔ پس میں تمہیں روحانی ناشتہ کراؤں گا، اس لیے یہاں رب نازل فرمایا کہ آپ اس دعوتِ کاملہ کے رب ہیں جس سے آپ ہماری روحانی پرورش فرمائیں گے، مسجد میں نماز پڑھنے کی حالت میں ہمارا ایمان و یقین بڑھے گا اور روحانی تربیت ہوگی، ہماری روح زندہ ہوگی، ہمیں حیات پر حیات ملے گی، زندگی میں زندگی ملے گی۔ **وَالصَّلٰوةُ الْقَائِمَةُ** اور آپ اس نماز کی طرف بلا رہے ہیں جو قائم ہے۔ ملا علی قاری نے **قَائِمَةٌ** کا ترجمہ کیا ہے **دَائِمَةٌ** یعنی یہ نماز وہ ہے جو دائم ہے اور دائم کیوں ہے؟ کیوں کہ **لَا تَنْسُخُهَا مِلَّةٌ وَلَا تُغَيِّرُهَا شَرِيعَةٌ** اب کوئی شریعت و مذہب دوسرا نہیں آئے گا جو اس نماز کے ارکان کو بدل دے اس لیے فرمایا کہ **وَالصَّلٰوةُ الْقَائِمَةُ أَيْ الصَّلٰوةُ الدَّائِمَةُ** کہ یہ نماز قیامت تک قائم رہے گی جب تک اسلام رہے گا، اب کوئی اس کو بدل نہیں سکتا، اس نماز کے ارکان دائم رہیں گے، اب کوئی ملت اور شریعت اس میں تبدیلی نہیں کرے گی کیوں کہ ملتِ اسلامیہ ہی اب قیامت تک رہے گی، کوئی اور مذہب نہیں آئے گا۔ اس کے بعد ہے **أَبِ مُحَمَّدٍ ابِ الْوَسِيْلَةِ** اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان مرتبہ عطا فرما۔ وسیلہ کے معنی ہیں عظیم الشان مرتبہ **وَالْفَضِيْلَةِ** لیکن مرتبہ غیر متناہی ہو، اس کی کوئی حد نہ ہو، جو بڑھتا ہی رہے **فَضِيْلَةِ** کے معنی ہیں غیر متناہی اور **وَالدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ** پڑھنا جائز نہیں کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے **وَابْعَثَهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا** اور مقام محمود پر ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمائیے **الَّذِي وَعَدْتَهُ** جس کا آپ نے وعدہ کیا ہے **إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيْعَادَ** آپ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔ تو محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اپنے محبوب اور پیارے نبی کو مقام محمود یعنی مقام شفاعت عطا کریں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں کیوں مقام محمود کے مانگنے کا حکم دیا ہے اس میں کیا راز ہے؟ جب اللہ کا وعدہ ہے تو اللہ تو دے ہی دے گا تو فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم اس لیے دیا کہ جو میرے لیے مقام محمود یعنی مقام شفاعت مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ یہ راز ہے **أَبِ مُحَمَّدٍ ابِ الْوَسِيْلَةِ وَالْفَضِيْلَةِ وَابْعَثَهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا** کا کہ اے اللہ! ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن مقام شفاعت عطا فرما۔ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شفاعت کا حق یقیناً ملے ہی گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن فائدہ ہمارا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کا مقام مانگنے

والے کا فائدہ ہے کہ اس کے حق میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔
 آج میں نے دعا بعد الاذان کا ترجمہ بتا دیا اور باقاعدہ مدلل، یہ انارٹی ترجمہ نہیں ہے نہ کباڑی ہے،
 بلکہ معیاری ہے یعنی مستند بشرح المشکوٰۃ **المستی بالمرقاۃ** اور دوسری بڑی کتابوں سے ہے جب کہ سب کو
 علم ہے کہ میں کتاب دیکھتا بھی نہیں ہوں، اتنی کمزوری ہے۔ کئی برس سے مجھے مطالعہ کرتے ہوئے آپ نے
 کبھی دیکھا مولانا مظہر میاں! مگر میرا پہلا دیکھا ہوا ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یاد رہتا ہے۔
 اللہ نے میری کیسی آبرور کھی کہ آج وہ مضمون بیان کیا جو زندگی میں کبھی بیان نہیں کیا تھا۔

حدیث نمبر ۶۶

اللَّهُمَّ الْهَيْئِي رُشْدِي وَاعْزِدِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي ۳۰

ترجمہ: اے اللہ! رُشد و ہدایت کو مجھ پر الہام فرماتے رہے اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچالے۔

حدیث اللَّهُمَّ الْهَيْئِي... الخ کی الہامی تشریح

آج میں رُشد کی تعریف بیان کروں گا، ان شاء اللہ علماء کو وجد آجائے گا۔ رُشد کے چار مفہوم ہیں جو
 اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ بخاری شریف کی تمام شروحات مثلاً **فتیہ الباری**، **عمدة القاری** وغیرہ
 دیکھ لو پھر اختر کی شرح دیکھو، تب معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کی زبان سے کیا کام لیا ہے۔ **اللَّهُمَّ**
الْهَيْئِي رُشْدِي اے خدا! ہم کو **رَاشِدُونَ** میں داخل فرمائے یعنی صاحب رُشد بنائیے اور صاحب رُشد
 (یعنی راہ راست پر) کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حَبَبَ الْيَمَانِ وَالْإِيمَانَ وَرَيْتَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّةَ الْيَمِّ الْكُفْرَ

۳۰۔ هذا مختصر من حدیث عمران بن حصین روى عن أبيه رضى الله عنهما أنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لأبي: يا حصين كم
 تعبوا اليوم لها؟ قال سبعة سعة في الأرض وواحدة في السماء. قال: فأيهم تعدل غيبك ورمهيتك؟ قال: الذي في السماء. قال: يا
 حصين أما إنك لو أسلمت علمت كل بيتين تنفعاك. قال: فلما أسلمت حصين قال: يا رسول الله علمني الكلمتين اللتين وعدتني،
 فقال: قال: اللهم الهيئ رُشدي، وَاَعْزِدِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي. أخرجه الترمذی فی سننه: ۱۶/۲، برقم (۳۲۸۳) فی باب جامع الدعوات عن
 النبي صلى الله عليه وسلم

وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ^{۳۱}

اور یہی **رَاشِدُونَ** کی تعریف ہے۔ تو صاحبِ رُشد وہ ہیں جن کے قلب میں ایمان محبوب ہو جائے **وَزَيِّنَهُ** اور مزین ہو جائے یعنی اس کی تحصیل دل میں لذیذ اور مرغوب ہو جائے اور دل کے ذرے ذرے میں رنج جائے، راسخ ہو جائے۔ محبوب ہونا اور مزین ہونا یہ دو نعمتیں ہیں **حَبَبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيِّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ** یعنی اللہ تعالیٰ دل میں ایمان کو پیارا بنادے اور اسے مزین کر دے یعنی قلب میں مرغوب و لذیذ کر دے۔ پس جب ایمان محبوب ہو گیا اور اتنا مرغوب ہو گیا کہ اس کی لذت دل کے ذرے ذرے میں داخل ہو گئی، تو محبوب کی لذت مستزاد کا نام تزئین ہے، مزین ہونا ہے یعنی اسے اتنا مزہ آنے لگے کہ **كَرِهَةَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ** کفر سے کراہت پیدا ہو جائے **وَالْفُسُوقَ** گناہ کبیرہ سے کراہت پیدا ہو جائے **وَالْعِصْيَانَ** اور گناہ صغیرہ سے بھی نفرت ہو جائے، مراد یہ ہے کہ اللہ کی ہر نافرمانی سے سخت نفرت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے **حَبَبَ** سے ایمان کی محبوبیت اور تزئین کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں تمہاری محنتوں، تقویٰ اور مجاہدات سے یہ مقام ملا، بلکہ فرمایا **حَبَبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ** اللہ نے محبوب کر دیا تمہارے دلوں میں ایمان کو **وَزَيِّنَهُ** اور ایمان کی محبوبیت کے ساتھ تم کو لذت مستزاد بھی عطا فرمائی، محبوبیت میں جمال مستزاد پیدا کر دیا اور اتنی لذت مستزاد عطا فرمائی کہ تم کو کفر سے، فسوق سے اور عصیان سے نفرت شدیدہ ہو گئی، **أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ** یہی لوگ صاحبِ رُشد ہیں یعنی راہِ راست پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث **اللَّهُمَّ الْهَمْنِي رُشْدِي** میں رُشد ہی کی درخواست کی ہے کہ اے اللہ! آپ اپنی طرف سے ہمارے قلب میں رُشد الہام فرمائیے، کیوں کہ آپ نے قرآن پاک میں ان نعمتوں یعنی ایمان کی محبوبیت اور اس کی مرغوبیت (لذت مستزاد) کی نسبت اپنی طرف کی ہے، لہذا ہم آپ ہی سے مانگتے ہیں کہ آپ آسمان سے زمین والوں کے قلب پر یہ نعمتیں الہام فرمائیے، اے عرش والے! فرش والوں کو نہ بھولیے، ہماری نالائقیوں کی وجہ سے ہم کو اس نعمتِ رُشد سے محروم نہ فرمائیے، ہمارے قلب میں ایمان کو محبوب فرمادیجیے اور لذت مستزاد عطا فرما کر مزین بھی فرمائیے اور کفر و فسوق اور عصیان سے کراہت عطا فرمائیے۔ مفسرین نے فسوق کی تفسیر گناہ کبیرہ سے اور عصیان کی تفسیر گناہ صغیرہ سے کی ہے یعنی کوئی لمحہ آپ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے اولیاء کا اتنا بڑا مقام عطا فرمادیجیے تاکہ ہم **رَاشِدُونَ** بن جائیں۔

تو اس دعا **اللَّهُمَّ الْهَيْبَنِي رُشْدِي** میں اتنی نعمتوں کی درخواست شامل ہے۔ اور **الْهَيْبَنِي** امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے، جس میں تجددِ استمراری کی شان ہے یعنی ایک ہی مرتبہ ہم کو یہ مرتبہ دے کر وہیں نہ ٹھہرائے رکھے، بار بار ترقی دیتے رہیے، ہر آن ہم کو اپنی نئی شان عطا فرماتے رہیے۔ قرآن پاک میں ہے **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ** اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں **يَوْمٍ** کے معنی دن نہیں ہیں بلکہ **أَيُّ فِي كُلِّ وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ وَ فِي كُلِّ لَحْظَةٍ مِنَ اللَّحْظَاتِ وَ فِي كُلِّ لَمَحَةٍ مِنَ اللَّمَحَاتِ أَنْتَ فِي شَأْنٍ** اے خدا! ہر لمحہ تیری نئی شان ہے۔ اسی لیے اللہ والوں پر ہر وقت اللہ کی نئی شان متعلیٰ رہتی ہے۔ اُدھر ہر لمحہ اگر ادائے خواجگی کی نئی شان ہوتی ہے تو ادھر ادائے بندگی کی بھی نئی شان ہوتی ہے۔

یہ ایک جز کی شرح ہو گئی۔ اب اس شرح کے بعد آپ علماء حضرات بخاری شریف کی شرح **فتہ الباری** اور **عمدة القاری** کو دیکھیے پھر آپ کو قدر ہوگی کہ اس غلام ابن حجر اور غلام بدر الدین عینی اختر کو اس فرش پر وہ عرش والا مولیٰ کیا دے رہا ہے، ان محدثین کرام سے اختر کو کوئی نسبت نہیں، ان کا غلام کہلانے کے بھی قابل نہیں لیکن اللہ چاہے تو کبھی ذرے کو بھی آفتاب کرتا ہے۔

وَاعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي میں **اعِذْنِي** امر ہے اور سب اہل علم جانتے ہیں کہ امر مضارع سے بنتا ہے یعنی اے خدا! کوئی لمحہ ایسا نہ ہو کہ آپ مجھے میرے نفس کے شر کے حوالہ کر دیں۔ اے اللہ! رُشد کا ہر لمحہ اختر محتاج ہے اور آپ کی حفاظت از شر و نفس کا بھی محتاج ہے اور دنیا کے سب بندے محتاج ہیں۔

تو **اللَّهُمَّ الْهَيْبَنِي رُشْدِي** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دعا کا یہ مضمون سکھا دیا کہ رُشد مانگو، **رَاشِدُونَ** کو جو کچھ ملتا ہے وہ مانگو یعنی ایمان کی محبوبیت، اس کی تزئین اور کفر اور گناہوں سے کراہت بھی مانگو، مگر آگے فرمایا: **وَاعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي** کہ نفس کے شر سے پناہ بھی مانگو، کیوں کہ بعض لوگوں کو ہدایت تو ہو گئی، کفر اور گناہوں سے کراہت بھی ہو گئی، مگر کبھی نفس غالب آگیا اور گناہ کرا دیا، اگرچہ نفس کی لذتِ حرام کی پرانی عادت کی وجہ سے خوفزدہ اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ گناہ کیا، حالاں کہ ذکر کی اور اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے اس کے دل میں خطرہ کا الارم بج رہا ہے کہ یہ کیا کر رہا ہے نالائق! خبیث! یہ تو کیا کر رہا ہے؟ اللہ والوں سے تعلق بھی رکھتا ہے اور اللہ اللہ بھی کرتا ہے مگر جب نفس غالب ہو گیا تو دھڑکتے ہوئے خوفزدہ قلب کے ساتھ بھی گناہ میں ملوث ہو گیا، مگر ذکر کی برکت سے ایسے لوگوں کو گناہ کا پورا مزہ نہیں ملتا۔

ذکر کا ایک انعام حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بتایا کہ ذکر کرنے والوں کو گناہ کا پورا مزہ نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کو یاد کرنے والوں سے بھی گناہ ہو سکتا ہے اور غافل لوگوں سے بھی گناہ ہوتا

ہے، مگر ذاکر کے گناہ میں اور غافل کے گناہ میں کیا فرق ہے؟ تو فرماتے ہیں کہ جو لوگ ذکر سے غافل ہیں جب وہ گناہ کرتے ہیں، تو گناہ کی لذت میں بھرپور ڈوب جاتے ہیں اور اگر اللہ اللہ کرنے والوں سے کبھی گناہ ہوگا، تو خوفِ خدا کے استحضار کی وجہ سے دھڑکتے ہوئے قلب سے انہیں گناہ کا پورا مزہ نہیں آئے گا، جس سے انہیں توفیقِ توبہ جلد ہوتی ہے کیوں کہ جسے گناہ کا پورا مزہ آجاتا ہے پھر اس کے لیے توبہ کرنی مشکل ہو جاتی ہے، جیسے دلدل میں پورا ڈوب جائے تو نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حکیم الامت نے فرمایا کہ اہل ذکر سے اگر گناہ ہوگا تو توبہ کی جلد توفیق ہو جائے گی اور اہل غفلت سے جب گناہ ہوگا تو اس کو توبہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ تو مجددِ زمانہ نے ذاکرین اور غافلین کے گناہ کا فرق بتا دیا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **اللَّهُمَّ اَلْهَمْنِي رُشْدِي** کے بعد ہمیں **اَعِزَّنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي** سکھایا، تاکہ تم اللہ کی پناہ مانگو نفس کے شر سے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کے شر سے بچنے کے لیے **اَلَا مَا رَجَمَ رَبِّي** فرمایا کہ جس پر میری رحمت کا سایہ ہوگا وہی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ گناہوں سے بچنے کے لیے تمہاری ذاتی طاقت کچھ کام نہ دے گی، کتنے ہی ہاتھ پیر مارو جب تک مالک کی رحمت نہیں ہوگی ترکِ معصیت کی توفیق نہیں ہوگی، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھادی کہ **اَعِزَّنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي** اے اللہ! نفس کے شر سے ہم کو بچائیے تاکہ ہم آپ کے سایہِ رحمت میں رہیں۔ ایک دعا سکھادی، اب دوسری دعا سکھاتا ہوں:

اللَّهُمَّ اَرْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي وَلَا تُشَقِّنِي بِمَعْصِيَتِكَ

اے اللہ! ہم پر وہ رحمت نازل فرمائیے جس سے ہم گناہ چھوڑ دیں، تو معلوم ہوا کہ جو گناہ چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آجاتا ہے، لعنت کے سائے سے نکل کر سایہِ رحمتِ خداوندی میں آگیا۔ یہ **اللَّهُمَّ اَرْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي** کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ! اپنی رحمت کے سائے میں ہم کو رکھیے اور گناہ کی لعنت کے سائے سے بچائیے۔ معلوم ہوا کہ جس کو خدا گناہ چھوڑنے کی توفیق دے وہ اللہ کی رحمت پا گیا اور جو گناہ نہیں چھوڑتا، تو چاہے لاکھ بڑی بلڈنگ میں رہتا ہو، مرسٹریز کار میں بیٹھا ہو، پاپڑ سموسے اڑاتا ہو، اسے اللہ کی رحمت حاصل نہیں ہے اور جو گناہ چھوڑ دے وہ چٹائی پر، بورچیے پر، تالاب کے کنارے، جنگلوں میں ہر جگہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہے اور مرسٹریز اور بڑی بڑی بلڈنگ والے سے افضل ہے، کیوں کہ وہ گناہ کر کے اللہ کو ناراض کر رہا ہے اور یہ اللہ کو یاد کر کے اللہ کی رحمت کے سائے میں ہے، دریاؤں کے کنارے اور جنگلوں میں سلطنت کا مزہ لیتا ہے کیوں کہ جو تاجِ سلطنت اور تختِ سلطنت دیتا ہے یہ اُس خالق

کو دل میں لیے ہوئے ہے اور جس کے دل میں وہ خالقِ سلطنت آتا ہے بغیر تخت و تاج کے وہ نشہ سلطنت میں مست رہتا ہے کیوں کہ تاجِ سلطنت اور تختِ سلطنت دینے والا اس کے قلب میں ہے۔ بتائیے! تاج و تخت کا مزہ زیادہ ہے یا سلطنت دینے والے کا مزہ زیادہ ہے؟ اسی لیے اللہ والے تاج و تخت والوں سے زیادہ مزے میں ہیں کیوں کہ ان کے تخت و تاج بدلتے رہتے ہیں، جو آج تخت پر ہیں وہ کل تختہ پر ہوتے ہیں، ہزاروں اپوزیشن کے خوف سے ان کی نیندیں حرام ہیں، ولیم فائیو کھا رہے ہیں اور اللہ والوں کے پاس صرف دو اپوزیشن ہیں، ایک نفس اور ایک شیطان۔ شیطان کے لیے اللہ نے فرمایا کہ اس کا مکرو و کید بہت کمزور ہے، جب یہ بہکائے تم **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** پڑھ لو، اس سے لڑومت، کیوں کہ یہ میرا کتا ہے، جیسے تم کسی کے گھر جاتے ہو تو اس کا کتا بھونکتا ہے مگر کتے کے بھونکنے پر آپ کتے سے نہیں لڑتے بلکہ گھنٹی بجا کر مالکِ مکان کو بلاتے ہیں، وہ خاص الفاظ کہتا ہے جس سے کتادم دبا کر بیٹھ جاتا ہے۔ تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان اللہ کا کتا ہے، دنیاوی اعتبار سے جو جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے وہ اتنا ہی بڑا کتا پالتا ہے، تو اللہ سب سے بڑا ہے، لہذا اس کا کتا بھی سب سے بڑا کتا ہے، تم اس سے جیت نہیں سکتے، اس لیے جب وہ بھونکے تو تم کہو **أَعُوذُ بِاللَّهِ** اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں، شیطان سے جنگ کا حکم نہیں ہے، اگر لڑنے کا حکم ہوتا تو اللہ سے پناہ کیوں مانگتے۔ تو **أَعُوذُ بِاللَّهِ** سے ایک اپوزیشن کا علاج ہو گیا۔ اب نفس کا کیا علاج ہے؟ **يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نفس کے شر سے اس وقت تک نہیں بچ سکتے **إِلَّا مَا رَزَقَهُ رَبِّي** جب تک تمہارے رب کی رحمت کا تم پر سایہ نہ ہوگا، تو یا اللہ! نفس بے شک اتارہ بالسوء ہے، لیکن یہ نفس اتارہ بالسوء بھی آپ ہی کی مخلوق ہے اور **إِلَّا مَا رَزَقَهُ رَبِّي** کا استثناء بھی آپ کا ہے اور آپ خالقِ نفس اتارہ ہیں تو اس رحمت کو مانگنے کا طریقہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھادیا:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ، أَصْبِرْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ وَلَا تَكْلِبْنِيْ إِلَى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

اے اللہ! آپ ہمیں اس نفس کے حوالے نہ کیجیے، ہمیں **مَا رَزَقَهُ رَبِّي** کا استناد دے دیجیے۔ تو دونوں اپوزیشن یعنی نفس اور شیطان کا علاج ہو گیا، اللہ نے ہمیں اپوزیشن کے پیچھے پڑنے کے لیے نہیں بنایا۔ دنیا کے بادشاہوں کو تو اپوزیشن سے دن رات لڑنا پڑتا ہے اور اللہ میاں نے ہمیں ایسی اپوزیشن دیں کہ ہمیں ان کا محتاج نہیں بنایا، بلکہ یہ فرمایا کہ ہم ہی سے درخواست کرو، ہم خود تمہاری اپوزیشن کو ٹھیک کر دیں گے، ان کی ساری پوزیشن فال (fall) کر دیں گے۔ تو ایک اپوزیشن سے حفاظت کے لیے تو **أَعُوذُ بِاللَّهِ** سکھادی جس سے شیطان کی اپوزیشن ماری گئی اور دوسری اپوزیشن یعنی نفس **لَا تَكْلِبْنِيْ إِلَى نَفْسِيْ** سے مارا گیا کہ اے خدا! ہمیں اس نفس

کے حوالہ نہ کیجیے، ہمیں اپنے اس سایہِ رحمت میں رکھیے، جس کی نشان دہی آپ نے **إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي** میں فرمائی ہے کہ میری رحمت کے بغیر تم اپنے آپ کو اس نفسِ اتارہ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتے، کیوں کہ **إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي** میرا مستثنیٰ ہے، یہ خالقِ نفسِ اتارہ کا مستثنیٰ ہے۔

تو اللہ نے دونوں اپوزیشن کا ایسا اعلان رکھا ہے کہ تم رہا ہی رہا کرتے رہو، جیسے جو ابنا ہوشیار ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو تھوڑا تھوڑا خرچہ دیتا ہے، تاکہ جب ختم ہو جائے تو پھر ابنا کو فون کرے کہ ابا! خرچہ ختم ہو گیا، بس کا کر ایہ بھی نہیں، کھانے کو بھی کچھ نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تھوڑا تھوڑا رزق دیتے ہیں، ورنہ قادرِ مطلق ہیں، چاہتے تو سارا رزق ایک دم دے دیتے، مثلاً اگر اسی سال زندگی دینا ہے تو اسی سال کی روزی ایک ہی دفعہ دے دیتے تو پھر کون ان کو یاد کرتا؟ آج کل کے ماڈرن لڑکوں کو دیکھ لو کہ اگر ابنا ایک دم سارا خرچہ دے دے تو کوئی ابنا کو سلام بھی نہیں کرے گا اور لندن کی ٹیڈیوں پر ریڈی رہے گا۔

تو اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ہمیں جو دو اپوزیشن دی ہیں، ان کے لیے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ تم ان کے پیچھے پڑو یا ان سے لڑو، بلکہ یہ فرمایا کہ ہم سے فریاد کرو، ہم تمہیں توفیق دیں گے پھر تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔

اور اس کے بعد ایک دعا اور بھی ہے **وَلَا تُشْقِنِي بِمَعْصِيَتِكَ** اے اللہ! اپنی نافرمانی سے مجھ کو بدنصیب نہ کیجیے۔ معلوم ہوا کہ گناہ میں خاصیت ہے بد قسمت کرنے کی بشرط عدم توبہ، اگر توبہ کی توفیق مل گئی تو توبہ کا کیمیکل ایسا ہے کہ شر کو خیر بنا دیتا ہے، جیسے سرکہ شراب میں ڈال دو تو شراب سرکہ بن جاتی ہے اور سرکہ بن کر حلال ہو جاتی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہاں **كُلُّ بَنِي آدَمَ** سے اُمت مراد ہے، انبیاء مراد نہیں ہیں، انبیاء مستثنیٰ ہیں، کیوں کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم سب کے سب خطاکار ہو، مگر **خَيْرُ الْخَطَّائِينَ** یعنی بہترین خطاکار کون ہے؟ **التَّوَّابُونَ**۔ جو توبہ کر لے، تو جب **خَطَّاءٌ** ہو تو **تَوَّابُونَ** بنو، کثیر الخطا ہو تو کثیر التوبہ بنو، جیسا مرض ویسی دوا، اگر بخار تیز ہے تو دوا بھی تیز والی دی جائے گی۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم دیکھیے کہ **خَطَّاءٌ** کو بھی خیر فرما رہے ہیں، **خَيْرُ الْخَطَّائِينَ** یعنی جب توبہ کر لی تو خیر ہو گیا اور جب خیر ہو گیا تو پھر اس کو کیوں کہتے ہو کہ تم بڑے شریر ہو؟ اب اس کو گناہ کا طعنہ دینا جائز نہیں، ہر شخص سے یہ گمان رکھو کہ اس نے توبہ کر لی ہوگی۔

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب توبہ کے کیمیکل میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ہمارے شر کو خیر بنا دے، تو

خَيْرُ الْخَطَايَيْنِ میں جو مضاف الیہ **خَطَايَيْنِ** ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھی حذف فرمادیتے تو ہم خیر ہی خیر ہو جاتے، یہ مضاف الیہ تو نشان دہی کر رہا ہے کہ یہ پہلے شر تھا اب توبہ کی برکت سے خیر ہوا ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں عطا فرمایا کہ ترکیب اضافی میں مقصود مضاف ہوتا ہے، تو مقصود یہی ہے کہ تم خیر ہو چکے ہو، مگر مضاف الیہ اس لیے قائم رکھا ہے تاکہ تم کو توبہ کی کرامت اور توبہ کا معجزہ معلوم ہو کہ توبہ میں یہ خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ **خَطَا** کو خیر بنا دیتا ہے، اگر یہ مضاف الیہ نہ ہوتا تو آپ کی خطاؤں کا پتا ہی نہ چلتا اور توبہ کی کرامت کا ظہور نہ ہوتا کہ توبہ نے کیا کام کیا ہے۔ اب رہ گیا یہ اشکال کہ **خَطَا** کی نسبت ہمارے ساتھ کیوں لگی؟ تو یہ نسبت گویا کہ نہیں ہے، کیوں کہ ترکیب اضافی میں مقصود مضاف ہوتا ہے جیسے **جَاءَ غَلَامٌ زَيْدٌ** میں غلام مقصود ہے زید یہاں مقصود نہیں، تو **خَطَا** مقصود کلام نہیں ہے، بلکہ صرف توبہ کی کرامت ظاہر کرنے کے لیے ہے، ورنہ مقصود یہی ہے کہ توبہ کی برکت سے تم سر اپنا خیر بن چکے ہو۔

بتاؤ علماء حضرات! اس وقت کا یہ مضمون اللہ کی رحمت ہے، مالک کا کرم ہے، بزرگوں کی جوتیاں اٹھانے کا یہ انعام ہوتا ہے، میرے پاس یہاں کوئی کتاب نہیں ہے، کوئی شرح نہیں دیکھی، لیکن آج علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو اس شرح کو سن کر وجد کرتے کہ کہاں سے کہاں اقتباس کیا! حدیث **اللَّهُمَّ الْهَمْنِي رُشْدِي** کی شرح قرآن پاک کی آیت **أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ** سے کی کہ یہاں **رُشْدِي** میں وہی رُشد مراد ہے جو قرآن پاک میں نازل ہے تاکہ تم **راشدون** ہو جاؤ یعنی ایمان کی شان محبوبیت کے ساتھ دل ایمان کی لذت مستزاد سے مزین ہو جائے اور اللہ کے نام میں اتنا مزہ آئے کہ گناہوں سے نفرت و کراہت ہو جائے۔ **اللَّهُمَّ الْهَمْنِي رُشْدِي** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی رُشد مانگا ہے۔

(جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت والا نے جو شرح بیان فرمائی بالکل الہامی ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ مستدرک حاکم کی حدیث **اللَّهُمَّ حَبِّبِ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ... الخ** حضرت والا کی کبھی نظر سے نہیں گزری تھی لیکن حضرت والا نے آیت مبارکہ کی جو تفسیر بیان فرمائی وہ بعینہ حدیث پاک کے مطابق ہے۔ مستدرک حاکم کی حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے:

**اللَّهُمَّ حَبِّبِ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا وَكِرَّةَ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ
وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ** ^{۱۲۲}

۱۲۲۔ هذا مختصر من حديث رفاعة بن رافع الزرق رضي الله عنه أنه قال إنما كان يومئذٍ أحمداً وانكفأ المشركون. قال رسول الله صلى الله

حدیثِ بالا کی مزید تشریح

اللَّهُمَّ الْهَمْنِي رُشْدِي وَاعِزِّي مِنْ شَرِّ نَفْسِي

اے اللہ! میرے دل میں ہدایت کے راستوں کا الہام کر دے یعنی میرے دل میں ایسی باتیں ڈال دیجیے جن پر چلنے سے آپ راضی ہو جائیں، جن پر عمل کرنے سے آپ مل جائیں۔ **الْهَمْنِي** امر ہے جو مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں، حال اور استقبال یعنی موجودہ زمانے میں بھی اچھی اچھی باتیں جن سے آپ راضی ہوں میرے دل میں ڈال دیجیے اور آئندہ بھی ڈالتے رہیے، اپنی رضا کے ارادے الہام فرما دیجیے یعنی سیدھے راستے کے طریقے دل میں ڈال دیجیے اور گمراہی سے بچالیجیے۔ رُشد میں دونوں باتیں ہیں کہ جن باتوں سے آپ راضی ہوتے ہوں وہ ہمارے دل میں ڈال دیجیے اور جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے نفرت اور کراہت ہمارے دل میں ڈال دیجیے۔

رُشد کے متعلق علمِ عظیم

رُشد کے یہ معنی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت سے میرے دل میں عطا فرمائے ہیں:

حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ
أُولَئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ

اے صحابہ! ہم نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کر دیا اور اس کو مزین کر دیا اور کفر و فسوق و عصیان یعنی کفر کو اور بڑے گناہوں کو اور چھوٹے گناہوں کو تمہارے دلوں میں مکروہ کر دیا۔ **حَبَّبَ** اور **كَرَّهَ** کا فاعل اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَوْوَا حَتَّىٰ أَفْئِي عَلَىٰ رَبِّي، فَضَارُوا تَحْلَفُهُ صُفُوفًا، فَقَالَ: "اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ، اللَّهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِيَ لِمَا أَضَلَلْتَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُقْرِبَ لِمَا بَاعَدْتَ، وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ، اللَّهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النِّعِمَ الْمُقِيمَ الَّذِي لَا يَحُولُ وَلَا يَزُولُ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النِّعِمَ يَوْمَ النِّعِيلَةِ وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْحَوْفِ، اللَّهُمَّ إِنِّي عَابِدُكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَبِشَرِّ مَا مَنَعْتَ، اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ، اللَّهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ، وَأَحْيِنَا مُسْلِمِينَ، وَأَجْعَلْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ خَدَايَا وَلَا مَفْتُونِينَ، اللَّهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ رُسُلَكَ، وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رَجْرَكَ وَعَذَابَكَ، اللَّهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَهَ الْحَقِّ - أخرجه أحمد في مسنده - ۵/۳ - ۵۱۸ - ۵۱۹، برقم (۱۵۳۹۸)، دار الكتب العلمية، والبزار في مسنده (۱۴۵/۹ ط: مكتبة العلوم والحكم) برقم (۳۷۲۳)

ہے یعنی یہ بتا دیا کہ ایمان جو تمہارے دلوں میں محبوب ہو گیا اور کفر و فسوق و عصیان جو تم کو مکروہ ہو گیا تو یہ اپنا کمال نہ سمجھنا، یہ ہمارا فضل ہے، ہمارا احسان ہے، **حَبَبٌ** کا فاعل میں ہوں اور **كَرَّهًا** کا فاعل بھی میں ہوں، میں نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور میں نے ہی کفر و عصیان کو مکروہ کر دیا ہے۔ **أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ** اور جن کو یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں وہی راشد ہیں اور ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ علوم نبوت علوم قرآن سے مقبتس ہوتے ہیں، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی **اللَّهُمَّ اِهْمِنِي رُشْدِي** کہ اے اللہ! جو باتیں آپ کو محبوب ہیں، جن باتوں سے آپ راضی ہوتے ہیں وہ آپ ہمارے دل میں حالاً بھی ڈالتے رہیے اور استقبالاً یعنی آئندہ بھی ڈالتے رہیے اور جو باتیں آپ کے نزدیک مکروہ ہیں، جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے نفرت و کراہت ہمارے دلوں میں ڈالتے رہیے اور ہمیں ان سے بچاتے رہیے۔

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں **وَ اَعِزِّنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي** بعض وقت ہدایت کی بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ بات بری ہے، بری بات سمجھ کر برا کام کرتا ہے، سمجھتا ہے کہ عورتوں کو تاکنا جھانکنا گناہ ہے مگر پھر بھی تاک جھانک کرتا ہے، الہام ہدایت تو ہو گیا، لیکن اس کے باوجود نفس غالب آگیا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **وَ اَعِزِّنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي** میرے نفس کے شر سے مجھے بچالیجیے کہ میرا نفس مجھ پر غالب نہ ہو جائے، بعض وقت ہدایت کا راستہ دل میں آجاتا ہے مگر نفس غالب ہو جاتا ہے اس لیے مجھے نفس کے شر سے بچالیجیے کہ آپ کی ناراضگی کے راستے پر قدم نہ رکھوں، میں آپ کی حفاظت میں اپنے نفس کو سونپتا ہوں۔ جو یہ دعا مانگتا رہے گا نفس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ** مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ اگر کوئی باپ کہے کہ بیٹا! مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا پھر اس میں جو شک کرے وہ بیٹا نالائق ہے۔ اسی طرح لائق بندے وہ ہیں جو اللہ کے وعدے پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ضرور ہماری دعا قبول کرے گا۔ پس اس دعا کا معمول بنا لیجیے کہ اے اللہ! ہدایت کی باتیں میرے دل میں ڈالتے رہیے اور میرا نفس مجھ پر غالب نہ ہونے پائے، تاکہ میں آپ کو راضی رکھنے والی باتوں پر عمل کرتا رہوں اور آپ کو ناراض کرنے والی باتوں سے بچتا رہوں، اسی لیے نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو، کیوں کہ عورت چاہے کالی کلوٹی ہو اس کے پاس بل تو ہے، شہوت سوار ہو گئی تو کالے بل میں ہی گھس جاؤ گے۔ اس لیے

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو

اُسے دیکھ جس نے انہیں رنگ بخشا

یہ میرا شعر میڈان ساؤتھ افریقہ ہے جو میں آپ کو دینی میں سنار ہا ہوں۔

حدیثِ بالا کی تشریح بعنوانِ دگر

گناہوں سے بچانے والی مسنون دعا

بعض لوگوں نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ گناہوں سے بچنے کے لیے کوئی دعا بتلائیے، تو ایک دعا سن لیجیے:

اللَّهُمَّ الْهَمِّيْ رُشْدِيْ وَاعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ

یہ دعا بخاری شریف میں موجود ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں وہ میرے دل میں ڈال دیجیے، ہدایت کے راستوں کو میرے دل میں ڈال دیجیے اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچائیے۔

رُشد کے معنی ہدایت کے ہیں اور ہدایت کے معنی ہیں اللہ کی رضا کا راستہ۔ اے اللہ! جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں آپ ان باتوں کو میرے دل میں ڈال دیجیے، الہام کر دیجیے **وَاعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ** لیکن نفس کے شر سے مجھے بچائیے، نفس جانتا ہے کہ عورتوں کو دیکھنا گناہ ہے، جن لڑکوں کے داڑھی مونچھ نہیں آئی ان کو دیکھنا گناہ ہے، جانتا ہے کہ حرام ہے لیکن مانتا نہیں۔ یہ نفس کی شرارت ہے یا نہیں؟ لہذا نفس کی شرارت سے اللہ کی پناہ مانگو **وَاعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ** اور مجھ کو میرے نفس کے شر سے بچائیے، کیوں کہ بعض دفعہ الہام رُشد ہو جاتا ہے، ہدایت کا علم ہو جاتا ہے، لیکن نفس کے شر کی وجہ سے عمل نہیں کرتا، اس لیے اے اللہ! جو علم آپ نے دیا اس پر عمل کی توفیق بھی عطا فرمائیے، ایسا نہ ہو کہ اپنے نفس کے شر کی وجہ سے علم پر عمل نہ کروں، جانتے ہوئے بھی آپ کی رضا کے راستے پر نہ چلوں، اے اللہ! اس سے پناہ چاہتا ہوں۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ كِتَابُ بَرَكَاتِ

ایک تو اس دعا **اللَّهُمَّ الْهَمِّيْ... الخ** کا معمول بنا لیں اور دوسرے ہر نماز کے بعد **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** سات مرتبہ پڑھ لیجیے۔ حدیث شریف میں وعدہ ہے کہ اس سے نیک کام کرنے کی اور بُرے کام سے بچنے کی توفیق کا خزانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے، لہذا ہر نماز کے بعد سات مرتبہ اس کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیجیے کہ اے خدا! اس کی برکت سے نیک کام کرنے کی توفیق اور بُرے کام سے بچنے کی توفیق کا خزانہ بخش کر دیجیے۔ تو گناہ سے بچنے کے دو عمل ہو گئے۔

موت کا مراقبہ

اور تیسرا عمل ہے کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر موت کا اس طرح مراقبہ کیجیے کہ میں مر گیا ہوں، نہلا کر کفن میں لپیٹا جا رہا ہوں اور جنازہ قبر میں اُتارا جا رہا ہے، قبر میں لٹا دیا گیا، اب تختے لگائے جا رہے ہیں اور لوگ مٹی ڈال رہے ہیں، کئی من مٹی ڈال کر چلے گئے اور اب اکیلا پڑا ہوں۔ جن آنکھوں سے نامحرم عورتوں کو دیکھتے تھے، اب اُن آنکھوں کا تماشا دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے۔ بہت سے کیڑے آنکھوں کو نکال کر کرکٹ کھیل رہے ہیں یعنی آنکھوں کو لے کر بھاگ رہے ہیں، قبروں میں ہماری آنکھوں کا کرکٹ میچ ہونے والا ہے۔ آنکھیں قبر میں ادھر ادھر جا رہی ہیں، ان گالوں پر کیڑوں کا حملہ ہونے والا ہے، اس لیے کہتا ہوں کہ جلدی ان پر سنت کا باغ لگا کر اللہ تعالیٰ سے انعام لے لو، یہ گال سلامت رہنے والے نہیں ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ سردیوں میں تین دن کے بعد اور گرمیوں میں چوبیس گھنٹے کے بعد مردہ کا جسم سڑ جاتا ہے۔ قبر کھود کے دیکھ لیں تو نظر آئے گا کہ گالوں کو کیڑے لے کر بھاگ رہے ہیں، آنکھوں کی جگہ بجائے آنکھوں کے حلقوں میں کیڑے گھسے ہوئے ہیں، کوئی کیڑا آنکھ لے کر بھاگ رہا ہے، کوئی گال لے کر بھاگ رہا ہے کوئی بال لے کر بھاگ رہا ہے، کوئی ہونٹ لے کر بھاگ رہا ہے اور یہ مراقبہ کرو کہ دوزخ سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس نالائق کو دوزخ میں ڈال دو کیوں کہ یہ عورتوں کو بُری نگاہ سے دیکھتا تھا، اب اس کا علاج دوزخ ہے۔ یہ مراقبہ کر لو یہ علاج ہے گناہوں سے بچنے کا۔ دو وظیفے، تیسرا مراقبہ اور چوتھا یہ ہے کہ ہمت کر لو یعنی گناہ نہ کرنے کا ارادہ کر لو۔ اگر آپ ارادہ نہ کریں تو اس مسجد سے گھر جاسکتے ہیں؟ اگر آپ ارادہ نہیں کریں گے تو نہیں جاسکتے، ارادہ اور ہمت سے کام ہوتا ہے۔ لہذا آپ گناہ چھوڑنے کا ارادہ کریں، ہمت کریں تب گناہ چھوٹیں گے۔ یہ ملفوظ کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت حکیم الامت کے الفاظ ہیں کہ گناہ چھوڑنے کی خود ہمت کرو کہ آج سے کسی نامحرم عورت کو نہیں دیکھیں گے۔

کفارہ غیبت

اور جن کے بارے میں آپ کو یقین ہے کہ میں نے فلاں فلاں کی غیبت کی ہے اور ان کو میری غیبت کرنے کی اطلاع بھی ہو گئی ہے تو اس سے معافی مانگیں۔ غیبت کی معافی جب واجب ہوتی ہے جب اس کو اطلاع بھی ہو جائے جس کی غیبت کی ہے، اگر اس کو خبر نہیں تو اس سے معافی مانگنا واجب نہیں، آپ اس کو ثواب بخش دیں اور جس مجلس میں غیبت کی ہے اس میں تردید کر دیں کہ فلاں کی جو میں نے بُرائی کی تھی وہ میری حماقت اور نادانی تھی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ غیبت کی معافی مانگنا تب واجب ہے جب اس کو پتا چل جائے، جب اس کو خبر ہی نہیں پہنچی تو خواہ مخواہ کیوں اس کا دل خراب کرنے جا رہے ہو کہ صاحب! آپ کے پاس معافی مانگنے آیا ہوں، معاف کرنا، میں نے آپ کی غیبت کی ہے۔ اس سے اچھا بھلا دل خراب ہو جاتا ہے اور نفرت ہو جاتی ہے کہ ہم تو اس کو دوست سمجھتے تھے یہ بھی مخالف نکلا، لہذا جس کی غیبت کی ہے جب تک اس کو اطلاع نہ ہو اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں بلکہ نہیں مانگنا چاہیے اور جو طریقہ ابھی بتایا ہے اس طرح تلافی کریں یعنی دو رکعت صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور جن لوگوں سے غیبت کی ہے ان سے تردید کریں اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور کچھ ثواب بخش دیں اور کچھ خیرات کر دیں مثلاً سو روپیہ یا سو ٹکاسی غریب کو دے دے اور اللہ سے کہہ دے کہ یا اللہ! اس کا ثواب ان کو دے دیجیے جن کو میں نے کبھی ستایا ہو یا برا بھلا کہہ دیا ہو۔ تو اس طرح اس کو ثواب بخش دو، اس کے بعد دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ لو۔ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو، جس وقت بندے کا ہاتھ اٹھتا ہے تو اس وقت ساری کائنات اس کے ہاتھوں کے نیچے ہوتی ہے۔ دعا مانگنے والے کا ہاتھ اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور ساتوں آسمان و زمین سب نیچے ہو جاتے ہیں۔ دیکھیے جس کا ہاتھ خدا کے سامنے ہے تو ساری مخلوق اس کے سامنے ہیچ ہے، ساری کائنات، سارے عالم، زمین و آسمان اس کے ہاتھوں کے نیچے ہیں۔ دعا مانگنے سے اتنا اونچا مقام ملتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۷

اَبْكُوا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا^{۲۳۱}

ترجمہ: روؤ اگر رونانہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔

توبہ کے آنسوؤں کی اقسام

(۱) مصنوعی گریہ: توبہ کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حکم دیا ہے جو اختیاری مضمون نہیں ہے، کمپلسری (compulsory) یعنی لازمی کر دیا کہ **اَبْكُوا** روؤ، تاکہ تم نے جو حرام مزہ گناہوں سے اڑایا ہے، آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعہ تمہاری حرام لذتوں کا مال دوبارہ اللہ تعالیٰ کی سرکار میں جمع ہو جائے جس

۲۳۱۔ ہذا حدیث سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَبْكُوا، فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا، أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ فِي سننہ: ۳۰۹، برقم (۳۱۶) فِي بَابِ الْحُزْنِ وَالْمُبْكَاءِ، وَأَبُو يَعْلَى فِي مسندہ: ۳۰۶/۳، برقم (۳۱۰)، دار الكتب العلمية

طرح چورچوری کا مال تھانہ میں جمع کر دے اور وعدہ کرے کہ آئندہ چوری نہیں کروں گا تو سرکار اس کو معاف کر دیتی ہے۔ **اَبْكُوا** امر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **اَبْكُوا فَاِنَّ لَكُمْ تَبْكُوا** **فَتَبَاكُوا** اردو، لیکن اگر رونانہ آئے، کبھی دل میں گناہوں کی وجہ سے سختی آجاتی ہے، یہ گناہ ہمارے دل کی تراوٹ کو چوس لیتے ہیں، دل بے کیف ہو جاتا ہے تو اس وقت کیا تم مایوس ہو جاؤ گے؟ کیا تم ارحم الراحمین کے بندے نہیں ہو، رحمۃ اللعالمین کے امتی نہیں ہو۔ ہم ایسے خشک دل والوں کو بھی جن کے آنسو نہ نکل سکیں محروم نہیں ہونے دیں گے۔ میں رحمۃ اللعالمین ہوں، سید الانبیاء ہوں، پیغمبر ہوں، حق تعالیٰ کا ترجمان ہوں، سفیر ہوں ارحم الراحمین کا، ہر پیغمبر اللہ تعالیٰ کا سفیر ہوتا ہے اور سفیر کی زبان اپنے ملک کے سلطان کی ترجمان ہوتی ہے۔ لہذا میرے الفاظ کو، میرے ارشاد کو، میری زبان کو ترجمان سمجھو ارحم الراحمین کا۔ میں رحمۃ اللعالمین ہونے کی حیثیت سے ارحم الراحمین کی سفارت کا حق ادا کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرا کوئی بندہ محروم ہو، جس کے آنسو نہیں نکل رہے وہ بھی کیوں محروم ہو؟ لہذا گھبراؤ مت، میں رحمۃ اللعالمین ہوں اور ارحم الراحمین کی ترجمانی کر رہا ہوں کہ **فَاِنَّ لَكُمْ تَبْكُوا فَتَبَاكُوا** اگر تمہارے آنسو نہیں نکلتے تو تم رونے والوں کی شکل بنا لو، شکل بنانا تو تمہارے اختیار میں ہے، میں تمہارا شمار رونے والوں میں کر دوں گا اور مصنوعی گریہ کا حکم دے کر اس کو قبول کرنا، یہ کمالِ رحمتِ حق ہے اور یہ رونے کی پہلی قسم ہے جو اکثر بیان کرتا ہوں۔

(۲) موسلا دھار ابر کے مانند رونے والی آنکھیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ حق تعالیٰ شانہ میں عرض کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنِيْ عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدَّمُوعُ دَمًا وَّ الْاَضْرَاسُ جَبْرًا

اے اللہ! مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو موسلا دھار ابر کے مانند برسنے والی ہوں، جو خشیت کے آنسوؤں سے دل کو سیراب کر دیں۔ **تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمُوعِ** جو آنسوؤں سے دل کو شفا دینے والی ہوں **قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدَّمُوعُ دَمًا** قبل اس کے کہ (عذابِ دوزخ سے) آنسو خون ہو جائیں اور داڑھیں انکارے بن جائیں۔ معلوم ہوا کہ ہر آنسو دل کو سیراب نہیں کرتا، صرف وہی آنسو دل کو سیراب کرتے ہیں اور دل کی شفا کا ذریعہ ہوتے ہیں جو اللہ کی خشیت یا محبت سے نکلتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ور نماںد آبِ آہمِ دہ ز عین
ہم چو عینین نبی ہطالتین

اگر ہمارے آنسو خشک ہو گئے تو آنکھوں کو رونے کے لیے آنسو عطا فرمائیے، کیوں کہ آپ کے خوف و خشیت سے رونے والی آنکھیں مراد نبوت ہیں اور مطلوب نبوت ہیں اور یہ آنسو اتنے قیمتی ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ یہ قلب کو سیراب کرنے والے ہیں۔

(۳) مکھی کے سر کے برابر آنسو کی فضیلت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُبُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوءٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ يَصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ ۚ

یعنی کسی بندہ مومن کی آنکھوں سے بوجہ خشیتِ الہی آنسو نکل آئے، خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو اور اس کے چہرہ پر تھوڑا سا بھی لگ جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتے ہیں، لہذا اگر کبھی مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آئے تو اس کو پورے چہرہ پر پھیلا لو۔ میں نے بارہا اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ہمیشہ آنسوؤں کو ہتھیلی سے ملا اور پھر پورے چہرہ اور داڑھی پر پھیر لیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ ایسے ہی کرتے دیکھا کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے یا محبت سے آنسو نکلے، تو ہتھیلی سے مل کر ان کو پورے چہرے پر پھیلا لیا، کیوں کہ روایت میں ہے کہ اللہ کے خوف یا محبت سے نکلے ہوئے آنسو جہاں جہاں لگ جائیں گے، دوزخ کی آگ وہاں حرام ہو جائے گی، چاہے وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر ہو تب بھی کام بن جائے گا اور مغفرت ہو جائے گی۔ حدیث میں **دموعہ** کا لفظ آیا ہے جو جمع ہے **دمعہ** کی جس کے معنی آنسو کے ہیں اور عربی میں جمع تین سے کم کا نہیں ہوتا، اس لیے کم سے کم زندگی میں تین آنسو تو رولو تاکہ اس حدیث پر عمل ہو جائے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آنسو نکلیں وہ کم از کم تین ہوں اگرچہ ان کی مقدار مکھی کے سر کے برابر ہو اور فرماتے ہیں کہ دونوں آنکھوں سے رونا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی آنکھ پتھر کی بنی ہو کیوں کہ بعض وقت آنکھ ضائع ہو جاتی ہے تو پتھر کی بنو لیتے ہیں، تو پتھر کی آنکھ سے آنسو کیسے نکلے گا؟ اس لیے فرمایا **أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا** دیکھو **المرقاۃ شرح مشکوٰۃ**، یہ عبارت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، حدیث کی نہیں ہے۔ حدیث میں تو دونوں آنکھوں سے رونا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ان محدثین کو جنہوں نے مراد نبوت کو سمجھا کہ اگر ایک آنکھ سے بھی رولو تو بھی کام بن جائے گا، کیوں کہ دوسری آنکھ مجبور ہے۔

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانبِ آسماں دیکھ کر

جب مجبور ہے تو معذور ہے اور جب معذور ہے تو ماجور ہے یعنی اجر کی مستحق ہے، اس کو دونوں آنکھوں سے رونے کا اجر ملے گا۔ یہ رونے کا تیسرا طریقہ ہو گیا۔

(۴) تنہائی میں زمین پر گرنے والے آنسو: اب چوتھا طریقہ سن لو۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔ چوتھا طریقہ اللہ کی یاد میں رونے کا کیا ہے؟ تمہارے آنسو زمین پر گر پڑیں تاکہ یہ زمین قیامت کے دن تمہارے رونے کی گواہی دے۔ حاکم کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

مَنْ ذَكَرَ اللَّهَ فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يُصِيبَ الْأَرْضَ

مِنْ دُمُوعِهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۳۵

یعنی جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں، یہاں تک کہ کچھ آنسو زمین پر گر جائیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عذاب نہ دیں گے۔

اب آپ کہیں گے کہ یہاں تو قالین بچھی ہوئی ہے، زمین کہاں ہے؟ تو سنگ مرمر بھی مٹی کے حکم میں داخل ہے۔ جس چیز سے تیمم ہو سکتا ہے وہ خالق ارض کے یہاں مٹی ہی کے زمرہ میں ہے، لہذا فرش پر چلے جاؤ، جہاں قالین نہیں ہے یا ہمارے ساتھ سندھ بلوچ چلو، ہم آپ کو رونے کے لیے زمین ہی زمین دیں گے مگر یہ نہ سمجھ لینا کہ پلاٹ الاٹ کر دیں گے، صرف زمین دیں گے رونے کے لیے۔ آپ جس کی زمین پر دو رکعت پڑھ کے رو لیں، مجھے امید ہے کہ زمین کا مالک آپ کو کچھ نہیں کہے گا، بلکہ دوڑ کے آئے گا اور دعا کی درخواست کرے گا کہ ہمیں بھی دعائیں یاد رکھنا مولوی صاحب! تو رونے کی یہ چار قسمیں ہو گئیں۔

(۵) گناہ گاروں کی آواز گریہ کی محبوبیت: آج ایک نیا علم عظیم پیش کرتا ہوں جو گریہ وزاری کی پانچویں قسم ہے۔ توبہ کی تینوں قسموں سے اور رونے کی چار قسموں سے آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جائیں گے، حبیب ہو جائیں گے مگر آج ایک علم عظیم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا، جس سے آپ صرف محبوب ہی نہیں، **أَحَبُّ**

۳۵۔ هَذَا حَدِيثُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ ذَكَرَ اللَّهَ فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يُصِيبَ الْأَرْضَ مِنْ دُمُوعِهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ. أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ ۳/۲۸۹ بِرَقْمِ (۶۲۶۸). دَارُ الْكِتَابِ الْعِلْمِيَّةِ وَقَالَ الذَّهَبِيُّ فِي التَّالِيفِ: صَحِيحٌ

ہو جائیں گے۔ ایک ہے حبیب اور ایک ہے **أَحَب** یعنی سب سے زیادہ پیارا، مبالغہ کا صیغہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پیار مل جائے۔ تمام محبوبوں میں اور اللہ کے تمام پیاروں میں سب سے بڑا پیارا بننے کا نسخہ آج اختر پیش کرے گا۔

اللہ کے پیاروں میں پیارا بننے کا نسخہ

تین طریقے توبہ کے بیان کرتا رہا ہوں اور **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ** کے ذیل میں چار طریقے رونے کے بھی بیان کیے ہیں، لیکن آج اپنی پچھتر سالہ زندگی میں پہلی دفعہ میں آپ کو **تَوَّابِينَ** میں محبوبیت کے ساتھ ساتھ ایک نعمت مستزاد اور ایک سٹرا پیش کر رہا ہوں کہ آپ **أَحَبُّ الْمَحْبُوبِينَ** ہو جائیں، اللہ کے تمام محبوب بندوں میں **أَحَب** ہو جائیں اور اس میں بھی ایک نہیں بے شمار ہو سکتے ہیں، سب کے سب **أَحَب** ہو جائیں اتنا آسان نسخہ ہے اور اس کے بھی دو طریقے بتاؤں گا ایک اختیاری ایک غیر اختیاری۔ وہ کیا ہے؟ حدیث قدسی ہے اور حدیث قدسی کی کیا تعریف ہے؟ **هُوَ الْكَلَامُ الَّذِي يَبِينُهُ النَّبِيُّ بِلَفْظِهِ وَيُنْسِبُهُ إِلَى رَبِّهِ**^{۳۶} وہ کلام نبوت جس کو زبان نبوت ادا کرے اور نبی یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ایسی حدیثوں کو حدیث قدسی کہا جاتا ہے۔ تو حدیث قدسی میں ہے:

لَا يَزِينُ الْمُنْذِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ رَجُلٍ الْمُسَبِّحِينَ

ترجمہ: گناہ گار بندوں کا رونا مجھے زیادہ پسند ہے تسبیح پڑھنے والوں کی سبحان اللہ سے۔

جو گناہ گار اپنی استغفار اور توبہ میں اپنے رونے کی آہ وزاری کی آوازیں شامل کر دیتے ہیں وہ اس نعمت مستزاد کے مستحق ہیں۔ ایک آدمی چپکے چپکے توبہ کر رہا ہے، چپکے چپکے استغفار کر رہا ہے وہ مستغفر بھی ہے، تائب بھی ہے مگر **أَزِينُ الْمُنْذِبِينَ** کا شرف اسے حاصل نہیں۔ انین کے معنی آہ وزاری اور نالہ کے ہیں جس میں کچھ آواز بھی ہو یعنی تھوڑی سی بلند آواز کہ کم سے کم خود سن لے، یہ انین ہے جس کا نام اردو میں ”سسکی“ ہے۔ جب تک آواز نہ نکلے عربی لغت میں وہ انین نہیں، انین میں ہلکی سی آواز ہونا ضروری ہے لیکن اتنی زور سے بھی نہ چپچپے کہ سارا محلہ گھبرا جائے اس میں اعتدال رہے۔ تو رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحیثیت ترجمانِ ارحم الراحمین کے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **لَا يَزِينُ الْمُنْذِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ رَجُلٍ الْمُسَبِّحِينَ** کہ جو **سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ** پڑھ رہے ہیں وہ سب میرے محبوب ہیں، مقبول ہیں مگر سب

۳۶ ذکرة الملا علی القادری فی مرقاة المفاتیح: ۱/۲۳۰ فی کتاب الایمان دار الکتب العلمیة بیروت

میں زیادہ **أَحَبُّ** وہ ہے جو گناہوں پر ندامت کے ساتھ آہ وزاری کر رہا ہو اور سسکیاں لے رہا ہو اور رونے کی ہلکی آواز بلند ہو رہی ہو۔ اسی مضمون کو ایک اللہ والے شاعر نے یوں پیش کیا ہے۔

اے جلیل اشکِ گناہِ گار کے اک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سودانوں پر

اللہ سننے والا ہے تو گناہ گاروں کا آہ و نالہ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے وقت تھوڑی سی آواز نکل جانا، ہلکی سی آہ نکل جانا یہ اللہ تعالیٰ کو **أَحَبُّ** ہے تو جن کی انین **أَحَبُّ** ہے وہ **أَحَبُّ** نہ ہوں گے؟ گناہوں پر نادم ہو کر آہ! کیجیے تو آپ بھی احب ہو جائیں گے۔ **أَنِینُ الْمُذْنِبِینَ** سے مذنبین **أَحَبُّ الْمَحْبُوبِینَ** ہو جائیں گے۔ دو دوست ہیں، ایک سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھ رہا ہے اور ایک اپنے گناہوں پر ندامت کے ساتھ کچھ آہ و فغاں کر رہا ہے، تو میرا ذوق یہ ہے کہ میں اسی کے پاس بیٹھوں گا جو اس وقت اللہ تعالیٰ کا احب ہے اور اس کے پاس جا کر میں بھی آہ و فغاں کروں گا، توبہ و استغفار کروں گا کہ اے اللہ! اس رونے والے کی برکت سے میری بھی بگڑی بنا دے کہ یہ اس وقت آپ کا **أَحَبُّ** ہو رہا ہے۔

انین غیر اختیاری اور انین اختیاری

اب دو چیزیں ہیں، ایک اختیاری اور ایک غیر اختیاری۔ **أَنِین** یعنی آہ و نالہ تو غیر اختیاری ہے کہ معافی مانگتے مانگتے خود بخود رونا آجاتا ہے اور آہ و نالہ کی آواز پیدا ہو جاتی ہے، جیسے ملتزم پر میں نے دیکھا ہے کہ شاید ہی کوئی معافی مانگنے والا ایسا ہو جس کی آواز خود بخود نہ نکل جاتی ہو۔ اللہ کی محبت اور اللہ کی رحمت کے سہارے پر حاجی بے اختیار رونے لگتا ہے، خواہ کتنا ہی سنگدل ہو، وہاں آنسو نکل آتے ہیں اور سسکیوں کی کچھ آوازیں بھی آتی ہیں لیکن یہ غیر اختیاری ہے۔ بعض اوقات ہو سکتا ہے کہ معافی مانگتے وقت **أَنِین** نہ نکلے یعنی رونا نہ آئے اور آواز گریہ نہ پیدا ہو تو اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ تو جس طرح رونا اختیاری نہیں ہے مگر رونے کی شکل بنانے سے کام چل جائے گا، ایسے ہی **أَنِین** یعنی رونے کی آواز نکالو، نقل کرو، نقل سے ہی کام بن جائے گا۔ دنیا میں بھی دیکھ لیجیے کہ ایک شخص کا بچہ معافی مانگتے ہوئے آہ و نالہ کر رہا ہے اور سسکیاں بھی بھر رہا ہے تو نفسیاتی طور پر باپ بے چین ہو جاتا ہے، جلدی سے اسے گود میں اٹھا لیتا ہے کہ کہیں سسکیاں بھرتے بھرتے میرے بچے کے سر میں درد نہ ہو جائے، کہیں اس کو ہارٹ اٹیک نہ ہو جائے، وہ اس کی پیٹھ پر تھپکیاں دیتا ہے کہ میرا بچہ جلدی سے رونا بند کر دے۔ اسی طرح جو گناہ گار ندامت سے گریہ وزاری کرے گا تو حق تعالیٰ کی رحمت کی تھپکیاں اس کے دل کو محسوس ہو جائیں گی۔

اب کہیں پہنچے نہ ان کو تجھ سے غم
اے مرے اشکِ ندامت اب تو تھم

توانین کی یہ دو قسمیں پیش کر دیں (۱) انین غیر اختیاری کہ خود بخود دل پر کیفیت طاری ہو گئی اور اللہ میاں سے معافی مانگتے مانگتے چیخ نکل گئی اور آہ و فغاں کرنے لگا اور (۲) انین اختیاری کہ بعض وقت آہ و نالہ کو دل نہیں چاہتا، آہ و نالہ کا اختیار نہیں ہوتا تو آہ و نالہ کی نقالی تو اختیار میں ہے، آہ و نالہ کی نقل کرو، جس طرح اگر رونانہ آئے تو ابن ماجہ شریف میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے **فَإِنْ لَّمْ تَبْكُوا فَبَتَّابِكُوا** اگر روننا تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو ایک کام تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ کیا ہے؟ رونے والوں کی شکل بنا لو۔ تم کو بکاء غیر اختیاری سے ہم بکاء اختیاری کی طرف راستہ بتا رہے ہیں۔ اسی طرح اگر انین غیر اختیاری تم کو حاصل نہ ہو، تو انین اختیاری حاصل کر لو یعنی آہ و نالہ کی نقل ہی کر لو، اللہ تعالیٰ کو اپنی سسکیاں سنا دو۔ اللہ میاں جانتے ہیں کہ یہ اس کی اصلی سسکی نہیں ہے، یہ جو آہ و فغاں کر رہا ہے اصل نہیں ہے یہ نقل کر رہا ہے، مگر وہ کریم ایسا پیارا اللہ ہے کہ ہماری نقل کو بھی محرومی سے ہم آہنگ نہیں کرتا اور ہمارے اوپر فضل کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۸

حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ^{۱۲۴}

ترجمہ: میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کر لیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح و شام سات مرتبہ **حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** پڑھے لے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے ہر غم کے لیے کافی ہو جائیں گے۔

^{۱۲۴} هذا أثر أبي الدرداء رضي الله عنه أنه قال من قال إذا أصبى وإذا أمسى حسبي الله لا إله إلا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم سبع مرات كفاه الله ما أهمته صادقاً كان بها أو كاذباً. أخرجه أبو داود في سننه ۵/ ۲۹۷ برقم (۵۰۸۳). مكتبة الشيعية كراتشي في باب ما يقول إذا أصبى

علمی لطیفہ

اس چھوٹی سی آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہموم کے لیے کیوں کافی ہو جاتے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ **وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** وہ رب ہے عرشِ عظیم کا اور عرشِ عظیم مرکزِ نظامِ کائنات ہے، جہاں سے دونوں جہاں کے فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ پس جب بندہ نے اپنا رابطہ ربِّ عرشِ عظیم سے قائم کر لیا، تو مرکزِ نظامِ کائنات کے رب کی پناہ میں آگیا پھر غموم و ہموم کہاں باقی رہ سکتے ہیں؟ خواجہ صاحب کا شعر ہے۔

جو تو میرا توسب میرا فلک میرا زمیں میری

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

اور ابنِ نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ جو شخص صبح کو سات مرتبہ **حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** آخر تک پڑھ لے گا، نہیں پہنچے گی اس کو اس دن اور اس رات میں کوئی بے چینی اور نہ کوئی مصیبت اور نہ وہ ڈوبے گا۔

حدیث نمبر ۶۹

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَّحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ^{۲۳۸}

ترجمہ: تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصاری صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ

۲۳۸۔ هذا حديث النعمان بن بشير رضي الله عنه أنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى المشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات كزاع يزعي حوْلَ الحبي يوشك أن يواقعها ألا وإن لكل ملك جَمِيٍّ ألا إن حتى الله في أرضه تحارمه ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب. أخرجه البخاري في صحيحه: ۳/۱، برقم (۵۲) في باب فضل من استبرأ لدينه. و مسلم في صحيحه: ۲۸/۲، برقم (۲۱۷۸) في باب أخذ الحلال وترك الشبهات وابن ماجة في سننه: ۲۸۷، برقم (۳۹۸۳) في باب الوقوف عند الشبهات

علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مسلمین انصار میں یہ سب سے پہلے بچے ہیں جو تولد ہوئے۔ یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں اور کوفہ میں رہتے تھے اور شام کے ایک شہر (جس کا نام حمص ہے) کے گورنر بنائے گئے اور جس وقت یہ آٹھ سال سات مہینہ کے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی اور بالغ ہونے کے بعد منبر پر بیان کی جس کو صحابہ کرام نے قبول کیا۔

مسئلہ: اس میں دلیل ہے کہ جب بچے میں عقل میسر پیدا ہو جائے تو اس وقت اس کی روایت معتبر ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى صِحَّةِ تَحْمِيلِ الصَّبِيِّ الْمُمَيِّزِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ
وَلِلنُّعْمَانِ ثَمَانِ سِنِينَ**

تشریح: **أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ** میں جو واؤ ہے وہ جملہ مقدر پر عطف ہے، جو یہ ہے **وَهِيَ أَنْ حَقِيقَةُ الْأَمْرِ (مُضْغَةً)** قلب کو **مُضْغَةً** سے اس لیے تعبیر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جسم کے مقابلے میں قلب بہت چھوٹا ہے، لیکن قالب کی اصلاح و فساد قلب کے تابع ہے، **لِأَنَّ الْقَلْبَ سُلْطَانَ الْبَدَنِ لِمَا صَدِرَ السُّلْطَانُ صَلَاحَتِ الرَّعِيَّةِ** اس لیے کہ قلب جسم کا بادشاہ ہے، جب بادشاہ صحیح ہو گا تو رعیت بھی صحیح ہوگی۔

تشریح: **إِذَا صَلَحَتْ أَمَى تَنَوَّرَتْ بِالْإِيْمَانِ وَالْعُرْفَانِ وَالْإِيْقَانِ** یعنی جب قلب منور ہو جائے نور ایمان، نور عرفان اور نور ایقان سے۔ **صَلِحَ الْجَسَدُ أَمَى أَعْضَاءُهُ كُلُّهُ بِالْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ وَالْأَحْوَالِ** یعنی جسم کے اعضاء سے اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حمیدہ اور احوالِ جمیلہ ظاہر ہوں گے۔ **وَإِذَا فَسَدَتْ أَمَى إِذَا تَلَفَتْ وَأَظْلَمَتْ بِالْجُحُودِ وَالشُّكِّ وَالْكُفْرَانِ** یعنی جب قلب برباد ہو جائے ظلمتوں سے بسبب جحود اور شک اور کفر کے۔ **فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَمَى بِالْفُجُورِ وَالْعِصْيَانِ فَعَلَى الْمُكَلَّفِ أَنْ يَقْبَلَ عَلَيْهَا وَيَمْنَعَهَا عَنِ الْإِنْهَائِكِ فِي الشَّهَوَاتِ حَتَّى لَا يُبَادِرَ إِلَى الشُّبُهَاتِ وَلَا يَسْتَعْمِلَ جَوَارِحَهُ بِأَقْتِرَافِ الْمُحَرَّمَاتِ** یعنی جسم فاسد ہو گا نافرمانی سے اور گناہوں سے۔ پس مکلف پر یعنی ہر شخص پر واجب ہے کہ قلب کی نگرانی رکھے اور اس کو روک کر رکھے، خواہشاتِ نفسانیہ میں منہمک ہونے سے، یہاں تک کہ شہواتِ معصیت سے بھی دور رہے اور اس کے جوارح نہ استعمال ہوں اور تکابِ محرمات میں۔ **أَلَا وَهِيَ أَمَى الْمُضْغَةُ الْمَوْصُوفَةُ الْقَلْبُ فَهُوَ كَالْمَلِكِ وَالْأَعْضَاءُ كَالرَّعِيَّةِ** اس لیے کہ قلب مثل بادشاہ کے ہے اور اعضا اس کی رعایا ہیں۔ **فَأَهْمُ الْأُمُورِ مُرَاعَاتُهُ** پس نہایت اہم امور میں سے ہے قلب کی اصلاح اور نگرانی۔

قلب کا مفہوم

قَدْ سَبَى الْقَلْبُ قَلْبًا مِّنْ تَقَلُّبِهِ
فَاحْذَرِ عَلَى الْقَلْبِ مِ قَلْبٍ وَتَحْوِيلِ

جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے کہ قلب کا نام قلب اس لیے ہے کہ وہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے، پس سخت اہتمام رکھو کہ قلب حق سے باطل کی طرف نہ پھر جائے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ حَضْرًا كَرِيمًا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعا کو کثرت سے پڑھتے تھے۔ اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو دین پر قائم رکھیے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قلب کو امیر البدن اور قالب کو اس کی رعیت فرمایا اور رعیت کی صلاح و فساد موقوف ہے امیر کی صلاح و فساد پر۔ فرماتے ہیں:

لِأَنَّهُ أَمِيرُ الْبَدَنِ وَبِصَلَاحِ الْأَمِيرِ تَصْلِحُ الرَّعِيَّةُ وَبِفَسَادِهِ تَفْسُدُ وَأَشْرَفُ مَا فِي الْإِنْسَانِ
قَلْبُهُ فَإِنَّهُ الْعَالِمُ بِاللَّهِ تَعَالَى وَالْجَوَارِحُ خَدَمٌ لَهُ

اس حدیث سے اصلاحِ قلب پر استدلال

سَبَى الْقَلْبُ قَلْبًا لِتَقَلُّبِهِ فِي الْأُمُورِ... وَخَصَّ الْقَلْبُ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ أَمِيرُ الْبَدَنِ
وَبِصَلَاحِ الْأَمِيرِ تَصْلِحُ الرَّعِيَّةُ وَبِفَسَادِهِ تَفْسُدُ وَفِيهِ تَنْبِيهُ عَلَى تَعْظِيمِ قَدْرِ الْقَلْبِ
وَالْحَثِّ عَلَى صَلَاحِهِ^{۲۲۹}

قلب کا نام قلب اس لیے رکھا گیا کہ وہ متقلب فی الامور ہوتا ہے اور اس نام کے ساتھ قلب کو خاص کیا گیا، کیوں کہ قلب امیر البدن ہے اور امیر کی اصلاح سے رعایا کی اصلاح ہوتی ہے اور اس کے فساد سے رعایا کا فساد ہوتا ہے۔ اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اصلاحِ قلب کا عظیم الشان ثبوت ہے جیسا کہ صوفیائے کرام کا معمول ہے۔ اگر قالب سے گناہ سرزد ہوتے ہیں (مثلاً داڑھی منڈانا، ٹخنے سے نیچے پاجامہ لٹکانا، بدنگاہی کرنا وغیرہ) تو یہ سب قلب کے فساد کی علامت ہے۔ اصلاحِ قالب کے لیے اصلاحِ قلب

۲۲۹ ذکرہ العسقلانی فی فتح الباری: ۱/۱۲۸، فی کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدينه، دار الكتب العلمية، بيروت

لازمی ہے اور فسادِ قلب کے لیے فسادِ قلب لازمی ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا نم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

قلبِ سلیم کی تفسیر

جب قلب صالح ہو جاتا ہے اس کو قلبِ سلیم کہتے ہیں۔ قلبِ سلیم کی پانچ تفسیریں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہیں اس آیت کے ذیل میں:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿۸۱﴾ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: اس دن میں کہ نجات کے لیے نہ مال کام آوے نہ اولاد، مگر ہاں اس کی نجات ہوگی جو اللہ کے پاس کفر و شرک سے پاک دل لے کر آئے گا۔

الَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ فِي سَبِيلِ الدِّينِ۔ قلبِ سلیم وہ ہے کہ جو مال خرچ کرے نیک راستے میں۔

الَّذِي يُرْشِدُ بَنِيهِ إِلَى الْحَقِّ۔ قلبِ سلیم وہ ہے جو اپنی اولاد کو نیک راستے پر لانے کی کوشش کرے۔

یہ دو تفسیر **يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ** کے پیش نظر اس کے ربط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئیں۔

الَّذِي يَكُونُ قَلْبُهُ خَالِيًا مِنَ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ أَيْ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ۔ قلبِ سلیم وہ ہے جو عقائدِ باطلہ یعنی کفر و شرک اور بدعت سے خالی ہو۔

الَّذِي يَكُونُ قَلْبُهُ خَالِيًا مِنَ الشَّهَوَاتِ الَّتِي تُوَدَّى إِلَى النَّارِ۔ قلبِ سلیم وہ ہے جو ان تقاضائے شہوانیہ کے غلبہ سے نجات پا جائے جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔

قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: الَّذِي يَكُونُ قَلْبُهُ خَالِيًا عَمَّا سِوَى اللَّهِ ^{۳۱} حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قلبِ سلیم وہ ہے جس میں اللہ کے سوا کوئی اور نہ ہو۔

جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

۳۰ الشعر آء: ۸۸-۸۹

۳۱ ذکرة آلوسی فی روح المعانی: ۲۵/۲۰ فی اشارات سورة الذریت دار احیاء التراث بیروت

دل مرا ہو جائے اک میدانِ ہو
 تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
 اور مرے تن میں بجائے آب و گل
 دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
 غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
 تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
 اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ هُوَ اللَّهُ بِشَرْطِ أَنْ تَقُولَ اللَّهُ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ سِوَى اللَّهِ

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے بشرطیکہ لفظ اللہ زبان سے نکلے تو قلب غیر اللہ سے خالی ہو

گزرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
 مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

علامہ محی الدین ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے اصلاحِ باطن پر جس کا صوفیاء اہتمام کرتے ہیں۔ **وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ تَاكِيدٌ عَلَى السَّعْيِ فِي صَلَاحِ الْقَلْبِ وَحِمَايَتِهِ مِنَ الْفَسَادِ**^{۳۳۲} یہ حدیث دلالت کرتی ہے اصلاحِ قلب کے حاصل کرنے پر۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعمال کی صحت و فساد کا مدار قلب کے صلاح و فساد پر ہے۔

۳۳۲ شرح الصحیح لمسلم للنووی: ۱۱/۲۹۱ (۱۰۶) باب اخذ الحلال وترك الشبهات دار احیاء التراث بیروت

دینِ اسلام میں اس حدیث کی حیثیت

اس حدیث **أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً... الخ** کو محدثین نے **عماد الدین** فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علامہ نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے رقم فرماتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى عِظَمِ مَوْقِعِ هَذَا الْحَدِيثِ وَكَثْرَةِ فَوَائِدِهِ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي عَلَيْهَا مَدَارُ الْإِسْلَامِ قِيلَ هِيَ ثَلَاثٌ: حَدِيثُ الْأَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ وَحَدِيثُ مَنْ حُسِنَ إِسْلَامُهُ الرَّءُوفُ تَزَكُّهُ مَا لَا يَعْغِيهِ وَهَذَا الْحَدِيثُ ۳۳

علماء کا اجماع ہے کہ یہ حدیث عظیم الشان ہے اور کثیر الفوائد ہے اور یہ حدیث ان تین احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دار و مدار ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث ثلثِ اسلام ہے (یعنی اس میں تہائی اسلام ہے)۔

وہ تین احادیث جن پر مدارِ اسلام ہے یہ ہیں:

(۱)... **أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً... الخ**

(۲)... **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ... الخ**

(۳)... **مَنْ حُسِنَ إِسْلَامُهُ الرَّءُوفُ تَزَكُّهُ مَا لَا يَعْغِيهِ**

(۱)... ترجمہ گزر چکا۔

(۲)... اعمال کی قبولیت کا مدارِ اخلاصِ نیت پر ہے۔

(۳)... آدمی کا حسنِ اسلام لایعنی اور فضول باتوں کے ترک کر دینے سے ہے۔

حدیث نمبر ۷۰

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيعَةٌ رَحِمَ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ بِهَا أَحَدَى ثَلَاثِ إِمَّا أَنْ يُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ وَإِمَّا أَنْ

۳۳ نقلہ الملا علی القاری فی مرقاة المفاتیح: فی باب الکسب وطلب الحلال من شرح الصحیح لمسلم للنووی: ۱/۲۷۰ (۱۰۶)، باب اخذ الحلال وترك الشبهات، دار احیاء التراث بیروت

يَدَّخِرْهَا لَهٗ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا
قَالُوا: إِذَا نُكِّرْتُمْ قَانَ: اللَّهُ أَكْثَرُ ۳۳۲

قبولیت دعا کی صورتیں

بعض لوگ شروع میں تو خوب خشوع و خضوع سے دعا کرتے ہیں، لیکن کچھ دن کے بعد ان کے دل میں دعا کی قبولیت کے سلسلے میں وسوسے آنے لگتے ہیں کہ معلوم نہیں، ہماری دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ اس لیے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ دعا کی قبولیت کی بہت سی صورتیں ہیں، اگر ان کا علم نہیں ہوگا تو شیطان کے داؤ پیچ تم پر کارگر ہو جائیں گے اور شیطان تمہیں مایوس کر دے گا، پہلی صورت تو یہ ہے کہ بندہ جو دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو وہی دے دیں یعنی جو چیز اس نے مانگی وہی چیز اللہ تعالیٰ نے اس کو دے دی، ایک صورت تو یہ ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز ہم مانگتے ہیں وہ ہمارے لیے مفید نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے آخرت میں ذخیرہ بنا دیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہماری جو دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوئیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر اتنا زیادہ اجر عطا کریں گے، ان کا اتنا زیادہ بدلہ دیں گے کہ مومن یہ کہے گا کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول ہی نہ ہوتی، لہذا دوسری صورت دعا کی قبولیت کی یہ ہے کہ اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں کوئی بلا نال دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری روایات میں اور بھی صورتیں ہیں، مثلاً بعض بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا درجہ لکھا ہوا ہے، لیکن وہ اپنے عمل میں کمی کی وجہ سے اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے، تو اللہ تعالیٰ ان کی جان و مال میں یا اولاد میں کوئی آزمائش دیتے ہیں اور پھر اس پر صبر کی طاقت بھی دے دیتے ہیں یہاں تک کہ اس بلا اور مصیبت کی وجہ سے وہ بندہ اس بڑے درجہ کو پالیتا ہے، لہذا مومن کو چاہیے کہ کسی صورت میں مصیبت سے نہ گھبرائے، اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے اور مصیبت سے نجات تو مانگے، لیکن اس کو اپنے لیے مفید سمجھے، اگر دعا بظاہر قبول نہ ہو تو بھی اللہ سے مانگتا رہے، دعا مانگنا خود بہت بڑا انعام ہے، اگر کسی کو مصیبت میں خدا سے تعلق زیادہ بڑھ جائے اور اللہ والوں

۳۳۲۔ ہذا حدیث اُبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَانَ: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ كَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيعَةٌ رَجِمَ إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ تُعْجَلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ، وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا" قَالُوا: إِذَا نُكِّرْتُمْ قَانَ: "اللَّهُ أَكْثَرُ". أخرجہ أحمد في مسنده: ۲۲/۳ برقم (۱۱۳۹) دارالكتب العلمية و الحاكم في

المستدرک: ۶۰/۱ برقم (۱۱۶)، دارالكتب العلمية

کے پاس جانے کی توفیق ہو جائے، ان سے دعا کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ سے دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر مانگ رہا ہو اور اُس مصیبت کی وجہ سے بہت سے گناہ چھوٹ گئے ہوں، تو جو مصیبت اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دے اور جو مصیبت غفلت کے پردوں کو چاک کر دے وہ مصیبت نہیں نعمت ہے۔

دعا کسی صورت میں رد نہیں ہوتی

لیکن قبولیتِ دعا کی صورتیں نہ جاننے سے بعض اوقات بڑا دھوکا ہو جاتا ہے، آدمی کو شکایت ہو جاتی ہے کہ ہماری دعائیں دن سے قبول نہیں ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کبھی تو وہی چیز مل جاتی ہے جو تم مانگتے ہو اور کبھی وہ تو نہیں ملتی، لیکن آخرت میں تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں اس چیز کا ملنا اللہ کے نزدیک تمہارے لیے نقصان دہ ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعا کی برکت سے کوئی بڑی مصیبت یا بلا ٹال دی جاتی ہے۔ جب صحابہ نے یہ بات سنی کہ دعاؤں کے قبول ہونے کی اتنی قسمیں ہیں اور کسی صورت میں دعا رد نہیں ہوتی، یا تو دنیا میں مل جائے گی یا آخرت میں اس کا بدلہ مل جائے گا یا کوئی بلا دور ہو جائے گی یعنی دعا ہر صورت میں قبول ہوگی تو صحابہ کرام نے کہا: **اِذَا نَسَّئْتُ اَكْثَرَ نَسَّئْتُ** کا جمع متکلم **نَسَّئْتُ** ہے یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اب تو ہم خوب دعا مانگیں گے، دعا میں خوب کثرت کریں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَللّٰهُ اَكْثَرُ** اللہ سے تم جتنا زیادہ مانگو گے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے، تمہارے مانگنے کی تعداد سے خدا کے دینے کی تعداد زیادہ ہے، جیسے کوئی دنیا کے کریم شخص سے ایک بوتل شہد مانگنے گیا، اس نے دو من کی مشک دے دی، اس شخص نے کہا کہ حضور! میں نے تو ایک ہی بوتل مانگی تھی، آپ نے مشک بھر کر دے دی؟ اس کریم نے کہا کہ تم نے اپنے ظرف کے مطابق مانگا تھا، میں نے اپنے ظرف کے مطابق دیا، میری سخاوت کا تقاضا یہ تھا کہ میں پوری مشک دے دوں۔ معلوم ہوا کہ بندے اپنی حیثیت کے مطابق مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کرم کے مطابق دیتے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیے ہیں ڈر بے بہا دیے ہیں

پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں ہوتیں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں فرماتے

نمبر (۱) مظلوم کی دعا، مظلوم کی دعا اللہ فوراً قبول کر لیتا ہے۔

ظلم کرنے سے بچنا فرض ہے

اب مظلوم کون ہے؟ اس کو بھی سمجھ لو، کبھی انسان ماں باپ سے لڑ جاتا ہے تو ماں باپ مظلوم ہو گئے، ماں باپ سے بد تمیزی سے بات کر لی یا ماں باپ کا دل ڈکھ گیا، بس ظلم ہو گیا دل کا دکھانا اور دل کو ستانا اسی کا نام ظلم ہے، اس سے ساری عبادت ناس ہو جاتی ہے۔ ایک بڑھیا رات بھر عبادت کرتی تھی اور دن بھر روزہ رکھتی تھی مگر زبان کی نہایت خراب تھی، سارا محلہ اس سے تنگ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **هِيَ فِي النَّارِ** یہ عورت جہنم میں جائے گی۔ اب وہ عورتیں بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں جو اپنے شوہروں کو ستاتی ہیں اور وہ مرد بھی اپنے گریبان میں منہ ڈالیں جو ذرا اسی بات پر بیویوں کو ستاتے ہیں اور اس کی آہ لیتے ہیں حالاں کہ وہ بیچاری نمازی بھی ہے اور تلاوت بھی کرتی ہے مگر پھر بھی ستائے جا رہے ہیں، اب اگر اس کے آنسو نکل آئے تو جس قدر باپ اپنی بیٹی کی مظلومیت سے غمگین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ ناراضگی ہوتی ہے ان لوگوں سے جو اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں۔ اسی طرح بیوی بھی شوہر کو نہ ستائے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک بدکار عورت نے دیکھا کہ ایک کتابیاس سے مر رہا تھا، قریب ہی ایک کنواں تھا مگر اس میں رسی یا ڈول نہیں تھا:

فَنَزَعَتْ حُفَّهَا فَأَوْتَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَعَفَّرَ لَهَا بِذَلِكَ ^{۳۵}

اس عورت نے اپنا موزہ نکالا پھر اسے اپنے دوپٹے سے باندھ کر کنویں میں ڈالا اور اس میں پانی بھر کر کتے کو پلایا جس سے وہ زندہ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس عمل سے اس بدکار عورت کی مغفرت ہو گئی۔ دیکھو! ایک کتے کو خوش کرنے پر، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق پر اس کی مغفرت ہو گئی، آج ہمارا اپنے مسلمان بھائیوں سے کیا معاملہ ہے؟ کتے کو پانی پلانے سے تو وہ بدکار عورت جنتی ہو گئی اور ہم اپنی بیویوں کو ستا رہے ہیں، بیویاں شوہروں کو ستا رہی ہیں، مسلمان بھائی دوسرے بھائی سے لڑ رہا ہے، کیا حال ہے ہمارا؟ اس کا خاص خیال رکھو کہ کسی پر بھی ظلم نہ کرو۔ میں اپنے دوستوں سے بار بار کہتا ہوں کہ نہ شوہر عورت پر ظلم کرے اور

۳۵۔ هذا مختصر من حديث أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: غَفَرَ لِمَرْأَةٍ مُؤْمِسَةً مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَجُلٍ يَلْهَثُ قَالَ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ حُفَّهَا فَأَوْتَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَعَفَّرَ لَهَا بِذَلِكَ. أخرجه البخاري في صحيحه: ۴/۲۶۱ برقم (۳۳۲۱) في باب إِذَا وَقَعَ الذَّنْبُ فِي شَرَابٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِمْهَ فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءٌ وَفِي الْأُخْرَى شِفَاءٌ

نہ عورت اپنے شوہر پر ظلم کرے حتیٰ کہ چیونٹیوں پر بھی ظلم نہ کرو، دیکھ کر چلو کہ کوئی چیونٹی میرے پیر کے نیچے تو نہیں آرہی ہے، جان بوجھ کر کسی چیونٹی پر پاؤں نہ رکھو۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی چیونٹی پر پیر رکھتا ہے، تو اس کا وہی حال ہوتا ہے جو ہاتھی کے پیر رکھنے سے انسان کا ہوتا ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں فرماتے، ایک مظلوم کی دعا رد نہیں فرماتے، دوسرے حاجی کی دعا رد نہیں ہوتی جب تک کہ وہ گھر واپس نہیں آجاتا۔

فرض حج نہ کرنے پر وعید

یہاں یہ بات بتانا ضروری ہے کہ بعض لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے، لیکن وہ اسے ادا کرنے میں لاپرواہی کرتے ہیں، بعض مال کی محبت سے اور بعض دوسری وجوہات سے۔ تو خوب سمجھ لیجیے کہ جس پر حج فرض ہے اور وہ بغیر کسی عذر اور مجبوری کے حج میں تاخیر کرتا ہے، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بددعا فرماتے ہیں کہ یہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ کتنی سخت وعید ہے! لہذا جس پر حج فرض ہو چکا ہے اسے جلدی کرنی چاہیے۔

تیسرے نمبر پر مجاہد کی دعا رد نہیں ہوتی، جب تک وہ جہاد سے واپس نہیں آجاتا اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ نمبر چار مریض کی دعا رد نہیں ہوتی، ڈاکٹروں کو مریضوں کی دعا لینے کا زیادہ موقع ملتا ہے لہذا جب وہ مریض دیکھنے جائیں تو مریض سے اپنے لیے دعا کرائیں اور اس سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو شفا دے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ^{۳۳۶}

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں سوال کرتا ہوں اللہ عظیم سے، عرش عظیم کے رب سے کہ وہ تم کو شفا دے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ مریض کے پاس اس کو پڑھ لیا جائے تو اگر اس کی زندگی مقدر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت جلد شفا دے دیتے ہیں۔

۳۳۶۔ هذا مختصر من حديث ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال "من عاد مريضاً لم يحضر أجله فقال عندئذ سبح مائة أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك إلا عافاه الله من ذلك المرض". أخرجه أبو داود في سننه ۸۶/۲، برقم (۳۰۸) في باب الدعاء للمريض عند العيادة. والترمذي في سننه (۲۸/۲) برقم (۲۰۸۳) في باب ما جاء في التداوي بالعلل

میرے بیٹے مولانا مظہر میاں کو بخار تھا، مولانا ابرار الحق صاحب ڈھا کہ میں تھے اور اختر بھی وہیں تھا، حضرت سے میں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے بیٹے کو بخار ہو رہا ہے، حضرت نے فرمایا کہ ٹیلی فون ملاؤ، ڈھا کہ سے کراچی ٹیلی فون ملایا گیا اور حضرت نے ٹیلی فون پر یہ دعاسات مرتبہ پڑھی، جب میں واپس کراچی آیا تو مظہر میاں نے کہا کہ دعا پڑھتے ہی بخار بھاگنے لگا۔ ڈاکٹروں کو خاص طور سے یہ دعائوٹ کر لینی چاہیے اور مریض سے کہنا چاہیے کہ تم بھی ہمارے لیے دعا کرو، کیوں کہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ شفا نہ پائے، مریض کی دعا فرشتے آئین کہتے ہیں، لہذا مریض سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے اور نمبر پانچ یہ کہ اللہ تعالیٰ بھائی کی دعائے بھائی کے لیے رد نہیں فرماتے جب کہ وہ اس کے لیے غائبانہ دعا کرے، اس لیے ہمارے بزرگوں کا دستور ہے کہ سب سے کہتے ہیں کہ بھائی! ہمارے لیے دعا کرنا، کیوں کہ غائبانہ دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

کون سی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟

اب دعا کی ان پانچوں قسموں میں کس دعا کی رفتار زیادہ تیز ہے، دعا کی پانچ ٹرینوں کا جو تذکرہ ہوا، ان میں کون سی ٹرین منزل پر جلد پہنچتی ہے؟ اس کا فیصلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

إِنَّ أَمْرَةَ الدُّعَاءِ إِجَابَةٌ دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ^{۲۳۷}

بھائی کی دعا جو بھائی کے لیے غائبانہ کی جائے وہ سب سے زیادہ جلد قبول ہوتی ہے یعنی اس کا مسلمان بھائی اس کے پاس موجود نہیں ہے پھر بھی اس کے لیے دعا کر رہا ہے تو ایسی دعا فوراً قبول ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی اللہ والوں کے پاس کثرت سے آنا جانارکھتا ہے، تو اللہ والے اس کے لیے اپنی دعا کی رفتار اور زیادہ تیز کر دیتے ہیں کیوں کہ اسے بار بار دیکھنے سے اس کی یاد اور زیادہ آتی ہے، لہذا اللہ والوں سے بھی دعا کے لیے کہتا رہے اور دوسرے لوگوں سے بھی دعا کرتا رہے، بڑے بھی اپنے چھوٹوں سے دعا کے لیے کہتے ہوئے نہ شرمائیں، استاد شاگرد سے، شیخ مرید سے اور باپ بیٹے سے دعا کرانے، اپنے چھوٹوں سے دعا کرانا بھی سنت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کرنے جا رہے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں عمرہ کر آؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

^{۲۳۷} ہذا حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَمْرَةَ الدُّعَاءِ إِجَابَةٌ دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ". أخرجه أبو داود في سننه (۲۳۷/۱) برقم (۱۵۳۷) في باب الدُّعَاءِ بِظَهْرِ النُّعْبِ

اُمّی اُحییٰ! اَشْرِكْنَا فِي دُعَايِكَ وَلَا تَنْسَنَا^{۳۳۸}

اے میرے بھائی! مجھے اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا، بھولنا نہیں۔ تو بتاؤ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا کے لیے فرما رہے ہیں، لہذا اپنے چھوٹوں سے بھی دعا کراؤ، سب سے جلد دعا اس کی قبول ہوتی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۷

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا وَارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا
وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا^{۳۳۹}

ترجمہ: اے اللہ! اس بستی میں ہمارے لیے برکت عطا فرما اور یہاں کے پھل فروٹ بھی ہم کو نصیب فرما اور اس بستی والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے اور ہمارے دل میں محبت اس بستی کے صرف صالحین کی ڈالے۔

دعائے سفر کی عجیب و غریب تشریح

سفر کی جو دعا سکھائی گئی اس میں صالحین کی صحبت مانگی گئی ہے **اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا وَارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا**^{۳۳۹} اے اللہ! اس بستی میں برکت عطا فرما اور یہاں کے پھل فروٹ اور نعمتیں بھی ہم کو نصیب فرما اور اس بستی والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے مگر ہمارے دل میں محبت صرف صالحین کی آئے، ایسا نہ ہو کہ یہودی اور عیسائیوں کی محبت آجائے، **وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا** اس بستی کے جو صالحین ہیں ان کی ہمیں محبت نصیب فرما۔ یہ مضمون

۳۳۸۔ هذا حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه استأذن النبي صلى الله عليه وسلم في العمرة فقال: أي أحمي أشركتنا في دعائك ولا تنسنا. أخرجه الترمذي في سننه ۱۹۷/۲، برقم (۳۵۳۲) في باب في أحاديث شتى من أبواب الدعوات

۳۳۹۔ هذا مختصر من حديث ابن عمر رضي الله عنهما أنه قال كُنَّا نَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَأَى الْقُرْبِيَةَ يَرِيدُ أَنْ يَدْخُلَهَا قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا وَبَاهَا وَحَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا. أخرجه الطبراني في معجمه الكبير: ۲۹۳/۱۱، برقم (۶۳۲) وفي الأوسط: ۳۳۷/۳، برقم (۳۰۵۵)، دار الكتب العلمية

۳۴۰۔ المعجم الكبير للطبراني: ۱۱/۲۹۳ (۶۳۲)

دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی کا مضمون ہے، غیر نبی ایسی دعا مانگ سکتا ہے؟ وہ تو کہے گا کہ سب کے دل میں میری محبت اور میرے دل میں سب کی محبت ہو۔ لیکن اللہ کے نبی نے یہ دعا مانگی کہ اس بستی والے صالح ہوں یا غیر صالح سب کے دل میں ہماری محبت ڈال دے، تاکہ وہ ہم سے قریب ہو جائیں اور وہ ہم سے دین سیکھیں اور غیروں کے دل میں بھی جب ہماری محبت ہوگی تو ان کے شر سے محفوظ رہیں گے، لیکن ہمارے دل میں صرف صالحین کی محبت ہو کیوں کہ غیروں کی محبت اللہ سے دور کرتی ہے۔ اور اہل اللہ کی محبت سے اہل اللہ کے قلب کا ایمان و یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کو آہستہ آہستہ مل جاتا ہے۔ مجھے اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا۔

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

حدیث نمبر ۷۲

إِنَّ الْغِنَاءَ رُقِيَّةُ الزِّنَا^{۳۲۱}

ترجمہ: گانا سننے سے زنا کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

گانے بجانے کی حرمت

پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گانے بجانے کو بھی منع فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے، کہیں سے گانے بجانے کی آواز آرہی تھی، آپ نے اپنی انگلیاں کانوں میں رکھ لیں اور صحابہ سے پوچھتے رہے کہ اب بھی آواز آرہی ہے یا نہیں؟ جب صحابہ نے اطلاع دی کہ اب آواز نہیں آرہی ہے، تب آپ نے انگلی مبارک کو کان سے نکالا۔ آہ! جس چیز کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں، آج امت رات دن اسی گانے بجانے میں غرق ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے صحابی فرماتے ہیں: **إِنَّ الْغِنَاءَ رُقِيَّةُ الزِّنَا^{۳۲۲}** گانا

^{۳۲۱} قال السلا على القارى فى الأسرار الرفوعة: ۳۲، برقم (۱۶۳)، المكتبة القديمية قال النووى فى شرح مسلم هو من أمثالهم المشهورة انتهى وعزاه الغزالي للفضيل بن عياض

^{۳۲۲} كشف الخفاء ومزيل الالباس: ۹۵/۲ (۱۸۱۳)، مكتبة العلم الحديث

سننے سے زنا کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور آپ کا قول علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں نقل فرمایا ہے کہ خدا کی قسم یہ آیت **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ... الخ** گانے کے حرام ہونے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ بعض لوگ گانا بجانے والی لونڈیوں کو خریدتے تھے اور ان سے گانے سنوا کر لوگوں کا مال لوٹتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **لَإِنَّ الْغِنَاءَ يُنْبِتُ الْفِئَاقَ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ**^{۳۳} گانا بجانا ایسے بے ایمانی پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔ اب اس کو عبادت اور درجہ قرب الہی سمجھا جاتا ہے، افسوس کی بات ہے یا نہیں؟ جب دین مکمل ہو گیا اور میدانِ عرفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** نازل ہو گئی، تو جن نافرمانیوں سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اب اسی نافرمانی کو امت کے بعض نادان لوگ قربِ الہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اشعار ہمارے تمام اکابر نے سنے ہیں لیکن چار شرطوں کے ساتھ جو میں آگے بیان کروں گا، لیکن حدودِ شریعت کو توڑ کر اشعار اور قوالی سننا حرام ہے۔ میں نے ایک زمانہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک طرف عشاء کی نماز ہو رہی تھی اور دوسری طرف قوالی ہو رہی تھی، کسی نے بھی نماز ادا نہیں کی، طبلے بج رہے تھے اور بیٹھے گردن ہلا رہے تھے۔ تحقیق کی تو قریبی لوگوں نے بتایا کہ قوالوں نے اس وقت شراب پی ہوئی ہے، یہ رات بھر جاگ نہیں سکتے، نہ اتنی گردن ہلا سکتے ہیں، یہ سب نشے میں ہیں۔ بتائیے! عشاء کی نماز ضروری ہے یا شراہیوں سے قوالی سننا ضروری ہے؟ بعض جگہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ قوالی ہو رہی ہے، پیر صاحب کو سجدہ کیا جا رہا ہے اور نماز کا اہتمام نہیں۔

علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فقہ شامی میں اور سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ چار شرطیں ہیں جن کے ساتھ اشعار کا سننا جائز ہے، چاہے اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہوں یا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں نعت شریف ہو، تو یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ باعثِ برکت ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ طبلہ سارنگی نہ ہو، طبلہ سارنگی یعنی موسیقی پر حمد و نعت پڑھنا بے ادبی اور اللہ اور رسول کی نافرمانی ہے۔

چار شرطوں سے سماع جائز ہے

سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چار شرطوں سے سماع یعنی اشعار محبت و معرفت کے سننا جائز ہے۔ شرط اول کیا ہے؟ سماع اہل ہویٰ نہ باشد، سننے والا نفس کا بندہ نہ ہو، عشق مجازی میں مبتلا نہ ہو ورنہ عشقیہ اشعار سے اس کو اپنے معشوق یاد آئیں گے، لہذا پہلی شرط یہ ہے کہ سننے والا نفس کا غلام نہ ہو اور قلب اس کا مجلی مصطفیٰ ہو، غیر اللہ سے پاک ہو چکا ہو تا کہ محبت اور عشق الہی کی باتوں سے اس کا قلب اللہ ہی کی طرف متوجہ رہے، معشوقانِ مجازی کی طرف نہ جائے۔ نمبر ۲۔ مضمون خلاف شرع نہ باشد، اشعار میں جو مضمون ہو وہ شریعت کے خلاف نہ ہو، آسمان وزمین کے قلابے نہ ملارہا ہو، کسی کو خدا کے برابر نہ کر رہا ہو، اولیاء اللہ کو باختیار اور خدا کی حکومت میں شریک نہ سمجھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ کو **نعوذ باللہ** برطانیہ کے بادشاہ کی طرح نہ سمجھ رہا ہو کہ جہاں اصل حکومت وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کے ممبر کرتے ہیں اور بادشاہ اپنا خرچہ پانی لے کر صرف دستخط پر گزارہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو ایسا مت سمجھو، سارا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔

خدا فرما چکا قرآن کے اندر

مرے محتاج ہیں پیرو پیغمبر

وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے

جسے تو مانگتا ہے اولیاء سے

ہاں آپ وسیلہ مانگ سکتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگیں، اولیائے کرام کے وسیلے سے کہیں کہ اے اللہ! تیرے جتنے اولیاء ہیں ان کے صدقہ اور طفیل میں میری دعا قبول فرمائیں، مگر مانگیں گے خدا ہی سے، وسیلہ پکڑیں گے اللہ کے اولیاء سے، لیکن مانگیں گے خدا سے اور تیسری شرط یہ ہے کہ آلہ لہو و لہب نہ باشد یعنی سارنگی طبلہ نہ ہو، ساز و موسیقی نہ ہو، شریعت کے خلاف چیزیں نہ ہوں۔ میں بڑے درد سے پوچھتا ہوں کہ کیا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی طبلہ بجایا؟ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کبھی طبلہ بجایا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں تشریف فرما تھے، کیا آپ کی حیات مبارکہ میں کبھی یہ کام ہوا؟ ایک صاحب نے مجھ سے بحث کی کہ قوالی سے دل میں عشق و تڑپ پیدا ہو جاتی ہے، طبلہ اور سارنگی کے ساتھ جب شعر ہوتا ہے تو دل میں عشق الہی میں جوش آجاتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو نہیں بتائی، صحابہ نے تابعین کو نہیں بتائی اور تابعین نے تبع

تابعین کو نہیں بتائی، یہ راز بس تمہارے سینے میں آگیا، عشقِ الہی کی تڑپ کاراز بس آپ کو ملا، پھر اس نے توبہ کی۔ یہ بات کشمیر کے رہنے والے ایک صاحب کی ہے، ماشاء اللہ! یہ اور ان کا سارا خاندان بدعات اور خلافِ شرع باتوں سے تائب ہو گیا اور چوتھی شرط ہے کہ مسیح کو دک وزن نہ باشد یعنی جو اشعار سنارہا ہے وہ بے داڑھی مونچھ کا لڑکانہ ہو اور عورت نہ ہو۔ عورتوں اور بے داڑھی مونچھ کے لڑکوں سے نعت شریف سننا جائز نہیں ہے۔ عورت اگر قرآن شریف بھی سنائے تو عورت سے قرآن شریف بھی سننا جائز نہیں ہے۔ نبی کی بیبیوں کی آواز کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمایا **لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ** کہ اے نبی کی بیبیو! اگر تم کو صحابہ سے بات کرنا پڑے تو اپنی آوازوں کی طبعی نرمی کے خلاف آواز بھاری کر کے بات کرو **فَيَطْمَعِ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ** ورنہ جن کے دل میں مرض ہے ان میں طمع پیدا ہوگی اور اسی احتیاط کی وجہ سے صحابہ کو حکم ہو رہا ہے **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ** اے اصحابِ رسول! جب تم نبی کی بیبیوں سے کسی بات کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے کرو۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ پہلی اچانک نظر تو معاف ہے لیکن خبردار! کسی کی ماں، بہن، بیٹی پر دوسری نظر مت ڈالنا، یہ حرام ہے۔ کیا آج ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں؟ کہتے ہیں کہ مولانا! ہماری نظر صاف ہے، دل پاک ہے، ارے! تو کیا **نَعُوذُ بِاللَّهِ** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر غیر صاف اور غیر پاک تھی؟ یہ سب نفس کی چال ہے کہ خود کو پاک صاف کہہ کر بد نظری کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۷۳

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْصِنِي قَالَ: أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ أَزِينُ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ ذِكْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَنُورُكَ فِي الْأَرْضِ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: عَلَيْكَ بِطَوْلِ الصَّوْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ

وَعَوْنُكَ عَلَىٰ أَمْرِ دِينِكَ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ فَإِنَّهُ يُبَيِّتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُورِ الْوَجْهِ قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: قُلِ الْحَقُّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا قُلْتُ: زِدْنِي قَالَ: لَا تَخَفْ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا يَمِ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ لِيُحْجِزَكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعَلَّمُ مِنْ نَفْسِكَ ۳۳

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمادیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں تقویٰ سے رہنے کی نصیحت کرتا ہوں، پس تیرے سب کام بن جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ مزید نصیحت فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تلاوت اور ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ اس سے آسمان میں تمہارا ذکر ہو گا اور زمین میں اللہ تعالیٰ تمہیں نور عطا فرمائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ مزید نصیحت فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اکثر خاموش رہا کرو، اس کی وجہ سے شیطان تم سے ڈرے گا اور تمہارے دین کے معاملات میں تم کو اس سے مدد ملے گی۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اور نصیحت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کثرتِ خلک سے بچو، کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے اور چہرے کا نور ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اور نصیحت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اور نصیحت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کو راضی کرنے میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اور نصیحت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنے عیوب کا استحضار لوگوں (کے عیوب جاننے) سے روک دے۔

۳۳ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ لَأَمْرٌ لَكَ بِهِ، قُلْتُ: زِدْنِي. قَالَ: "عَلَيْكَ بِمَلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ ذِكْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَنُورٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ" قُلْتُ: زِدْنِي. قَالَ: "عَلَيْكَ بِطَوْلِ الصَّمْتِ، فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ، وَعَوْنٌ لَكَ عَلَى أَمْرِ دِينِكَ" قُلْتُ: زِدْنِي. قَالَ: "إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ، فَإِنَّهُ يُبَيِّتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُورِ الْوَجْهِ" قُلْتُ: زِدْنِي. قَالَ: "قُلِ الْحَقُّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا" قُلْتُ: زِدْنِي. قَالَ: "لَا تَخَفْ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا يَمِ" قُلْتُ: زِدْنِي. قَالَ:

"لِيُحْجِزَكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعَلَّمُ مِنْ نَفْسِكَ". أخرجه البيهقي في شعب الإیمان: ۲۳۲-۲۳۳/۲ برقم (۲۹۲۲) دار الكتب العلمية

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست نصیحت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری کو سات نصیحتیں فرمائیں، جس میں سے ایک نصیحت یہ ہے:

أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ أَزِينُ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ

تقویٰ سے رہو تیرے سب کام بن جائیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ چاہے وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا، تقویٰ کی برکت سے دونوں جہاں بن جاتے ہیں کیوں کہ تقویٰ کی برکت سے وہ خدا کا دوست ہو گیا اور جب خدا کا دوست ہو گیا تو خدا کا یہ جہاں بھی ہے اور وہ جہاں بھی ہے، خدا دونوں جہاں میں اس کو راضی رکھتا ہے، جب اتارا رضی ہو تو پردیس میں بھی بیٹے کو خرچہ بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا کھانا کھاؤ، ایک ملازم بھی رکھو اور خوب آرام سے رہو اور وطن میں بھی اسی فکر میں رہتا ہے کہ میرے بیٹے کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ اسی طرح جو اپنے رب کو ناراض نہیں کرتا بلکہ ہر وقت راضی رکھتا ہے، تو رب بھی اس کو پردیس اور وطن دونوں میں آرام سے رکھتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ مزید نصیحت فرمائیں، تو دوسری نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ ذِكْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَنُورُكَ فِي الْأَرْضِ

تلاوت اور ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ قرآن شریف طاقوں میں، جزدانوں میں لپٹے ہوئے ہیں، قرآن پاک کو طاقوں میں مت رکھو، روزانہ تلاوت کرو، چاہے ایک ہی رکوع ہو یا صرف دس آیتیں ہی کیوں نہ ہوں البتہ مسافر مستثنیٰ ہے کیوں کہ بروایت بخاری شریف اس کے فرض آدمی ہو جاتے ہیں اور مسافر کو ثواب اتنا ہی ملتا ہے جتنا وہ وطن میں وظیفہ پڑھتا تھا، پھر آپ نے فرمایا کہ کثرت تلاوت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آسمانوں میں تیرا ذکر ہو گا اور زمین میں تیرے لیے نور ہو گا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن پاک اور ذکر اللہ کا انعام بتا رہے ہیں کہ آسمان میں تمہارا ذکر ہو گا اور زمین میں اللہ تعالیٰ تمہیں نور عطا فرمائیں گے۔

صحابہ کرام کی دین کی حرص

آج ہم لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں سے زیادہ مسائل نہ پوچھو، اگر تم نے نماز کا پوچھا تو روزہ گلے لگا دیں گے، لیکن صحابہ کرام کی دین کی پیاس بجھتی ہی نہ تھی۔ حضرت ابوذر غفاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: **قُلْتُ زِدْنِي** ہمیں اور زیادہ نصیحت کیجیے۔ دو نصیحتوں کے بعد عرض کیا: اور فرمائیے۔ واہ یہ ہے طلب علم! ایک کباب کے بعد دوسرے کباب کی طرف بھی ہاتھ لپکتا ہے، جب دنیوی کبابوں کی اتنی طلب ہے تو علم جو آخرت کی چیز ہے اس کی طلب تو اور زیادہ ہونی چاہیے تاکہ آخرت بن جائے، تو آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا:

عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّنَةِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنُكَ عَلَىٰ أَمْرِ دِينِكَ

اے ابوذر! تم اکثر خاموش رہا کرو، کیوں کہ اس کی وجہ سے شیطان تم سے ڈرے گا اور تمہارے دین کے تمام معاملوں میں اس سے مدد ملے گی۔ حضرت ابوذر غفاری نے پھر عرض کیا: **قُلْتُ زِدْنِي** اے اللہ کے نبی! مجھے اور نصیحت کیجیے۔ کیا حرص ہے اور کیا حریص طالب علم ہے، لیکن یہ حرص مبارک ہے، ہر لالچ بری نہیں ہوتی۔

کثرتِ ضحک کی شرح

چوتھی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ فَإِنَّهُ يُيَسِّتُ الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُورِ الْوَجْهِ

کثرتِ ضحک سے بچو، کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، اس سے مراد وہ ہنسی ہے جو غفلتِ قلب کے ساتھ ہو، اگر دل اللہ سے غافل نہیں تو ہنسنے میں مضائقہ نہیں، لیکن اس میں بھی اتنا غلو نہ کرو کہ ہر وقت ہنستے ہی رہو اور نہ اتنی کمی کرو کہ ہنسنا ہی بھول جاؤ، لہذا اللہ والے دوستوں کے ساتھ تھوڑا ہنسنا بھی چاہیے، کیوں کہ یہ مقوی قلب اور مقوی اعصاب ہے، بالکل خاموشی سے اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں، لہذا خاموشی میں بھی غلو نہ کرو، نہ ہر وقت ہنستے رہو نہ بالکل خاموش رہو بلکہ ہر چیز اعتدال میں ہو۔

ایک مرتبہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی بات پر ہنسی آگئی، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعادی:

أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو ہنستا ہی رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بھی حق ہے کہ اپنے بزرگوں کو دعادیں جیسا کہ ایک صحابی حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تو کہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر عنایت فرمائی کہ اس پر بیٹھ جاؤ تو انہوں نے وہ چادر لے کر اس کو بوسہ دے کر واپس کر دی اور آپ علیہ السلام کو دعادی:

أَكْرَمَكَ اللَّهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَمَا أَكْرَمْتَنِي ﷺ

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو عزت دے جیسا آپ نے مجھے عزت دی۔ معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کو، شاگرد استاد کو اور بیٹا باپ کو دعادے سکتا ہے، لہذا آپ علیہ السلام کے ہنسنے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا دی **أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ** یہ حدیث بخاری شریف کی **كِتَابُ الضَّحِكِ** میں موجود ہے۔

اب اس پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص برابر ہنستا رہے اور ایک سیکنڈ بھی اس کی ہنسی نہ رکے، تو ہم کو اور آپ کو اس کے بارے میں کیا خیال ہو گا کہ اسے کسی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے، اس کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ہر وقت ہنسنے سے کیا مراد ہے؟ محدثین نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ ہر وقت ہنسنے کی دعا نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی ہے:

۲۳۵۔ هذا مختصر من حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه أنه قال استأذن عمرُ عليَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم وعندهَ نساءٌ من قُرَيْشٍ يَكَلِّمَنَهُ وَيَسْتَعِزُّنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَمِنَ يَمْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ حَبِثُ مِنْ هَوْلَاءِ اللَّاتِي كُنْتُ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهْبَنَ ثَمْرٌ قَالَ أَى عَدَوَاتٍ أَنْفُسُهُنَّ أَتَهْتَنِي وَلَا تَهْبَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ نَعْمَ أَنْتَ أَفْظُ وَأَعْلَى مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَابِكًا لِي إِلَّا سَلَكَ لِيَا غَيْرَ نَجَاتِكَ. أخرجه البخاري في صحيحه: ۳۶۵/۱، برقم (۳۲۹۳) في باب صفة إبليس وجنوده: ۵۲۰/۱، برقم (۳۶۸۳) في باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرظي العدوي رضي الله عنه. و (۱۹۹/۲) برقم (۶۰۸۵) في باب التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ. ومسلم في صحيحه (۲۶۱/۲) برقم (۶۳۵۵) في باب مِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ رضي الله تعالى عنه

۲۳۶۔ هذا مختصر من حديث جرير بن عبد الله البجلي، أنه جاء إلي النبي صلى الله عليه وسلم وهو في بيت مدحوس من الناس، فقام بالناب، فنظر النبي صلى الله عليه وسلم يمينًا وشمالًا، فلم ير مؤضعًا، فأخذ النبي صلى الله عليه وسلم رداءه، فلقيه ثمر رمي به إليه فقال: «اجلس علي». فأخذ جرير فضته وقبله، ثم رده على النبي صلى الله عليه وسلم، وقال: أكرمك الله يا رسول الله كما أكرمتني، [ص: ۱۲۲] فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمٌ قَوْمٌ فَأَكْرِمُوهُ». أخرجه الطبراني في معجمه الأوسط: ۵۱۱۹/۳، برقم (۵۳۶۱، ۵۳۶۲)، دار الكتب العلمية و في معجمه الصغير: ۱۳/۲، برقم (۹۳)، دار الكتب العلمية و البيهقي في شعب الإيمان: ۳۶۱/۴-۳۶۲ برقم (۱۰۹۹)، دار الكتب العلمية و الحاكم في المستدرک: ۳۲۳/۳، برقم (۹۱)، دار الكتب العلمية

أَيُّ أَدَامَ اللَّهُ فَرْحَكَ^{۳۷۷}

اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور خوشی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ ہمیشہ ہنسنے سے یہاں فرحتِ قلب مراد ہے، کیوں کہ جب فرحتِ قلب نہ ہوگی تو ہنسی کیا آئے گی؟ تو دلالتِ التزامی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعادی کہ **أَدَامَ اللَّهُ فَرْحَكَ** اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کے قلب کی فرحتوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھیں، اسی لیے عرض کر دیا کہ بعض لوگ ایک حدیث دیکھ کر مفتی بن جاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے، ہنستے نہیں تھے، دوسری احادیث ان کے مطالعے میں نہیں، تو جب کسی عالم کو ہنستے دیکھتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب! یہ کیا ہے؟ حالاں کہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماموں تھے، انہوں نے جنگ بدر میں ایک مشرک کو تیر سے مار گرایا، وہ ننگا ہو گیا،

فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى نَوَاجِذِهِ^{۳۷۸}

آپ علیہ السلام اتنا ہنسے کہ داڑھیں مبارک نظر آنے لگیں، لہذا علم پورا ہونا چاہیے، اردو کی کتابیں پڑھ کر علماء کی اصلاح مت کیجیے، مفتی نہ بنیے۔

ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو

غرض ہمارے بزرگ ہنستے بھی ہیں اور ہنساتے بھی ہیں، لیکن ان کا دل اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجددوب رحمۃ اللہ علیہ خوب ہنسے اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے پیر بھائیوں کو بھی خوب ہنسیا، بعد میں خواجہ صاحب نے پوچھا کہ سچ بتائیں، ہنسی کی اس محفل میں کیا آپ کے دل اللہ سے غافل تھے؟ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بوجہ ادب کے ہم سب خاموش ہو گئے، اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ! اس وقت بھی میرا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول

۳۷۷ مرقاة المفاتیح: ۳۸۸/۱۰ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

۳۷۸ هذا مختصر من حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَعَ لَهُ أَبْوِيَهُ يَوْمَ أُحُدٍ. قَالَ كَانَ زُجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ أَحْرَقَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِزْمِرْ فِدَاكَ أَيُّ وَأَنْتِي". قَالَ فَزَعَعْتُ لَهُ بِسَهْمٍ لَيْسَ فِيهِ نَضْلٌ فَأَصَابَتْ جَنْبَهُ فَسَقَطَ فَأَنْكَشَفَتْ عَوْرَتَهُ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى نَوَاجِذِهِ. أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ: ۲/۲۸۷، برقم (۶۳۹۰) فِي بَابِ فِي فَضْلِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

تھا اور پھر یہ شعر پڑھا۔

ہنسی بھی ہے گولوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اللہ والوں کی ہنسی اور اپنی ہنسی کو برابر مت سمجھو، کیوں کہ وہ بظاہر ہنس رہے ہوتے ہیں مگر ان کا دل پھر بھی رو رہا ہوتا ہے۔ اس پر میرا بھی ایک شعر ہے۔

لب ہیں خنداں، جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

اللہ والا اگر کاروبار بھی کر رہا ہے، مخلوق میں بھی بیٹھا ہے، بات چیت بھی کر رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے، مگر اُس وقت بھی وہ خدا کے ساتھ ہے، جسم کے مرتبہ میں وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح کے مرتبہ میں وہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اس مضمون کو اختر نے ایک اور شعر میں پیش کیا ہے۔

دنیا کے مشغولوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حق بات کہنے کا سلیقہ

پانچویں نصیحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

قُلِ الْحَقُّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا ۝۳۹

حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو، لیکن دوستو! حق بات بھی اگر کہنا ہو تو اس کو بھی سلیقہ سے کہو، جیسے اگر کوئی اپنی ماں سے کہے کہ اے میرے ابا کی بیوی! ناشتہ لاؤ۔ ہے تو حق، مگر ظالم نے حدیث کے مفہوم کو ضائع کر دیا۔ دین ہمیں ادب کا درس دیتا ہے، بے ادبی نہیں سکھاتا۔ دیکھو! حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑنے کو اپنی طرف منسوب کیا، لیکن جب دو غلاموں کی دیوار کو سیدھا کیا تو اس کو اللہ کی طرف منسوب کیا، حالانکہ تینوں کام اللہ کے حکم سے کیے تھے، لیکن جو عیب کی بات تھی اس کو اپنی طرف منسوب کیا **فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا**

پس ارادہ کیا میں نے کہ کشتی کو عیب دار کروں اور جب معاملہ دیوار سیدھی کرنے کا آیا تو اپنے رب کی طرف نسبت کی:

فَاذَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۗ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ ۗ

لہذا دوستو! حق بات بے شک کہو، ڈٹ کر کہو، مگر موقع محل دیکھ کر ادب اور سلیقہ سے کہو جیسے شکاری جس چیز یا کاشکار کرنا چاہتا ہے تو اس کی بولی بھی سیکھتا ہے ورنہ وہ بھاگ جائے گی، اگر شاعر آیا ہے تو دو تین شعر پڑھ کر اس کو اللہ کے عشق میں پھنساؤ، اگر ڈاکٹر ہے تو اس کو تھوڑی سی ڈاکٹری بھی سناؤ مثلاً اس سے کہو کہ فرانس کے ڈاکٹر پاگلوں کو مسواک کراتے ہیں جس سے گندامواد ان کے دماغ سے نکلتا ہے اور وہ ٹھیک ہو رہے ہیں اور ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مبارک سنت کو چھوڑے ہوئے ہیں، حالاں کہ مسواک سے نماز کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے سے ایک ایسا لعاب نکلتا ہے جس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ یہ ڈاکٹروں کا تجربہ ہے، لیکن ہم ڈاکٹروں کے تجربہ کی وجہ سے انگلیاں نہیں چاٹتے، بلکہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں چاٹتے ہیں۔ بالفرض اگر ڈاکٹر منع بھی کریں تو ہم ان کی نہیں مانیں گے، اپنے نبی کی مانیں گے۔ اسی طرح کھانے کا برتن صاف کرنا بھی سنت ہے، کیوں کہ برتن دعا دیتا ہے کہ اے اللہ! اس کو جہنم کی آگ سے اس طرح بچا جس طرح اس نے مجھے شیطان سے بچایا، اس حدیث کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شامی جلد نمبر ۵، کتاب المحظروا لالباحۃ میں نقل فرمایا ہے۔

راہِ حق میں طعن و ملامت سے نہ ڈریں

اور چھٹی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی **لَا تَخَفْ فِي اللَّهِ تَوْمَةً لَا يَمُرُّ اللَّهُ كُورًا** یعنی کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو، اگر کوئی ہنستا ہے تو ہنسنے دو، اگر کسی آدمی کو سخت پیاس لگی ہے اور کوئی شخص اسے ٹھنڈا شربت پلائے اور یہ جگہ اور بستی ایسی ہے کہ جہاں شربت پینے والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، تو آپ بتائیں کہ کیا یہ پیاسا شخص لوگوں کے مذاق اڑانے کے خوف سے شربت پینا چھوڑ دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کی ایسی ہی پیاس مانگو کہ سارے عالم کی ملامتیں تمہیں اللہ کی فرماں برداری کرنے سے نہ روک سکیں۔

اگر کوئی شکاری مچھلی شکار کر کے اسے دوبارہ دریا میں چھوڑ دے، تو وہ دوبارہ دریا میں جائے گی یا

نہیں؟ اور وہ دوسری سمندری مچھلیوں کی ہنسی مذاق اور طعنوں کی فکر بھی نہیں کرے گی، کیوں کہ اس کو پتا ہے کہ سمندر کے بغیر ہمیں راحت اور آرام نہیں مل سکتا، خشکی میں تو موت ہے، اس لیے وہ کسی کے لعن طعن کی پرواہ نہیں کرے گی، بلکہ دوبارہ سمندر میں جانے کی کوشش کرے گی۔ اسی طرح مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اللہ کے معاملہ میں مخلوق کا خوف نہیں کرتا، کسی کی لعنت ملامت سے نہیں ڈرتا، اپنی بیوی سے نہیں ڈرتا، برادری اور معاشرہ سے نہیں ڈرتا، اپنے علاقے اور ملک سے نہیں ڈرتا، سارا ملک اگر داڑھی منڈا دے، لیکن وہ تنہا شیر کی طرح داڑھی رکھتا ہے۔ ہمارے لیے کتنے شرم کی بات ہے کہ دس لاکھ کی آبادی میں ایک سکھ رہتا ہے، لیکن وہ کافر ہو کر بھی اپنے گرو نانک کی محبت میں داڑھی نہیں منڈاتا۔ بھائیو! ہم کیا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں؟ لہذا اللہ تعالیٰ سے ایسا ایمان مانگو کہ اگر سارا جہاں کافر ہو جائے پھر بھی اے اللہ! ہم آپ کو نہ چھوڑیں، اسی کو عشق کہتے ہیں۔

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبین سائی ہے
سر زاہد نہیں یہ سر سر سودائی ہے

اپنے عیوب کا استحضار رکھیں

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساتویں اور آخری نصیحت یہ فرمائی:

لِيُحْجِرَكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعَلَّمْتَ مِنْ نَفْسِكَ^{۵۱}

تمہیں اپنے نفس کے بارے میں معلوم ہے کہ تم نے کتنی بد معاشیاں کی ہیں، بالغ ہونے سے لے کر اب تک اپنا سب حال معلوم ہے، لیکن دوسروں کا عیب نظر آتا ہے تو پہاڑ کے مانند بہت بڑا لگتا ہے اور اپنا عیب مجھ نظر آتا ہے، حالانکہ حکم یہ ہے کہ اپنے عیب کا اتنا مطالعہ کرو کہ دوسروں کے عیب دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے۔

حدیث نمبر ۷۴

بِصَلَاتِهِمْ وَصِيَامِهِمْ وَعِبَادَتِهِمْ أَلْبَسَ اللَّهُ وُجُوهُهُمْ النُّورَ^{۵۲}

۵۱ شعب الایمان للبیہقی: ۱/۲۷ (۲۵۹۲) فضل السکوت عن کل مالایعنیہ، مکتبۃ الرشید، الریاض

۵۲ ہذا مختصر من حدیث أم سلمة رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول اللہ أخبرنی عن قول اللہ عزوجل حور عین قال حور بیض

ترجمہ: (جنت میں مسلمان عورتوں کو) ان کی نماز و روزہ اور عبادات کے سبب اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر نور ڈال دیں گے۔

جنت میں مسلمان عورتوں کی شانِ حُسن

جب مسلمان عورتیں جنت میں جائیں گی تو حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی سید محمود بغدادی نے لکھا ہے کہ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت میں حوریں زیادہ حسین ہوں گی یا مسلمان بیویاں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بیویاں جنت میں حوروں سے زیادہ خوبصورت کردی جائیں گی۔ امّ المؤمنین نے عرض کیا کہ **بِمَ ذَٰلِكَ؟** انہیں یہ فضیلت کیوں ملے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کا نور ان کے چہروں پر ڈال دے گا، کیوں کہ ہماری بیویوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، بچہ جننے کی تکلیفیں اٹھائی ہیں، شوہروں کی خدمت کی ہے، اللہ کے لیے تکلیفیں اٹھائی ہیں اور حوروں نے نہ نماز روزہ کیا، نہ اللہ کے لیے کوئی اور تکلیف برداشت کی، اس لیے ہماری عورتیں جنت میں حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی۔

دنیا کے چند دن کے لیے اپنی کم حسین بیویوں پر راضی رہو، جیسے سفر کرتے ہو تو اسٹیشن کی چائے پیٹے ہو یا نہیں؟ یا وہاں بھی گھر والی چائے ملتی ہے؟ دنیا اسٹیشن کا پلیٹ فارم ہے، پر دیس میں ہو، جیسی بیوی بھی مل جائے اس کو ساری دنیا کی حسیناؤں سے بہتر سمجھو، اگر آپ کہیں کہ کیوں صاحب! اپنی بیوی کو سب سے حسین کیوں سمجھیں؟ اس بات کی کیا دلیل ہے؟ تو دلیل یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے نعمت ملتی ہے، تو تقدیر میں جو بیوی لکھی ہے وہی ملتی ہے، آپ لاکھ ہاتھ پیر مارو،

عین ضحام شفر الحوراء بمنزلة جناح النسرة قلت يا رسول الله فأخبرني عن قول الله عز وجل كأنهن الياقوت والمرجان قال صفاؤهن كصفاء الدر الذي لا تصدأ الذي لا تمسه الأيدي قلت يا رسول الله فأخبرني عن قوله فيهن خيرات حسان قال خيرات الأخلاق حسان الوجوه قلت يا رسول الله فأخبرني عن قوله كأنهن بيض مكنون قال رقتهن كرقعة الجبل التي في داخل البيضة مما يلي القشر وهو الغرقع قلت يا رسول الله فأخبرني عن قوله عربا أتربا قال هن اللواتي قبضن في دار الدنيا عجائز رمضا شعثا خلقهن الله بعد الكبر فجعلهن عذاري قال عربا معشقات محببات أتربا علي ميلاد واحد قلت يا رسول الله أنساء الدنيا أفضل أم الحور العين قال بل نساء الدنيا أفضل من الحور العين كفضل الظهارة علي البطانة قلت يا رسول الله وبم ذاك قال بصلاتهم وصيامهم وعبادتهم لله عز وجل وألبس الله عز وجل وجوههم النور وأجسادهم الحرير بيض اللوان خضر الشياب صفر الحلي مجامر هن الدر وأمشاظهن الذهب يقلن ألا نحن الخالدات فلا نموت أبدا ألا ونحن الناعمات فلا نبوس أبدا ألا ونحن المرضيات فلا نسخط أبدا طوبى لمن كنا له وكان لنا قلت المرأة منا تزوج الزوجين والثلاثة والأربعة ثم تموت فتدخل الجنة ويدخلون معها من يكون زوجها منهم فقال يا أم سلمة أنها تخير فتختار أحسنهم خلقا فتقول أي رب إن هذا كان أحسنهم معي خلقا في دار الدنيا فزوجنيه يا أم سلمة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخرة - أخرجه الطبراني في معجمه الأوسط (۱۲/۲) ط : دار الكتب العلمية) برقم (۱۳۱۳)

تعویذیں دباؤ، وظیفے پڑھو، لیکن ملے گی وہی جو قسمت میں ہے۔

میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے، اتنے حسین تھے کہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سبق پڑھاتے تو نظر کی حفاظت کے لیے ان کو پیچھے بٹھایا کرتے تھے، ایک دن چراغ کی روشنی میں عبارت پڑھتے ہوئے جب ان کی داڑھی ہلتے دیکھی، تو فرمایا: ارے بھئی! تمہاری تو داڑھی آگئی، اب سامنے آجاؤ۔

لیکن اتنے حسین شخص کی جب شادی ہوئی تو بیوی ایسی ملی کہ اس کے لیے حسین کا لفظ بولنا جائز نہیں تھا، بس عورت تھی، عورت کا ڈھانچہ اور اسٹرکچر تھا، حسن کا ڈسٹمپر نام کو بھی نہیں تھا، لیکن امام صاحب نے کبھی اس کو طعنہ نہیں دیا کہ میں اتنا حسین ہوں، تو مجھے کہاں سے مل گئی؟ کیوں کہ اللہ والے اپنی بیوی کو دنیا کے تمام حسینوں سے زیادہ حسین سمجھتے ہیں، کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں ہمارے مولیٰ نے عطا کی ہے۔

حدیث نمبر ۷۵

إِنَّ أَعْظَمَ النَّكَاحِ بَرَكَتَهُ أَيْسَرُهُ مَوْنَةً^{۲۵۳}

ترجمہ: سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو۔

سب سے برکت والا نکاح کون سا ہے؟

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **إِنَّ أَعْظَمَ النَّكَاحِ بَرَكَتَهُ أَيْسَرُهُ مَوْنَةً** سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو اور سادگی ہو۔ بے جا اخراجات میں پیسہ اڑانے سے بہتر ہے کہ وہی پیسہ بچا کر اپنی بیٹی کو دے دو، داماد کو دے دو، مسجد میں دری بچھو دو، کسی طالب علم کا خرچہ برداشت کر لو۔ غرض اپنے شیخ سے مشورہ کر کے کسی صحیح مصرف میں لگا دو۔ دعوتِ ولیمہ جو مسنون ہے وہ لڑکے کے لیے ہے جس کے گھر بیوی آتی ہے، مگر آج اُلٹا معاملہ ہے، لڑکی والا بھی لڑکے کے ہمراہ آنے والے سینکڑوں باراتیوں کے کھلانے پلانے پر لاکھوں روپے خرچ کرتا ہے، جس کی پانچ لڑکیاں ہیں وہ چھ لاکھ کا انتظام سوچتا ہے اور پھر

۲۵۳۔ هذا حدیث عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: أَعْظَمُ النَّكَاحِ بَرَكَتَهُ أَيْسَرُهُ مَوْنَةً. أخرجه أحمد في

مسندہ: ۵/۹۲، رقم (۲۳۵۸۳)، دار الکتب العلمیة، والبیہقی فی شعب الإیمان: ۵/۲۵۲، رقم (۱۵۶۶)، دار الکتب العلمیة

اس کی وجہ سے چوری کرتا ہے، ڈاکہ مارتا ہے، رشوت لیتا ہے اور لڑکے والوں پر بھی اتنی بڑی دعوتِ ولیمہ کرنا ضروری نہیں کہ شامیانہ لگے، دس ہزار آدمی آئیں اور لاکھوں روپے کھلانے میں خرچ ہوں، پانچ آدمی سے بھی ولیمہ ہو سکتا ہے، اگر کسی خاندان والے کو کوئی نہ بلائے تو اس کو شکایت کا حق نہیں ہے۔

صحابہ کرام اور اکابر کے نکاح میں سادگی

کراچی تو بہت بڑا شہر ہے، مدینہ شریف کی چھوٹی سی بستی میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک صحابی حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دعوتِ ولیمہ میں نہیں بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کپڑے پر خوشبو کا پیلا رنگ لگا دیکھ کر اندازہ لگایا اور پوچھا کہ شاید تم نے نکاح کر لیا؟ لیکن آپ کو ذرا بھی ناگواری نہیں ہوئی کہ تم نے ہمیں دعوتِ ولیمہ میں کیوں نہیں بلایا۔

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک بہت بڑے اور معزز خاندان میں اپنی بیٹی دی۔ پروفیسر حکیم عرفان اللہ صاحب مجلس شوریٰ دیوبند کے ممبر اور طبیبہ کالج علی گڑھ کے بہت بڑے حکیم تھے، حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو لانا اور ایک بچہ اور لے آنا یعنی علی گڑھ سے ہر دوئی تین آدمی سے زیادہ نہ آئیں، بس ابا جان آئیں، بیٹا جو داماد بننے والا ہے اور ایک بچہ اور لاسکتے ہیں، چوتھا آدمی نہیں آئے گا۔ اس کو کہتے ہیں سادگی، لیکن آج کہتے ہیں کہ سادگی اختیار کرنے سے ناک کٹ جائے گی۔ ارے! ناک تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، اگر سادگی اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری عزت ہوتی۔

نکاح میں اسراف کا وبال

جب سے امتِ شادی بیاہ کے موقع پر خرافات اور تکلفات میں مبتلا ہوئی ہے اس وقت سے مقروض ہونے، سودی قرضے اور رشوت لینے جیسی برائیوں میں مبتلا ہو گئی اور ان برائیوں کی جڑ یہی فضول خرچی اور اسراف ہے۔ جب نکاح کی برکت کم خرچ کرنے میں ہے تو امت برکت کیوں نہیں لیتی، کیوں زیادہ خرچ کر کے اور نام و نمود کر کے برکت سے محروم ہوتی ہے؟

حدیث نمبر ۷۶

ثُمَّ حَبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءَ^{۲۵۴}

ترجمہ: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت محبوب کر دی گئی۔

حدیث حَبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءَ پر ایک وجد آفریں علم

حَبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءَ^{۲۵۵} دال بر محبوبیتِ خلوت ہے اور خلوتِ محضہ محلِ اعمالِ ولایت ہے کہ مناجات و تاوؤہ و تضرع و رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ عَيْنَاهُ و غیر ذالک انعامات و ثمراتِ قرب محتاج و موقوف بر تخلُّی مع الحق ہیں۔ و مثل ذالک و اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ دال بر مشقتِ نفس فی الجلوت ہے، اگرچہ تبلیغ و دعوت الی اللہ و تزکیہِ نفوس عباد و غیر ذالک مِّن اعمالِ ضروریہ موقوف و محتاجِ جلوت ہیں اور بواسطہ خدمتِ خلق باعثِ ترقی و قرب ہیں لیکن طبعاً رویتِ محبوب بلا واسطہ اذہ ہے رویتِ بواسطہ مرآة سے و لِذَلِكَ كَانَتْ الْخُلُوةُ أَحَبَّ إِلَيَّ وَ لِيَايَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْجَلُوةُ كَانَتْ شَاقَّةً عَلَى نَفْسِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ... الخ۔

(تسہیل از مرتب: بخاری شریف کی حدیث حَبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءَ نبوت ملنے سے پہلے مجھے خلوت محبوب کر دی گئی، خلوتِ محبوبیت پر دلالت کرتی ہے اور خلوت ہی اعمالِ ولایت کا محل ہے کہ مناجات و دعا و آہ و زاری و غیرہ جملہ انعاماتِ قرب خلوت مع الحق ہی پر موقوف ہیں۔ اور اسی طرح آیت وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ نفس پر جلوت کے شاق ہونے کی دلالت کرتی ہے اگرچہ تبلیغ و دعوت اور بندوں کے نفوس کا تزکیہ و غیرہ جیسے ضروری اعمالِ جلوت کے محتاج ہیں اور خدمتِ خلق کے واسطے سے ترقی و قرب کا باعث ہیں لیکن عاشق کو طبعاً دیدارِ محبوب بلا واسطہ زیادہ مرغوب و لذت ہوتا ہے بہ نسبت دیدارِ بواسطہ آئینہ کے اور اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلوت زیادہ محبوب تھی جیسا کہ حدیث مذکورہ دلالت کرتی ہے اور جلوت آپ پر شاق تھی جیسا کہ آیت وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ دلالت کرتی ہے۔)

۲۵۴۔ هذا حدیث عائشة رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوُجُوهِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ... الخ أخرجه البخاری فی صحیحہ: ۳/۱۰۱ رقم (۳) فی کیف كان بدءُ الوُجُوهِ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ و مسلم فی صحیحہ: ۸۷/۱ رقم (۲۲۲) فی باب بدء الوُجُوهِ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۵۵۔ صحیحہ البخاری: ۳/۱۰۱ (۳) باب کیف كان بدء الوُجُوهِ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المكتبة المظہریة

نیز یہی آیت **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ** مؤید اور شاہد بھی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد **حُبِّبَ إِلَيَّ الْخَلَاءُ** کی، حالاں کہ آپ نے اپنے ارشاد پر کوئی دلیل بیان نہ فرمائی تھی، لیکن حق تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **حُبِّبَ إِلَيَّ الْخَلَاءُ** کو **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ** سے منصوص و مدلل و مؤید بالقرآن فرمادیا، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت و رفعتِ قرب کا پتا چلتا ہے۔ اس کا لطف اس مثال سے واضح ہو سکتا ہے کہ کوئی عاشق دعویٰ کرے کہ میں خلوت مع المحبوب کو احب سمجھتا ہوں پھر اس کا محبوب اس دعویٰ کی تائید میں دلیل بیان فرمائے، عاشقوں کے لیے یہ مقام وجد ہے۔ **ذَلِكَ مِمَّا حَصَّنِيَ اللَّهُ تَعَالَى شَانَهُ بِلُطْفِهِ**۔

(تسہیل از مرتب: آیت **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ** کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دے رہے ہیں کہ اے نبی! اگرچہ آپ کو خلوت میں ہمارے ساتھ مشغول ہونا مرغوب ہے لیکن صحابہ کو خوشبوئے محمدی میں بسانے کے لیے ان کے درمیان بیٹھنے میں اپنے نفس پر مشقت برداشت کیجیے۔ اس طرح یہ آیت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد **حُبِّبَ إِلَيَّ الْخَلَاءُ** کی تائید کرتی ہے حالاں کہ آپ نے اپنے ارشاد پر کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے **حُبِّبَ إِلَيَّ الْخَلَاءُ** کی **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ** سے تائید فرما کر اس کو قرآن پاک سے منصوص و مدلل کر دیا، اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت اور مقامِ قرب کی رفعت کا پتا چلتا ہے۔ اس کا لطف اس مثال سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ کوئی عاشق دعویٰ کرے کہ میں اپنے محبوب کے ساتھ خلوت کو بہت محبوب رکھتا ہوں پھر اس کا محبوب اس دعویٰ کی تائید میں دلیل بیان فرمائے کہ میرے عاشق کی محبت کی یہ دلیل ہے تو عاشقوں کے لیے یہ مقام وجد ہے۔)

اس حدیثِ مذکور اور آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ جلوت کے دینی کاموں میں جس قدر مسرور رہتے ہوں اور خلوت میں ذکر و شغل و تصورِ محبوب میں دل اس قدر نہ مسرور ہوتا ہو تو یہ علامت ہے کہ اس شخص کی روح بمصداقِ داں کہ روح خوشہِ غیبی ندید ہے مقامِ ولایتِ اتباعِ سنت کی برکت سے جس قدر مقرب الی النبوت ہوتا جاتا ہے اسی قدر اس کو خلوتِ الذ اور جلوتِ اشق ہونے لگتی ہے لیکن تعمیلِ ارشاد **وَاصْبِرْ** کے تحت ترکِ جلوت سے بھی احتراز کرتے ہیں کہ اختیارِ جلوت ہی میں بقائے دین بواسطہ مشاورت و اصلاح و دعوتِ الی اللہ موقوف و منحصر ہے **وَلِنِعْمَ مَا قَالَ الْعَارِفُ الرَّؤْمِيُّ فِي هَذَا الْمَقَامِ يُؤَيِّدُ هَذَا الْحَدِيثَ**۔

بہر ایں کردست منع آں باشکوه
از تَرَهْبُ و زشدن خلوت بکوه

تانہ گردد فوت ایں نَوْعُ التَّقَا
کال نظر بخت است و اکسیر بقا

مشورہ کن از گروہِ صالحان
بر پیمبر اَمْرُهُمْ شُورَى بَدَا

یک زماں زیں قبلہ گز ذاہل شوی
سخرہ ہر قبلہ باطل شوی

چوں شوی تمیز وہ را ناسپاس
بجہد از تو خطرہ قبلہ شناس

(تسہیل از مرتب: اس حدیث مذکور اور آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ جلوت کے دینی کاموں میں تو مسرور رہتے ہیں، لیکن خلوت میں ذکر و اذکار سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے میں ان کا دل زیادہ مسرور نہیں ہوتا، یہ علامت ہے کہ اس شخص کی روح ابھی مقامِ قرب سے نا آشنا ہے۔ کسی کا مقام ولایت اتباعِ سنت کی برکت سے ذوقِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر قریب ہوتا جاتا ہے، اسی قدر اس کو خلوت محبوب اور جلوت شاق ہونے لگتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ارشاد **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ** کی تعمیل میں جلوت کو بھی ترک نہیں کرتے، کیوں کہ دین کی بقاء تبلیغ و اصلاح اور دعوت الی اللہ کے ذریعہ جلوت اختیار کرنے ہی پر موقوف ہے۔)

حدیث نمبر ۷۷

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ

وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ وَالْعَيْشَ بَعْدَ الْمَوْتِ^{۱۵۶}

۱۵۶۔ هذا مختصر من حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كان یكثُر أن یَدْعُو: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ. أخرجه البخاری فی الأدب المفرد: ۱۰۰ برقم (۳۰۷). دارالکتب العلمیة. ولم أجد فی طرق هذا الحدیث زیادة "وَالْعَيْشَ بَعْدَ الْمَوْتِ"

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں صحت کا اور پاک دامنی کا اور امانت کا اور اچھے اخلاق کا اور تقدیر پر راضی رہنے کا اور مرنے کے بعد والی زندگی کا۔

حدیثِ صحت کی عجیب تشریح

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کی جو دعا بارگاہِ حق میں عرض کی ہے **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ وَالْعَيْشَ بَعْدَ الْمَوْتِ** تو اس ترتیب میں خاص علوم ہیں۔ صحت کے بعد ہر لفظ کو صحت سے خاص تعلق ہے۔ ہر مقصد بعد صحت جو مذکور ہے صحت کا موقوف علیہ ہے، چنانچہ صحت کے لیے عفت ضروری ہے، غیر عقیف اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور عفت کے لیے امانت ضروری ہے۔ امانت چشم و صدر خاص طور سے اہم ہے اور امانت نام ہے مالک کے عطا فرمودہ اعضاء کو اور ان کی قوتوں کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا۔ پس امانت کے خلاف استعمال سے صحت کو نقصان اس وجہ سے بھی پہنچتا ہے کہ خیانت معصیت ہے اور ہر معصیت قلب کو بے سکون کرتی ہے اور بے سکونی قلب صحت کو خراب کرتی ہے خواہ کتنی ہی عمدہ غذا کھائے، اسی طرح حسن خلق سے صحت کو نفع ہوتا ہے۔ اگر مغلوب الغضب ہو یا مغلوب الشہوت ہو یا بے صبر ہو یا حریص ہو یا قانع نہ ہو یا توکل نہ ہو، تو ہر خلق کی خرابی سے تشویش پیدا ہوتی ہے۔ غضب سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے اور عدم توکل و بے صبری سے ضعف ہو کر بلڈ پریشر ضرورت سے زیادہ کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رضا بقدر پر یعنی فیصلہ الہی پر راضی نہ رہنے سے دل پریشان رہتا ہے جس سے صحت کو نقصان ہوتا ہے، کوئی غذا جسم کو نہیں لگتی، آدمی صاحب فراش ہو جاتا ہے اور عیش بعد الموت رضا بالقضاء کے لیے معین ہے، ورنہ آدمی افلاس یا کسی تکلیف میں ہو تو مستقبل اور وطن کی راحت کی امید پر سفر کی صعوبت کا تحمل آسان ہو سکتا ہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس تقریر کو بہت پسند فرمایا اور ڈاکٹروں کے اجتماع میں احقر سے خطاب کرایا تھا۔

شرح حدیث بعنوان دیگر

حدیث دعائے صحت کی الہامی تشریح

حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کے لیے یوں دعا فرمائی ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ

وَالْعَيْشَ بَعْدَ الْمَوْتِ

یہ بلاغت کلام نبوت ہے کہ الفاظ کی اس ترتیب میں خاص علوم ہیں، صحت کے بعد ہر لفظ کو صحت سے خاص تعلق ہے یعنی ہر مقصد بعد صحت جو مذکور ہے صحت کا موقوف علیہ ہے چنانچہ صحت کے لیے عفت (پاک دامنی) ضروری ہے، غیر عقیف اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور عفت کے لیے امانت ضروری ہے اور امانت نام ہے مالک کے عطا فرمودہ اعضاء اور ان کی قوتوں کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا اور سب سے اہم امانت دو ہیں: (۱) امانت چشم، (۲) امانت صدر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے **يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ** اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور دل کی خیانت سے باخبر ہیں۔ امانت کے خلاف استعمال کو خیانت کہتے ہیں۔ پس جو شخص امین العین اور امین الصدر ہو گا وہ اعضاء کی جملہ قوتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرے گا اور امانت کے خلاف استعمال سے صحت کو اس وجہ سے بھی نقصان پہنچتا ہے کہ خیانت معصیت ہے اور ہر معصیت قلب کو بے سکون کرتی ہے اور قلب کی بے سکونی صحت کو خراب کرتی ہے خواہ کتنی ہی عمدہ غذا کھائے اور امانت کے لیے حسن خلق ضروری ہے مثلاً جس میں صبر ہو گا وہ شہواتِ خلاف شریعت کو ترک کرے گا اور قلب و نظر کو خیانت سے بچائے گا۔ پس حسن خلق سے بھی صحت کو نفع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر مغلوب الغضب ہو یا مغلوب الشہوت ہو یا بے صبر ہو یا حریص ہو قانع نہ ہو یا توکل وغیرہ نہ ہو تو ہر خلق کی خرابی سے تشویش پیدا ہوتی ہے جو مضر صحت ہے، مثلاً بے جا غضب سے ہائی بلڈ پریشر ہو کر فاج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عدم توکل اور بے صبری سے ضعف اور دورہ قلب ہو سکتا ہے اور حسن خلق موقوف ہے رضا بقدر پر کیوں کہ جو تقدیر پر راضی ہو گا وہ مخالف حالات میں بھی راضی برضا رہے گا اور اطمینان قلب صحت کے لیے ضروری ہے اور فیصلہ الہی پر راضی نہ ہونے سے دل پریشان رہتا ہے جس سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور کوئی غذا جسم کو نہیں لگتی، یہاں تک کہ آدمی صاحب فراش ہو جاتا ہے اور اس کے بعد **العیش بعد الموت** جو فرمایا یہ رضا بالقضا کے لیے معین ہے، کیوں کہ جس طرح مستقبل میں وطن کی راحت کی امید پر سفر کی صعوبتوں کا تحمل آسان ہو جاتا ہے اسی طرح وطن اصلی کی راحت کی امید پر دنیا کی تکالیف کا تحمل آسان ہو جاتا ہے۔

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تقریر کو بہت پسند فرمایا تھا اور بمبئی میں ڈاکٹروں کے اجتماع میں خطاب کرایا تھا۔

حدیث نمبر ۷۸

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ۚ

ترجمہ: تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پاک سیکھے اور سکھائے۔

احادیث میں مذکور دو عظیم الشان خیر

مندرجہ ذیل تقریر احقر نے بمبئی میں دعوتِ الحق کے ایک جدید مدرسہ تعلیم القرآن کے افتتاح پر بحکم حضرت مرشدنا ہر دوئی دامت برکاتہم کی تھی۔ احقر نے عرض کیا تھا کہ حدیث پاک میں وارد ہے **خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ** تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن پاک سیکھیں اور سکھائیں۔ حاصل یہ کہ قرآن پاک سیکھنے سے خیر نہ ہوگے جب تک سکھاؤ گے بھی نہیں، لیکن قرآن کی تعلیم دینے کے لیے ہر شخص کو موقع کہاں! نہ ہر شخص کے پاس اتنا وقت ہے، نہ تمام خلق اس میں لگ سکتی ہے۔ پس اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو تعلیم قرآن دینے والے ہیں ان کے ساتھ تعاون کرنے والا بن جائے، خادمِ معلمین قرآن بن جائے، اس طرح سے کہ ان کی تنخواہوں کی فکر رکھے، ان کی راحت و فراغت کا خیال رکھے اور تعلیم کے لیے بچوں کو اور ان کے وارثین کو ترغیب دے، قرآن پاک کے مکاتب کی تعمیر میں حصہ لے، تو ان شاء اللہ! یہ بھی **عَلَّمَهُ** میں داخل ہو جائے گا۔ حدیث شریف ہے:

خَيْرُكُمْ مَنْ ذَكَرَكُمْ بِاللَّهِ دُرُؤَيْتَهُ وَزَادَ فِي عِلْبِكُمْ مَنْطِقَهُ وَرَغَّبَكُمْ فِي الْآخِرَةِ عَمَلَهُ ۚ

پہلی حدیث میں تعلیم و تعلم قرآن کی جو خیر مذکور ہے اس کے ساتھ طلبائے کرام اور اساتذہ کرام دوسری خیر بھی حاصل کریں کہ ان کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے، ان کی وضع قطع سے یہ معلوم ہو کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں، ان کی باتوں سے علم میں اضافہ ہو اور ان کے عمل سے آخرت کی رغبت پیدا ہو، چنانچہ ہر دوئی کے طلبائے کرام کی وضع قطع ایسی ہے کہ دور ہی سے اللہ والے معلوم ہوتے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ مدارس کے طلباء کو

۲۵۸۔ ہذا حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ. أخرجه البخاری فی

صحیحہ ۵۲/۲، برقم (۵۲۰)، فی باب خیرکم من تعلم القرآن وعلّمہ. وروی عن علی بن أبی طالب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ. أخرجه الترمذی فی سننہ: ۱۹/۲، برقم (۲۹۰۹)، فی باب ما جاء فی تعلیم القرآن

۲۵۹۔ شعب الایمان للبیہقی: ۲۹/۱۳، (۹۰۰۰)، فصل من ہذا الباب مجانبۃ من لا یعیبک علی طاعة اللہ عزّوجلّ، مکتبۃ الرشید، الریاض

ادعیہ مسنونہ کے بعد دوسری ضروری تعلیمات بھی زبانی یاد کرا دیں، مثلاً کھانے پینے کی سنتیں اور وضو کی سنتیں وغیرہ اور منورات و مظلمات یعنی اخلاقِ حسنہ و اخلاقِ رذیلہ وغیرہ اور جلسوں میں مسلمانوں کی جماعت کے سامنے ان سے زبانی کہلایا جائے تاکہ ان کے کلام سے اُمت کے علم میں اضافہ ہو، چنانچہ ہر دوئی کے طلبائے کرام میں اس کا ماشاء اللہ! بہت خوب اہتمام ہے۔

اسی طرح تعدیل ارکان سے نماز کی مشق کرائی جائے تاکہ ان کے عمل سے آخرت کی رغبت پیدا ہو چنانچہ ایک اہل ثروت نے ہر دوئی کے ایک طالب علم کو دیکھ کر جس نے ظہر کی چار سنتیں سات منٹ میں ادا کیں بمبئی سے ہر دوئی بذریعہ تار اپنے بچوں کے داخلہ کی درخواست کی، کیوں کہ وقت کم رہ گیا تھا اور مدت داخلہ اختتام پر تھی۔ انہوں نے کہا کہ جہاں کے بچے ایسی عمدہ نماز پڑھتے ہیں وہاں تربیت دینے والے بڑوں کا کیا مقام ہوگا۔

حدیث نمبر ۷۹

أَخْلَقَ عِيَالُ اللَّهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ^{۲۵۹}

ترجمہ: تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ بھلائی اور احسان کرے۔

حدیث أَخْلَقَ عِيَالُ اللَّهِ... الخ کی ایک جدید اور نادر تشریح

حدیث شریف میں آیا ہے کہ **أَخْلَقَ عِيَالُ اللَّهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ**^{۲۶۰} مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ بھلائی اور احسان کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق میں کسی کو بُری نظر سے دیکھنا یا دل میں اس کے لیے بُرے خیال لانا، بتائیے! کیا یہ مخلوق کے ساتھ احسان ہے؟ اگر کسی کے اہل و عیال کو کوئی بُری نظر سے دیکھے، تو کیا اس کو اچھا لگتا ہے یا اگر اس کا بس چلے تو اس کو کچا چبا جائے گا؟

۲۵۹۔ ہذا حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ أنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَخْلَقَ عِيَالُ اللَّهِ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ"۔ أخرجه البيهقي في شعب الإيمان ۶: ۲۲/۶، برقم (۴۳۸)، دار الكتب العلمية

۲۶۰۔ مشکوٰۃ المصابیہ: ۲۲۵، باب الشفقة والرحمة، المكتبة القديمية

میرے ایک دوست نے بتایا کہ ایک شخص میری بیٹی کو جو برقعہ میں تھی بار بار دیکھ رہا تھا، تو میرا جی چاہتا تھا کہ اس کو گولی مار دوں، اس لیے کہتا ہوں کہ جو کسی کو بُری نظر سے دیکھتا ہے اس فعل پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوتا ہے۔ جب ایک باپ اپنی اولاد کو بُری نظر سے دیکھنے والے کو اپنا دوست نہیں بنا سکتا، تو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ماں باپ سے زیادہ تعلق ہے وہ ایسے شخص کو اپنا دوست کیسے بنائیں گے؟ چنانچہ جس لمحہ، جس سیکنڈ، جس ساعت میں بد نظری ہوتی ہے، اسی لمحہ اور اسی سیکنڈ میں دل معذب ہو جاتا ہے۔ بد نظری کا نقطہ آغاز اللہ تعالیٰ کے عذاب کا نقطہ آغاز ہے، کیوں کہ جیسے ہی نظر ناپاک ہوتی ہے ویسے ہی دل پلید ہو جاتا ہے اور مقام لہر پر خیال پہنچ جاتا ہے پھر اس کو اللہ کے قرب کی عید کیسے مل سکتی ہے؟ اور اگر توبہ نہیں کرے گا تو ساری زندگی مُعذّب رہے گا۔ اسی لیے حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عشق مجازی عذابِ الہی ہے۔ وہ انتہائی ظالم گدھا اور بے وقوف ہے، جو غیر اللہ کے نمک پر مرتا ہے وہ عذابِ الہی خریدتا ہے۔ دنیا کی مارکیٹ دو قسم کی ہے، اسی دنیا کی مارکیٹ میں لوگ مولیٰ کو یاد کر کے، اشکبار آنکھوں سے گناہوں سے توبہ کر کے ولی اللہ بن رہے ہیں اور جنت خرید رہے ہیں اور اسی دنیا میں بعض لوگ غیر اللہ پر مر کر دوزخ خرید رہے ہیں۔ یہی دنیا ولی اللہ بننے کی مارکیٹ بھی ہے اور دوزخی زندگی خریدنے کی مارکیٹ بھی ہے۔

حدیث نمبر ۸۰

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَصُدَّ عَنِّي وَجْهَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۱۲۱

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھ سے قیامت کے دن اپنا رخ پھیر لیں۔

ذوقِ عاشقانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

اگر دوام تقویٰ کی نعمت حاصل نہیں ہے تو حُسنِ تقریر اور حُسنِ تحریر اور مخلوق کی تعریف سے دھوکا نہ کھاؤ، کسی کی تعریف سے کیوں مست ہوتے ہو؟ یہ دیکھو کہ ہمارا کوئی لمحہ ایسا تو نہیں ہے جو اللہ کی ناراضگی

۱۲۱۔ ہذا مختصر من حدیث سمرۃ رضی اللہ عنہا قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ حَاطِبِي عَنِّي كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَصُدَّ عَنِّي وَجْهَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. اللَّهُمَّ نَقِّ عَنِّي حَاطِبِي عَنِّي كَمَا نَقَّيْتَ الشُّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ. اللَّهُمَّ أَحْيِيْنِي مُسْلِمًا وَأَمِيتْنِي مُسْلِمًا". أخرجه الطبرانی في معجمه الكبير: ۴۰۹/۶، رقم (۶۹۰۳)

میں گزرتا ہو؟ اسی غم میں جیو اور اسی غم میں مرو کہ قیامت کے دن اللہ ہم سے خوش ہو گا یا نہیں؟ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے کہ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ تَصُدَّ عَنِّي وَجْهَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ قیامت کے دن جب میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں تو آپ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیں۔ یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانِ پاکِ نبوی کے ذوقِ عاشقانہ کی غناز ہے۔ اگر کسی کے ماں باپ بیٹے کو دیکھ کر اپنا منہ پھیر لیں، تو اس بیٹے کو جو اپنے ماں باپ کا عاشق ہے کس قدر غم ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف و غم ہونا ذوقِ عاشقانہ نبوت ہے۔

یہ دعا سرورِ عالم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کے خوف کو ظاہر کرتی ہے، باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ کی ناراضگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ممتنع اور محال ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی **دَعَا رَبِّ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ** کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ **فِيهِ خَوْفُ الْأَنْبِيَاءِ مَعَ عِصْتِهِمْ وَامْتِنَاءِ الْكُفْرِ عَلَيْهِمْ فَكَيْفَ يَصْحُرُ لِغَيْرِهِمْ أَنْ يَغْتَرَّ بِصَلَاةِ جَدِّهِ** اس دعا میں انبیاء علیہم السلام کے خوف کا ظہور ہے باوجود اس کے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور کفر ان پر ممتنع اور محال ہے پھر بھی وہ ڈرتے رہتے ہیں اور یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جن پر حق تعالیٰ کی جلالت و عظمتِ شان منکشف ہو گئی ان کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ پس غیر نبی کے لیے کیسے جائز ہو گا کہ وہ اپنی صالحیت کے دھوکے میں مبتلا ہو اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ دعا مانگ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو تعلیم دے دی کہ حق تعالیٰ کی عظمتِ شان کو پہچانو اور قیامت کے دن اللہ کے چہرہ پھیر لینے یعنی ناراضگیِ حق سے پناہ مانگو۔

لفظ مَبَشِّرًا کے نزول کی حکمت

یہ آیت **إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا** پر زندگی میں پہلی بار ذہن منتقل ہوا کہ بشارت دینے کے لیے لفظ **مبشر** آیا ہے، **بَشِيرًا** بھی نازل ہوا ہے مگر **مبشر** میں رحمت کا ظہور زیادہ ہے اور قرآنِ پاک میں اگر ایک جگہ بھی کوئی لفظ مستزاد ہے اور دوسری جگہ اس کا متبادل لفظ آئے جو مستزاد نہ ہو تو اس کے معانی مستزاد سے مقید ہو جائیں گے، اس لیے جہاں **بشیر** نازل ہوا ہے وہ معنی میں **مبشر** کے ہو گا۔ قاعدہ ہے **إِنَّ كَثْرَةَ الْمَبَانِي تَدُلُّ عَلَى كَثْرَةِ الْمَعَانِي** جب بناء میں حروف زیادہ ہوں گے تو معانی کی کثرت ثابت ہو جاتی ہے، لہذا **مبشر** کے الفاظ کی بناء میں تعدد فرما کر اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ظہور میں تعدد

فرمایا کہ ہماری تبشیر انداز سے زیادہ ہے، اس لیے **مبشر** نازل ہوا ہے کہیں **مُنذِرًا** نازل نہیں ہوا جو دلیل ہے کہ ہماری رحمت زیادہ ہے ڈرانے سے۔ اس کی مؤید یہ حدیثِ قدسی بھی ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي وَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ ۞

میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ تو لفظ **مُبَشِّرًا** بتاتا ہے کہ ہماری رحمت کی خوشخبری کو انداز پر غالب رکھو، اس لیے مبلغِ دین کو چاہیے کہ رحمت کی خوشخبری کو زیادہ بیان کرے بہ نسبت ڈرانے کے، ورنہ بعض لوگ زیادہ ڈرانے سے اعتدال سے نکل گئے اور ذہنی مریض ہو گئے۔

حدیث نمبر ۸۱

دُعَاءُ الْمَرِيضِ كَدُعَاءِ الْمَلِيكَةِ ۞

ترجمہ: مریض کا دعا کرنا ایسے ہی ہے جیسے فرشتوں کا دعا کرنا۔

اسلام کی صداقت کی ایک دلیل

میرے دوستو! اسلام کی صداقت اور اسلام کی عظمت کی ایک دلیل آج بیان کرتا ہوں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ کافر اگر بیمار ہو جائے تو اس کو تو بڑھا ہاؤس میں داخل کر دیتے ہیں جہاں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، کوئی عزیز و اقارب نہیں ہوتے، بے چارے گھٹ گھٹ کے مر جاتے ہیں۔ بعضوں کو مار فیا کا انجکشن لگا دیتے ہیں، ڈاکٹروں کو کچھ پیسہ دیا کہ بڑے صاحب کو چلتا کرو، خود سے نہیں جاتے تو انہیں چلتا کرو۔ اب اسلام کی سنیے کہ اسلام مریضوں کو کیا کہتا ہے۔ اگر کوئی مریض ہو جائے تو کافر تو اس کو بالکل کنڈم اور ناقابلِ ریفرینڈم سمجھتا ہے یعنی کچھ نہیں سمجھتا، حقیر سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حدیثِ قدسی ہے کہ قیامت کے دن میرا سوال ہو گا کہ میں بیمار ہوا، تو تم مجھ کو دیکھنے کیوں نہیں آئے؟ بندہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ تو بیماری سے پاک ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب میرے خاص بندے بیمار ہوئے تھے تو تم دیکھنے کیوں

۳۱۲ صحیح البخاری: ۱۱۲/۲، باب قولہ بل هو قرآن مجید، المكتبة المطهرية

۳۱۳. هذا مختصر من حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ أنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَرِيضٍ فَلْيَصَافِحْهُ، وَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى جَنْبَيْهِ، وَلْيَسْأَلْهُ كَيْفَ هُوَ، وَلْيَسْأَلْهُ لَهْ فِي الْأَجْلِ، وَيَسْأَلْهُ أَنْ يَدْعُو لَهُمْ، فَإِنَّ دُعَاءَ الْمَرِيضِ كَدُعَاءِ الْمَلَايِكَةِ". أخرجه البيهقي في شعب الإيمان: ۱۲/۴، برقم (۹۲۱۴)، دار الكتب العلمية

نہیں آئے؟ وہیں میں بھی تم کو مل جاتا۔ اسلام نے یہ عزت مریضوں کو بخشی۔ مریض کو ساری دنیا کے لوگ حقیر سمجھتے ہیں، مگر اسلام نے یہ عزت اور شرف بخشا کہ بیمار آدمی کو کوئی حقیر نہ سمجھنے پائے، جو حقیر سمجھے گا وہ احمق ہے، کیوں کہ اس کے پاس اللہ ملے گا، اللہ نے فرمایا کہ اگر تم اس مریض کو دیکھنے آتے تو وہیں تو میں بھی تھا، میں اپنے خاص بندوں کے پاس ہوتا ہوں اور اپنی نعمتِ خاص سے ان کو نوازتا ہوں۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بھئی! وہاں اللہ کا قرب ملتا ہے چلو وہیں بیٹھ جائیں، رات دن وہیں بیٹھے رہیں، قرب کو چھوڑنا کہاں جائز ہے؟ خوب دیر تک بیٹھو تو اسلام نے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ دیر تک نہ بیٹھو، تھوڑے سے قرب پر راضی رہو، وہ قرب لے کر چلے آؤ، وہ قرب ہمیشہ رہے گا، فنا نہیں ہوگا، اللہ کا قرب فنا نہیں ہوتا، اس لیے تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آؤ، کیوں کہ اس کو اگر پیشاب پاخانہ لگ گیا تو مریض کیا کرے گا؟ تمہاری رعایت سے بے چارہ بیٹھا رہے گا اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے اور عیادت کی سنت ہے کہ ہلکی پھلکی عیادت کرو، زیادہ دیر مریض کے پاس مت بیٹھو۔ پس اسلام نے مریض کو یہ عزت دی کہ اس کے قرب کو اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب بیان کیا کہ میں تمہیں اس مریض کے پاس ملوں گا۔ اب اس کے بعد کوئی مریض کو حقیر سمجھ سکتا ہے؟ جو مریض کو حقیر سمجھے گا تو گویا اللہ کو حقیر سمجھنا لازم آئے گا، اس لیے مریض کو محترم سمجھ کر جائے گا اور دعا کرانے گا کیوں کہ دوسری حدیث میں ہے **دُعَاءُ الْمَرِيضِ كَدُعَاءِ الْمَلِكِ** مریض کی دعا مثل فرشتوں کی دعا کے ہے۔ مریض کی دعا ایسی ہے گویا فرشتے دعا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مریض کا رتبہ مثل فرشتوں کے رکھ دیا، مریض کی عظمت بڑھادی کہ جاؤ اس سے دعا کرو، اس کی دعا مثل فرشتوں کی دعا کے ہے۔ تو میں نے سمجھا کہ آج تابع صاحب کے دعائیہ اشعار سن کر بعض لوگ ترس کھا کر کہیں رات بھر نہ روئیں کہ ارے! اختر بیمار پڑ گیا۔ ارے! یہ بیماری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، دعا تو ضرور کرنا چاہیے، دعا پر کوئی اعتراض نہیں، مگر مریض کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ! جو آپ کا حکم ہے میں اس پر راضی ہوں، مگر جلدی سے آزمائش کی گھڑی گزار دیجیے، آزمائش کو لمبی نہ کیجیے، کیوں کہ ہم ناتواں اور کمزور ہیں اور زیادہ لمبی آزمائش کو برداشت نہیں کر سکتے۔

حدیث نمبر ۸۲

لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ
إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ۚ

ترجمہ: اگر تم میں سے کسی کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے تو وہ ضرور جنت میں جائے گا۔

مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ
فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ ۚ

جس کسی کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہی ہوں تو وہ ان کی اچھی طرح تربیت کرے اور وہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

قرآن و حدیث میں بیٹیوں کی فضیلت

بیٹیاں بہت بڑی نعمت ہیں کیوں کہ ان کی پرورش پر جنت کا وعدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ کسی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں پس وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے یعنی پرورش کرے، دین سکھائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور دوسری روایت میں ارشاد ہے مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں ان کی اچھی طرح پرورش کرے اور ان کے ادائے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرے، اُس کے لیے جنت واجب ہوگی اور بعض روایات میں آپ نے تین بیٹیوں

۲۶۳۔ ہذا حدیثُ اَبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ”لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ“۔ أخرجه الترمذی فی سننه (۱۳/۲) برقم (۲۰۳۶) فی باب مَا جَاءَ فِي السَّفَقَةِ عَلَى الْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ

۲۶۵۔ ہذا حدیثُ اَبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ. أخرجه الترمذی فی سننه (۱۳/۲) برقم (۱۹۶) فی باب مَا جَاءَ فِي السَّفَقَةِ عَلَى الْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ

اور دو بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت دی، تو کسی نے عرض کیا کہ اگر کسی کے ایک ہی لڑکی ہے؟ تو آپ نے اس کو بھی جنت کی بشارت دی۔ اگر یہ نعمت نہ ہو تیں تو ان پر جنت کا وعدہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ یہ سبب نزولِ رحمت ہیں، لہذا جس کے گھر بیٹیاں پیدا ہوں وہ خوش ہو جائے، ہر گز دل چھوٹا نہ کرے اور ان کو نعمت سمجھے۔ جن کی وجہ سے جنت مل جائے وہ نعمت نہ ہوں گی؟ پس بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن کر جس کے چہرہ پر غم آجائے یہ شعارِ کافرانہ ہے یعنی کافروں جیسا کام ہے، کیوں کہ کافر بیٹیوں کی خبر سن کر غمگین ہو جاتے تھے اور زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو لعنت سمجھتے تھے کہ داماد ڈھونڈنا پڑے گا اور اپنی سبکی سمجھتے تھے، اسی لیے زندہ دفن کر دیتے تھے، ایسے شقی القلب اور جانور تھے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَإِذَا الْمَوْءَدَةُ سُئِلَتْ ﴿٢٦٦﴾ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ

جب زندہ دفن کی جانے والی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس جرم میں قتل کیا گیا؟ ان بیٹیوں ہی سے تو انسان پیدا ہوتے ہیں، ان کو حقیر سمجھنا علامتِ کافرانہ اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّا نَا وَ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ اللَّهُ كُورٌ ﴿٢٦٧﴾

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیٹیوں کو مقدم فرمایا جس سے ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت مبارک ہے جس کے پیٹ سے پہلی مرتبہ بیٹی پیدا ہو۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ مِنْ يُسِّنُ الْمَرْأَةَ تَبْكِيهَا بِالْأُنْثَى قَبْلَ الذَّكَرِ ﴿٢٦٨﴾

اور روح المعانی میں حضرت قتادہ سے مروی ہے:

مِنْ يُسِّنُ الْمَرْأَةَ تَبْكِيهَا بِالْأُنْثَى ﴿٢٦٩﴾

لہذا بیٹیوں کے پیدا ہونے کی خبر سن کر مسکراؤ اور خوش ہو جاؤ اور سمجھو کہ گھر میں برکت نازل ہو گئی۔ اسلام نے بیٹیوں کو کیا عزت دی ہے، اس لیے بیٹیوں کو نعمتِ عظمیٰ سمجھو، ان ہی سے تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں اور

۲۶۶ التکویر: ۹۸

۲۶۷ الشوری: ۲۹

۲۶۸ تفسیر القرطبی: ۳۸/۸، الشوری (۲۹)، دارالکتب المصریة، القاہرة

۲۶۹ تفسیر روح المعانی: ۵۳/۲۵، الشوری (۲۹)، دار احیاء التراث العربی، بیروت

سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دونوں عالم میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پیارے ہیں اور وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں ان کا نسب آپ کی بیٹی سے چلا۔ اگر بیٹیاں مبارک نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اپنے سب سے پیارے نبی کا نسب بیٹی سے نہ چلاتا۔ معلوم ہوا کہ بیٹیاں بہت مبارک ہیں، اس لیے ان کو حقیر نہ سمجھو۔ بیٹے تو بیٹیاں لاتے ہیں اور بیٹیاں بیٹے یعنی داماد لاتی ہیں۔ بعض وقت داماد ایسا لائق مل گیا جو بیٹوں سے بھی زیادہ خدمت گزار نکلا، البتہ اللہ تعالیٰ سے بیٹے کے لیے دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس نیت سے بیٹا مانگو کہ اسے عالم اور حافظ بناؤں گا تا کہ وہ اللہ والا بن جائے، دین کا کام کرے اور ہمارے دینی اداروں کو چلائے اور ہمارے لیے صدقہ جاریہ ہو۔

حدیث نمبر ۸۳

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي صَبُورًا وَّاجْعَلْنِي شُكُورًا وَّاجْعَلْنِي فِي عَيْنِي
صَغِيرًا وَّفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا^۱

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بہت زیادہ صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دیجیے اور مجھے میری نگاہ میں کم تر دکھائیے اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا بنا دیجیے۔

شرح حدیث اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي صَبُورًا... الخ

اے اللہ! مجھے صبر عطا فرما کہ ہم نیک اعمال پر قائم رہیں اور مصیبت میں آپ پر اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہم کو یہ مصیبت ملی۔ مصیبت سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا درجہ بلند کرتا ہے، گناہوں سے پاک صاف کرتا ہے۔ ماں میل کچیل چھڑاتی ہے تو بچہ چلاتا ہے، مگر بعد میں چمک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو مصیبت دے کر ان کی خطائیں معاف کرتے ہیں اور صبر کی برکت سے نسبت مع اللہ کا اعلیٰ مقام دے دیتے ہیں اور **الصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ** بھی دیجیے کہ نافرمانی کے تقاضوں کے وقت ہم صابر رہیں اور نافرمانی نہ کریں اور نافرمانی سے بچنے کا غم اٹھالیں اس کا نام **الصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ** ہے۔ اس دعا میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی اقسامِ ثلاثہ مانگی ہیں:

۱۔ هذا حدیث عبد اللہ بن بردہ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي صَبُورًا وَّاجْعَلْنِي شُكُورًا وَّاجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَّفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا. أخرجہ البزار فی مسنده ۳۱۵/۱۰، رقم (۲۳۲۹)، مكتبة العلوم والحكم.

۱)... **الصَّبْرُ عَلَى الطَّاعَةِ** یعنی نیک اعمال پر قائم رہنا۔

۲)... **الصَّبْرُ فِي الْمُصِيبَةِ** مصیبت میں صابر رہنا۔

۳)... **الصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ** گناہوں سے بچنے کی تکلیف اٹھانا۔

حقیقی شکر کیا ہے؟

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے ہیں **وَاجْعَلْنِي شَكُورًا** اور ہمیں آپ کی عطا کردہ نعمت پر شکر کی توفیق دیجیے اور اس کی حقیقت تقویٰ ہے کہ ہم گناہ نہ کریں۔ اصل شکر گزار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا۔ اس کی دلیل سن لو، میں تصوف بلا دلیل پیش نہیں کرتا۔ **لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ** اے صحابہ! اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی ہے **وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ** اور تم سخت کمزور تھے **فَاتَّقُوا اللَّهَ** پس تم تقویٰ سے رہا کرو اور ہم کو ناراض مت کرو **وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** تاکہ تم حقیقی شکر گزار بن جاؤ۔ یہ تھوڑی ہے کہ منتخب بوٹی کھا کر کہہ دیا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے اور گناہ سے باز نہ آئے، اس طرح شکر کا حق ادا نہیں ہوا۔ زبان سے شکر کی سنت تو ادا ہوئی، لیکن جب گناہ سے بچو، نظر بچاؤ عیناً، قلباً و قابلاً حسینوں اور نمکینوں سے دور رہو تب سمجھ لو اب شکر حقیقی نصیب ہوا۔ **تَوَاجِعَلْنِي شَكُورًا** کے معنی کیا ہے **أَيُّ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَّقِينَ** یہ ترجمہ حکیم الامت کا ہے کہ مجھے متقی بنا دیجیے۔ **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ نافرمانی کرنے والا حقیقی شکر گزار نہیں ہے۔ اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ **اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا** اے اللہ! میری نظر میں آپ مجھ کو چھوٹا دکھائیے اور مخلوق کی نظر میں آپ مجھ کو بڑا دکھائیے، میری نظر میں مجھ کو صغیر رکھیے لیکن بندوں کی نظر میں کبیر کر دیجیے، تاکہ ہم جب کوئی دین کی بات پیش کریں تو وہ سر آنکھوں پر قبول کر لیں۔ اس لیے دین کے خادموں کو یہ دعا ضرور مانگنی چاہیے، کیوں کہ اُمت میں اگر ان کی عزت و قدر و منزلت نہیں ہوگی تو پھر ان کی بات کی اہمیت نہیں ہوگی، لہذا جب مخلوق تعریف کرے تو شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی کہ مخلوق میں ہمیں بڑا دکھا رہا ہے، لیکن اپنے کو بڑا سمجھنا حرام ہے، اس لیے روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ! میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المال، کیوں کہ ابھی معلوم نہیں کہ خاتمہ کس حال پر ہونا مقدر ہے۔

ہم اپنے کو طرّم خان نہ سمجھیں، خرم خان تو رہو مگر طرّم خان نہ سمجھو **وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا** مخلوق کی نظر میں ہم کو بڑا دکھا دیجیے، لہذا جب مخلوق عزت کرے تو شکر ادا کرو کہ یہ دعا قبول ہو گئی۔ تو حسنہ کی چھٹی تفسیر ہے ثنائے خلق کہ مخلوق میں تمہاری تعریف و نیک نامی ہو، لیکن تم اپنی تعریف نہ کرو اور نہ اپنے کو بڑا سمجھو۔ یہ ثنائے خلق حسنہ کی تفسیر ہے، لیکن جو صوفی علم دین نہیں جانتا وہ ایسے موقع پر ڈر جاتا ہے کہ میرا تو سب ضائع ہو گیا۔

حدیث نمبر ۸۴

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَىٰ انْفَاذِهِ مَلَأَ اللَّهُ تَعَالَىٰ قَلْبَهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا^{۱۷۲}

ترجمہ: جس شخص نے غصہ کو ضبط کر لیا باوجود یہ کہ وہ غصہ نافذ کرنے پر قدرت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔

یعنی جس شخص کو کسی پر غصہ آگیا اور وہ اس پر پورا غصہ جاری کر سکتا ہے، اس کے لیے کوئی مانع نہیں ہے، لیکن اللہ کے خوف سے اپنے غصہ کو پپی جاتا ہے اور معاف کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ امن کے معنی ہیں سکون۔ غصہ ضبط کرنے کا یہ انعام عظیم ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص غصہ کا تلخ گھونٹ پی لیتا ہے یعنی غصہ کو ضبط کر لیتا ہے تو وہ غصہ سب کا سب نور بن جاتا ہے۔

اور ساتھ ساتھ غصہ کی ایک اور تفسیر بیان کی کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اور دین کے اجراء کے لیے اور اللہ کے لیے جو غصہ آئے وہ مستثنیٰ ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منکرات اور اللہ کی نافرمانی پر اتنا غصہ آتا تھا کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا **كَانَ الرَّمَّانَ عَصِرَ عَلَىٰ وَجْهِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** جیسے کہ آپ کے چہرہ مبارک پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر غصہ آنا ہی چاہیے۔

ایک حدیث میں ہے کہ

^{۱۷۲} هذا حدیث آبی ہریرة رضی اللہ عنہ ذکرة السیوطی فی الجامع الصغیر: ۱۸۰۳/۴، مکتبة نزار مصطفی الباز برقم (۱۹۹۷) وعزاه لابن أبی

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ اللَّهُ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ مَا شَاءَ^{۴۳}

جس شخص نے غصہ کو ضبط کر لیا اور حالاں کہ وہ اس کے نافذ کرنے پر قادر تھا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے اپنی پسند سے انتخاب کر لے۔

غصہ ضبط کرنے کے بارے میں ایک اور حدیث ہے:

لِيَقْمَ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى أَجْرٌ فَلَا يَقُومُ إِلَّا الْإِنْسَانُ عَفَا^{۴۴}

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے جس کا میرے اوپر کوئی حق ہو، پس کوئی شخص کھڑا نہیں ہوگا، مگر وہ جس نے دنیا میں کسی کی خطاؤں کو معاف کیا ہوگا۔

جنہوں نے یہ دولت کمائی ہوگی اور معاف کرنے والا عمل کیا ہوگا، وہ اس دن اللہ تعالیٰ سے اپنا انعام لینے کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص یہ بات پسند کرے کہ جنت میں اس کے لیے اونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات بھی بلند ہو جائیں، اس کو چاہیے کہ جو شخص اس پر ظلم کرے اس کو معاف کر دے اور جو اس کو محروم رکھے اس کو عطا کر دے اور جو اس سے قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

بعضے خون کے رشتے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ لاکھ نیکیاں کرتے رہو، وہ کبھی نیکی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ان کے لیے حکم ہے: **صِلْ مَنْ قَطَعَكَ**^{۴۵} وہ تو قطع رحمی کریں مگر آپ ان سے جڑے

۴۳۔ هذا حدیث معاذ بن أنس رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ اللَّهُ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ مَا شَاءَ. أخرجه أبو داؤد في سننه (۳۰۳/۲) برقم (۳۰۰۰) في باب مَنْ كَظَمَ غَيْظًا

۴۴۔ روح المعانی: ۵۸/۳، آل عمران (۳۳)، دار احیاء التراث العربی بیروت

۴۵۔ هذا مختصر من حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ أنه قال لقیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی: یا عقبہ بن عامر صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَأَعِظْ مَنْ حَزَمَكَ وَأَعْفُ عَنَّنْ ظَلَمَكَ قال: ثم أتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... الخ أخرجه أحمد في مسنده (۱۶۱، ۱۸۶/۲) دار الکتب العلمیة برقم (۱۴۳۲، ۱۴۳۳). وروی عن أنس بن مالک أنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَأَعْفُ عَنَّنْ ظَلَمَكَ" فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ وَالِدِي شَيْءٌ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: "خِلَالُ الْأَشْتِغْفَارِ لِهَمَّا وَإِنْفَادُ وَصِيَّتِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا وَصِلَّةُ الرَّجْمِ الَّتِي لَا رَجْمَ إِلَّا بِهَمَّا". أخرجه البيهقي في شعب الإيمان: ۳۲۲/۶ برقم (۹۵۸)، دار الکتب العلمیة

رہیں اور ان کو معاف کرتے رہیں۔ اس حدیث پاک میں ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یہ وعدہ فرمایا کہ جنت میں اس کا شاندار مکان ہوگا اور اس کے درجات بلند ہوں گے۔ البتہ اگر کسی رشتہ دار سے ناقابل برداشت مسلسل اذیت پہنچ رہی ہے جس سے دین یا دنیا کا ضرر ہو تو علماء سے مشورہ کریں، اس کے لیے دوسرے احکام ہیں۔ تین حدیثیں غصہ کے بارے میں اور سناتا ہوں۔ پہلی حدیث ہے:

إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ^{۱۷۶}

ترجمہ: غصہ ایمان کو ایسا خراب اور برباد کر دیتا ہے جیسا کہ ایلو اشہد کو خراب کر دیتا ہے۔

ایلو ایک نہایت کڑوی دوا ہے اگر کوئی دور سے بھی کوٹ رہا ہو تو حلق کڑوا ہو جاتا ہے۔ ایک من شہد میں ذرا سا ڈال دیجیے سارا شہد کڑوا ہو جائے گا۔ اسی طرح غصہ ایمان کی مٹھاس اور حلاوت کو کڑوا کر دیتا ہے یعنی غصہ والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ، عبادت کا مزہ، تلاوت کا مزہ نہیں آئے گا کیوں کہ غصہ نے اس کے ایمان کے کمال اور نور کو خراب کر دیا۔ دوسری حدیث ہے:

مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللَّهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ^{۱۷۷}

ترجمہ: جو شخص اپنے غصہ کو روک لے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک لیں گے۔

ظاہر بات ہے کہ غصہ روکنے میں تکلیف ہوتی ہے اور اس نے اللہ کے لیے یہ تکلیف اٹھائی، لہذا اس مجاہدہ پر اتنا بڑا انعام ہے۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي فِي مَمْلُوكٍ غَلَامٍ كِي يَبْطِئُ كَرَّهَا فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا مِثْلَ صَوْتِ أَبِي بَرْزَخَةَ قَالَ: "أَلَمْ يَأْتِكَ مِنْ خَلْفِي صَوْتٌ مِثْلَ صَوْتِ أَبِي بَرْزَخَةَ؟" فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا مِثْلَ صَوْتِ أَبِي بَرْزَخَةَ** تھی؟ **إِعْلَمُوا أَبَا مَسْعُودٍ! اللَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ^{۱۷۸}**

^{۱۷۶} ہذا حدیث معاویہ بن حیدرہ رضی اللہ عنہما عنہما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ". أخرجه البيهقي في شعب الإيمان: ۳۱۱/۶، رقم (۸۱۹۳)، دار الكتب العلمية

^{۱۷۷} ہذا مختصر من حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہما عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللَّهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ اعْتَدَرَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ عَذْرِهِ". أخرجه البيهقي في شعب الإيمان: ۳۱۵/۶، رقم (۸۳۱)، دار الكتب العلمية وأبو يعلى في مسنده: ۳/۲۱۳، دار الكتب العلمية رقم (۳۳۲) وليس فيه لفظ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

^{۱۷۸} ہذا مختصر من حدیث ابی مسعود البداری رضی اللہ عنہما قَالَ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالنَّسْوِطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِثْلَ صَوْتِ أَبِي بَرْزَخَةَ قَالَ: "أَلَمْ يَأْتِكَ مِنْ خَلْفِي صَوْتٌ مِثْلَ صَوْتِ أَبِي بَرْزَخَةَ؟" فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا مِثْلَ صَوْتِ أَبِي بَرْزَخَةَ

یہ کلام نبوت کی بلاغت ہے کہ چند ضمیروں میں دوسطر کا مضمون بیان فرمادیا۔ اگر ہم اردو میں اس کا ترجمہ کریں تو ڈیڑھ دوسطر ہو جائے گی۔ فرمایا کہ اے ابوسعود! اللہ تعالیٰ کو تجھ پر زیادہ قدرت ہے اس قدرت سے جو تجھ کو اس غلام پر حاصل ہے جس کو تو پیٹ رہا ہے۔ فرماتے ہیں: **فَالْتَفَتُّ** میں نے متوجہ ہو کر دیکھا کہ کہاں سے یہ آواز آئی **فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** وہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ آپ کی آواز تھی۔

جی اٹھے مردے تری آواز سے

یہ آواز نبوت تھی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل زندہ ہوتے تھے اور امراض کی اصلاح ہو جاتی تھی۔ بس اللہ تعالیٰ نے صحبت نبوت کے فیضان کی برکت سے فوراً ہدایت عطا فرمادی۔ اللہ والوں کی صحبت سے قلب میں اعمالِ صالحہ کی ایک زبردست قوت و ہمت اور توفیق پیدا ہو جاتی ہے۔ چالیس چالیس سال سے انسان جس گناہ کو چھوڑنے کی طاقت نہ پاتا ہو، اللہ والوں کے پاس چند دن رہ کر دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔

بہت ہی مبارک بندہ ہے وہ جو اللہ والوں سے تعلق کر لے، جو اللہ کے دوستوں سے دوستی کر لے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ یہ ہمارے، ہماروں کا ہمارا ہے، یہ ہمارے دوستوں کا دوست ہے، لہذا اس پر بھی فضل فرمادیتے ہیں اور اس کو بھی اپنا بنا لیتے ہیں، اللہ والوں کی صحبت سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والا شفی نہیں رہ سکتا، اس کی شقاوت کو سعادت سے اللہ تعالیٰ بدل دیتے ہیں۔ یہ لمبی حدیث ہے، جس کا ایک جُز یہ ہے کہ اللہ والوں کی مجلس میں ایک شخص غیر مخلص تھا وہ وہاں اللہ کے لیے نہیں بیٹھا تھا، کسی ضرورت سے جا رہا تھا کہ وہاں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ اللہ تعالیٰ کو تو سب معلوم ہے، لیکن اپنے بندوں پر فخر و مباہات فرمانے کے لیے پوچھتے ہیں۔ آخری جُز اس لمبی حدیث کا یہ ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہنا میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ وہاں ایک بندہ ذکر کے لیے نہیں بیٹھا تھا **إِنَّمَا جَاءَ بِحَاجَةٍ** وہ

اعْلَمْنَا أَنَا مَسْعُودٌ“ . قَانَ فَالْتَفَتُّ السُّوْطَ مِنْ يَدِي فَقَالَ ” اَعْلَمْنَا أَنَا مَسْعُودٌ أَنَّ اللَّهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْعَلَامِ“ . قَانَ فَقُلْتُ لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا . أخرجه مسلم في صحيحه: ۵۲-۵۱/۲، رقم (۳۲۹۹-۳۲۹۶) في باب حُجَّةِ الْمَتَمَلِّيكِ وَكَفَّارَةِ مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ

کسی حاجت سے جا رہا تھا، دیکھا کہ کچھ اللہ والے لوگ بیٹھے ہیں وہ بھی بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا، کیوں کہ میں اپنے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والوں کو محروم نہیں کیا کرتا۔
هُمُ الْجَلَسَاءُ لَا يَشْتَقِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ اس کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ جَلِيسَهُمْ يَنْدَرِبُ مَعَهُمْ فِي جَمِيعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِمْ^{۱۷۹}

اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مندرج کر لیتا ہے، ان تمام انعامات میں جو اللہ والوں کو عطا کیے جاتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ آگے مفعول لہ بیان ہو رہا ہے **إِكْرَامًا لَهُمُ** اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا اکرام فرماتے ہیں۔ جب اولیاء اللہ کی صحبت کا یہ انعام ہے کہ ان کی صحبت کے فیض سے شقاوت سعادت سے تبدیل ہو جاتی ہے اور قلب میں اعمالِ صالحہ کی زبردست ہمت و توفیق عطا ہو جاتی ہے تو صحبتِ نبوت کے فیضان کا کیا عالم ہو گا؟ حالتِ ایمان میں جس پر نبوت کی نگاہ پڑ گئی، وہ صحابی ہو گیا اور دنیا کا بڑے سے بڑا ولی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پاسکتا۔ چنانچہ صحبتِ نبوت کے فیضان سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو فوراً تنبیہ ہو گئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! **هُوَ حُرٌّ لِيُوجِبَهُ اللَّهُ** اس غلام کو میں نے اللہ کے لیے آزاد کر دیا، اس خطا کی تلافی میں۔ معلوم ہوا کہ خطاؤں کی تلافی بھی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلْفَحْتِكَ النَّارُ أَوْ لَمَسْتِكَ النَّارُ^{۱۸۰}

اگر تو ایسا نہ کرتا اور غلام پر یہ رحمت نہ دکھاتا تو جہنم کی آگ تجھے جھلسا دیتی اور جلا کے خاک کر دیتی۔ یہ کون ہیں؟ صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے ہیں۔ آج کس ظالم کا منہ ہے جو کہے کہ میں اتنا تہجد پڑھتا ہوں، صوفی ہوں، اتنا ذکر و فکر کرتا ہوں، میرے غصہ پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی؟ ذرا سوچئے، یہ بات سوچنے کی ہے یا نہیں کہ اپنی عبادت پر اتنا ناز کہ ہم نے تہجد پڑھی ہے، لہذا مسلمانوں کو اور بھائیوں کو اور بہنوں کو اور بیویوں کو جس طرح چاہو ستاؤ، کوئی قانون نہیں۔ دیکھیے! صحبت یافتہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے یہ حکم ہو رہا ہے کہ اگر تم نے رحمت نہ کی تو یاد رکھو قیامت کے دن

۱۷۹ فقہ الباری: ۲۱۳/۱۱، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ دار المعرفۃ بیروت

۱۸۰ هذا حديث أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه أنه قال كنت أضرب غلاماً لي فسمعت من خلفي صوتاً "اعلم أبا مسعود الله أقدر عليك منك عليه". فالتفت فإذا هو رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله هو حُرٌّ لِيُوجِبَهُ اللَّهُ. فقال "أما لو لم تفعل للفحكتك النار أو لمستك النار". أخرجه مسلم في صحيحه: ۵/۲، برقم (۲۳۹۸) في باب صفة المتأليين وكفارة من تكلم عبده

دوزخ کی آگ تم کو لپٹ جائے گی۔ اب کس صوفی کا منہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرا غصہ میرے لیے کچھ مضر نہیں۔ میری تو اتنی عبادت ہے، اتنا وظیفہ پڑھتا ہوں، میرے غصہ پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ حضرت ابو مسعود سے زیادہ آپ مقبول ہیں؟ صحابی سے گویا بڑھ گیا نعوذ باللہ! یہ صوفی، جو ایسی باتیں کرتا ہے، یہ گویا دعویٰ کر رہا ہے کہ صحابی سے اس کا درجہ بڑھ گیا۔

میرے دوستو! لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں مصلح کی کیا ضرورت ہے؟ دیکھیے صحابی ہیں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ، لیکن مُرَبِّی و مصلح کی ضرورت پیش آئی کہ نہیں؟ جب حضرت صدیق اکبر کو مرہب کی ضرورت تھی جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں، تو ہم لوگوں کا کیا منہ ہے کہ ہم اپنے کو تربیت کا محتاج نہ سمجھیں؟

آگ جب لگتی ہے تو پانی ہی سے تو بجھتی ہے۔ یہ حدیثوں کے علاج ہیں کہ جس پر غصہ چڑھے وضو کر لے اور اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، اس طرح وہ انتقام لینے سے دور ہوتا جا رہا ہے، کیوں کہ مارنے کے لیے کھڑے ہو کر دوڑنا آسان تھا اور اب جب بیٹھ گیا تو انتقام سے ایک درجہ دور ہو گیا۔ اب بیٹھ کر دوبارہ اٹھنے سے تھوڑی سی تو کاہلی لگے گی اور اگر لیٹ گیا تو انتقام سے تین درجہ نیچے آ گیا۔ کہے گا کہ لیٹ کر بیٹھوں اور بیٹھ کر کھڑا ہوں اور پھر دوڑوں مارنے کے لیے۔ چلو جانے دو۔

حدیث شریف کی ترتیب دیکھیے کہ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ، اس میں حکمتیں پوشیدہ ہیں اور وضو کا بھی حکم فرمادیتا کہ مزاج ٹھنڈا ہو جائے اور اللہ کے عذاب کو سوچے کہ جتنا غصہ مجھے اس پر آ رہا ہے، اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائیں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہے اور جتنی طاقت مجھے اس پر ہے اس سے زیادہ طاقت و قدرت خدا کو مجھ پر ہے، اس وقت خدا کو یاد کرے، اگر اس وقت خدا یاد نہیں آتا اور غصہ کی حالت میں خدا کا عذاب اور خدا کی پکڑ کسی کو یاد نہیں رہتی اور غصہ والا کہتا بھی یہی ہے کہ صاحب! ہمیں تو کچھ یاد نہیں رہتا، یہی دلیل ہے کہ اس وقت وہ شیطان کے قبضہ میں چلا گیا۔ چاہے سید صاحب ہوں، مولوی صاحب ہوں، صوفی صاحب ہوں، حالت غضب میں سوچے کہ ہم کس کے بندے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آسمان سے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدوار تو بنے ہوئے ہیں کہ قیامت کے دن خدا ہمیں اپنی رحمت سے بخش دے لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا نہیں آ رہا ہے، یہاں ہم بالکل بے ہوش ہو جاتے ہیں کہ کوئی ذرا ستادے تو بغیر انتقام لیے چین نہیں آتا۔ علامہ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **إِنَّ الْوَلِيَّ لَا يَكُونُ مُنْتَقِمًا وَالْمُنْتَقِمَ لَا يَكُونُ وَدِيًّا** اللہ کا ولی انتقام لینے والا نہیں ہوتا اور انتقام لینے والا اللہ کا ولی نہیں

ہو سکتا۔ جو اللہ کے بندوں پر رحم کرنا نہیں جانتا وہ کس منہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بنتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک آیت نازل فرمادی کہ اگر تم اپنی مغفرت چاہتے ہو، اگر تم مجھ سے میری رحمت چاہتے ہو تو میرے بندوں کی خطاؤں کو معاف کر دو۔

لیکن اگر کسی سے بار بار غلطی ہو جاتی ہے تو مایوس ہرگز نہ ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ غصہ اُترنے کے بعد فوراً اس کی تلافی کرے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے ایک صاحب کو جو غصہ سے بار بار مغلوب ہو جاتے تھے یہ علاج تحریر فرمایا کہ جب غصہ اُتر جائے تو جس پر غصہ کیا ہے مجمع عام میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیے، اس کے پاؤں پکڑیے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھیے، ایک دو بار ایسا کرنے سے ہی نفس کو عقل آجائے گی اور پھر یہ غلطی نہیں کرے گا۔

حدیث نمبر ۸۵

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخَيْرُكُمْ
خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ^{۱۸۱}

ترجمہ: سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کے برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کامل ایمان والا وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کے برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اخلاق کا معیار یہ ہے کہ جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شوہر کریم ہوتے ہیں ان پر عورتیں غالب آجاتی ہیں۔ غالب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تیز باتیں کر لیتی ہیں، ناز نخرے دکھا دیتی ہیں، کیوں کہ ان کو ناز دکھانے کا بھی حق حاصل ہے۔

۱۸۱۔ ہذا حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أكمل المؤمنين إيمانًا أحسنهم خلقًا وخيركم لكم لنسائهم. أخرجه الترمذی فی سننہ: ۱/۲۱۹، برقمہ (۱۱۳۲). فی باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تو مجھ سے خوش ہوتی ہے اور جب روٹھی ہوتی ہے تو مجھے پتا چل جاتا ہے۔ عرض کیا کہ آپ کیسے جان لیتے ہیں؟ فرمایا کہ جب تو مجھ سے خوش رہتی ہے تو کہتی ہے **وَرَبِّ مُحَمَّدٍ** محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم! اور جب روٹھی ہوئی ہوتی ہے تو کہتی ہے **وَرَبِّ ابْنِ اِبْرَاهِيمَ** ابراہیم کے رب کی قسم۔^{۷۸۲}

معلوم ہوا کہ عورتوں کو تھوڑا سا روٹھنے کا حق ہے، یہ ان کا ناز ہے، لہذا اس کی بھی شریعت نے رعایت رکھی ہے۔ دیکھیے حدیث میں فرمایا **يَعْلَبُنَ كَرِيْمًا** یہ عورتیں غالب آ جاتی ہیں کریم شوہر پر **وَيَعْلَبُهُنَّ كَرِيْمًا** اور جو لوگ بد اخلاق ہیں وہ ان پر ڈانٹ ڈپٹ مار پیٹ کر کے غالب آ جاتے ہیں۔

بعض علاقوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ پہلی رات عورت کو رعب میں لانے کے لیے بڑی پٹائی کرتے ہیں۔ **استغفر اللہ** کیا جہالت اور ظلم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **فَأَجِبْ أَنْ أَكُونَ كَرِيْمًا مَغْلُوبًا** میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں، چاہے مغلوب رہوں **وَلَا أَجِبْ أَنْ أَكُونَ لَيْسِيًّا غَالِبًا** اور میں بد اخلاق ہو کر ان پر غلبہ نہیں حاصل کرنا چاہتا۔ اور بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے۔ دیکھیے ٹیڑھی پسلیاں کام دے رہی ہیں یا نہیں؟ ان کو سیدھی کرو گے تو ٹوٹ جائیں گی، لہذا ان کے ساتھ شفقت محبت اور رحمت سے معاملہ کیا جائے تو زندگی جنت کی ہو جاتی ہے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے سالن میں نمک تیز کر دیا تھا، اس کے شوہر نے اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر لیا کہ اے خدا! ہاتھ ہی تو ہے، نمک تیز ہو گیا۔ اگر میری بیٹی نمک تیز کر دیتی تو میں یہی چاہتا کہ داماد اس کو معاف کر دے۔ لہذا اے خدا! میں آپ کی رضا کے لیے اس کو جو میری بیوی ہے لیکن آپ کی بندی بھی ہے، اس کی نسبت آپ کے ساتھ بھی ہے، اس کو معاف کرتا ہوں، حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ بے غیرت ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی سفارش **وَعَاثِرُوهُنَّ بِالنَّعْرُوفِ** کو رد کرتے ہیں۔ ابھی ایک ڈی آئی جی یا کمشنر سفارش لکھ دے کہ اپنی بیوی کا خیال رکھنا۔ تو بتائیے کہ ہم لوگ کتنا خیال کریں گے؟ اور

۷۸۲۔ هذا حدیث روی عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قالت لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إني لأعلم إذا كنت عني راضية، وإذا كنت على غضبي» قالت: فقلت: من أين تعرف ذلك؟ فقال: «أما إذا كنت عني راضية، فأنت تقولين: لا ورب محمد، وإذا كنت على غضبي، قلت: لا ورب إبراهيم» قالت: فقلت: أجل والله يا رسول الله، ما أهجو إلا اسمك، أخرجه البخاري في صحيحه: ۸/۲، في باب غيرة النساء ووجدهن، المكتبة القديمة

اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہے ہیں کہ ان سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ۔ یہاں ہمارا کیا معاملہ ہے اور کیا ہونا چاہیے، ہر شخص اپنی حالت پر غور کر لے۔

لہذا اس شخص نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر لیا اور بیوی کو معاف کر دیا اور اس کو کچھ نہیں کہا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس کا انتقال ہو گیا، تو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ میاں! معاملہ تو بڑا خطرناک تھا۔ بڑے گناہوں کا معاملہ پیش ہو گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری ایک بندی نے جس دن سالن میں نمک تیز کر دیا تھا اور تم نے میری اس بندی کی خطا معاف کر دی تھی، جاؤ اس کے صلہ میں آج تم کو معاف کرتا ہوں۔

حدیث نمبر ۸۶

مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ وَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ^{۲۱۳}

ترجمہ: جو کسی پر عاشق ہو گیا اور اپنے عشق کو چھپایا اور پاک دامن رہا پھر وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔

حدیث مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ... الخ کی تشریح

اچانک نظر پڑنے سے اگر کسی سے دل لگ گیا تو اس پر صبر کرو، اس پر بھی ظاہر نہ کرو کہ ایک نظر تم پر پڑی تھی اس وقت سے تمہارے لیے دل بے چین ہے۔ عشق حرام کا اظہار بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے اور یہ حدیث حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے **التشرف بمعرفة احادیث التصوف** میں بھی لکھی ہے کہ **مَنْ عَشِقَ** جو کسی پر عاشق ہو گیا، ایک ہی نظر میں گھائل ہو گیا اور قصداً دیکھا بھی نہیں، کہیں جاتے ہوئے نظر پڑ گئی، نظر ڈالی نہیں بلکہ پڑ گئی مگر ایک ہی نظر میں اسے عشق ہو گیا لیکن **وَكَلَّمَ** اس نے اپنے عشق کو چھپایا، نہ خط لکھا، نہ اس کا ہاتھ پکڑا، نہ اس کی گلی میں گیا، نہ آنکھوں سے دوبارہ دیکھا، نہ کانوں سے اس کی بات سنی، نہ اس کی گلیوں کا چکر لگایا کیوں کہ جانتا تھا کہ یہ وہ لعنتی گلیاں ہیں جو اللہ کے عذاب میں مبتلا ہیں، جو ان گلیوں میں گیا اس کو ساری زندگی سر دھنا پڑے گا، رونا پڑے گا، عذابِ الہی

۲۱۳ ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر برقم (۱۱۵۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من عشق وکلم

وعف ثم مات فهو شهید

میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ یہ گلیاں تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا تذکرہ کیا جائے لیکن کر دیتا ہوں تاکہ ان کی حقیقت معلوم رہے، ورنہ کبھی دھوکا لگ جائے گا کہ شاید یہ گلی والے بھی کوئی اونچا مقام رکھتے ہیں، یہ سب نیچا مقام رکھتے ہیں۔ ارے! جو نیچے مقامات کی تلاش میں رہتے ہیں وہ نیچے لوگ ہیں۔

مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بدعتی سے مناظرہ ہوا۔ بدعتی نے کہا کہ میں نے آپ کو نیچا دکھا دیا۔ حضرت مفتی صاحب صدر مفتی دیوبند تھے، فرمایا کہ جی ہاں! ہم نے آپ کا نیچا دیکھ لیا۔ اللہ والوں کی حاضر جوابی ملاحظہ کیجیے۔ سارے مجمع میں شور ہو گیا اور وہ بدعتی ایک ہی جملے سے ہار کے بھاگ گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ وَعَفَّ ثَمَّ مَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ** کہ جس کو کسی سے عشق ہو گیا اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا **وَعَفَّ** اور پاک دامن رہا، نہ جسم سے حرام لذت لی اور نہ دل میں اس معشوق کا خیال پکایا **ثَمَّ مَاتَ** پھر اسی گھٹن اور مجاہدہ میں مر گیا تو وہ شہید ہے۔

شرح حدیث بعنوان دگر

مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ وَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ ۲۸۴

حدیث مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ کی تشریح

اگر کوئی ایسا عاشق مزاج ہے کہ اس کو کسی کا عشق لگ گیا **التشرف** بمعرفۃ **احادیث التصوف** میں بھی یہ حدیث ہے **مَنْ عَشِقَ وَكَلَّمَ وَعَفَّ** جو عاشق ہو گیا اور اپنے عشق کو چھپایا، کسی پر ظاہر نہیں کیا، نہ اُس معشوق سے زبان سے کہا اور نہ ہاتھ سے اشارہ کیا، نہ اس کو خط لکھا کہ میں آپ کے عشق میں بے چین ہوں، اپنے عشق کو دل میں پوشیدہ رکھا **وَعَفَّ** اور پاک دامن رہا، نہ آنکھوں سے اسے دیکھا اور نہ پاؤں سے اس کے پاس چل کر گیا، نہ ہاتھ سے اس کو چھوا، نہ زبان سے اس سے باتیں کیں، نہ کان سے اس کی باتیں سنیں، پوری ہمت سے کام لیا کہ نہ جسم کو اس کے قریب کیا نہ دل میں اس کا خیال پکایا **فَمَاتَ** پھر اسی گھٹن اور شدتِ غم سے مر گیا **فَهُوَ شَهِيدٌ** تو وہ شہید ہو گا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نبوت ہے، لہذا جو اس حدیث پاک کا مصداق ہو گا وہ یقیناً شہید ہے۔ اس میں کتنی بڑی بشارت ہے ان عاشق مزاجوں کے لیے جو باوجود انتہائی عاشقانہ مزاج کے عقیف اور پاک دامن رہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے بسازندہ شہیدے معتمد

اے لوگو! بہت سے آدمی زندہ ہیں مگر شہید ہیں، کیوں کہ اپنی خواہشات کا خون کر دیا ہے۔ بہت سے لوگ زندہ ہیں مگر شہید ہیں، کیوں کہ اللہ کی راہ میں اپنی ناجائز آرزوؤں کا خون پینا سیکھا ہے۔

لہذا اللہ تعالیٰ کی محبت میں جو بھی غم آئے اس کو نعمت سمجھو، تاکہ قیامت کے دن کہہ سکو کہ ہم آپ کے راستے میں اتنا غم اٹھا کر آئے ہیں اور گناہ کے تقاضوں کو روکنے میں، چاہے آدھی جان ہو جاؤ چاہے بے جان ہو جاؤ مگر ہمت سے کام لو ”ہمتِ مرداں مددِ خدا“ ہمت سے جو کام لیتا ہے، وہ بڑے سے بڑا گناہ چھوڑنے کی طاقت پاجاتا ہے۔ ہمت سے کام لو، بزدلی اور بیچڑاپن مت دکھاؤ، اللہ کے سامنے لو مڑیا نہ چالیں مت چلو، اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ اللہ کے لیے گناہوں کے چھوڑنے میں پوری ہمت صرف کر دو، ان شاء اللہ تعالیٰ گناہوں کو چھوڑنے میں ایسا مزہ آئے گا جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوا اور دنیا میں بھی عزت ملے گی، لیکن دنیا کی عزت کے لیے گناہوں کو مت چھوڑو، اللہ کی رضا کے لیے چھوڑو، عزت تو خود کٹی اور خادمہ بن کر آئے گی۔ عزت بھی اللہ والوں کے لیے ہے:

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ۱۸۵

مگر عزت کی نیت مت کرو، رب العزت کی نیت کرو کہ عزت کا رب مل جائے اور وہ راضی ہو جائے۔ اور غم سے مراد وہ مشقت بھی ہے جو نیک اعمال کرنے میں ہوتی ہے اور یہ بھی غم ہے، جیسے نماز پڑھنے کی مشقت، زکوٰۃ دینے کا غم، حج کی مشقت اور روزوں کی مشقت۔

حدیث نمبر ۸۷

مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهُ عَوْقَبَ بِأَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ: لَا يَجِدُ شَفَاعَتِي
وَلَا يَشْرَبُ مِنْ حَوْضِي وَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ وَيَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ الْمُنْكَرَ
وَالنَّكِيرَ فِي غَضَبٍ ۱۸۶

۱۸۵ المنافقون: ۸

۱۸۶ ذکرة الشیوخ ذکریار حمد اللہ فی أوجز المسائلک: ۱۳/۲۰، دار الکتب العلمیة/وفی الخمیس: أورد اکرامانی فی مناسکة ائتم تطویل

ترجمہ: جو لمبی مونچھیں رکھے گا اس کو چار قسم کا عذاب دیا جائے گا: وہ میری شفاعت نہیں پائے گا اور نہ وہ میرے حوض کوثر سے پانی پی سکے گا اور اس کو قبر میں عذاب دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے پاس منکر نکیر کو غصے کی حالت میں بھیجیں گے۔

جو بڑی بڑی مونچھیں رکھے گا قیامت کے دن میری شفاعت نہیں پائے گا، نہ ہی اسے میرے حوض کوثر پر آنے دیا جائے گا، قبر میں اس کے پاس منکر نکیر غصہ کی حالت میں بھیجے جائیں گے اور اسے دردناک عذاب دیا جائے گا اور مونچھوں کا حکم یہ ہے کہ اگر بالکل برابر کر لو تو یہ اعلیٰ درجہ ہے اور اگر رکھنی ہی ہے تو کم از کم اوپر والے ہونٹ کا کنارہ کھلا رکھیں تو بھی ان شاء اللہ پاس ہو جائیں گے، لیکن اگر مونچھ اتنی بڑھ گئی کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ ڈھک گیا تو سمجھ لو پھر اسی وعید کا خطرہ ہے جو حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ کچھ لوگ داڑھی کا بچہ جو نیچے والے ہونٹ کے نیچے ہے اسے بھی منڈاتے ہیں، یاد رکھیں اس کا رکھنا بھی واجب ہے، یہ داڑھی کا بچہ ہے، اگر تمہارے بچے کو کوئی قتل کر دے تو کیا تم خوش ہو گے؟ کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا منڈانا بھی جائز نہیں ہے، رکھنا ضروری ہے۔ تو داڑھی تینوں طرف سے ایک ایک مشتمل رکھیں یعنی ایک مشتمل دائیں طرف سے، ایک مشتمل سامنے سے اور ایک مشتمل بائیں طرف سے پھر داڑھی میں تیل لگا کر کنگھی کر کے دیکھو کہ کتنی خوبصورت لگے گی۔

حدیث نمبر ۸۸

اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ^{۱۸۷}

ترجمہ: اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیجیے جتنا مشرق اور مغرب میں ہے۔

الشوارب و عقوبتہ فقال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهُ عَوقِبَ بِأَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ لَا يَجِدُ شَفَاعَتِي وَلَا يَشْرَبُ مِنْ حَوْضِي وَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ وَيَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ الْمُنْكَرَ وَالنَّكِيرَ فِي غَضَبٍ. انتهى

۱۸۷۔ هذا مختصر من حديث أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هَنِيئَةٌ فَقُلْتُ يَا أَبِي وَأَيُّهَا رَسُولُ اللَّهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ تَقْبَلْ مِنِّي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا تَقْبَلُ مِنَ الثَّوْبِ الْأَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالنِّسَاءِ وَالسَّلْجِ وَالْبَرَدِ. أخرجه البخاري في صحيحه: ۱۰۲/۱، برقم (۷۴۳) في باب مَا يَقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ. ومسلم في صحيحه: ۱۹/۱، برقم (۱۳۸۲) في باب مَا يَقَالُ بَيْنَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ وَالْقِرَاءَةِ. أخرجه البخاري في صحيحه: ۹۳۲/۲، برقم (۶۳۶۸) في باب التَّعَوُّذِ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ومسلم في صحيحه: ۳۳۷/۲، برقم (۷۰۳۶) في باب التَّعَوُّذِ مِنْ شَرِّ الْفِتَنِ وَغَيْرِهَا

دیکھیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی کیا بلاغت ہے کہ جتنا مشرق میں جاؤ مغرب دور ہوتا جائے گا اور جتنا مغرب میں جاؤ مشرق دور ہوتا جائے گا۔ مشرق اور مغرب کا فاصلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مانگا؟ تاکہ گناہ کرنا محال ہو جائے، چوں کہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی مانگا کہ خطاؤں کو ہمارے لیے محال کر دیجیے، ایسا ایمان دے دیجیے کہ جان دینا آسان ہو جائے مگر آپ کو ناراض کرنا ناممکن ہو جائے۔ جب زلیخانے حضرت یوسف علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر میرے ساتھ گناہ نہ کرو گے تو تمہیں جیل خانہ میں ڈلوادوں گی، تو حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام نبوت نے اعلان کیا:

رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ

اے میرے رب! قید خانہ مجھے زیادہ عزیز ہے اس بات سے کہ میں گناہ کروں۔ توجہ زلیخانے گناہ کی دعوت دی تو حضرت یوسف علیہ السلام کی جان نبوت نے وہاں بیٹھ کر دعا نہیں کی بلکہ وہاں سے فوراً بھاگے، اس لیے گناہ سے فوراً بھاگو۔ گناہ سے بھاگنا نبی کی سنت ہے، اپنے تقویٰ پر ناز نہ کرو، ورنہ بڑے بڑے متقیوں کا منہ شیطان کالا کر دیتا ہے۔ گناہ سے اتنا دور بھاگ جاؤ کہ اس کے دائرہ کشش سے نکل جاؤ، پھر اللہ سے رجوع کرو۔ توبہ کرو اور مدد مانگو، گناہ کے دائرہ کشش میں نہ رہو، ورنہ گناہ پھر کھینچ لے گا۔ بس گناہ سے توبہ کرو اور گناہوں کو زہر قاتل سمجھو، جیسے زہر قتل کر دیتا ہے ویسے ہی گناہ تمہارے ایمان کو قتل کر دے گا۔

گناہ سے بچنے کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اللہ اپنا ولی بنا لیتا ہے، ورنہ ہزاروں تہجد، اشراق، اذانین نفلوں پر نفلیں، رات بھر تلاوت کا نور ایک گناہ تباہ کر دیتا ہے۔ بس اللہ کو راضی کرو، قیامت کے دن اللہ ہی کام آئے گا، یہ حسین کام نہیں آئیں گے، حسین مرد ہو یا عورت کچھ دن میں ان پر بڑھا پا آئے گا یا نہیں؟ کیا یہ ہمیشہ حسین رہیں گے؟ آج سولہ سال کی جو لڑکی پاگل کر رہی ہے، یہ بڑھی ہونے کے بعد ایسے ہی پاگل کرے گی؟ اسی طرح اگر لڑکے کا حسن کسی کو پاگل کر رہا ہے تو جب یہ اسی برس کا ہو جائے گا، کمر جھک جائے گی، بارہ نمبر کا چشمہ لگ جائے گا تب کیا کرو گے اور کہاں جاؤ گے؟ اللہ سے ڈرو، جہنم کا پیٹ بھرنے کا سامان نہ کرو، جس کو جو انی میں آج پاگل کی طرح دیکھ رہے ہو لیکن اس کے بڑھاپے میں کیا کرتے ہو۔

میر کا معشوق جب بڑھا ہوا

بھاگ نکلے میر بڑھے حسن سے

خدا کے لیے منہ کالا کرنے والے اعمال سے بچو، بہت بچو، بہت بچو۔ ان سے عزت نہیں ملتی، خود معشوق یا معشوقہ کی نظر میں آدمی ذلیل ہو جاتا ہے چاہے کتنی بڑی داڑھی ہو اور سفید بھی ہو۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ بایزید بسطامی کی شکل میں یہ ننگ یزید کہاں سے آگیا؟ گناہوں میں عزت نہیں ہے، ذلت ہی ذلت ہے اور پریشانی ہی پریشانی ہے۔

حدیث نمبر ۸۹

التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ^{۱۹}

ترجمہ: لوگوں سے دل نہ چاہتے ہوئے بھی محبت کرنا آدھی عقل ہے۔

التَّوَدُّدُ باب تَفَعُّلٌ ہے، بابِ تَفَعُّلٍ میں تَكَلَّفٌ کا خاصہ ہے یعنی اگر دل نہ بھی چاہے تب بھی محبت کرو، دل چاہنے پر محبت کرنا کیا کمال ہے؟ کمال یہ ہے کہ دل نہ چاہے پھر بھی محبت کرو، دوست ہی نہیں دشمن سے بھی بہ تکلف محبت کرو، کیوں کہ دوست سے محبت کرنا کمال نہیں ہے، دشمن سے محبت کرنا کمال ہے کیوں کہ اس سے محبت کرنے کو دل نہیں چاہتا، اس بہ تکلف محبت کرنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ آدھی عقل ہے یعنی تمام عقل کا اگر آدھا کر دیا جائے تو آدھی عقل **التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ** ہے یعنی لوگوں سے بہ تکلف محبت کرنا۔ باب تَفَعُّلٍ اسی لیے استعمال فرمایا کہ بعض لوگوں سے مناسبت نہیں ہوتی ان سے محبت سے پیش آنے کو جی نہیں چاہتا، مگر ان کو بھی دیکھو تو بہ تکلف کہو کہ آہا! السلام علیکم! بھائی مزاج اچھے ہیں! تو دین دین تو ہے ہی دنیا کی بھی راحت ہے، کیوں کہ دل خوش رہتا ہے۔

التَّوَدُّدُ باب تَفَعُّلٍ اس لیے استعمال فرمایا کہ محبت کرنے کو دل نہیں چاہتا پھر بھی اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے، مناسبت نہیں ہے وحشت ہوتی ہے، محبت نہیں معلوم ہوتی پھر بھی اللہ کے رسول کا حکم سمجھ کر بہ تکلف محبت سے پیش آتا ہے، ملاقات ہوتی ہے تو خیر و عافیت معلوم کر لیتا ہے۔ اس لیے دل کے غلام نہ بنو اللہ کے غلام بنو۔ بابِ تَفَعُّلٍ میں تکلف کا خاصہ ہے یعنی بہ تکلف محبت کرو اگرچہ دل نہیں چاہتا اور **إِلَى النَّاسِ** میں الف لام استغراق کا ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں سے محبت کرو یہاں تک کہ کافر سے بھی محبت

۱۹۔ هذا مختصر من أثر ميمون بن مهران رحمه الله تعالى أنه قال: "التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَحَسَنُ الْمَسْأَلَةِ نِصْفُ الْفِقْهِ، وَرِفْقُكَ فِي مَعِيشَتِكَ يَلْقَى نِصْفَ الْمَوْتَةِ" أخرجه البيهقي في شعب الإيمان: ۲/۵۱۶/۲۵۲ برقم (۳۶۸۶، ۶۵۶) دار الكتب العلمية

کرو عقلاً تو دشمنی رکھو کہ یہ میرے اللہ کا دشمن ہے لیکن اس حیثیت سے کہ اللہ کی مخلوق ہے، وہ آئے تو خیر و عافیت پوچھ لو اور اگر تمہارا مہمان ہے تو بادل ناخواستہ چائے پانی بھی کر دو تاکہ وہ سمجھے کہ مسلمان ایسے اخلاقِ عالیہ کے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ دیکھو کہ ایک کافر آیا جو اپنی قوم کا سردار تھا، آپ نے اپنی چادر بچھا دی کہ بیٹھو۔ چادر نبوت پر ایک کافر بیٹھا ہوا ہے لیکن آپ نے اس کی اس لیے عزت کی کہ اگر وہ اسلام لے آیا تو اس کے اسلام لانے سے اس کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ **أَنْزِلُوا النَّاسَ بِقَدْرِ مَنَازِلِهِمْ** جس مرتبہ کا آدمی آئے چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو، بظاہر اکرام کرو لیکن دل میں اس کافر کی عزت نہ ہو، دل میں بغض رکھو، یہ اسلام ہے کہ باوجود دل میں بغض ہونے کے اچھے اخلاق سے پیش آنے کا حکم دے رہا ہے تاکہ اس تو دد کی برکت سے اسلام پھیلے۔

حدیث **التَّوَدُّ دُأَى النَّاسِ** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی مشکلات حل فرمادیں۔ جس سے دل نہ ملے اس سے بھی محبت کرنے کو آپ نے آدھی عقل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ جو بے وقوف ہے وہ مخلوق سے محبت نہیں کرتا اور اس وجہ سے مخلوق کو قابو میں نہیں رکھتا۔ محبت کرنے والے سے سب لوگ قابو میں آجاتے ہیں۔ اگر دل نہیں بدلے گا تو کم از کم نقصان نہیں پہنچائے گا کیوں کہ وہ احسان سے دبا رہے گا، شرم آئے گی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنے محسن کے ساتھ بھی بد تمیزی کرتا ہے۔ اس لیے دشمن کے ساتھ بھی محبت کرو۔

حدیث نمبر ۹۰

إِذَا رَأَوْا ذُكِرَ اللَّهُ

ترجمہ: اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

۲۹۰۔ هذا مختصر من حديث أسماء بنت يزيد رضي الله عنها أنها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: أَلَا أَنْتُمْ بَخِيَارُكُمْ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: خِيَارُكُمْ الَّذِينَ إِذَا رَوُّوا ذُكِرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. أخرجه ابن ماجة في سننه: ۳۰۳، برقم (۲۱۹) في باب مَنْ لَا يُؤْتِيهِ لَه. وأحمد في مسنده: ۲۸۱/۶، برقم (۲۰۶۱۸)، دار الكتب العلمية. وروى عن ابن عباس، رضي الله عنهما قال: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِينَ إِذَا رَوُّوا ذُكِرَ اللَّهُ. أخرجه البزار في مسنده: ۲۵۷/۱۱، مكتبة العلوم والحكم برقم (۵۰۳۲). وروى عن ابن مسعود موقوفاً قَالَ: ”إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ ذُكْرِ اللَّهِ إِذَا رَوُّوا ذُكِرَ اللَّهُ“، أخرجه البيهقي في شعب الإيمان: ۲۹/۵، دار الكتب العلمية برقم (۶۰۸).

حدیثِ اِذَا رَأَوْا ذِكْرَ اللَّهِ كِي تَشْرَح

حضرت والا کھانا تناول فرمانے کے بعد ٹہلنے کے لیے مدرسہ کے ہال میں تشریف لائے۔ تھوڑی دیر چہل قدمی فرما کر کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک صاحب کو دیکھ کر مخاطب فرمایا کہ یہ آنسکریم بناتے ہیں، میں ان کی آنسکریم کھا چکا ہوں، ان کو جب دیکھتا ہوں تو آنسکریم یاد آتی ہے تو اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ یاد آنے میں کیا اشکال ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ایمان لانا تو فرض ہے، **اِذَا رَأَوْا ذِكْرَ اللَّهِ**^{۲۹۱} اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر چیز اس کے والوں سے ملتی ہے، آلو والے ہیں تو ان سے آلو ملے گا، کباب والے سے کباب ملے گا، امرود والے سے امرود ملے گا، کپڑے والوں سے کپڑا ملے گا، اسی طرح اللہ والوں سے اللہ ملے گا۔ اس کی دلیل قرآن شریف میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ^{۲۹۲}

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کر کے گناہ چھوڑ کر تم اللہ تعالیٰ کے دوست بن جاؤ لیکن کیسے بنو گے؟ جو میرے دوست ہیں اور جو تقویٰ میں سچے ہیں ان کے پاس رہ پڑو۔ اللہ تعالیٰ بے مثل ہیں، عظیم الشان ہیں، پاک ہیں لیکن اپنے ناپاک بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور میرے دوست بن جاؤ، کیوں کہ میرے دوست صرف تقویٰ والے ہیں **إِن أَوْلِيَاءَ إِلَّا الْمُتَّقُونَ**۔

حدیث نمبر ۹۱

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ شَوْقًا إِلَى لِقَائِكَ مِنْ غَيْرِ ضَرٍّ أَمْضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ^{۲۹۳}

^{۲۹۱} سنن ابن ماجہ: ۳۲۰ (۳۱۹) باب من لا يؤبه له المكتبة الرحمانية/التشرف بمعرفة احاديث التصوف: ۳۱۰

^{۲۹۲} التوبة: ۱۱۹

^{۲۹۳} هذا دعاء عمار بن ياسر رضى الله عنهما الذى رواه عطاء بن السائب رحمه الله تعالى. أخرجه أبو يعلى في مسنده: ۱۲۸/۲، دار الكتب العلمية برقم (۱۲۳۱) والحاكم في المستدرک: ۶۰۵/۱-۶۰۶، دار الكتب العلمية برقم (۱۹۲۳). وروى عن زيد بن ثابت رضى الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه وأمره أن يتعاهد أهلَه في كل صباح: **لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَمَعَكَ وَإِلَيْكَ...** الخ أخرجه الحاكم في المستدرک: ۶۹۰/۱، برقم (۱۹۰۰)، دار الكتب العلمية

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے ملاقات کا شوق مانگتا ہوں، جو مضر نہ ہو اور اس سے کوئی گمراہی کا فتنہ نہ پیدا ہو۔

حدیث شَوْقًا إِلَى لِقَائِكَ كى شرح

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت کا غم ہمیشہ گرم رہتا ہے اس کے علاوہ دنیا کے سارے ہنگامے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ آج جو بچہ ہے کل دولہا بنا پھر بابا ہو گیا پھر دادا ہو گیا پھر قبر میں لیٹ گیا۔ سب ہنگامے سرد ہو گئے۔

زیں سب ہنگامہ باشد کل حدَر

باشد این ہنگامہ ہر دم گرم تر

بس اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہنگامہ ہر دم گرم تر رہتا ہے، باقی سارے ہنگامے فانی ہیں۔ شادی بیاہ کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں، پھر بچوں کی پیدائش پر خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ آج خوشیاں منائی جا رہی ہیں کل کو غمی ہو رہی ہے، جن کے ہاتھوں سے آؤ بھگت ہو رہی تھی ان ہی ہاتھوں سے دفن کر رہے ہیں، جس بیوی کے لیے ہر وقت بے چین رہتے تھے اس بیوی کے دانت ٹوٹ گئے اور آنکھوں پر بارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا، کمر جھک گئی تو ناؤ کی اُس کمر کی کہاں گئی؟ بس یہی ہے دنیا یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔ اس لیے دنیا دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔ ایک وقت ہے کہ بچہ ہوتا ہے پھر جوان ہوتا ہے پھر بابا بن جاتا ہے پھر دادا بن جاتا ہے اور بعض لوگ پردادا بھی ہو جاتے ہیں لیکن ایک دن اللہ سے ملاقات کرنا ہے اس لیے یہ دعا کیجیے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ شَوْقًا إِلَى لِقَائِكَ مِنْ غَيْرِ ضَرَاءٍ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ

یا اللہ! میں آپ سے ملاقات کا شوق طلب مانگتا ہوں، یہ مطلوبِ نبوت ہے، دنیا والے مرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہائے میرا مکان! ہائے میری کار! ہائے میری شاندار مر سڈیز! ہائے یہ کون لے گا؟ یہ کہاں جائے گی اور اللہ والے کس طرح مرتے ہیں **شَوْقًا إِلَى لِقَائِكَ** اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تڑپ لے کر جاتے ہیں۔ مگر وہ طلب ایسی ہے جو مطلوب بشرطِ شئی ہے **غَيْرِ ضَرَاءٍ مُضِرَّةٍ** اللہ تعالیٰ اپنی ملاقات کا شوق دے مگر وہ ایسا ہو جو مضر نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ شوق میں ہم بیمار ہو جائیں یا دماغی توازن کھو بیٹھیں۔ ایسا شوق ہو جو ہمارے جسم کو نقصان نہ دے **وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ** اور دوسروں کو بھی نقصان نہ دے یعنی اس سے کوئی فتنہ گمراہی کا نہ پیدا ہو اور فتنہ گمراہی کیسے پیدا ہو گا کہ ہائے میرے اللہ! ہائے میرے اللہ! آپ کہاں ملیں گے اور سب بیوی بچوں اور کاروبار کو چھوڑ کر جنگل کو نکل گئے تو یہ دوسروں کے لیے بھی فتنہ ہے۔ یا غلبہ شوق میں زیادہ آلودہ

شوق ہو کر کوئی بدعت ایجاد کر دی جو شریعت میں جائز نہ ہو اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، مثلاً غلبہ شوق میں گانے بجانے لگے تو ایسا شوق فتنہ بن گیا، مگر ابھی کا سبب بن گیا۔ دیکھیے یہ کلام نبوت کا اعجاز ہے کہ شوق ملاقات الہی کو مقید کر دیا کہ ایسا شوق عطا ہو جو ہمارے لیے بھی مضرنہ ہو اور دوسروں کے لیے بھی مضر اور گمراہی کا باعث نہ ہو۔

حدیث نمبر ۹۲

الْمَرْأَةُ كَالضِّلْعِ إِنْ أَقْتَمَتَهَا كَسَرَتْهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا

اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ^{۹۲}

ترجمہ: عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسی حالت میں اس سے نفع اٹھاتے رہو گے تو نفع اٹھا لو گے دراصل حالیکہ وہ ٹیڑھا پن اس میں باقی رہے۔

بیویوں کے ساتھ نرمی کیجیے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہے اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی تو ٹوٹ جائے گی اور اگر اس سے ٹیڑھے پن کے ساتھ فائدہ اٹھایا تو فائدہ پہنچائے گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنی بیوی کو مار مار کر سیدھی کر دیں گے، جو اپنی بیوی کو مار مار کر سیدھی کرتا ہے اس کو چاہیے کہ پہلے اپنی پسلی سیدھی کرے، اگر لوگ ہسپتال میں جا کر اپنی پسلی سیدھی کر انیں گے تو ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ آج کتنے گھر ان ہی لڑائیوں کی وجہ سے برباد ہو گئے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ، کچھ لوگ دوستوں کے ساتھ تو خوب ہنستے بولتے ہیں مگر جب بیوی کے پاس پہنچتے ہیں تو آنکھیں لال ہوتی ہیں، فرعون بنے ہوتے ہیں جبکہ کچھ لوگ بائزید بسطامی بنے آنکھیں بند کیے تیس بج پڑھتے ہوئے گھر میں داخل ہوتے ہیں، دونوں عمل سنت کے خلاف ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے اور فرماتی ہیں۔

۹۲۔ هذا حدیثُ اَبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: الْمَرْأَةُ كَالضِّلْعِ إِنْ أَقْتَمَتَهَا كَسَرَتْهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعَتْ بِهَا اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ. أخرجه البخاری فی صحیحہ: ۴/۹۲، برقم (۵۱۸۳). فی باب الْمُدَاوَاةِ مَعَ النِّسَاءِ. و مسلم فی صحیحہ: ۴/۵۱، برقم (۳۰۱۷) فی باب التَّوَصِيَةِ بِالنِّسَاءِ

لَنَا شَمْسٌ وَ لِأَفَاقٍ شَمْسٌ

وَتَمَسِي خَيْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَاءِ

فَإِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرِ

وَتَمَسِي طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ

یہ کس کا شعر ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور ہم سب کی ماں ہیں، یہ ان کا شعر ہے کہ ایک سورج میرا ہے اور ایک سورج آسمان کا ہے، میرا سورج آسمان کے سورج سے افضل و بہتر ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کیوں کہ آسمان کا سورج فجر کے بعد نکلتا ہے اور میرا سورج عشاء کی نماز کے بعد طلوع ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۹۳

الَّتَجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُورِ وَالْإِنَابَةَ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالْإِسْتِعْدَادُ

لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِهِ^{۲۹۵}

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں تو) اس کا دل دنیا سے اُچاٹ ہو جاتا ہے اور وہ آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کر لیتا ہے۔

شرح صدر کی علامات

اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اور اپنا نور اس کے دل میں ڈالتا ہے تو اس پر تین علامات ظاہر ہو جاتی ہیں: نمبر ۱۔ **الَّتَجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُورِ** دنیا سے اس کا دل اُچاٹ ہو جاتا ہے، سب حسین مردہ

۲۹۵۔ هذا حديث عبد الله بن مسعود رضي الله عنه أنه قال: قَالَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ" فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ النُّورَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَمَ فَيَقِيل: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لِي ذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ يَعْرِفُ؟ قَالَا: نَعَمْ. التَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُورِ، وَالْإِنَابَةَ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ، وَالْإِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِهِ. أخرجه المحاكم في المستدرک: ۳۳۶/۲، برقم

نظر آتے ہیں، کتنی ہی خوبصورت عورتیں سامنے ہوں سمجھتا ہے کہ سب قبر میں جانے والی ہیں، ساری دنیا اس کو مُردار نظر آتی ہے، دنیا دھوکے کا گھر ہے، جب قبر میں جنازہ اُترتا ہے تو کسی کی بیوی ساتھ جاتی ہے؟ کاروبار، موٹر، ٹیلی فون کیا قبر کے اندر جاتا ہے؟ اس لیے اس کا دل سمجھ جاتا ہے کہ یہ سب چند روز کے دوست ہیں، زمین کے نیچے میرا اللہ ہی کام آئے گا، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے اوپر بیوی بچوں سے بھی زیادہ غالب رکھتا ہے، کاروبار سے بھی زیادہ غالب رکھتا ہے، موٹر اور کار سے بھی زیادہ غالب رکھتا ہے اور ساری دنیا، ساری کائنات بلکہ سورج اور چاند سے بھی رُکوش ہو جاتا ہے۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر

تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیمان تھا

اور

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی

اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ وہ ہوتے مرے آنسو

تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

دکھاتے ہم تمہیں اپنے تڑپنے کا مزہ لیکن

جو عالم بے فلک ہوتا جو دنیا بے زمیں ہوتی

جب ہم اللہ تعالیٰ کی یاد میں تڑپ کر اوپر جاتے ہیں تو ہم کو آسمان روکتا ہے، نیچے تڑپ کے آتے ہیں تو زمین روکتی ہے۔ ایک اللہ والے کا شعر ہے۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے

دل بے تاب کی ضد ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

اہل اللہ سے بدگمانی کرنے والو! سن لو کہ خواجہ صاحب کیا فرماتے ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ والوں کی زندگی کس طرح گزرتی ہے۔



پتا چلتا کہ غم میں زندگی کیوں کر گزرتی ہے
ترے قالب میں کچھ دن کو مری جانِ حزیں ہوتی

کسی اللہ والے کی جان تمہارے جسم میں ڈال دی جائے تب پتا چلے گا کہ وہ کتنی تلوار کھاتے ہیں، ہر گناہ سے بچتے ہیں، اللہ کے لیے ہر وقت غم اٹھاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ شہیدوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ جو عورتوں سے نظر بچائے گا، برے برے گندے تقاضوں کا خون کرے گا، بری خواہش پر اللہ کے حکم کا چاقو چلائے گا وہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا، کافر سے لڑ کر گردن پر جو تلوار چلتی ہے اس خون کو دنیا دیکھتی ہے، لیکن جو اندر ہی اندر تقویٰ کے لیے اپنی بری خواہشات کا خون کر رہے ہیں اس خون کو صرف اللہ دیکھتا ہے۔ دیکھ لو تفسیر بیان القرآن میں ہے کہ سالکین اور جہاد اکبر یعنی نفس کا مقابلہ کر کے جو لوگ گناہ چھوڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو شہیدوں کے ساتھ اٹھائے گا۔

شرح صدر یعنی سینہ کھلنے کی دوسری علامت ہے کہ **أَلِنَابَةٌ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ** ہندو سادھو بھی **أَلِنَابَةٌ عَنِ دَارِ الْغُرُورِ** پر عمل کر لیتا ہے، مگر آخرت کی طرف وہ متوجہ نہیں ہوتا اس لیے دوسری شرط لگادی **وَالْإِنَابَةُ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ** اس کو ہر وقت آخرت کی یاد رہتی ہے جیسے اگر مچھلی پانی سے نکالی جائے تو اسے ہر وقت پانی ہی کی یاد رہتی ہے ایسے ہی انہیں بھی ہر وقت آخرت کی یاد رہتی ہے۔ اور شرح صدر کی آخری علامت ہے **وَالِاسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نَزْوَالِهِ** موت کے آنے سے پہلے قضا نماز اور قضا روزے ادا کر لیتے ہیں، زکوٰۃ کا بقایا دے دیتے ہیں، اپنی فائل درست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نہ جانے بلا لے بیا کس گھڑی

تو رہ جائے تکتی گھڑی کی گھڑی

حدیث نمبر ۹۴

يَا مَنْ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ فَاعْفِرْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ
وَهَبْ لِي مَا لَا يَنْقُصُكَ^{۲۹۶}

۲۹۶۔ هذا دعاء أبي بكر الساسي الواعظ رواه البيهقي في شعب الإيمان: ۵/۳۶۵، دار الكتب العلمية برقم (۲۰۵)، قال أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

ترجمہ: اے وہ ذات جس کو (ہمارے) گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا! اور نہ ہی اس کی مغفرت میں کمی ہوتی ہے، پس میری مغفرت فرمادیجیے جس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور مجھے عطا فرمادیجیے جس کی آپ کے ہاں کمی نہیں ہوتی۔

حدیث یَا مَنْ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوبُ کی انوکھی شرح

دعا مانگنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۙ

مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَعْصَبْ عَلَيْهِ ۙ

جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اس لیے خوب مانگو، بغیر مانگے نعمتوں کا انتظار نہ کرو جیسے کوئی کریم کہے کہ میری کھڑکی کو کھٹکھاؤ تو میں عطا کروں گا۔ پھر اگر کوئی نہیں کھٹکھاتا تو یہ نعمت کی ناقدری ہے اور کریم سے استغناء ہے پھر محروم رہے تو کیا تعجب ہے؟ اور اس اعتبار سے ایک مثال اللہ تعالیٰ نے ابھی دل میں عطا فرمائی کہ جیسے اس زمانہ میں کارڈ ملتا ہے کہ بینک میں ڈالو اور پیسہ لے لو ایسے ہی دعا کا کارڈ ڈالو اور قبولیت کا پیسہ لے لو۔

اور یہ بھی نہ سوچو کہ ہم تو بہت گناہ گار ہیں، ہماری دعا کیسے قبول ہوگی؟ بس ایک بار دل سے خوب توبہ کر کے پھر گناہوں کو یاد بھی نہ کرو کہ ہمارا پالا رحم الراحمین سے ہے، اس کی رحمت سے امید رکھو، گناہوں کو اور گناہوں کی تباہ کاریوں کو یاد نہ کرو کہ۔

مصر بودیم و یکے دیوار ماند

الْحَافِظُ سَمِعْتُ أَبَا أَحْمَدَ مُحَمَّدَ بْنَ أَحْمَدَ بْنَ مُوسَى، سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَ السَّابِقِيَّ التَّوَاعِظِيَّ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ: ”يَا مَنْ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ هَبْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ وَأَعْطِنِي مَا لَا يَنْقُصُكَ“، وَأَخْرَجَهُ أَيْضًا أَبُو بَكْرٍ الدِّينَوْرِيُّ السَّالِكِيُّ فِي الْمَجَالِسَةِ: ۶/۹۰-۹۱، (دار ابن حزم) برقم (۲۳۱۳) قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَبِيبٍ، نَأَى أَبُو حُدَيْفَةَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَدْعُو: اللَّهُمَّ إِنَّ ذُنُوبِي لَا تَضُرُّكَ، وَإِنَّ رَحْمَتَكَ إِيَّايَ لَا تَنْقُصُكَ، فَأَغْفِرْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ وَأَعْطِنِي مَا لَا يَنْقُصُكَ

۱۹۷ المؤمن: ۶۰

۱۹۸ جامع الترمذی: ۵/۲۵۶، باب منه شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبي، مصر

ہم دین کا ایک شہر تھے، گناہوں سے ہم نے پورے شہر کو تباہ کر لیا، اب ہم صرف ایک دیوار رہ گئے۔ اے اللہ! اگر یہ دیوار بھی گر گئی تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہ ہو گا لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر شیطان وہ دیوار بھی گرا دے تو اے اللہ! آپ دوبارہ شہر آباد کر سکتے ہیں۔ شیطان کی منتہائے تخریب کو آپ اپنے ارادہ تعمیر کے نقطہ آغاز سے درست فرما سکتے ہیں لہذا مایوس نہ ہو، اُن کی چوکھٹ باقی ہے ہماری پیشانی باقی ہے، ان کا در باقی ہے ہمارا سر باقی ہے۔

بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **يَا مَنْ لَا تَنْصُرُهُ الذُّنُوبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ فَاغْفِرْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ وَهَبْ لِي مَا لَا يَنْقُصُكَ** پکارنے کا کیا پیارا انداز ہے اور پکارنے والا بھی کیسا پیارا ہے اور جس کو پکارا جا رہا ہے وہ بھی کیسا پیارا ہے کہ پیاروں کا پیارا ہے۔ اے وہ ذات جو اپنی ذات و صفات میں غیر محدود ہے! اس لیے ہمارے گناہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیوں کہ نقصان ہمیشہ محدود میں ہوتا ہے، غیر محدود میں نقصان نہیں ہوتا اور ہمارے گناہ خواہ کتنی ہی اکثریت میں ہوں محدود ہیں کیوں کہ ان پر عدد کا اطلاق ہو سکتا ہے اور جس چیز پر عدد کا اطلاق ہو جائے وہ محدود ہے اور ہر محدود محدود ہے اور غیر محدود محدود نہیں ہو سکتا؟ کیوں کہ اس پر عدد کا اطلاق اور فٹنگ نہیں ہو سکتی۔ پس ہمارے محدود گناہ آپ کی عظمت غیر محدود کو کیسے نقصان پہنچا سکتے ہیں کیوں کہ ہماری طاقت محدود آپ کی طاقت غیر محدود تک پہنچ بھی نہیں سکتی جبکہ آپ کی ایک ادنیٰ مخلوق سورج پر اگر ساری دنیا مل کر تھو کے تو تھوک الٹان کے منہ پر آئے گا، سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جب آپ کی مخلوق کا یہ حال ہے تو آپ کی شان تو فہم و ادراک سے بالاتر ہے **فَسُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى شَانُهُ عُلُوًّا كَبِيرًا** اور مضارع استعمال فرمایا کہ حالانہ استقبالاً ہمارے گناہ آپ کو مطلق نقصان رساں نہیں ہو سکتے اور **الذُّنُوبُ** میں الف لام استغراق کا ہے کہ گناہ کا کوئی فرد اس سے خارج نہیں یعنی گناہ کے جملہ انواع و اقسام آپ کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ اور اے وہ ذات جو ہمارے گناہوں کی محدود اکثریت کو اگر معاف فرمادے تو اس کے غیر محدود خزانہ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آسکتی! اور ”لا“ داخل ہونا دلیل ہے کہ مغفرت لامحدود ہے، یہاں بھی عدد فٹ نہیں ہو سکتا کیوں کہ کمی اور نقصان مستلزم ہے عدد کو اور محدود مستلزم ہے محدود کو جیسے اگر کسی جھیل میں نو کروڑ ٹن پانی ہے اور اس میں سے دس ہزار ٹن پانی نکال لیا تو کہتے ہیں کہ جھیل میں پانی کم ہو گیا۔ تو جس طرح کسی چیز پر عدد کا فٹ ہو جانا دلیل ہے کہ وہ محدود ہے اسی طرح جس چیز پر منفی اور مانس لگ جائے وہ بھی محدود ہے، غیر محدود پر کمی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی

صفتِ مغفرت پر نہ عدد فٹ ہو سکتا ہے، نہ منفی اور مانس اور کمی کا اطلاق ہو سکتا ہے کیوں کہ غیر محدود ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی جملہ صفات غیر محدود ہیں مثلاً صفتِ رزاقیت۔ جب بابا آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام دنیا میں آئے تو روئے زمین پر دو انسان تھے اور ان کے لیے چار روٹیوں کا اللہ تعالیٰ انتظام فرماتے تھے اور آج ارب ہا ارب آدمی ہیں اور سب کو رزق مل رہا ہے اور ہر زمانے میں رزق کی کوئی کمی نہیں ہوئی اس لیے فیملی پلاننگ والے بے وقوف ہیں جو رزق کی کمی کے ڈر سے آبادی کم کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں دو بچے سب سے اچھے۔ یہ سب احمق ہیں۔ جب سے دنیا قائم ہے اللہ تعالیٰ سب کو رزق دے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوَعَدُونَ^{۱۹۹}

تمہارا رزق آسمانوں میں ہے۔ تو چوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت غیر محدود ہے اور ہماری ہر صفت محدود ہے، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں **فَاغْفِرْ لِي مَا لَا يَضُرُّكَ** اے اللہ! ہمارے گناہ اگرچہ کثیر ہیں لیکن محدود ہیں اور آپ کی ذات غیر محدود ہے۔ پس ہمارے گناہوں کی محدود اکثریت آپ کی غیر محدود ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی لہذا ہمارے ان گناہوں کو بخش دیجیے جو آپ کو نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ **وَهَبْ لِي مَا لَا يَنْقُصُكَ** اور ہمیں اپنی وہ مغفرت بخش دیجیے جو غیر محدود ہے اور ہمارے محدود گناہوں کو بخشنے سے جس میں کوئی کمی نہیں آتی۔

لیکن شیطان گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے خزانہ مغفرت سے بڑا دکھا کر مایوس کرتا ہے کہ تم تو گناہوں کی آلودگیوں اور گندگیوں میں مبتلا ہو، تم اللہ کے قرب کی فالو دیگیوں کو کیسے پاسکتے ہو، تم اللہ کے راستے کے قابل ہی نہیں ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے غیر محدود راستہ و منازل و مسالک کے قابل کون ہو سکتا ہے؟ قابل تو وہی ہو سکتا ہے جو غیر محدود ہو اور اللہ کے سوا کوئی غیر محدود نہیں۔ انبیاء بھی محدود ہیں اور مخلوق ہیں، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ^{۲۰۰}

اَمْيَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اے اللہ! ہم آپ کو پہچان نہ سکے، جیسا کہ آپ کو پہچاننے کا حق تھا اور آپ کی عبادت نہ کر سکے جیسا کہ آپ کی عبادت کا حق تھا، کیوں کہ آپ کا نبی بھی مخلوق ہے اس لیے محدود ہے

^{۱۹۹} الذّٰرِیٰت: ۲۲

^{۲۰۰} اخرجہ علی المتقی فی کنز العمال ۱۰/۳۶۵/۳۹۲۲، فی کتاب العظمتہ من قسم الاقوال مؤسسۃ الرسالۃ

اور محدود غیر محدود ذات کی معرفت و عبادت کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے۔ پس اللہ کے راستے کے قابل کون ہو سکتا ہے؟ اللہ کا راستہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور ان کے جذب سے طے ہوتا ہے۔

یہ کرم ہے اُن کا اختر
جو پڑا ہے ان کے در پر
کوئی زخم ہے جگر پر
غم شام ہے سحر پر
مری زندگی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر
مرا غم خوشی سے بہتر
مرا خار گل سے خوشتر
مری شبِ قمر سے انور
غمِ دل ہے دل کا رہبر

غم رہنما کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

لہذا ہرگز مایوس نہ ہوں، یہ راستہ مایوسی کا نہیں ہے، امیدوں کے سینکڑوں آفتاب یہاں روشن ہیں۔ جس دن جذب عطا ہو گا آپ اپنے ارادوں کی پستیوں، ہمتوں کی بربادیوں اور گناہوں کی تباہ کاریوں کو بھول جائیں گے۔ پھر آپ کو خود تعجب ہو گا کہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے کہ دنیا بھر کی دلکشاں اور رنگینیاں مجھے اپنی طرف نہیں کھینچ پارہی ہیں۔ غیر محدود طاقت کا کھینچا ہوا سارے عالم کی محدود طاقت اور محدود جذب اور محدود لکشیوں سے کیسے کھینچ سکتا ہے۔ جذبِ جاذب کے اختیار میں ہے مجذب کے اختیار میں نہیں ہے، کھینچے ہوئے کے اختیار میں کھینچنا نہیں ہوتا لہذا یہ نہ کسی اور طرف کھینچ سکتا ہے اور نہ کسی اور کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اللہ کا کھینچا ہوا اللہ ہی کا ہو کر رہتا ہے۔ بس کوشش کرو، اللہ کا ہونے کے لیے جان کی بازی لگا دو اور رور کے اللہ کا جذب مانگو۔

کیسی ہی حالت ہو، اللہ تعالیٰ سے امید لگائے رہو۔ ناامیدی اسی لیے کفر ہے کہ اس شخص نے حق تعالیٰ کی غیر محدود ذات و صفات کو اپنی احمقانہ عقل کے دائرہ میں محدود سمجھ کر عظمتِ غیر محدود کی ناقدری کی اور حق تعالیٰ کے دائرہ مغفرت کی غیر محدودیت کو اپنے محدود گناہوں کی اکثریت سے چیلنج کیا کہ میرے محدود گناہوں کی اکثریت کو معاف کرنے پر آپ کی مغفرت **نَعُوذُ بِاللّٰهِ** قاصر ہے، حالاں کہ ہر محدود اپنی اکثریت کے باوجود غیر محدود کے سامنے اقلیت میں ہوتا ہے اور دنیا کے بین الاقوامی اصولوں کے مطابق بھی کسی اقلیت کو حق نہیں کہ اکثریت کو چیلنج کرے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ناامیدی کو کفر قرار دیا کہ یہ شخص اپنے

گناہوں کی محدود اکثریت سے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود صفتِ مغفرت کو لاکر رہا ہے اور غیر محدود مغفرت کو اپنے محدود گناہوں کے لیے ناکافی سمجھ رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ **لَا تَقْنَطُوا** فرما رہے ہیں اور میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ناامیدی کو کفر قرار دینے میں بھی حق تعالیٰ کی انتہائی رحمت پوشیدہ ہے کہ ڈرا دھمکا کر اور دوزخ کا ڈنڈا دکھا کر اپنی رحمت کا امیدوار بنا رہے ہیں جیسے بچہ اگر باپ سے ناامید ہو کر بھاگنے لگے تو باپ اس کو پکڑ کر کہتا ہے کہ نالائق! کہاں بھاگتا ہے میں تیرا باپ ہوں، مجھ سے کیوں ناامید ہوتا ہے۔ اگر ناامید ہوا تو میں ڈنڈے سے تیری پٹائی کروں گا۔ پس حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ خبردار میری رحمت سے مایوس نہ ہونا ورنہ دوزخ میں ڈال دوں گا۔ بتاؤ کیا یہ رحمت نہیں ہے؟ اگر سزا دینے میں اللہ تعالیٰ کو دلچسپی ہوتی تو ناامیدی کو کفر قرار نہ دیتے بلکہ فرماتے کہ اچھا مرنے دو، مجھے کیا سب کو دوزخ میں ڈال دوں گا، لیکن ناامیدی کو کفر قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی رحمت بے پایاں سے نوازا ہے۔

حدیث نمبر ۹۵

إِذَا مَدِحَ الْمُؤْمِنُ فِي وَجْهِهِ رَبَّ الْإِيمَانِ فِي قَلْبِهِ^{۳۱}

ترجمہ: جب کسی مؤمن کامل کے منہ پر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔

مولانا رومی کی مولانا حسام الدین سے محبت

جیسے مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے پیارے خلیفہ تھے، ساری مشنوی ان ہی کی لکھی ہوئی ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ پر اشعار وارد ہوتے جاتے تھے اور مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے جاتے تھے۔ مولانا اپنے اس لائق مرید کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

اے حسام الدین ضیائے ذوالجلال

میل می جو شدم اسوئے مقال

^{۳۱} ہذا حدیث أسامة بن زيد رضي الله عنه الذي رواه عنه خلاد بن السائب رحمه الله قال: دَخَلْتُ عَلَى أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَتَدَخَّنِي فِي وَجْهِهِ فَقَالَ: إِنَّهُ حَمَلَنِي أَنْ أَمْدَحَكَ فِي وَجْهِكَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا مَدِحَ الْمُؤْمِنُ فِي وَجْهِهِ رَبَّ الْإِيمَانِ فِي قَلْبِهِ. اخرجہ الحاکم فی المستدرک: ۶۹/۳ برقم (۶۵۳۵). دار الکتب العلمیة

پیر اپنے مرید کی تعریف کر رہا ہے کہ اے حسام الدین! تم اللہ تعالیٰ کی روشنی ہو، مثنوی کے لیے مجھے جوش آرہا ہے، کاغذ قلم لاؤ اور مثنوی لکھو۔ تو پیر اپنے مرید کی تعریف کر رہا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث پاک میں تو منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت آئی ہے، اس کو اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر تعریف قابلِ ممانعت نہیں ہوتی، حدیث پاک ہے کہ **إِذَا مَدِحَ الْمُؤْمِنُ فِي وَجْهِهِ رَبَّنَا الْإِيمَانَ فِي قَلْبِهِ** جب مومن کامل کے منہ پر اس کی تعریف ہوتی ہے، تو اس کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے کہ یہ ہماری نہیں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے، اگر کوئی مٹی کے برتن کی تعریف کر رہا ہے، تو حقیقت میں یہ اُس کی تعریف ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مدحِ توحیف است در زندانیاں

گویم اندر مجمعِ روحانیاں

یہ زندانی لوگ، یہ تیرے پیر بھائی جو نفس کے قیدی ہیں، جن کی ابھی اصلاح نہیں ہوئی، یہ حسد میں گرفتار ہیں، جب میں تیری تعریف کرتا ہوں تو یہ حسد سے جل کر خاک ہو جاتے ہیں، ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ پیر صاحب کو کیا ہو گیا کہ یہ حسام الدین کو بہت زیادہ مانتے ہیں، حسد کے بیمار تیرے پیر بھائیوں کو افسوس ہوتا ہے کہ میں تیری تعریف کیوں کرتا ہوں؟ اب میں روحانیوں کی مجلس تلاش کروں گا اور ان کے سامنے تیری تعریف کروں گا۔ ایران کے لوگ اللہ والے صوفیاء کو ”روحانی“ کہتے تھے، یہ سینکڑوں سال پرانی اصطلاح ہے۔

حدیث نمبر ۹۶

۳۰۲ **أَلَا تَمَّ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يُطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ**

ترجمہ: گناہ وہ ہے جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے اور تم کو یہ بات ناگوار ہو کہ لوگ اس کو نہ جان لیں۔

۳۰۲۔ هذا مختصر من حدیث النواص بن سمعان رضی اللہ عنہ أنه قال سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِيمَانِ فَقَالَ ”أَلَا تَمَّ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يُطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ“ أخرجه مسلم في صحيحه: ۳۳/۲، برقم (۳۱۸۰)، في باب تَفْسِيرِ الْبِرِّ وَالْإِيمَانِ

از روئے حدیثِ پاک گناہ کی دو علامات

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** کی شرط لگائی ہے کہ نیک عمل کرے گا اور صالح عمل کرے گا، اچھا عمل کیا ہے؟ جس سے ہم خوش ہوں اور بُرا عمل کیا ہے جس سے ہم ناراض ہوں، اس کے لیے آپ کو کنز الدقائق پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، یہی فارمولا اور تھرمامیٹر رکھ لو جب کوئی عمل کرو تو اپنے دل سے پوچھ لو کہ یہ عمل اچھا ہے یا بُرا؟ اور یہ آپ کا دل بتا دے گا کیوں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی دو دلیل اور دو علامات ارشاد فرمادیں:

(۱)... **أَلَا تَرَوْا مَا حَاكَ فِي صَدْرِكِ** گناہ کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے، دل میں تردد پیدا ہو جائے کہ میں کیا کر رہا ہوں، کسی گناہ سے گناہ گار خود بھی مطمئن نہیں ہوتا، اسی لیے گناہ کرنے کے بعد وہ شرمندگی میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ شرمندہ ہونا دلیل ہے کہ ہم سے گناہ ہو گیا۔ کوئی آدمی نیک کام کر کے کبھی شرمندہ نہیں ہوتا، نماز پڑھ کے، تلاوت کر کے، کسی اللہ والے سے ملاقات کر کے، عمرہ کر کے یا حج کر کے، کسی کو شرمندگی ہوتی ہے؟ تو شرمندگی کا ہونا اور دل میں کھٹک ہونا ایک علامت ہو گئی۔

(۲)... **وَكْرِهَتْ أَنْ يُطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ** اور دوسری علامت ہے کہ تم کو یہ بات ناگوار ہو کہ کوئی تمہارے گناہ کو نہ جان لے، اب ہر طرف دیکھ رہا ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے کوئی جان جائے اور کسی کے دیکھنے سے اپنے گناہ کو کیوں چھپا رہا ہے؟ تاکہ وہ جان نہ جائے کہ صورت ہم چینی اور ہم چناں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی دو علامات بتادیں، گناہ کا جو کام بھی کرے گا ان دو علامات سے اس کا خروج نہیں ہوگا، گناہ کے لیے یہ دو علامات لازمی ہیں، چاہے صورت بگاڑو چاہے سیرت۔

حدیث نمبر ۹۷

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ،

ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

۳۰۳۔ ہذا حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اُنہ قال: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى

ترجمہ: دو کلمے اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں بھاری ہیں۔ وہ
سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ ہیں۔

بخاری شریف کی آخری حدیث کَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ کی انوکھی تشریح

اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح، مخلوق میں محبوبیت یعنی شائے خلق اور مخلوق کی نگاہوں میں عظمت، یہ تین نعمتیں اس حدیث سے ثابت ہوں گی جو بخاری شریف کی آخری حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ** دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ اس میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جسی عظیم الشان ذات کو محبوب ہیں تو وہ کلمے بہت بھاری ہوں گے، کوئی لمبا چوڑا وظیفہ ہو گا۔ اس لیے آگے فرمایا کہ **خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ** اللہ کو پیارے تو ہیں مگر یہ نہیں دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کس صفت کی طرف نسبت کی ہے؟ صفتِ رحمن لائے ہیں یعنی شانِ رحمت کی وجہ سے یہ کلمے محبوب ہیں، شانِ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ پرچہ آسان کر دیں لہذا یہ کلمے بھاری نہیں زبان پر ہلکے ہیں کیوں کہ بوجہ حق تعالیٰ کی رحمت کے یہ کلمے اللہ کے یہاں محبوب ہیں اس لیے **خَفِيفَتَانِ** ہیں یعنی ہلکے ہیں، کوئی مضمون ان میں مشکل نہیں۔ لیکن ایک اشکال پھر پیدا ہوتا ہے کہ جب زبان پر ہلکے ہیں تو قیامت کے دن کہیں ترازو میں بھی ہلکے نہ ہو جائیں تو جواب دے دیا کہ **ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ** ترازو میں بہت بھاری ہوں گے۔ دفعِ دخلِ مقدر ہر جملہ کے اندر موجود ہے کہ یہ کلمے کیوں محبوب ہیں؟ رحمن کا لفظ بتا رہا ہے کہ بوجہ شانِ رحمت کے، اور زبان پر ہلکے کیوں ہیں؟ بقضائے شانِ رحمت کے کہ بندوں کو پڑھنے میں مشکل نہ ہو لیکن اشکال ہوتا تھا کہ جب زبان پر ہلکے ہیں تو میزان میں بھی کہیں ہلکے نہ پڑ جائیں، تو **ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ** سے اسے دفع کر دیا۔

اس کے بعد **سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ** کا ترجمہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ **سُبْحَانَ اللَّهِ** کے معنی کیا ہیں؟ **أَمْيُ أَسْبَبُ اللَّهِ عَنِ النَّقَائِصِ كُلِّهَا** میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے، لیکن نقائص سے پاکی بیان کرنا یہ جامع نہیں ہے، صرف مانع ہے اور کلامِ نبوت جامع و مانع ہوتا ہے لہذا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگلے جملہ سے اس کو جامع فرما

اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ. أخرجه البخاری فی صحیحہ: ۱۱۳۸-۱۱۳۹، برقم (۵۳۳)، فی بابِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: "وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ". وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ وَقَوْلُهُمْ يَوْمَئِذٍ

دیا **وَبِحَمْدِهِ أَمَى مُشْتَمِلًا بِأَلْمَحَامِدِ كُلِّهَا** میں اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں کہ تمام خوبیوں کو بھی یہ شامل ہو۔ اگر کوئی بادشاہ کی تعریف اس طرح کرے کہ اس ملک کا بادشاہ کا نا نہیں ہے، لنگڑا بھی نہیں ہے، لولا بھی نہیں ہے تو کیا یہ تعریف جامع ہے؟ نقائص سے تو بری کر دیا لیکن جب یہ کہو گے کہ دیانت و امانت کے ساتھ حکومت کرنا جانتا ہے، عادل بھی ہے، رحم دل بھی ہے تو یہ تعریف جامع ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کی تعریف میں خالی **سُبْحَانَ اللَّهِ** کافی نہیں جب تک **أَلْحَمْدُ لِلَّهِ** بھی نہ کہے یعنی وہ تمام نقائص سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اس کے لیے خاص ہیں **سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ** کا عربی میں کیا ترجمہ ہو؟ **أَمَى أُسْبِيهُ** **اللَّهُ عَنِ النَّقَائِصِ كُلِّهَا مُشْتَمِلًا بِأَلْمَحَامِدِ كُلِّهَا** یہ ترجمہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے جو مشتمل ہے تمام محامد اور تعریفوں پر اور مولانا رومی **سُبْحَانَ اللَّهِ** کے بارے میں حکایۃً عن الحق فرماتے ہیں۔

من نہ گردم پاک از تسبیح شان

پاک ہم ایشاں شوند و درفشان

یعنی جب بندہ **سُبْحَانَ اللَّهِ** پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تو پاک ہوں ہی، تمہارے **سُبْحَانَ اللَّهِ** کہنے سے میں پاک نہیں ہوتا بلکہ روئے زمین پر جو **سُبْحَانَ اللَّهِ** پڑھتے ہیں، میری پاکی بیان کرتے ہیں، میں اپنی پاکی بیان کرنے کے صدقے میں اور **سُبْحَانَ اللَّهِ** کہنے کے طفیل و برکت سے ان کو ایک انعام دیتا ہوں کہ ان کو پاک کر دیتا ہوں۔

مذکورہ حدیث کے متعلق ایک منفرد علم عظیم

اس حدیث شریف کے پڑھنے والے کو تین نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گی۔ تو سنیے **سُبْحَانَ اللَّهِ** کہنے سے کیا ملے گا؟ ان شاء اللہ اخلاق کی پاکیزگی عطا ہوگی اور **بِحَمْدِهِ** سے کیا ملے گا؟ جو اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کرتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق میں اس کو محمود کرتے ہیں۔ جو حامد ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کو دلوں میں محمود کر دیتا ہے یعنی مخلوق کی زبان پر اس کی تعریف اللہ تعالیٰ جاری کر دیتا ہے، لیکن بندہ کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ غیر اللہ ہے۔ مخلوق میں محمود اور پیارا ہونے کے لیے اللہ کو نہ چاہو، اللہ کے لیے اللہ کو چاہو، آپ اس کی فکر ہی نہ کریں بس ان کے ہو جاؤ

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُن ہی کا اُن ہی کا ہوا جا رہا ہوں

اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ ثنائے خلق کی دولت آپ کو دے دیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھادی کہ **حَسَنَةً** ہم سے مانگو، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ نیک بیوی تم کو مل جائے، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ نیک اولاد تم کو مل جائے، تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ مخلوق تمہاری تعریف کرے، بلکہ جو اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے اس کی اور تذلیل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے **حَسَنَةً** مانگو، اللہ جب دے گا تب اصلی چیز ملے گی اور غیب سے ملے گی اور بے خطر ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ نعمت دیتا ہے تو نعمت کی اور نعمت پانے والے کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لیتا ہے اور جو اپنی تعریف خود کرتا ہے اور بلا مانگے بلا دعا جو کام کرتا ہے وہ کام اچھا نہیں ہوتا۔ **توجمده** سے کیا ملے گا؟ آپ محمود ہو جائیں گے۔ چوں کہ **بِحَمْدِهِ** سے آپ حامد ہوئے اور جب حامد ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس حمد کی برکت سے آپ کو محمود کر دے گا یعنی ثنائے خلق کی نعمت سے اور **حَسَنَةً** کی دولت سے مالا مال کر دے گا۔

اور آگے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ پڑھو **سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ** اس کا اصطلاحی ترجمہ سن لو **أَمَى أَسْبِ اللّٰهَ عَنِ النَّقَائِصِ كُلِّهَا عَلَى حَسَبِ شَانِ عَظَمَتِهِ** میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں تمام نقائص سے اس کی شانِ عظمت کے شایانِ شان۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **جَزَاءً وَفَاءً** اللہ تعالیٰ کی جزا موافق عمل ہے یعنی اللہ تعالیٰ عمل کے موافق جزا دیتا ہے۔ تو تم جب اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان بیان کرو گے، تو اللہ تعالیٰ اس کے صدقے میں تمہاری عظمتیں دوسرے بندوں کے دلوں میں ڈال دے گا مگر یہ نیت نہ کرو کہ ہم بندوں کے دلوں میں عظیم ہو جائیں، اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا

اے اللہ! مجھے میری نظر میں صغیر فرما مگر بندوں کی نظر میں مجھے حقیر نہ فرما، بندوں کی نظر میں مجھے کبیر کر دے، کیوں کہ اگر دوسرے حقیر سمجھیں گے تو مجھ سے دین کیسے سیکھیں گے؟ معلوم ہوا کہ **فِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا** کی دعا مانگنا تو جائز ہے لیکن عظیم بننے کی نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ کوئی عمل اس نیت سے نہ کرو کہ ہم مخلوق کی نظر میں کبیر ہو جائیں اور مخلوق ہماری خوب عزت کرے بلکہ ہمیں اللہ مخلوق کی نظر میں بڑا اس لیے دکھائے تاکہ جب ہم ان کو دین کی بات پیش کریں تو بوجہ عظمت کے ہماری بات ان کو قبول کرنا

آسان ہو۔ **فِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا** کی دعا کا مقصد اپنی ذات کے لیے اور دنیوی عزت کے لیے بڑائی مانگنا نہیں ہے۔ اگر دنیوی عزت کی نیت ہے تو وہی عمل طلب جاہ اور ریا ہو جائے گا۔ نیت پر ہر عمل کا دار و مدار ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیوی عزت و جاہ کی نیت نہیں سکھائی، بلکہ یہ سکھایا کہ اے اللہ! آپ اپنے بندوں میں مجھے بڑا تو دکھائیے مگر ایک شرط سے کہ جب آپ مجھے لوگوں کی نظر میں بڑا دکھائیں تو میری نظر میں مجھے چھوٹا دکھائیے، پہلے آپ مجھے میری نظر میں مٹا دیجیے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے **فِي عَيْنِي صَغِيرًا** مانگا تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے میری نگاہوں میں حقیر رکھے تاکہ جب اللہ تعالیٰ مجھے **فِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا** بنائیں اور جب لوگوں کی طرف سے مجھے عظمتیں ملیں تو اس **كَبِيرًا** کا ضرر مجھے نہ پہنچے۔ یہاں **فِي عَيْنِي صَغِيرًا** دافع ضرر ہے **فِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا** کا تاکہ جب مخلوق کی نظر میں آپ مجھے بڑا دکھائیں تو میں اپنی نظر میں پہلے ہی حقیر ہو چکا ہوں کیوں کہ جب اپنی نظر میں حقیر ہوں گا تو مخلوق کی تعریف میں آکر اپنے کو بڑا نہیں سمجھوں گا اور مردود ہونے سے بچ جاؤں گا کیوں کہ شیطان اپنے کو بڑا سمجھنے ہی سے مردود ہوا۔ پس اگر آپ نے **کبیر بننے** کی نیت کر لی تو **صغیر بننے** کی جو دعا ہے وہ رائیگاں ہو گئی۔ آپ تو اس **کبیر بننے** کے شوق میں خود ہی **کبیر** ہو گئے اسی لیے پہلا جملہ **فِي عَيْنِي صَغِيرًا** ہے۔ معلوم ہوا کہ **فِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا** وہی ہوں گے جو **فِي عَيْنِي صَغِيرًا** ہوں گے، اپنی نگاہوں میں جب ہم حقیر ہوں گے تب اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بندوں کی نگاہوں میں ہمیں **کبیر** کرے گا اگر **کبیر بننے** کی نیت کر لی کہ نماز اس لیے پڑھو، امامت اس لیے کرو کہ ہماری خوب تعریف ہو، مخلوق ہمارے ہاتھ پاؤں چومے، ہماری خوب عزت ہو تو یہ تو اپنے نفس کے لیے **کبیر** بننا پہلے ہی ہو گیا اسی لیے تواضع پر رفعت کا ثمرہ جو ہے اس کے بیچ میں **اللہ** لگا ہوا ہے، **مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ** جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اس کے لیے ہے **رَفَعَهُ اللَّهُ** کہ اللہ اس کو بلندی دے گا لیکن جو اس نیت سے تواضع کرے اور سب کی جو تیاں سیدھی کرے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بلندی دے تو اس کو **رَفَعَهُ اللَّهُ** نہیں ملے گا کیوں کہ یہ **اللہ** نہیں رہا۔ یہ بیچ میں **اللہ** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داخل فرمایا کہ تواضع اللہ کے لیے ہو، ثمرہ پر نظر نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تواضع کے صلہ میں ہمیں بلندی دے دے۔ بلندی کے لیے تواضع نہ کرو، اللہ کا حکم سمجھ کر کرو۔ رفعت کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی کہ اللہ تعالیٰ اس کو بلندی دے گا جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرے گا مگر جو رفعت کی نیت سے تواضع کرے گا تو اس کی تواضع قبول ہی نہیں ہوگی کیوں کہ یہ تواضع **اللہ** نہیں ہے۔ لام تخصیص کے لیے ہے کہ تواضع اللہ کے لیے خاص کرو، اپنے نفس کو مٹاؤ پھر جو چاہے اللہ دے دے۔ مزدوری

کر و لیکن مزدوری کی اُجرت اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو جو چاہے آپ دے دیں۔ ہم رفعت کی نیت نہیں کرتے۔ آپ کی رضا کی نیت کرتے ہیں۔ ثمرہ تو ملے گا مگر بعض ثمرات ایسے ہیں کہ نیت سے وہ خراب ہو جاتے ہیں یعنی بری نیت سے۔ بعض ثمرات ایسے ہیں کہ اگر ان کی نیت کر لی جائے تو نیت **بِاللہ** نہیں رہے گی۔ **مَنْ تَوَاضَعَ** کے بیچ میں **بِاللہ** اس لیے داخل کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دب جاؤ، اپنے کو اللہ کے سامنے مٹا دو کہ ہم کچھ نہیں ہیں تو ساری نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ** سے تزکیہ اخلاق نصیب ہو گا اور **بِحَمْدِهِ** سے آپ کو ثنائے خلق یعنی **حَسَنَةً** کی تفسیر مل جائے گی اور عظیم کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم فرمائیں گے مگر عظمت کی نیت نہ کرنا، اپنے کو مٹا دو۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت! تصوف کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ آپ جیسے عالم فاضل کو مجھ جیسا طالب علم کیا بتا سکتا ہے لیکن جو اپنے بڑوں سے سنا ہے اسی کی تکرار کرتا ہوں کہ تصوف نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا۔ اس کو مولانا رومی نے فرمایا کہ دیکھو چاند کا نور ذاتی نہیں ہے، سورج کے نور سے مستنیر ہے یعنی قمر مستنیر اور شمس منیر ہے، چاند مستفید ہے اور سورج مفید ہے لیکن ایسا کب ہوتا ہے؟ جب زمین کا گولا بیچ سے ہٹ جائے تب چودہ تاریخ کا چاند روشن ہو گا۔ جتنا جتنا زمین کا گولا آتا ہے چاند اندھیرا ہوتا جاتا ہے ایسے ہی جس کے نفس کا گولا جتنا اللہ اور دل کے درمیان آتا ہے اتنا ہی نفسانیت اور اخلاقِ رذیلہ سے اس کا دل اندھیرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس کے دل کے اور اللہ کے درمیان میں پورا نفس آ گیا اس کا دل بالکل اندھیرا ہو گیا اور جس نے نفس کو پورا مٹا دیا اس کا دل بدر منیر کی طرح روشن ہو گیا۔ پھر اس کی تقریر میں بھی نور کامل ہو گا اور اس کی تحریر میں بھی نور کامل ہو گا اور اس کے لباس میں بھی نور کامل ہو گا اور جو شخص جتنا نفس نہیں مٹائے گا اس کے دل کا اتنا حصہ اندھیرا ہو گا مثلاً بارہ آنے مٹایا اور چار آنے نہیں مٹایا تو چار آنے اندھیرا رہے گا اس کی تقریر میں، تحریر میں، قلم میں اور زبان میں۔ بس میں نے اپنے بڑوں سے جو سنا تھا وہ آپ کو سنا دیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اب دعا کرو کہ جتنے حافظ ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ عالم بھی بنا دے اور جتنے عالم ہیں ان کو باعمل بنا دے اور اختر کو، میری اولاد و ذریعات کو، میرے احبابِ حاضرین کو، احبابِ غائبین کو، میرے طلبائے کرام کو، میرے حفاظِ کرام کو، ہمارے علمائے کرام کو، ہمارے اساتذہ کرام کو اور حاضرین عوام میں کسی کو محروم نہ فرما، ہم سب کو دنیا و آخرت دونوں جہاں دے دے، ہم سب کو اپنا درد دل بخش دے، اپنی محبت دے دے۔ اے اللہ! اولیاء اللہ کی نسبت نصیب فرما دے۔ ہم سب کو اپنا مقبول اور اپنا محبوب بنا لے۔

حدیث نمبر ۹۸

كَانَ يُحَدِّثُنَا وَكُنَّا نَحَدِّثُهُ وَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ كَانَتْهُ لَمْ
يَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْهُ^{۳۰۵}

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے گفتگو کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے تھے اور جس وقت اذان کی آواز سنائی دی تو گویا کہ آپ ہمیں پہچانتے نہیں اور نہ ہم آپ کو پہچانتے۔

كَانَ يُحَدِّثُنَا وَكُنَّا نَحَدِّثُهُ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے گفتگو کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے تھے **إِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ كَانَتْهُ لَمْ يَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْهُ** جہاں اذان کی آواز آئی تو جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں پہچانتے بھی نہیں تھے۔ یہ ہے حلال نعمت کی سنت کہ حلال نعمت سے بھی اتنا دل نہ لگاؤ کہ نعمت دینے والے کی عبادت میں خلل پیدا ہو جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ایسا قوی ایمان عطا ہوا کہ فرماتی ہیں **وَلَمْ نَعْرِفْهُ** ہمیں بھی ایسا لگتا تھا کہ اللہ کی عظمت کے سامنے گویا ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے۔

(اس کے بعد حضرت والا زید مجد ہم نے فرمایا: ”لہذا ایک مرتبہ تہجد میں کئی کئی پارے تلاوت کرنے کے بعد جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک حق تعالیٰ کے قربِ عظیم سے مشرف تھی اس حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ پہنچ گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! فرمایا: مَنْ أَذَّتْ؟ تم کون ہو؟ عرض کیا: اَنَا عَائِشَةُ فِي عَائِشَةَ هُنَّ۔ فرمایا: مَنْ عَائِشَةُ عَائِشَةُ كُون؟ عرض کیا: بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ ابوبکر کی بیٹی، فرمایا: مَنْ أَبُو بَكْرٍ كُون ابوبکر؟ عرض کیا: ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ مِيرے دادا ابوقحافہ کے بیٹے، فرمایا: مَنْ أَبُو قُحَافَةَ ابوقحافہ کون ہے؟ میں نہیں جانتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ خوفزدہ ہو کر واپس ہو گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقامِ عروج سے جب آپ کی روح مبارک کو اُمت کی خدمت کے لیے نزول بخشا تا کہ

۳۰۵ ذکرہ الغزالی فی الإحياء فی کتاب أسرار الصلاة ومهماتہا وقال أبو الفضل العراقي فی المغنی عن حمل الأسفار: ۱/۱۵۰: ۳۹۹ حدیث عائشہ کان رسول اللہ کان يُحَدِّثُنَا وَكُنَّا نَحَدِّثُهُ وَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ كَانَتْهُ لَمْ يَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْهُ الْأَزْدِي فِي الضعفاء من حدیث سوید بن غفلة مرسلًا كان النبى إذا سمع الأذان كأنه لا يعرف أحدًا من الناس، وذكره التاج السبكي في كتابه أحاديث الإحياء التي لأصل لها: ۵/۱

زمین والوں کو پیغام نبوت پہنچایا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ نے سب واقعہ سنایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! **لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ** میرے اور میرے اللہ کے درمیان کچھ خاص اوقات ہوتے ہیں جہاں کوئی فرشتہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ میں اس وقت اللہ کے قرب کے اس مقام پر تھا جہاں جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے۔“

اس مقام قرب کو اللہ کے ایک ولی نے اس طرح تعبیر کیا ہے۔

نمودِ جلوہ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں

کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں اس کی توثیق کی ہے۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت مرشدی عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فداہ ابی وامی نے اس واقعہ کو معارفِ مثنوی کے آخر میں اپنی فارسی مثنوی میں نظم فرمایا ہے جس کا ایک شعر الہامی ہے، قارئین کی نشاطِ طبع کے لیے ان میں سے صرف چار شعر مع ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

مصطفیٰ فرمود بشتو عائشہ

روح ما ز فلاک باشد فائقہ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! سنو! اس وقت میری روح ہفت افلاک سے آگے غایتِ قربِ خداوندی سے مشرف تھی۔

آں تجلی آں زماں حق می نمود

اندریں تن شمرہ ہوشے نبود

۳۰۶ قال الملا علی القاری فی الأسرار الرفوۃ: ۲۹۷/۱ برقم (۳۹۲)، المکتبہ الإسلامی حدیث لی مع اللہ وقت لا یسم فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یدکرہ الصوفیۃ کثیرا وهو رسالۃ فی القشیری نکت بلفظ لی وقت لا یسعی فیہ غیر ربی قلت: ویؤخذ منہ أنه آزاد بالملک المقرب جبریل وبالنبی المرسل نفسه الجلیل وفيہ إیماء إلی مقام الإستغراق باللقاء المعبر عنہ بالسکر والمحو والفناء، وقال فی المصنوع: ۱۵۱، مکتبۃ المطبوعات الإسلامیۃ- برقم (۲۵۹)، حدیث ”لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل“ من کلام بعض الصوفیۃ ولیس بحدیث

نوٹ: مذکورہ حدیث بسیار تلاش کے بعد بھی نہ مل سکی، لیکن اس حدیث کو حضرت مولانا عبدالحق چھوپوری رحمۃ اللہ علیہ بکثرت بیان فرمایا کرتے تھے، جو جامع المعقول والمقول تھے اور جن کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کی صدارت کی پیشکش کی، چنانچہ قارئین کے استفادہ کے لیے اس حدیث کو نقل کیا جا رہا ہے۔ اگر کسی کو اس کا حوالہ ملے تو ادارے کو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اس وقت میری روح ایسی قوی تجلی کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ میرے عناصرِ بدن ہوش و حواس کو قابو میں نہ رکھ سکے۔

دیدِ جانم آں تجلی آں زماں
جبرئیلہ را تحمل نیست زان

میری روح وہ تجلیاتِ خداوندی دیکھ رہی تھی کہ جس کا تحمل جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں کر سکتے۔

جانِ ماچولذتِ حق را چشید
عقلِ مادرِ عائشہ شد نارسید

میری روح اس وقت تجلیاتِ قرب کی ایسی لذت چکھ رہی تھی کہ میرے عقل و ہوش عائشہ کو پہچاننے سے قاصر ہو گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقاماتِ قرب کا کیا کہنا ہے کہ آپ تو سید الانبیاء ہیں، اس اُمت کے غلاموں میں یہ شان ہے کہ میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی گھنٹے عبادت کرتے تھے۔ ایک بار میرے پیر بھائی ماسٹر عین الحق صاحب حضرت! والا کی خدمت میں ایک ضروری کاغذ پر دستخط کرانے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اس کاغذ پر دستخط کر دیجیے۔ حضرت رات کے تین بجے کے اُٹھے ہوئے، تہجد کی بارہ رکعات اور سجدہ میں دیر تک رونا پھر بارہ تسبیحات پھر فجر کی نماز کے بعد تلاوت، مناجاتِ مقبول، قصیدہ بردہ شریف اور اللہ کے نام میں مست۔ میرے شیخ کی عبادت عاشقانہ عبادت تھی، زاہدانہ عبادت نہیں تھی۔ آہ و فغاں کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کئی وقت کا بھوکا کباب بریانی کھا رہا ہے اور ہر دس بیس آیت کے بعد اللہ کا نعرہ اس زور سے مارتے تھے کہ مسجد ہل جاتی تھی۔ حضرت نے آنکھ بند کر کے بہت سوچا کہ میرا کیا نام ہے۔ جب یاد نہیں آیا تو ان ہی سے پوچھا کہ میرا کیا نام ہے؟ پوربی زبان کا یہ شعر حضرت کی اس حالت کا ترجمان تھا۔

یس من مور لبد گئے توں ہیں

سمرن نام بسر گئے موں ہیں

اے خدا! میرا دل آپ سے ایسا چپک گیا کہ اے میرے محبوب! مجھے اپنا نام بھی یاد نہیں آرہا ہے۔ اپنا ہی نام پوچھنے پر ماسٹر عین الحق صاحب کو ہنسی آگئی۔ حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بتاتے کیوں نہیں ہو؟ تب انہوں

نے کہا کہ حضرت! آپ کا نام عبدالغنی ہے۔ حضرت نے دستخط کیے اور یہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے کہ اختر کو سترہ سال تک ایسے شیخ کی صحبت و خدمت عطا فرمائی، جس کو بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی خواب میں دیکھے اور خواب ہی میں پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ ارشاد ہوا کہ ہاں، عبدالغنی! تم نے اپنے اللہ کے رسول کو آج خوب دیکھ لیا۔ حضرت کو دیکھنے ہی سے لگتا تھا کہ یہ شخص اپنے وقت کا شمس الدین تبریزی ہے۔

یاد آئے کہ درے خانہ منزل داشتم

جامے در دست و جاناں در مقابل داشتم

وہ دن یاد آتے ہیں کہ شیخ کے اس مے خانہ محبت میں اختر بھی مقیم تھا۔ اللہ کی شرابِ محبت کا پیالہ ہاتھ میں اور میرا شیخ میرے سامنے ہوتا تھا۔



دیدہ اشک باریدہ

لذتِ قربِ بندِ امتِ گریہ زاری میں ہے

قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگی

پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اختر

اشیا سے نہ محروم کر باغباں

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں تجھ پہ رحمت کرے خالقِ دو جہاں
 بجلیوں سے بچاتا ہے ربِّ جہاں ایک تیر کمزور ہے آشیاں
 چشمِ ترخوں فشاں آہِ سُوتے سماں ہیں مے دردِ دل کے یہ تیر جہاں
 کیا یہ شمس و قمر یہ زمیں آسماں اپنے خالق کا دیتے نہیں ہیں نشاں
 کیا جہاں میں نمودار خود ہو گئے؟ ہر وجود اپنے موجد کا خود ہے نشاں
 ہستی انساں کی خالق پہ شاہد ہے خود تیرے اندر ہے وہ خالقِ دو جہاں
 ہو کے مخلوق خالق کا منکر بنے اس حماقت پہ ہے لعنتِ دو جہاں

یہ صد اسن لو اختر کی لے دستو
 خالقِ جاں پہ کر دو وفا اپنی جاں



حلمِ شبیب

وہ عالمِ شباب کہ طوفاں کہیں جسے
 سیلاب کی زد میں تھی مرے عشق کی بستی
 محفوظ جوانی تھی مری شیخ کے صدقے
 گو حُسن کی دولت تھی مرے سامنے سستی
 آنکھوں میں وہ نشہ تھا کہ توبہ مری توبہ
 اور حُسن کے گلشن میں جوانی تھی مہکتی
 ہر خونِ تمنا سے ملا درودِ مجھے
 ایمان کے پھولوں کی تھی رنگت بھی نکھرتی
 زینت سے بے نیاز تھی وہ مہیری جوانی
 صورت تھی مری زلف پریشاں سے سنورتی
 آتی نظر جو چشمِ بصیرت مری کھلتی
 دُنیا سے حُسن تھی مری آنکھوں میں سسکتی
 اختر نے جب لٹ دیا خواہن کا سیلِ آب
 منزل مری جانب کو چپلی آتی مچلتی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے زمانے کے صف اول کے اولیاء اللہ میں ہوتا تھا۔ حضرت اقدس نے اپنے اکابر کے طریق پر رہتے ہوئے تصوف کو قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے تابع رکھا۔ آپ کے تمام ارشادات قرآن و حدیث کے روشن دلائل سے منور ہیں۔ دنیا بھر کے علماء کرام کو آپ نے اپنے طرز بیان سے متحیر و مبہوت کر رکھا تھا۔ اسی لیے بڑے بڑے علماء کرام کی عرصے سے یہ خواہش تھی کہ آپ نے اپنے بیانات و ملفوظات میں جہاں جہاں قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے علوم و معارف بیان فرمائے ہیں اگر انہیں ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو یہ امت کے لیے ایسا نادر و نایاب اور نفع بخش کام ہوگا جس کا نفع ہر خاص و عام کو حاصل ہوگا کیوں کہ یہ الہامی مضامین کتابوں میں نہیں ملتے۔

زیر نظر کتاب ”خزائن الہدیث“ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان ہی الہامی مضامین پر مشتمل ہے جو آپ نے قرآن پاک کے علوم کی شرح کرتے ہوئے امت کی اصلاح، تزکیہ اور اخلاق حسنہ کے لیے زندگی بھر بیان فرمائے۔ حضرت اقدس کے ان بیانات، ملفوظات اور مواعظ حسنہ نے دنیا بھر کے قلوب انسانی میں محبت الہیہ کی وہ آگ لگائی جو نہ صرف بھنگے ہوئے لاکھوں انسانوں کو راہ ہدایت پر لے آئی بلکہ انہیں دوسروں کے لیے بھی مشعل راہ ہدایت بنا دیا۔

www.khanqah.org

ناشر
مکتبہ خانہ مظہری

محکم دہلی مرکزی، پوسٹ کد ۷۵۳۰۰۰، فون: ۳۳۹۹۱۷۱

